بسم اللہ الرحمن الرحیم

تذکرہ
محدّث اعظم پاکستان

مولانا محمد جلال الدین قادری

ضیاء القرآن پبلی کیشنز
لاہور - کراچی - پاکستان

تذکرہ
مُحدّث اعظم پاکستان

جلد اول

مُحمّد جلال الدّین قادری

ضیاء القرآن پبلی کیشنز
لاہور۔کراچی۔پاکستان

نام کتاب	تذکرہ محدث اعظم پاکستان (جلداول) حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد سردار احمد قدس سرہ العزیز
مؤلف	مولانا محمد جلال الدین قادری
زیر سرپرستی	پیر طریقت قاضی محمد فضل رسول حیدر رضوی
کمپوزنگ	مفتی محمد محمود احمد
پروف ریڈنگ	مولانا قاری محمد حبیب احمد و مولانا غازی محمد مسعود احمد
باہتمام	مولانا قاضی محمد سعید احمد نقشبندی محلہ لطیف شاہ غازی کھاریاں، ضلع گجرات
تاریخ اشاعت	اگست 2005ء
کمپیوٹر کوڈ	1Z467
قیمت	300/-

ملنے کے پتے

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

داتا دربار روڈ، لاہور۔فون: 7221953 فیکس:۔ 042-7238010

9۔الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور۔فون: 7225085-7247350

14۔انفال سنٹر، اردو بازار، کراچی

فون: 021-2212011-2630411۔ فیکس:۔ 021-2210212

e-mail:- sales@zia-ul-quran.com

zquran@brain.net.pk

Visit our website:- www.zia-ul-quran.com

فہرست

تذکرہ محدث اعظم پاکستان جلداول

تذکرہ محدثِ اعظم پاکستان

تذکرہ محدثِ اعظم پاکستان

﴿دعائیہ کلمات﴾

از حضرت شیخ الحدیث مولانا علامہ غلام رسول رضوی، شارح بخاری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

فقیر پر تقصیر نے ''تذکرہ محدث اعظم پاکستان'' مختلف مقام سے دیکھا، جسے مولانا محمد جلال الدین صاحب نے بڑی خوش اسلوبی سے مرتب فرمایا ہے۔ موصوف کی مساعی جمیلہ قابل قدر اور لائق تحسین ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے احسن سے نوازے۔

حضرت محدث اعظم علیہ الرحمۃ یکتائے زماں اور محورِ اتقیائے دوراں تھے۔ نیز علم وعمل میں شریعتِ مطہرہ کی زندہ تصویر، آپ کی شخصیت بڑی پرکشش تھی، جو دیکھتا گرویدہ ہوجاتا، اور جسے آپ کی محفل میں رہنے کی سعادت حاصل ہوئی، اسے عشق مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی دولت ابدی نصیب ہوئی۔ آپ کا جمال سینوں کے لئے راحت قلب ونظر اور آپ کا جلال وہابیہ کے لئے سمِ قاتل۔

بندہ نے زندگی کے ہر شعبہ میں حضرت محدث اعظم علیہ الرحمۃ کو متبع سنت پایا۔ آپ کو تصنع اور تکلف سے نفرت، تواضع وانکساری سے محبت تھی۔

حقیقت ہے کہ محدث اعظم پاکستان علیہ الرحمۃ کو فیضان نبوت سے حظ وافر عطا ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ آپ کے فیوض وبرکات کو ہمیشہ جاری رکھے اور مولانا الموصوف نے جو یہ تاریخی کارنامہ انجام دیا، اسے شرف قبولیت سے نوازے۔ آمین!

غلام رسول قادری رضوی

شیخ الحدیث جامعہ رضویہ......فیصل آباد

عرض مولف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم وعلیٰ آلہٖ وصحبہٖ اجمعین الی یوم الدین

سید العرفاء سند الاتقیا حضرت شیخ الحدیث قدسنا اللہ اسرارنا بسرہ العزیز کی ذات مجمع صفات کا ایک ایک پہلو اور آپ کی سیرت کا ایک ایک ورق ہمارا راہنما ہے۔ آپ کے ارشادات وہدایات پر عمل پیرا ہو کر ہم فلاح وصلاح سے ہم کنار ہو سکتے ہیں۔

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ العزیز کے وصال کو آج ربع صدی گذری ہے۔ اسی عرصہ میں آپ کی حیات طیبہ اور سیرت مبارکہ پر جامع اور قابل قدر کتاب منظر عام پر نہ آسکی۔ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے یوم وصال (۱۳۸۲ھ/۱۹۶۲ء) سے ہی اس حقیر کی خواہش رہی (اور یہی خواہش آپ کے ہر متوسل کی رہی) کہ کاش کوئی کتاب آپ کی سیرت وسوانح پر ایسی منظر عام پر آئے جو جامع اور مکمل ہو، مگر یہ آرزو تشنۂ تکمیل رہی۔ جب بھی اس طرف توجہ کی، اپنی بے بضاعتی، ناقص العلمی اور مواد کی عدم فراہمی حائل رہی، مگر یہ آرزو درد بن کر ہمیشہ دل میں جاگزیں رہی۔

مہلتے باید کہ تا خون شیر شد

۴ محرم الحرام ۱۴۰۴ھ/ ۱۱ر اکتوبر ۱۹۸۳ء کو یہ فقیر حقیر دربار گہربار حضور داتا گنج بخش علی ہجویری قدس سرہ العزیز میں حاضر ہوا۔ فراغت کے بعد جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں وارد ہوا، مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی مہتمم جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور اور مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری نے گھیر لیا۔ فرمانے لگے کہ ایک عرصہ سے ہم نے فیصلہ کر رکھا ہے کہ آپ کو (مجھ حقیر کو) حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کا مکمل تذکرہ لکھنے پر مجبور کریں۔ فقیر ان دنوں باوجود علالت کے چند دیگر مقالات کی ترتیب میں مصروف تھا، اپنا عذر پیش کیا، مگر ان کا اصرار میرے انکار پر غالب آیا

۔ انہوں نے مجھے تذکرہ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ پر مجبور کر دیا، وہ جیتے اور میں ہارا۔ لیکن میری یہ ہار درحقیقت میری سعادت کا باعث بنی اور آج یہ تذکرہ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

مذکورہ بالا تاریخ کے بعد مواد کی فراہمی کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ اور ساتھ ساتھ ترتیب کا کام بھی۔ خاندانی مواد کی فراہمی میں سب سے زیادہ اعانت حضرت صاحبزادہ قاضی محمد فضل رسول حیدر رضوی مدظلہ خلف اکبر حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ العزیز نے فرمائی۔ حضرت مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی اور ان کے رفقاء نے بھی مواد کی فراہمی میں بھرپور مدد کی۔ نیز حکیم اہل سنت الحاج حکیم محمد موسیٰ امرتسری، برادر عزیز محمد علیم الدین مجددی نے بھی مفید مشوروں سے نوازا، جن کا شکریہ ادا کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

استدعا

آخر میں حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے اجلہ تلامذہ اور خلفاء بالخصوص اور تمام متوسلین سے بالعموم استدعا ہے کہ حضرت کے احوال وآثار پر مزید مواد ارسال فرمائیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں شامل اشاعت ہو سکے۔ دعا ہے کہ یہ کتاب ان حضرات کے لئے تحریک کا کام دے۔ رب کریم اس کوشش کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت عطا فرمائے اور میرے لئے توشۂ آخرت بنائے۔ آمین

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ نور عرشہ وزینۃ فرشہ حبیبہ ومحبوبہ وآلہٖ وصحبہٖ وبارک وسلم، والحمدللہ رب العالمین۔

فقیر محمد جلال الدین قادری عفی عنہ

کھاریاں (ضلع گجرات)

۱۷ر رمضان المبارک ۱۴۰۷ھ/۱۵ر مئی ۱۹۸۷ء بروز جمعۃ المبارک (یوم بدر)

تصدیق وتوثیق

از پیر طریقت رہبر شریعت حضرت قاضی محمد فضل رسول حیدر رضوی مدظلہ العالی

سجادہ نشین آستانہ عالیہ محدث اعظم پاکستان ۔ فیصل آباد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم وعلی آلہٖ وصحبہٖ اجمعین الی یوم الدین

رب کائنات نے حضرات علماء کرام کو اپنی مخلوق کی ہدایت کے لئے منتخب فرمایا اور انہیں انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی نیابت کا منصب عطا فرمایا۔ یہ حضرات علماء کرام روشنی کے ایسے مینار ہیں، جن سے رشد و ہدایت کی راہیں روشن ہوئیں۔ مخلوق خدا نے ان سے تزکیہ وتصفیہ حاصل کیا اور وصل حقیقی کی راہ پر گامزن ہوئی۔

محدث اعظم مخدوم اہل سنت رہبر شریعت وطریقت منبع علم وفضل سیدی وسندی مرشدی ووالدی حضرت مولانا الحاج ابوالفضل محمد سردار احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان علماء عارفین سے ہیں، جنہوں نے مسلک اہل سنت وجماعت کی تبلیغ واشاعت میں اپنی ساری زندگی وقف کر رکھی تھی۔ آپ کے درس وتدریس وعظ وتبلیغ اور دعوت وارشاد کا محور ومرکز عشق مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی دولت بے کراں کو عام کرنا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی مساعی جمیلہ کو شرف قبولیت عطا فرمایا۔ حتی کہ ممتاز فضلاء نے آپ سے علمی وروحانی استفادہ علماء عرب وعجم نے آپ سے علوم وفنون اور سلاسل طریقت کی سندات حاصل کیں۔ آپ کی علمی وجاہت اور روحانی بسالت افق عالم تک پھیلی اور آپ کی ذات فی الواقع منبع فیض اور سرچشمہ علم وعرفان بنی۔

حضرت سیدی ومرشدی قبلہ والد ماجد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کے بعد خواہش ہوئی کہ آپ کی سیرت وسوانح کا کوئی جامع تذکرہ مرتب ہو۔ بعض حضرات نے اس سلسلہ میں چند مقالات لکھے اور شائع کئے، مگر جامع

تذکرہ کی انتظار تا ہنوز رہی۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت مولانا جلال الدین صاحب قادری کو اس اہم اور نازک کام کے لئے منتخب فرمالیا۔

مولانا نے بڑی مشقت، محنت اور محبت سے حضرت سیدی والدی المکرّم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سیرت وسوانح کے واقعات کو جمع فرمایا اور انہیں حسین اور جدید انداز میں اس طرح ترتیب دیا کہ زیر نظر کتاب سوانح محدث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جامع تذکرہ ہے، بلکہ یہ کتاب خزینہ علم وعرفان بنی۔

میں نے اس کتاب کو اول سے آخر تک بغور سنا اور پڑھا ہے۔ بحمدہٖ تعالیٰ حالات اور واقعات کو بالکل صحیح اور درست پایا۔

مولا کریم اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل مصنف کو جزائے خیر عطا فرمائے اور اس تذکرہ کو عوام وخواص کے لئے مشعل راہ بنائے۔ آمین!

قاضی محمد فضل رسول غفرلہ

آستانہ عالیہ محدث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ گلستان محدث اعظم ...... فیصل آباد

۲۰ رشوال المکرّم ۱۴۰۷ھ

ولادتِ باسعادت، ابتدائی حالات

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سردار احمد قدس سرہٗ قصبہ دیال گڑھ ضلع گورداسپور (مشرقی پنجاب بھارت) میں پیدا ہوئے۔ آپ کی صحیح تاریخِ ولادت کا تعین تا حال نہ ہو سکا۔ قرآئن اور روایات کے مطابق سالِ ولادت ۱۳۲۱ھ/ ۱۹۰۳ء سے ۱۳۲۳ھ/ ۱۹۰۶ء کے درمیان ہے۔

تاریخ ولادت کے بارے میں چند روایات پیشِ خدمت ہیں۔

☆ پنجاب یونیورسٹی گزٹ لاہور ۱۹۲۲ء میں آپ کے کوائف یہ ہیں۔

رول نمبر: ۱۲۰۲۔ نام: چوہدری سردار محمد

مرکز امتحان: بٹالہ تاریخ ولادت: ۲۲ ستمبر ۱۹۰۳ء (۱)

اس حساب سے تقویم ہجری کے مطابق آپ کی تاریخ ولادت ۲۹ جمادی الاخری ۱۳۲۱ھ بنتی ہے۔

☆ اشرف العلماء مولانا محمد شریف الحق امجدی، مفتی دارالافتاء بریلی لکھتے ہیں۔

''میرے اندازہ کے مطابق سن ولادت ۱۳۲۳ھ/ ۱۹۰۵ء ہے۔'' (۲)

☆ جناب امید رضوی مدیر ماہنامہ نوری کرن، بریلی لکھتے ہیں۔

''مجھے سن یاد نہیں۔ لیکن پھر بھی قیاس سے اتنا ضرور کہہ سکتا ہوں کہ غالباً ۱۹۲۲ء یا ۱۹۲۳ء تھا۔ یہ میری اوائل عمری کا زمانہ تھا۔ زمانہ طفلی رخصت ہو کر سن شعور کا آغاز ہونے والا تھا کہ اس زمانہ

(۱) پنجاب یونیورسٹی گزٹ امتحانات ۱۹۲۲ء، امتحان میٹرک ۱۹۲۲ء۔ ص ۴۴ مخزونہ پنجاب لائبریری لاہور

نوٹ: ۱۹۲۲ء میں امتحان میٹرک میں ۱۰۰۹۴ امیدوار شامل ہوئے۔

(۲) ا ماہنامہ نوری کرن، بریلی۔ (محدث اعظم پاکستان نمبر)۔ مارچ اپریل ۱۹۶۳ء۔ ص ۵

ب ہفت روزہ محبوب حق، لائل پور (محدث اعظم نمبر)، ۱۳ دسمبر ۱۹۶۳ء۔ ص ۱۳

میں، میں نے ایک صبح کو ایک باوجاہت وعظمت انسان کو دیکھا۔ جس کی پیشانی صبح سعادت کی آئینہ دار تھی۔ بڑی بڑی غلافی آنکھیں، جن میں جاذبیت اور شرم وحیا کے ساتھ ساتھ سمندر کا سا گہرا سکوت تھا۔ ایک سبزہ آغاز نوجوان متانت وتہذیب کی مکمل تصویر، گھٹنوں سے نیچے کرتا، تہبند، سر پر پنجابی وضع کی پگڑی، لبوں کا انداز جیسے ہر وقت متبسم رہتے ہوں...... یہ تھے اس وقت کے سردار احمد اور آج کے محدث پاکستان۔'' (۳)

☆ فقیہ العصر مولانا اعجاز ولی رضوی بریلوی (م ۱۳۹۳ھ/ ۱۹۷۳ء) حضرت شیخ الحدیث سے اپنے تعلقات کا ذکر یوں کرتے ہیں۔

''آہ اب جبکہ حضرت شیخ الحدیث ابدی نیند سو رہے ہیں۔ (بریلی کی) ۱۹۲۴ء والی محبتیں یاد آ کر کلیجہ منہ کو آتا ہے............'' (۴)

☆ مولانا محمود احمد قادری، احسن المدارس کانپور (انڈیا) اپنے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں۔

''حضرت صاحب (شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ) اور والدی الماجد (مولانا شاہ رفاقت حسین) آٹھ برس اجمیر شریف اور دو برس بریلی شریف میں ہم درس رہے۔ یہ زمانہ ۱۳۴۵ھ...... ۱۳۵۱ھ/ (۱۹۲۶ء تا ۱۹۳۳ء) کا ہے'' (۵)

☆ حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا بریلوی کے سوانح حیات کا مضمون ہفت روزہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ نے ایک شمارے میں شائع ہوا۔ اس میں حضرت شیخ الحدیث کی حجۃ الاسلام کے حضور پہلی حاضری کا زمانہ ''گاندھی گردی کی تحریک'' بتایا گیا ہے۔ یہ تحریک (ترک موالات) ۲۳۔ ۱۹۲۲ء میں پورے شباب پر تھی۔ (۶)

بالا روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ بغرض تعلیم ۱۹۲۲ء تا ۱۹۲۴ء (کسی وقت) بریلی میں پہنچ چکے تھے۔ اس

(۳) ماہنامہ نوری کرن، بریلی۔ مارچ اپریل ۱۹۶۳ء۔ ص ۴۵ (۴) ہفت روزہ محبوب حق، لائل پور ۱۳ دسمبر ۱۹۶۳ء۔ ص ۲۵

(۵) مکتوب مولانا محمود احمد قادری کانپوری بنام مولانا محمد منشا تابش قصوری لاہور۔ محررہ ۲۵ اپریل ۱۹۷۷ء

(۶) ہفت روزہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ، مجریہ ۱۸، جمادی الاولیٰ ۱۳۷۹ھ

سے قبل آپ نے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ ایف اے کی تیاری میں مشغول تھے۔ اس وقت آپ کی عمر سترہ، اٹھارہ برس کی ہوگی۔ اس حساب سے سال ولادت ۱۹۰۴ء کے لگ بھگ بنتا ہے۔

☆ جناب صبوحی دہلوی نے آپ کا سال ولادت ۱۹۰۴ء بتایا ہے۔ (۷)

☆ مولانا محمود احمد قادری مؤلف تذکرہ علماء اہل سنت نے سال ولادت اوائل ۱۹۰۳ء بتایا ہے۔ (۸)

☆ مولانا عبدالحکیم شرف قادری نے سال ولادت ۱۳۲۲ھ/۱۹۰۴ء لکھا ہے۔ (۹)

والدین نے آپ کا نام (باقی بھائیوں کے ناموں کی مناسبت سے) سردار محمد رکھا۔ لیکن جب حصول تعلیم کی غرض سے بریلی تشریف لے گئے تو وہاں کے اکابر، اساتذہ، احباب اور ہم درس طلباء آپ کو سردار احمد کے نام سے یاد کرتے تھے۔ اس صورتِ حال کے پیش نظر آپ نے والدین کا تجویز کردہ نام بھی ترک نہ فرمایا اور اساتذہ کے عطا کردہ نام کو بھی استعمال میں رکھا۔ اس طرح آپ اپنا نام محمد سردار احمد تحریر فرمایا کرتے تھے۔

چونکہ اس وجود مسعود نے درِ احمد ﷺ سے بچھڑے ہوئے سروں کو اپنے آقا و مولیٰ کے درِ اقدس پر جھکانا تھا۔ اس لئے والدین اور اساتذہ نے بتوفیقِ الٰہی آپ کا نام ہی مناسب تجویز فرمایا۔

مناظرہ بریلی منعقدہ ۱۳۵۴ھ/۱۹۳۵ء میں دیوبندی عقائد کے مایہ ناز مناظر مولوی منظور احمد سنبھلی کے مقابل عدیم المثال فتح مبین کے بعد آپ کی کنیت ابوالمنظور ہوگئی۔ بعد ازاں خلف اکبر صاحبزادہ محمد فضل رسول کی ولادت پر ابوالفضل کنیت مشہور ہوگئی۔ بمقتضیٰ "الاسماء تتنزل من السماء" اس عظیم المرتبت مجسمۂ علم و فضل کے لئے یہی کنیت موزوں بھی تھی۔ (۱۰)

---

(۷) ہفت روزہ طوفان، ملتان، مجریہ ۷ اپریل ۱۹۶۳ء (۸) تذکرہ علماء اہل سنت، مطبوعہ کانپور (۱۳۹۱ھ)۔ ص ۹۹

(۹) تذکرہ اکابر اہل سنت، مطبوعہ لاہور (۱۳۹۶ھ)۔ ص ۱۴۹

نوٹ: مؤلف اوراق ہذا فقیر قادری عفی عنہ نے سفارتی ذرائع کی معرفت کوشش کی کہ آپ کے آبائی وطن دیال گڑھ، ضلع گورداسپور کے سکول ریکارڈ یا ضلعی دفتر سے صحیح تاریخ ولادت کا تعین کیا جا سکے، لیکن تاحال کوئی صورت نہ بن سکی۔ لعل الله یحدث بعد ذلک امرا۔

(۱۰) ماہنامہ نوری کرن، بریلی۔ (مضمون مولانا شریف الحق امجدی) مارچ اپریل ۱۹۶۳ء۔ ص ۳۵

نائب دین نبی سردار احمد تیرا نام
یعنی تو فضل خدا سے قوم کا سردار ہے

عہد طفولیت ہی میں حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کی پیشانی پر سعادت ازلیہ کے آثار نمایاں تھے۔ آپ کا بچپن دوسرے بچوں سے ممتاز تھا۔ والدین، افرادِ خانہ، اساتذہ اور بچپن کے ساتھیوں کے بیانات اس پر شاہد عادل ہیں۔ ان بزرگوں کے بیانات کی روشنی میں حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کے عہد طفولیت سے ہی آپ کی پر عظمت زندگی کا واضح اندازہ ہو سکتا ہے۔

آپ کی کم سنی کے ایام میں آپ کی والدہ محترمہ، جن کی عظمت خود واضح ہے، آپ کو بوسہ دیتے ہوئے دعائیہ انداز میں فرماتیں۔

"آپ کا نام سردار محمد ہے۔ اللہ تعالیٰ تجھے دین و دنیا کا سردار بنائے۔"

اور اکثر یہ فرماتیں۔

"ان شاء اللہ میرا یہ لاڈلا بچہ عظیم شخصیت کا مالک ہوگا۔" (۱۱)

آپ جب بڑے ہوئے، چلنے پھرنے کے قابل ہوئے تو والد ماجد کے ہمراہ مسجد میں نماز پڑھنے چلے جاتے۔ ذکر و اذکار اور نعت خوانی کا ذوق بچپن ہی سے تھا۔ اکثر اوقات چلتے جاتے اور ذکر و اذکار آپ کی زبان پر جاری رہتا۔ سامعین محظوظ اور متعجب ہوتے۔ (۱۲)

آپ کے رشتہ کے ماموں زاد چوہدری ناظر حسین صوفی منش بزرگ تھے، وہ حضور غوث پاک کے فدائی و شیدائی تھے۔ وہ آپ کے برادر بزرگ جناب حیات محمد عرف سائیں جی سے آپ کے متعلق ایسی باتیں کیا کرتے تھے جنہیں آپ کے بچپن میں عجیب و غریب تصور کیا جاتا تھا۔ ایک مرتبہ اُن سے فرمایا۔

"سائیں جی! تم کو مبارک ہو۔ تمہارے عزیز بھائی سردار محمد کی پیشانی میں نیک بختی اور خوش قسمتی کا

---

(۱۱) روایت چوہدری محمد اسمٰعیل برادر خورد حضرت شیخ الحدیث، مقیم فیصل آباد۔ ۱۰ ربیع الاول ۱۹۰۵ھ (۱۲) ایضاً

چمکتا ہوا ستارا دیکھ رہا ہوں۔'' (۱۳)

مولوی نذیر احمد سراجی مقیم چک نمبر۲۷، فیصل آباد حضرت شیخ الحدیث کے ہم وطن ہیں۔ آٹھویں جماعت تک آپ کے ساتھ پڑھتے رہے۔ وہ ایک مکتوب میں لکھتے ہیں۔

''جب آپ (حضرت شیخ الحدیث) پیدا ہوئے تو ہمارے گھروں میں چرچا ہوا کہ اس نو مولود کی پیشانی مبارک پر چاند کی سی روشنی چمکتی ہے۔'' (۱۴)

مکتوب میں مزید لکھتے ہیں۔

''ہمارے گھر اور آپ کے گھر میں چند گزوں کا فاصلہ تھا۔ میری والدہ اور آپ کی والدہ کا آپس میں پیار تھا۔ میں نے بچپن میں کوئی حرکت ایسی نہیں دیکھی جو شریعت مطہرہ علی صاحبہا افضل الصلوٰۃ و اکمل السلام کے خلاف ہو۔ میرے ناقص ذہن میں یہ خیال سرگرداں رہتا کہ وہ پیدائشی طور پر ولی ہیں۔ میں نے ان کے منہ سے کبھی نہ گالی سنی اور نہ کسی سے مزاحم ہوتے دیکھا۔'' (۱۵)

صوفی اللہ رکھا سراجی، حضرت شیخ الحدیث کے ہم وطن ہیں۔ بچپن اکٹھا گزرا۔ ایک ملاقات میں وہ بتاتے ہیں کہ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کی بچپن کی زندگی صاف ستھری زندگی تھی۔ مزاج سلجھا ہوا تھا۔ جھوٹ، غیبت سے ہمیشہ نفرت رہی۔ ساتھیوں سے مزاحم نہ ہوتے۔ شرم و حیا کا یہ عالم تھا کہ بچپن ہی میں فرمایا کرتے کہ دو عورتوں کے درمیان سے گزرنا شیطان کا کام ہے۔ (۱۶)

شریعت مطہرہ سے شغف اور ذکر الٰہی کے ذوق و شوق ہی کی وجہ سے آپ نے بچپن ہی میں، جب کہ آپ سکول میں ساتویں آٹھویں جماعت میں پڑھتے تھے۔ حضرت شاہ سراج الحق قدس سرہ سے بیعت کر لی تھی۔ (۱۷)

---

(۱۳) ایضاً

(۱۴) مکتوب مولوی نذیر احمد سراجی مقیم چک نمبر۲۷ باہمنی والا، ضلع فیصل آباد۔ بنام فقیر قادری عفی عنہ، موصولہ ۲۲ اپریل ۱۹۸۵ء

(۱۵) ایضاً (۱۶) روایت صوفی اللہ رکھا سراجی دیال گڑھی حال مقیم جامعہ قادریہ رضویہ فیصل آباد۔ ۲۲ صفر ۱۴۰۴ھ

(۱۷) روایت چوہدری محمد اسمٰعیل برادر خورد حضرت شیخ الحدیث۔ ۱۰ ربیع النور ۱۴۰۵ھ

تعلیم

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ نے ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں دیال گڑھ کے پرائمری سکول میں حاصل کی۔ اس زمانہ میں مولانا ذوالفقار علی قریشی پرائمری سکول کے صدر مدرس تھے۔ قریشی صاحب متقی، متوکل، صابر و شاکر، قانع اور سنت نبوی پر پابندی اور خلوص سے عمل کرنے والے استاذ تھے۔ سکول کی تدریس کے علاوہ گاؤں کی مسجد کے امام و خطیب بھی تھے۔ قرائن یہی ہیں کہ قرآن مجید کی ابتدائی تعلیم (ناظرہ) آپ نے مولانا قریشی صاحب سے پائی۔ مولانا قریشی کی کوشش ہوتی تھی کہ اپنے تلامذہ میں اسلامی رنگ بھر دیا جائے۔ حضرت شیخ الحدیث کی سعادت ازلی کو پیشانی میں نمایاں دیکھ کر پیار بھرے انداز میں بزبان پنجابی مولانا قریشی فرمایا کرتے تھے۔

''اوئے جٹا! توں تے وڈا نامور مولوی عمل والا ہوویں دا۔'' (۱)

یعنی اے جاٹ قوم کے سپوت سردار محمد! میں دیکھ رہا ہوں کہ تو بڑا ہو کر عظیم المرتبت عالم باعمل بنے گا۔

پرائمری درجہ کے آخری امتحان کے وقت آپ کے سر پر دستار کی بہار ایسی خوبصورت تھی کہ استاذ محترم مولانا قریشی نے فرمایا۔

خدا کرے میرے اس ہونہار کو نظر بد نہ لگ جائے۔ (۱۔۱)

---

(۱) قلمی یادداشت میاں اللہ دین گورداسپوری، حال مقیم اندرون ٹکسالی دروازہ، لاہور

نوٹ: میاں صاحب موصوف حضرت شیخ الحدیث کے ہم وطن ہیں۔ ابتدائی تعلیم آپ کے ہمراہ حاصل کی۔ میاں صاحب فرماتے ہیں کہ ہمارے استاذ مولانا ذوالفقار علی متقی، عالم اور روشن ضمیر تھے۔ کرسی پر نہ بیٹھتے تھے۔ فرماتے تھے کہ کرسی میں فرعونیت کی بو آتی ہے۔ ان کی روشن ضمیری کا یہ عالم تھا کہ جو کچھ فرما دیتے، ہو کر رہتا۔ ہمارے ایک ساتھی سراج الحق کو فرمایا کرتے تھے کہ ''او سراجیا! توں تے تھانیدار بنیں گا۔'' چنانچہ وہ پولیس میں بھرتی ہوا اور تھانیدار بن کر ریٹائر ہوا۔ قریشی صاحب نے تقسیم ہند کے بعد ہجرت کی۔ لاہور میں ان کا وصال ہوا۔ فقیر قادری عفی عنہ

(۱۔۱) روایت چوہدری محمد اسمٰعیل برادر خورد حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ ۱۰ ربیع النور ۱۴۰۵ھ

پرائمری سکول کی تعلیم کے دوران آپ کے والد ماجد چوہدری میراں بخش کا وصال ہو گیا۔ اس وقت آپ کی عمر اندازاً آٹھ دس سال تھی۔ والد کی وفات سے دو سال قبل والدہ محترمہ کا سایہ سر سے اٹھ چکا تھا۔ والدین کے انتقال کے بعد خاندان کی کفالت آپ کے برادر بزرگ جناب چوہدری حیات محمد عرف سائیں جی نے فرمائی۔

پرائمری تعلیم کے بعد آپ اسلامیہ ہائی سکول بٹالہ، ضلع گورداسپور میں داخل ہوئے۔ بٹالہ ہائی سکول کے صدر معلم جناب حاجی پیر محمد تھے۔ حاجی صاحب کا بیان ہے کہ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سردار احمد کو بچپن ہی سے بزرگان کرام اور جناب رسالت مآب ﷺ سے بے حد عقیدت و محبت تھی۔ چنانچہ آپ فرمایا کرتے تھے۔

"ماسٹر جی! ہمیں بزرگوں کی باتیں سنائیے۔ اور حضور سرکار کائنات ﷺ کی حیات طیبہ پر تو ضرور روشنی ڈالا کیجئے۔" (۲)

حضرت شیخ الحدیث کے وصال پر حاجی پیر محمد اپنے ان تاثرات کو بیان کرتے وقت فرط محبت میں رو رہے تھے۔ نیز اپنے سعادت مند شاگرد کا نام خاص احترام سے لے رہے تھے۔ حاجی صاحب کا بیان ہے۔

"ہمارے سکول کے طلبہ میں سے صرف آپ ہی ایک ایسے طالب علم تھے جن کی طرف سے اس قسم کی خواہش کا اظہار ہوا کرتا تھا۔ میں اس خدمت کو سرانجام دیا کرتا۔ مگر اس کے باوجود یہ بھی سوچا کرتا کہ اس لڑکے کے سوا کوئی اور دوسرا لڑکا اس قسم کے خیالات کا حامل نہیں اور سردار احمد کا یہ جذبہ کتنا قابل قدر اور لائق تحسین و آفرین ہے۔ (۳)

جوہر شناس اور اولیاء اللہ کے محبِّ صادق جناب حاجی پیر محمد بھی مقدور بھر کوشش کرتے کہ کوئی سبق ایسا نہ ہو جس میں نبی کریم، اولیاء، کاملین کا محبت بھرا تذکرہ نہ ہو۔

(۲) مضمون "ایک عالم ایک عارف" مرتبہ رانا محمد اکرم چشتی، مشمولہ ماہنامہ عارف لاہور، فروری ۱۹۶۳ء بحوالہ ہفت روزہ محبوب حق لائل پور ۳۱ جنوری ۱۹۶۴ء۔ ص ۶

(۳) ایضاً ص ۶

سکول کی تعلیم کے دوران حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ جسمانی طور پر چاق و چوبند تھے۔ تیراکی، دوڑ اور کشتی میں آپ کی مہارت یہاں تک بڑھی ہوئی تھی کہ ضلع بھر میں آپ کی شہرت تھی، ہر مقابلے میں سب پر فوقیت اور سبقت لے جاتے۔ (۴)

میٹرک کے سالانہ امتحان میں آپ فرسٹ ڈویژن میں پاس ہوئے۔ (۵)

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے پیر و مرشد حضرت شاہ سراج الحق چشتی قدس سرہ نے پٹوار کا امتحان پاس کر رکھا تھا۔ اس لئے آپ نے پیر و مرشد کی اتباع میں میٹرک کے امتحان کے بعد پٹوار کا امتحان پاس کیا، لیکن ملازمت نہ کی۔ (۶)

میٹرک کے امتحان پاس کرنے کے بعد پولیس کی تربیت گاہ فلور سے آپ کو پیشکش آئی کہ آپ پولیس میں بھرتی ہو جائیں لیکن آپ نے انکار کر دیا۔ (۷)

میٹرک کے بعد آپ ایف اے کرنے کے لئے لاہور تشریف لائے۔ ایف اے کی تیاری نجی طور پر کر رہے تھے۔ کسی کالج میں داخل نہ ہوئے۔ (۸)

۱۳۴۳ھ/۱۹۲۴ء میں انجمن حزب الاحناف، لاہور کے زیر اہتمام ایک عظیم الشان جلسہ کا انعقاد ہوا، جس میں برصغیر کے جلیل القدر مشائخ عظام اور عظیم المرتبت علماء کرام کثیر تعداد میں تشریف فرما ہوئے۔ ان علماء مشائخ میں حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا بریلوی قدس سرہ بھی تھے۔

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کی سعادت انہیں جلسہ گاہ تک لے آئی۔ دوران اجلاس صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی (م ۱۳۶۷ھ/۱۹۴۸ء) نے تقریر کرتے ہوئے حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا (۱۳۶۲ھ/۱۹۴۳ء) کی بریلی شریف سے تشریف آوری کا اعلان اس عظمت بھرے انداز میں فرمایا۔

(۴) روایت چوہدری محمد حسین دیال گڑھی، حال مقیم مغلپورہ لاہور　(۵) ایضاً

(۶) روایت چوہدری محمد اسمٰعیل، ۱۰ ربیع النور ۱۴۰۵ھ　(۷) ایضاً

(۸) بعض مضامین میں اس نوعیت کا تاثر ملتا ہے کہ آپ لاہور کسی کالج میں داخل ہوئے۔ یہ امر خلاف واقع ہے۔ چوہدری محمد اسمٰعیل برادر حضرت شیخ الحدیث نے اس کی تردید کی ہے۔ فقیر قادری عفی عنہ

"اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت، مجدد مائۃ حاضرہ، موید ملت طاہرہ، صاحب الدلائل القاہرہ، ذی التصانیف الباہرہ، امام اہل سنت، مولانا الشاہ احمد رضا خاں صاحب بریلوی قدس سرہ کے شہزادے حامیٔ سنت، ماحیٔ بدعت، رہبرِ شریعت، فیض درجت، مفتیٔ انام، مرجع الخواص والعوام، حجۃ الاسلام، حضرت مولانا الشاہ حامد رضا خاں صاحب تشریف لا رہے ہیں۔" (۹)

اعلان کے انداز سے متاثر ہو کر ایف اے کا طالب علم محمد سردار احمد، حجۃ الاسلام کی زیارت کا مشتاق بن گیا۔

حسن سیرت کے ساتھ حسن صورت کی بے پناہ دولت سے بھی مالا مال تھے۔ جن خوش نصیب حضرات نے آپ کی زیارت کی ہے وہ اس امر کی تصدیق کرتے ہیں۔ ولی کامل حجۃ الاسلام کا چہرہ "اِذَارُءُ وْاذُکِرَ اللّٰہُ" (انہیں دیکھ کے خدا یاد آجاتا ہے) کا حسین مصداق تھے۔

جلسہ گاہ میں حضرت حجۃ الاسلام کی زیارت کا شرف ملا۔ اسی ایک زیارت سے (حضرت شیخ الحدیث) محمد سردار احمد کے دل کی دنیا بدل چکی تھی۔ دنیوی تعلیم کو خیر باد کہہ کر دینی تعلیم کے حصول کا عزم پختہ ہوگیا۔ حجۃ الاسلام کی قیام گاہ آستانہ عالیہ حضرت شاہ محمد غوث قدس سرہ میں حاضر ہوئے۔ حجۃ الاسلام نے ایف اے کے طالب علم محمد سردار کی جبیں سعادت نشاں پر درخشاں کوکب اقبال کو دیکھ کر تاڑ لیا کہ نونہال ایک روز ملت اسلامیہ کا عظیم و وحید فرد ہوگا۔

"مَنْ سُعِدَ سُعِدَ فِیْ بَطْنِ اُمِّہٖ" (ہر شخص اپنی سعادت اپنی ماں کے پیٹ سے لے کر آتا ہے) والدین کی حسن سیرت، حسن تربیت اور حسن نیت مولانا ذوالفقار قریشی اور مولانا حاجی پیر محمد کی حسن تربیت اور حجۃ الاسلام قدس سرہم کی زیارت اور پند و موعظت رنگ لائی۔ حضرت شیخ الحدیث نے حجۃ الاسلام سے عرض کی کہ انہیں بھی بریلی اپنے ساتھ لے چلیں تاکہ وہ مرکز علم و عرفاں بریلی میں حاضر ہو کر علم و معرفت حاصل کریں۔ حضرت حجۃ الاسلام نے آپ کی یہ عرض داشت قبول فرمائی اور انہیں بریلی لے آئے۔

(۹) ہفت روزہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ ۱۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۹ھ۔ ص ۴

دار العلوم منظر اسلام بریلی (قائم شدہ ۱۳۲۲ھ/ ۵-۱۹۰۴ء) کے طلباء کا قیام عموماً شہر کی دوسری مساجد میں ہوتا تھا۔ انہی مساجد میں ان کے طعام کا انتظام ہوتا لیکن حضرت حجۃ الاسلام نے نو وارد طالب علم محمد سردار احمد کو خاص اپنے آستانہ پر ٹھہرایا۔ بریلی کے زمانہ طالب علمی میں آپ کا قیام، طعام اور دیگر اخراجات حجۃ الاسلام ہی کے ہاں سے ہوتے۔ حجۃ الاسلام حضرت شیخ الحدیث کے زمانہ طالب علمی میں اس قدر شفقت فرماتے کہ جس قسم کا لباس وہ اپنے صاحبزادوں کے لئے بنواتے، اسی قسم کا لباس وہ حضرت شیخ الحدیث کے لئے بنواتے، یہاں تک کہ لباس کے رنگ میں بھی یکسانیت اختیار فرماتے۔ (۱۰)

دار العلوم منظر اسلام بریلی میں آپ نے کم و بیش تین سال تک تعلیم پائی۔ پوری توجہ اور انہماک سے اسباق پڑھتے اور مطالعہ کرتے، اس عرصہ میں آپ نے حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا مفتی اعظم مولانا محمد مصطفیٰ رضا اور مولانا محمد حسین قدس سرہم سے درس نظامی کی ابتدائی کتابیں پڑھیں۔ صرف و نحو کی ابتدائی کتابیں مولانا محمد حسین مدرس منظر اسلام سے پڑھیں۔

منیہ، قدوری، کنز، شرح جامی تک کتابیں مفتی اعظم سے پڑھیں۔ (۱۱)

حضرت مفتی اعظم فرماتے ہیں کہ جب بھی میں ان کو (مولانا محمد سردار احمد) دیکھتا، پڑھتے دیکھتا، مدرسہ میں، قیامگاہ پر حتی کہ جب مسجد میں آتے تو بھی کتاب ہاتھ میں ہوتی۔ اگر جماعت میں تاخیر ہوتی تو بجائے دیگر اذکار و اوراد کے مطالعہ میں مصروف ہو جاتے۔ ان کے اس والہانہ تحصیل علم سے میں بہت متاثر ہوا۔ میرے پاس دوسرے پنجابی طالب علم مولوی نذیر احمد سلمہ پڑھتے تھے۔ ان سے دریافت کرنے پر انہوں نے آپ کی ساری سرگذشت سنائی۔ پھر ان کے ذریعہ وہ میرے پاس آنے جانے لگے۔ ان کے باصرار درخواست اور مولوی نذیر احمد کے سفارش پر میں نے انہیں منیہ قدوری، شرح جامی تک پڑھایا۔" (۱۲)

(۱۰) قلمی یادداشت میاں شوکت حسین خاں بریلوی، مقیم کراچی، مخزونہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

(۱۱) ماہنامہ نوری کرن بریلی (مضمون مولانا شریف الحق امجدی) مارچ اپریل ۱۹۶۳ء۔ ص ۳۵ (۱۲) ایضاً۔ ص ۳۵-۳۶

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کمال پابندی سے اسباق پڑھتے اور اپنے اساتذہ اور افراد خانوادہ رضویہ سے نہایت عقیدت و محبت سے پیش آتے۔ حضرت حجۃ الاسلام ٹھیک آٹھ بجے صبح اسباق کی تدریس کے لئے مسجد میں تشریف لاتے۔ اس وقت بالالتزام حضرت شیخ الحدیث ان کا جوتا اٹھا کر مسجد میں ایک کونے میں رکھتے اور جب وہ فارغ ہو کر واپس مسجد سے باہر نکلنے کا ارادہ فرماتے تو آپ فوراً ان کا جوتا سامنے رکھتے۔ اس معمول میں ذرا بھی تاخیر نہ کرتے۔ (۱۳)

قیام بریلی کے دوران ایک واقعہ نے حضرت شیخ الحدیث کے دل میں بے دینوں اور بدمذہبوں سے سخت نفرت پیدا کر دی۔ ہوا یوں کہ ایک روز کچھ لوگ حضرت حجۃ الاسلام کے حضور حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ ''مولانا اشرف علی تھانوی اتنی کتابوں کے مصنف ہیں اور ایسے بزرگ ہیں۔'' یہ بات سن کر حضرت حجۃ الاسلام خاموشی سے اندر چلے گئے اور جلد ہی واپس تشریف لائے۔ ان کے ہاتھ میں حفظ الایمان تھی۔ آپ نے صفحہ سات کی رسوائے عالم گستاخانہ عبارت سب کے سامنے رکھی۔ اس پر مجمع تھانوی حکیم الامت پر لاحول پڑھنے لگا۔ حضرت شیخ الحدیث فرمایا کرتے تھے کہ اس روز سے میرے دل میں حضور انور ﷺ کے گستاخوں سے قلبی نفرت پیدا ہوگئی۔ (۱۴)

تعلیم کا یہ عرصہ اندازاً ۱۳۴۳ھ تا ۱۳۴۵ھ/۱۹۲۴ء تا ۱۹۲۷ء کے اوائل پر مشتمل ہے۔

طالب علمی کے اس زمانہ میں حضرت شیخ الحدیث بعض مؤقر جرائد کے لئے علمی و فقہی مضامین بھی لکھتے رہے۔ مراد آباد کے مشہور ماہنامہ ''السواد الاعظم'' کے شمارہ شعبان المعظم ۱۳۴۵ھ/فروری ۱۹۲۷ء فقہی معمے کے عنوان سے آپ کا ایک مضمون شامل اشاعت ہے۔

مولانا تقدس علی قادری سابق ناظم منظر اسلام بریلی حال شیخ الجامعہ راشدیہ قادریہ پیر گوٹھ (سندھ) اپنے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں کہ ۱۳۴۵ھ بمطابق ۱۹۲۷ء اوائل تک آپ بریلی میں تعلیم حاصل کرتے رہے۔ (۱۵)

---

(۱۳) قلمی یادداشت جناب میاں شوکت حسن بریلوی، مقیم کراچی

(۱۴) تفصیل کے لئے دیکھئے: محدث اعظم پاکستان، حصہ اول۔ مرتبہ مولانا محمد حسن علی رضوی، میلسی۔

(۱۵) مکتوب مولانا تقدس علی بنام فقیر قادری عفی عنہ۔ محررہ ۲ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۲ھ

یہ وہ دور ہے کہ جب صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی اعظمی (م ۱۳۶۷ھ/۱۹۴۸ء) خلیفہ امام احمد رضا قدس سرہم دار الخیر اجمیر مقدس کے مدرسہ معینیہ عثمانیہ میں صدر المدرسین کے عہدے پر فائز تھے۔ پورے برصغیر میں ان کی تدریس کا شہرہ تھا۔ (۱۶)

مولانا عبد المصطفیٰ الازہری ابن صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی اعظمی لکھتے ہیں۔

''..........دار الامن اجمیر مقدس میں بارگاہ سلطان الہند میں امراء و غرباء حاضری کو باعث سعادت سمجھتے ہیں..........اسی سلسلہ میں والیٔ حیدر آباد دکن نواب عثمان علی خاں صاحب بھی روضہ مبارکہ پر حاضر ہوئے۔ آپ نے اپنے آنے کے بعد وہاں کے کوائف اور حالات معلوم کئے۔ تو پتہ چلا کہ حضرات، خدام صاحبان بالعموم دینی اور دنیاوی علوم سے بے بہرہ ہیں اور اس طرف ان کو کوئی خاص توجہ نہیں۔ تو آپ نے بارہ سو روپے ماہوار کی امداد سے یہ عظیم درس گاہ قائم کی۔ جس میں اس زمانہ میں بائیس مدرسین تدریس و تعلیم کے فرائض انجام دیتے تھے۔ اس کے پہلے صدر مدرس مولانا معین الدین صاحب اجمیری اور ان کے بعد مولانا مشتاق احمد صاحب کانپوری رحمۃ اللہ علیہما ہوئے۔ مولانا نے وہاں سے استعفیٰ دے دیا تو حضرت مولانا سید سلیمان اشرف صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے متولی مدرسہ سید نثار احمد صاحب مرحوم کو مشورہ دیا کہ یہاں پر صدر المدرسین کی حیثیت سے صدر الشریعہ بدر الطریقت علامہ حکیم حضرت سیدی مولانا محمد امجد علی صاحب مصنف بہار شریعت نہایت موزوں رہیں گے۔ حضرت اس زمانہ میں بریلی شریف میں صدر المدرسین تھے۔ آپ کے لئے پہلے تو حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا صاحب علیہ الرحمۃ راضی نہ ہوئے۔ لیکن حضرت مولانا سید سلیمان اشرف علیہ الرحمۃ کے اصرار شدید پر حضرت قبلہ کو

---

(۱۶) صدر الشریعہ نے ۱۳۴۳ھ سے ۱۳۵۱ھ تک/(۱۹۲۴ء تا ۱۹۳۲ء) جامعہ معینیہ عثمانیہ اجمیر میں بحیثیت صدر المدرسین درس دیا۔
ملاحظہ ہو: تذکرہ علماء اہل سنت، مطبوعہ کانپور۔ ص ۵۲

وہاں سے اجمیر شریف جانے کی اجازت عطا فرمائی اور اجمیر ہی سے حزب الاحناف لاہور کے اجلاس میں تشریف لائے۔''(۱۷)

حضرت شیخ الحدیث کو مولا کریم نے جس عظیم الشان خدمت دین کے لئے منتخب فرمالیا تھا۔اس کے لئے صدر الشریعہ جیسے ''بحر العلوم'' مربی کی ضرورت تھی۔ چنانچہ جب خانوادہ رضویہ میں سے مولانا محمد ادریس رضا نبیرہ مولانا حسن رضا اجمیر مقدس بغرض تعلیم جانے لگے تو حضرت شیخ الحدیث بھی ہر دو شاہزادگانِ امام احمد رضا کی اجازت سے اجمیر صدر الشریعہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔(۱۸)

سلطان الہند خواجہ اجمیر قدس سرہ کی بارگاہ عرش پناہ میں علم وفضل کے ''قطب اوحد'' سے انہیں کیا ملا؟ اس بارے میں مفتی اعظم مولانا محمد مصطفیٰ رضا کی شہادت کافی ہے فرماتے ہیں۔

''پھر تو بحر العلوم کے پاس گئے اور خود بھی بحر العلوم ہو گئے''(۱۹)

حضرت شیخ الحدیث چونکہ لاہور سے ہی بریلی حاضر ہوئے تھے اور بریلی سے اجمیر۔آپ کے گھر کوئی اطلاع نہ تھی کہ آپ کہاں ہیں۔گھر سے لاہور آئے تھے کہ ایف اے کی تیاری کریں گے۔مگر یہاں پہنچ کر اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے دین کے لئے منتخب فرمالیا۔گھر میں آپ کی اطلاع نہ ہونے کے باعث آپ کے بھائی اور دیگر رشتہ دار پریشان تھے۔جب کبھی مرشد برحق حضرت شاہ سراج الحق دیال گڑھ تشریف لے جاتے تو آپ کے بھائیوں کو تسلی دیتے کہ گھبراؤ نہیں۔ان شاءاللہ جلد اس کی اطلاع آپ کو مل جائے گی۔مرشد برحق ارشاد فرماتے۔

''سردار احمد کی بڑی شان ہوگی۔اس کے دسترخواں سے بے شمار لوگ فیض یاب ہوں گے۔''(۲۰)

(۱۷) ہفت روزہ محبوب حق،لائل پور۔۱۳دسمبر ۱۹۶۳ء ص ۳۱

(۱۸) ماہنامہ نوری کرن بریلی (مضمون مولانا شریف الحق امجدی) مارچ اپریل ۱۹۶۳ء۔ص ۳۶

(۱۹) ایضاً

(۲۰) روایت چوہدری اسمٰعیل برادر حضرت شیخ الحدیث ۱۰ ربیع النور ۱۴۰۵ھ

ایک موقعہ پر مرشد برحق شاہ سراج الحق سلطان الہند خواجہ اجمیر کے حضور حاضر ہوئے۔وہاں درسگاہ جامعہ عثمانیہ معینیہ میں آپ کے مرید صادق حضرت شیخ الحدیث سے ملاقات ہوگئی۔پیر و مرشد کو دیکھ کر حضرت شیخ الحدیث حاضر ہوئے۔حاضری کی کیفیت یہ تھی کہ آپ اس وقت درس گاہ کی سیڑھیوں سے اتر رہے تھے کہ حضرت پیر و مرشد اچانک نظر آئے،بے تابانہ حاضری کے لئے سیڑھیوں سے اترنے لگے کہ گر پڑے،سر پر چوٹ آئی۔(۲۱)

کئی سال کے بعد بھائیوں سے حضرت شیخ الحدیث کی ملاقات کی تقریب یوں آئی کہ کرنال پہنچ کر حضور شاہ سراج الحق قدس سرہ نے دیال گڑھ حضرت شیخ الحدیث کے بھائیوں جناب حیات محمد عرف سائیں جی اور جناب محمد اسمٰعیل کو خط لکھا کہ کرنال آؤ۔ادھر اجمیر میں حضرت شیخ الحدیث کو لکھا کہ وہ بھی کرنال آئیں۔جناب حیات محمد اور جناب محمد اسمٰعیل کرنال پہنچ گئے۔ایک روز آپ نے عصر کے وقت ان کو فرمایا کہ سٹیشن پر جاؤ کہ سردار احمد گاڑی سے آرہے ہیں۔''

چنانچہ بھائی سٹیشن پر گئے۔حضرت شیخ الحدیث گاڑی سے اترے۔کئی سالوں بعد بھائیوں میں دوبارہ ملاقات ہوئی۔دو تین روز کرنال میں حضرت شاہ سراج الحق کے ہاں اکٹھے رہے۔(۲۲)

اس طرح خاندان والوں کو آپ کی خیریت کی اطلاع ملی۔نیز یہ معلوم کر کے کہ سردار محمد دینی علوم کی تحصیل میں مصروف ہے اور بہت جلد ہی ایک ممتاز عالم کی حیثیت اختیار کرے گا،بہت مسرور ہوئے۔

تعلیمی ارتقا کے تین اہم ستون ہیں۔

۱ ماہر اور محنتی استاذ

۲ ذہین طالب علم

۳ محنتی،ذہین اور شوقین ہم سبق

(۲۱) روایت صوفی اللہ رکھا سراجی دیال گڑھی مقیم جامعہ قادریہ رضویہ فیصل آباد

(۲۲) روایت چوہدری اسمٰعیل برادر حضرت شیخ الحدیث۔۱۰ ربیع النور ۱۴۰۵ھ

ان اہم اجزاء کا اجتماع کم ہی واقع ہوتا ہے۔ خوش بختی سے اس وقت یہ تینوں اجزاء اعلیٰ سے اعلیٰ اعتبار سے موجود تھے۔ قدرت کی فیاضی سے جو استاذ ملے وہ خود بحرالعلوم تھے۔ آپ کے ہم سبق دنیائے علم وفضل کے آفتاب بن کر چمکے، اور خود حضرت شیخ الحدیث کا ذوق اور محنت اس دور میں اپنی مثال آپ تھا۔ تعلیم کا ذوق آپ کو کشاں کشاں آگے بڑھا رہا تھا۔ اس زمانہ میں آپ کے چند ہم سبق حضرات جو معیار علم وفن بنے، کے اسمائے گرامی ملاحظہ ہوں۔

☆ جلالۃ العلم مولانا حافظ عبدالعزیز شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
☆ خیرالاذکیاء مولانا غلام یزدانی شیخ الحدیث مظہر اسلام بریلی
☆ فاضل جلیل مولانا قاضی شمس الدین جونپوری صدر مدرس مدرسہ رضویہ حمیدہ بنارس
☆ شیخ الادب مولانا غلام جیلانی اعظمی صدر مدرس مدرسہ فیض الرسول براؤن
☆ فاضل جلیل مولانا سید غلام جیلانی میرٹھی شارح بخاری
☆ فقیہ معظم مولانا مفتی رفاقت حسین مظفر پوری، احسن المدارس قدیم کانپور
☆ مفتی معظم مولانا محمد محسن شافعی
☆ فخرالاساتذہ مولانا محمد سلیمان بھاگل پوری، شیخ الحدیث اظہار العلوم مدرسہ اشرفیہ بھاگل پور (۲۳)

حضرت صدر الشریعہ کی موجودگی میں جامعہ معینیہ عثمانیہ میں تعلیم کا معیار بہت بلند تھا۔ خود حضرت صدر الشریعہ صبح سویرے، مدرسہ میں تشریف لاتے اور جب دیگر مدرسین دوپہر کو سبق ختم کر کے گھروں کو چلے جاتے تو صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ خاص فوقانی اسباق اس وقت پڑھا رہے ہوتے۔ گرمیوں میں بھی بارہ بجے کے بعد تک حضرت صدر الشریعہ کا درس جاری رہتا۔ مدرسہ میں بعد ظہر اسباق کی چھٹی ہوا کرتی تھی۔ مگر حضرت شیخ الحدیث استاذ محترم حضرت صدر الشریعہ کے مکان پر حاضر ہوتے اور اپنی علمی پیاس بجھاتے۔

حضرت صدر الشریعہ درگاہ معلیٰ میں نماز عصر پڑھا کر مزار شریف کے قریب بیٹھ جاتے اور اس جگہ علمی مذاکرات

(۲۳) ماہنامہ نوری کرن بریلی (مضمون مولانا مجیب الاسلام اعظمی) مارچ اپریل ۱۹۶۳ء ص ۳۲

مغرب تک جاری رہتے۔ ان علمی مذاکرات میں حضرت شیخ الحدیث شریک ہوتے۔ اجمیر کے قیام کے آخری دور میں حضرت صدر الشریعہ کا جسم بھاری ہوگیا۔ اطباء کے مشورہ پر بعد نماز عصر دولت باغ، بارہ دری اور انا ساگر کے سامنے سیر کے لئے تشریف لے جاتے تو اس وقت صدر الشریعہ کے ہمراہ حضرت شیخ الحدیث کتاب ہاتھ میں لئے ہوئے ہوتے۔ دوران سیر کتاب کا سبق بھی جاری رہتا۔ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ نہایت ذہین تھے۔ مطالعہ کتب آپ کا محبوب مشغلہ تھا۔ دوران تعلیم اجمیر مقدس میں ایک بار آپ کے سر پر سخت چوٹ آئی۔ ڈاکٹروں نے مکمل آرام کا مشورہ دیا اور کتب بینی کی سخت ممانعت کردی۔ اس کے باوجود تکلیف کی پروا کئے بغیر مطالعہ میں مصروف رہے اور اسباق کا ناغہ نہ کیا۔ (ا۔۲۳)

شفیق ومہربان استاذ حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ نے اس جماعت کو جس میں حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ بھی شریک تھے درس نظامی کی متداول کتب کے علاوہ علوم وفنون کی اعلیٰ ترین کتب مثلاً شرح چغمینی، محقق دوانی کے غیر مطبوعہ حواشی قدیمہ وجدیدہ، شرح تجدید، اشارات مع شروح امام رازی وطوسی وغیرہ کا خصوصی درس دیا۔ (۲۴)

جمعہ کے روز دارالعلوم میں تعطیل رہتی۔ صبح سے دس گیارہ بجے تک حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ کی سرپرستی میں محفل تقریر منعقد ہوتی۔ اسی دوران طلبہ کو مناظرہ کی مشق کرائی جاتی۔ مسلک اہل سنت کی ترویج اور اصلاح عقائد واعمال کے لئے طلبۂ مدرسہ کی ایک انجمن بنائی گئی جس کا نام انجمن معینیہ حسینہ اجمیر رکھا گیا۔ انجمن کے صدر جناب سید حسین علی رضوی وکیل جاورہ (مرید امام احمد رضا بریلوی) کلید بردار درگاہ مقدس تھے۔ یہ انجمن انہی کے نام سے منسوب تھی۔ (۲۵)

(ا۔۲۳) ا مکتوب جناب سید حسین علی رضوی وکیل جاورہ، اجمیر، بنام مولانا حافظ محمد احسان الحق قادری۔ مندرجہ ہفت روزہ محبوب حق لائل پور، ۳ جنوری ۱۹۶۴ء ص ۳

ب مضمون "حیات شیخ الحدیث......" از مولانا ابوداؤد محمد صادق گوجرانوالہ، مشمولہ ماہنامہ نوری کرن، بریلی۔ مارچ اپریل ۱۹۶۳ء۔ ص ۵۵

ج محدث اعظم پاکستان (حصہ اول) مرتبہ مولانا محمد حسن علی رضوی میلسی (مطبوعہ ۱۹۶۳ء) ص ۸

(۲۴) تذکرہ علماء اہل سنت مرتبہ مولانا محمود احمد قادری (مطبوعہ کانپور ۱۹۷۳ء)۔ ص ۹۹

(۲۵) انجمن معینیہ حسینہ اجمیر کے چند ممبران کے اسماء گرامی یہ ہیں۔

مولانا محمد سلیمان بھاگل پوری، مولانا حافظ عبدالعزیز مبارک پوری، مولانا محمد سردار احمد، مولانا رفاقت حسین، مولانا محی الدین، مولانا غلام معین الدین، مولانا شاہ صدیق اللہ، مولانا محمد محسن شافعی، مولانا غلام جیلانی میرٹھی، مولانا سید آل مصطفیٰ، مولانا محمد یونس، مولانا محمد ادریس، مولانا

(بقیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

اس انجمن کے زیر اہتمام طلبہ کو اندرونِ شہر مساجد میں اور بیرونجات دیہات میں وعظ و تبلیغ کے لئے بھیجا جاتا۔ چنانچہ شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کو وہاب گڑھ موتی کٹلہ میں ۲۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۰ھ اکتوبر ۱۹۳۱ء کو تقریر کے لئے کہا گیا۔ آپ کو تقریر کے لئے مسائل وضو اور اسرار وضو کا موضوع دیا گیا۔ ۱۱ جمادی الثانی ۱۳۵۰ھ/۱۹۳۱ء کو محلہ الہ آبادیاں کی مسجد میں تقریر کے لئے مسائل نماز اور اتفاق کا موضوع دیا گیا۔ اسی طرح ضلع اجمیر کے دیہات میں شبینہ تقاریر کے لئے آپ کو بھیجا گیا۔ آپ نے کامیاب تقاریر فرمائیں۔ (۲۶)

اجمیر مقدس کے قیام کے دوران حضرت دیوان سید آل رسول علی خاں سجادہ نشین آستانہ معلیٰ کے کاشانہ اور جناب سید حسین علی رضوی وکیل جاورہ (کلید بردار درگاہ معلیٰ) کے ہاں علمی مذاکرات میں حضرت شیخ الحدیث شرکت فرماتے۔ علاوہ ازیں آپ کے ہم سبق ساتھی عرس کے مبارک ایام میں آنے والے مہمان علماء و مشائخ کی خدمت کرتے۔ کبھی بعد سبق جمعرات کو حضرت تاج الاولیاء مولانا سید عبد الشکور قادری کی زیارت کے لئے نصیر آباد صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ کے ہمراہ چلے جاتے۔ (۲۷)

شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کے طالب علمی کے یہ ایام نہایت عجیب و غریب حالات سے معمور ہیں۔ انہاک سے مطالعہ، بلا ناغہ اسباق، فارغ اوقات میں حضرت صدر الشریعہ سے خصوصی اکتساب فیض، تبلیغ و اشاعت کے لئے تقاریر، صدر الشریعہ کے فتاویٰ کی نقول، اساتذہ و سادات کا کمال احترام سے متعلق یادداشتیں تو آج بھی آپ کے ہم سبق حضرات کمال محبت سے بیان کرتے ہیں۔

(بقیہ ۲۵) ابوتراب، مولانا غلام حیدر، مولانا خدا بخش، مولانا افضل الدین، مولانا محمد خلیل، مولانا غلام یزدانی، مولانا محمد بخش، مولانا نظام الدین، مولانا ابوالوفا، مولانا محمد یٰسین، مولانا نور محمد، مولانا عبد القادر، مولانا فیض اللہ، مولانا محمد صدیق، مولانا محمد حامد، مولانا عبد الرشید، مولانا فخر الدین، مولانا سلیم الدین احمد، مولانا قمر اللہ، مولانا عبد المتین، مولانا محمد فاروق، مولانا محمد ایوب بہاری۔

(ہفت روزہ محبوب حق لائل پور، ۳ جنوری ۱۹۶۴ء۔ ص ۳)

(۲۶) مکتوب جناب سید حسین علی وکیل جاورہ بنام مولانا حافظ احسان الحق قادری۔ مندرجہ محبوب حق لائل پور۔ ۳ جنوری ۱۹۶۴ء ص ۳۔

(۲۷) فقیہ العصر مفتی محمد اعجاز ولی رضوی بریلوی، بحوالہ محبوب حق لائل پور ۱۳ دسمبر ۱۹۶۳ء ص ۲۵۔

حضرت موصوف علیہ الرحمۃ کے بے نظیر عمل پر آپ کے ہم درس ساتھی حضرت مولانا حافظ عبد العزیز شیخ الحدیث مدرسہ اشرفیہ مبارک پور (انڈیا) کی شہادت سن لیجئے۔

''خوفِ الٰہی وخشیتِ ربانی، زہد وتقویٰ، اتباعِ سنت آپ کی طبیعتِ ثانیہ تھی۔ ہر قول وفعل، تمام حرکات وسکنات، نشست وبرخاست میں اتباعِ سنت ملحوظ رکھتے تھے۔ زمانہ طالب علمی میں آپ اس قدر پابند سنت اور متبع شریعت تھے کہ آپ کے لیل ونہار، خلوت وجلوت کے تمام حالات سنت کریمہ کے مطابق ہوتے۔

اجمیر مقدس کا پورا دور طالب علمی میرے سامنے ہے۔ زمانہ طالب علمی میں وہ پاک اور ستھری زندگی ہے جو ریاضت ومجاہدہ کے بعد بھی دشوار ہے۔ کم کھانا، کم بولنا، کم سونا، شب روز تحصیل علم میں مصروف رہنا، آپ کا معمول تھا۔ سلسلہ کے وظائف اور نماز باجماعت کے پابند تھے۔ خشیتِ ربانی کا یہ عالم تھا کہ نماز میں جب امام سے آیت ترہیب سنتے تو آپ پر لرزہ طاری ہو جاتا۔ حتیٰ کہ پاس والے نمازی کو محسوس ہوتا تھا۔ یہ طالب علمانہ مقدس زندگی کی کیفیات ہیں۔ اس سے آپ کی روحانیت کا اندازہ ہوسکتا ہے اور آپ کے مقام رفیع کا پتہ چل سکتا ہے۔'' (۲۸)

قیام اجمیر کے دوران آپ نے فخر العلماء مولانا سید امیر اجمیری علیہ الرحمۃ (مرید وخلیفہ حضرت خواجہ اللہ بخش تونسوی) نائب مدرس مدرسہ معینیہ عثمانیہ اجمیر سے بھی بعض سبق پڑھے۔ (۲۹)

---

(۲۸) ماہنامہ نوری کرن (محدث اعظم پاکستان نمبر) بریلی، مارچ اپریل ۱۹۶۳ء۔ ص ۲۸

(۲۹) ایک عالم، ایک عارف، مرتبہ رانا محمد اکرم چشتی، مشمولہ ماہنامہ عارف لاہور فروری ۱۹۶۳ء۔ بحوالہ ہفت روزہ محبوب حق لائل پور۔ ۳۱ جنوری ۱۹۶۴ء۔ ص ۶

حضرت مولانا سید امیر اجمیری علیہ الرحمۃ تحصیل خوشاب ضلع سرگودھا کے گاؤں چڑہ میں پیدا ہوئے۔ علامہ جمال الدین گھوٹوی سے صرف ونحو پڑھی اور امام النحو کا خطاب پایا۔ لاہور اور اجمیر میں بھی تعلیم پائی۔ بعد میں اجمیر ہی میں مدرس ہو گئے۔ پینتیس سال اولیاء مسجد اجمیر کے حجرہ میں معتکف رہے۔ تقسیم برصغیر کے بعد حج کیا اور اپنے آبائی گاؤں مقیم ہو گئے۔

محقق دوراں حکیم محمد موسیٰ امرتسری مقیم لاہور نے آپ کی ایک خصوصیت ذکر کی ہے کہ مولانا اجمیری ۱۹۶۲ء میں بعارضہ فالج مریض ہو گئے۔ نومبر

(بقیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ کو اپنے تلامذہ کے رسوخ فی العلم پر کمال اعتماد تھا۔ حسب دستور سالانہ امتحان میں محدث اعظم علیہ الرحمۃ اور ان کے ہم سبق ساتھی ہمیشہ اعلیٰ معیار قائم فرماتے۔ چنانچہ قیام اجمیر کے (غالبًا) آخری سال (۱۳۵۱ھ بمطابق ۱۹۳۲ء) میں مدرسہ عالیہ رامپور کے پرنسپل مولانا فضل حق رامپوری (م ۱۹۴۰ء) کو اس جماعت کے امتحان کے لئے دعوت دی گئی۔ (۳۰)

مدرسہ معینیہ عثمانیہ کے متولی میر نثار احمد کی وسیع حویلی میں امتحان لینے کے لئے اہتمام کیا گیا۔ علماء اور اکابر اہل سنت سینکڑوں کی تعداد میں موجود تھے۔ درس نظامی کی منتہی کتب امور عامہ وغیرہ کا امتحان لیا گیا۔ مولانا فضل حق رامپوری علیہ الرحمۃ نے نتائج کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا۔

''جیسے طلباء یہاں موجود ہیں، پورے ہندوستان کے مدارس میں ایسے طلباء موجود نہیں۔'' (۳۱)

(بقیہ ۲۹) ۱۹۶۲ء میں مولانا لاہور تشریف لائے اور میرے مطب میں وارد ہوئے۔ میں نے انہیں بغور دیکھا مگر بظاہر وہ اچھے معلوم ہوتے تھے۔ فالج کا کوئی اثر نہ تھا۔ مولانا اشاروں میں باتیں کرنے لگے۔ مگر میری سمجھ میں نہ آیا۔ بولنے کی کوشش کی تو ایک لفظ بھی صحیح ادا نہ ہو سکا۔ قلم کاغذ پیش کیا گیا کہ جو کہنا چاہتے ہیں لکھ دیں۔ گرفت کے باوجود کچھ نہ لکھ سکے، اس کے بعد میں نے عرض کیا۔ حضرت کوئی لفظ زبان سے ادا بھی ہوتا ہے یا نہیں؟ اس کے جواب میں آپ نے باآواز بلند قراء کی مانند پڑھا۔

"الصلوٰة والسلام علیک یا رسول الله وسلم علیک یا حبیب الله"

پھر درود شریف پڑھا۔ اس دوران خفیف سی بھی لکنت نہ تھی۔ یہ کیفیت آخری دم تک طاری رہی۔ اپنے وطن مالوف میں ۴ شعبان المعظم ۱۳۹۰ھ/ ۱۶ اکتوبر ۱۹۷۰ء کو وصال فرمایا۔ حکیم محمد موسیٰ امرتسری نے ''شمع ہدیٰ خموش ہے۔'' ہجری تاریخ نکالی۔

(ملاحظہ ہو: تذکرہ علمائے اہل سنت، مرتبہ مولانا محمود احمد قادری (مطبوعہ کانپور) ص ۴۱، ۴۰۔

(۳۰) مجاہد کبیر مولانا فضل حق خیر آبادی علیہ الرحمۃ کے سال وصال ۱۲۷۸ھ میں مولانا فضل حق رامپوری دنیا میں رونق افروز ہوئے۔ دیگر علماء کے علاوہ مولانا لطف اللہ تلمیذ حضرت فضل حق خیر آبادی سے درس لیا۔ مدرسہ عالیہ کلکتہ اور مدرسہ عالیہ رامپور میں پرنسپل رہے۔ حضرت سید مہر علی گولڑوی سے مرید تھے ۱۹۴۰ء میں انتقال ہوا۔ مزار رامپور میں ہے۔ (تذکرہ علماء اہل سنت (مطبوعہ کانپور)۔ ص ۲۱۳)

نوٹ: مولانا محمد حسن علی رضوی میلسی نے ممتحنین حضرات میں صدر الافاضل مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی، علامہ معین الدین اجمیری اور مولانا سید سلیمان اشرف کا نام بھی لیا ہے۔ (ملاحظہ ہو محدث اعظم پاکستان (حصہ اول) ص ۹)

(۳۱) روایت مولانا عبد المصطفیٰ ازہری۔ ہفت روزہ محبوب حق لائل پور۔ ۱۳ دسمبر ۱۹۶۳ء۔ ص ۳۲۔

اس امتحان میں شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ نے امتیازی حیثیت حاصل کی۔

دار العلوم اجمیر کے مہتمم سید نثار احمد سے صدر الشریعہ کے اختلافات کی بنیاد پر حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ نے انہیں دوبارہ دار العلوم منظر الاسلام بریلی میں بحیثیت صدر المدرسین تدریس کی دعوت دی۔ ۱۳۵۲ھ/ ۱۹۳۳ء کو صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ نے اپنے چالیس منتہی طلبہ کے ہمراہ بریلی میں تدریس شروع کر دی۔ اس عرصہ میں شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ نے علوم عالیہ کی بعض ان کتابوں کا درس بھی لیا جن سے عام طور پر طلباء ناواقف رہتے ہیں۔ یہ کتابیں قلمی تھیں۔ سبق پڑھنے کے ساتھ ساتھ ان کتابوں کی نقلیں بھی تیار کرتے۔ اسی سال حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کو منظر اسلام کا مدرس دوم بھی مقرر کیا گیا۔ (۳۲)

اسی سال حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ اور ان کے ہم درس ساتھیوں نے حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ سے حدیث کی تعلیم مکمل کی۔ (۳۳)

بعض سوانح نگاروں (۳۴) نے اس قسم کی عبارات لکھی ہیں جن سے یہ تاثر ملتا ہے کہ آپ نے اجمیر شریف ہی میں حدیث کی تعلیم مکمل کی، یونہی بعض سوانح نگاروں کا خیال ہے کہ آپ نے دورہ حدیث حضرت حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ سے پڑھا۔ یہ امر بھی خلاف واقع ہے۔ ممکن ہے حجۃ الاسلام نے مدیر منظر اسلام کی حیثیت سے علوم وفنون سے فراغت اور دورہ حدیث کی تکمیل کے بعد جمیع سلاسل طریقت اور جمیع علوم دینیہ کی اجازت مطلقہ کی جو سند ۲۰ ربیع الاخر ۱۳۵۱ھ/ ۱۹۳۲ء کو جاری فرمائی اس سے یہ وہم پیدا ہوا ہو۔ یہاں علوم وفنون کی تدریس کا تذکرہ ہے۔ باقی رہا کسی امر کی اجازت (خواہ وہ حدیث وتفسیر کی ہو یا سلاسل طریقت کی) وہ اور شے ہے۔

---

(۳۲) ایضاً

(۳۳) ا ماہنامہ نوری کرن، بریلی (مضمون قاری محبوب رضا، کراچی) مارچ، اپریل ۱۹۶۳ء۔ ص ۲۱

ب تذکرہ علماء اہل سنت، مطبوعہ کانپور۔ ص ۹۹

(۳۴) ا تذکرہ اکابر اہل سنت، مؤلفہ مولانا محمد عبد الحکیم شرف قادری۔ ص ۱۴۹

ب محدث اعظم پاکستان (حصہ اول) مؤلفہ مولانا محمد حسن علی میلسی۔ ص ۹

ج ماہنامہ نوری کرن، بریلی۔ مارچ اپریل ۱۹۶۳۔ ص ۵۸

مولانا محمود احمد کانپوری، مولانا غلام جیلانی میرٹھی کے تذکرہ میں لکھتے ہیں۔

''۱۳۵۱ھ میں صدر الشریعہ کی ہم رکابی میں مدرسہ منظر اسلام بریلی آئے۔ یہاں شرح چغمینی، اور محقق دوانی کے غیر مطبوعہ حواشی قدیمہ اور جدیدہ کے ساتھ شرح تجرید اور امام رازی اور طوسی کی شروح کے ساتھ اشارات کا سبق لیا۔ ۱۳۵۲ھ میں مدرسہ کے سالانہ جلسہ میں حضرت حجۃ الاسلام نے دستارفضیلت باندھی اور سند دی.......... راقم السطور کے والد ماجد و پیرومرشد امین شریعت مولانا شاہ رفاقت حسین مدظلہ، شیخ الحدیث مولانا سردار احمد علیہ الرحمۃ، مجاہد ملت حضرت مولانا حبیب الرحمٰن مدظلہ، شیخ الحدیث مولانا شاہ عبدالعزیز دارالعلوم اشرفیہ آپ کے خصوصی رفقاء درس رہے۔(۳۵)

(۳۵) تذکرہ علماء اہل سنت، مؤلفہ مولانا محمود احمد کانپوری، مطبوعہ کانپور۔ ص ۲۰۴۔

بیعت وخلافت

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ سلسلہ عالیہ چشتیہ صابریہ میں حضرت خواجہ شاہ سراج الحق کرنالوی ثم گورداسپوری قدس سرہ (م ۲۸ شوال ۱۳۵۰ھ/ ۸ ارچ ۱۹۳۲ء) سے ۱۳۴۲ھ/۱۹۲۴ء میں بیعت ہوئے۔(۱)

آپ اس وقت سکول کی تعلیم حاصل کر رہے تھے۔ مرشدِ برحق شاہ سراج الحق قدس سرہ کرنال سے ہر سال علاقہ گورداسپور کا تبلیغی دورہ فرماتے تھے۔ اس علاقہ میں ان کے بے شمار مریدین تھے۔ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ اپنے مرشدِ برحق کا نہایت درجہ ادب واحترام کرتے۔ ان پر جان نثار فرماتے اور دورانِ طالبِ علمی، رمضان المبارک کی تعطیلات کے دنوں اپنے مرشدِ برحق کی زیارت سے مشرف ہوتے اور کئی روز آپ کے آستانہ پر قیام فرما کر منازلِ سلوک طے فرماتے۔

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کی شیخِ برحق سے محبت اس قدر غالب تھی کہ اپنا تعارف شیخ کامل کے طالبانِ صادق کے طور پر فرمایا کرتے۔ دورِ طالب علمی میں آپ نے اپنی بیاض پر اپنا نام یوں لکھا۔

''فقیر حقیر سراپا تقصیر خادم العلماء والفقراء سردار احمد غفرلہ الاحد الصمد گورداسپوری طالب حضرت قدوۃ السالکین وزبدۃ العارفین شاہ سراج الحق قادری چشتی صابری کرنالوی ثم گورداسپوری ۱۵ شعبان المعظم ۴۷ھ۔ دارالخیر والقدس اجمیر شریف''(۲)

(۱)(ا) بروایت صوفی اللہ رکھا، مقیم جامعہ قادریہ، فیصل آباد

نوٹ: صوفی اللہ رکھا، حضرت شیخ الحدیث کے ہم عمر اور ہم وطن ہیں۔ صوفی صاحب نے یہ روایت اس فقیر کو ۲۲ صفر ۱۴۰۴ھ/۲۸ نومبر ۱۹۸۳ء کو بیان کی۔

(ب) چوہدری احمد دین دیال گڑھی حال مقیم چک ۲۰۹۔ آر۔ بی۔ فیصل آباد اپنے ایک مکتوب محررہ ۱۰ جنوری ۱۹۸۶ء میں لکھتے ہیں کہ ۱۹۱۵ء میں آپ نے بیعت کی۔ فقیر قادری عفی عنہ

(۲) یہ بیاض ہمیں حضرت مولانا قاضی محمد فضل رسول خلف اکبر حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ سے دستیاب ہوئی۔ انہی کے شکریہ کے ساتھ اس کا عکس شامل کتاب ہے۔

ایک مرتبہ مرشدِ برحق شاہ سراج الحق قدس سرہ، اجمیر شریف آستانہ حضرت خواجہ غریب نواز رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے۔ان دنوں حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ اجمیر شریف کے مدرسہ معینیہ عثمانیہ میں حضرت صدر الشریعہ (م ذیقعدہ ۱۳۶۷ھ/ستمبر ۱۹۴۸ء) سے پڑھتے تھے۔اچانک مرشدِ برحق کو آستانہ مقدسہ پر پا کر انتہائی مسرور ہوئے۔بے تابانہ بالا خانہ سے نیچے اترے کہ سڑھیوں سے قدم پھسل گیا۔سر پر چوٹ آگئی۔مگر قدمبوسی کر کے ہی دم لیا۔(۳)

حضرت شاہ سراج الحق قدس سرہ نے آپ کو سلسلہ عالیہ چشتیہ صابریہ میں اجازت وخلافت سے نوازا۔صحیح تاریخ معلوم نہ ہوسکی۔البتہ آپ کے ہم وطن اور ہم عمر صوفی اللہ رکھا حال مقیم جامعہ قادریہ رضویہ، فیصل آباد کے ایک مکتوب محررہ ۹ جنوری ۱۹۸۴ء بنام فقیر قادری عفی عنہ سے معلوم ہوا کہ پیرو مرشدِ برحق نے بسترِ علالت سے ایک قاصد بطورِ خاص اجمیر شریف بھیجا تا کہ طالبِ صادق محمد سردار احمد کو کرنال لے آئے۔آپ فوراً حاضر ہوئے۔چند روز شیخ کی صحبت اور خدمت سے فیض یاب ہوئے۔انہی ایام میں شیخِ طریقت نے آپ کو تمام سلاسل میں خلافت واجازتِ تامہ اور خصوصی نوازشات سے نوازا۔یہی وجہ ہے کہ شیخِ طریقت شاہ سراج الحق کے وصال کے بعد حسبِ وصیت شیخِ کامل کی نمازِ جنازہ آپ نے پڑھائی۔(۴)

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کو تمام سلاسلِ طریقت بالخصوص سلسلہ عالیہ قادریہ میں اجازت وخلافت حجۃ

(۳) حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ (غالباً) ۱۹۲۵ء میں دارالعلوم حزب الاحناف لاہور کے سالانہ جلسہ میں حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا بریلوی کی زیارت سے مشرف ہوئے اور انگریزی تعلیم کو خیر باد کہہ کر ان کے ہمراہ بریلی چلے گئے۔وہاں علومِ دینیہ کی تحصیل میں مصروف ہو گئے۔کچھ عرصہ بعد اجمیر شریف میں تکمیل کے مراحل طے کرنے لگے۔اتنا عرصہ آپ علومِ دینیہ کی تحصیل میں ایسے منہمک رہے کہ اپنے گھر بھی اطلاع نہ کی۔آپ کے بہن بھائی جب بھی حضرت شاہ سراج الحق سے آپ کی اطلاع یا بازیابی کے لئے عرض کرتے تو حضرت خواجہ ہمیشہ اطمینان دلاتے اور فرماتے کہ
"سردار احمد کا ان شاء اللہ جلد پتہ چل جائے گا۔اور اس وقت وہ علم وفضل کے اعلیٰ مقام پر فائز ہوگا۔مخلوقِ خدا اس کے خوانِ کرم سے بہرہ ور ہوگی"
چنانچہ حضرت شاہ سراج الحق کی اجمیر میں آمد کے بعد گھر والوں کو کئی سال بعد انکشاف ہوا کہ محمد سردار احمد نہ صرف خیریت سے ہیں، بلکہ علم وفضل کی بلند منزلوں کو طے فرما رہے ہیں۔حضرت شیخ الحدیث کے سر پر چوٹ لگنے کا سبب اور گھر والوں کو آپ کی خیریت کی اطلاع کی روایت صوفی اللہ رکھا نے اپنے مکتوب محررہ ۲۲ صفر ۱۴۰۴ھ میں لکھی۔فقیر قادری عفی عنہ

(۴) مکتوب صوفی اللہ رکھا، مقیم جامعہ قادریہ رضویہ، فیصل آباد۔۹ جنوری ۱۹۸۴ء۔

الاسلام مولانا حامد رضا خلف اکبر وخلیفہ امام احمد رضا، مفتی اعظم مولانا محمد مصطفیٰ رضا خلف اصغر وخلیفہ امام احمد رضا اور صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی اعظمی خلیفہ امام احمد رضا سے حاصل تھی۔اس طرح امام احمد رضا سے ماذون ومجاز سلاسل کی اجازت وخلافت حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کو حاصل تھی۔(۵)

۱۷ ربیع الثانی ۱۳۵۱ھ/۱۰ اگست ۱۹۳۲ء کو ریاست جے پور (بھارت) میں حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا بریلوی قدس سرہ (م ۱۳۶۲ھ/۱۹۴۳ء) بغرض دعوت وارشاد تشریف فرما ہوئے۔جناب عبدالرحیم جوہری کے مکان پر قیام تھا۔اس سفر میں حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ بھی ہمراہ تھے۔حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ نے آپ کو ایک تفصیلی سند عطا فرمائی۔جس میں آپ کو جمیع سلاسلِ طریقت، اوراد واشغال اور جمیع علومِ دینیہ کی اجازتِ مطلقہ عطا فرمائی۔(۶)

مولانا عبدالقادر متوطن مانگٹ (منڈی بہاؤالدین) اور مولانا محمد سعید متوطن مانگٹ نے ۱۳۶۱ھ/۱۹۴۲ء کو دارالعلوم مظہر اسلام بریلی سے دورہ حدیث مکمل کیا۔یہ دونوں حضرات، حضرت سید نور الحسن کیلیانوالہ (ضلع گوجرانوالہ) سے مرید ہیں۔مفتی اعظم مولانا محمد مصطفیٰ رضا مدیر مدرسہ مظہر اسلام اور مولانا محمد سردار احمد شیخ الحدیث و مدرس مدرسہ مذکورہ نے ان فارغ ہونے والے دونوں علماء کو علم وفضل میں ممتاز اور تقویٰ وورع سے مزین پایا۔ان کے پیرو مرشد سید نور الحسن کے نام اپنے مکتوب میں لکھا کہ ہم نے آپ کے دونوں غلاموں (مولانا عبدالقادر اور مولانا محمد سعید) کی حتی المقدور تربیت کر دی ہے۔اس کے ساتھ خود بھی سندِ فراغت دونوں حضرات کو عطا فرمائیں۔

سند کی عبارت یوں ہے۔

(۵) امام احمد رضا کو حاصل ہونے والے تمام سلاسل اور ان کے ماذون ومجاز سلاسل کی تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو۔
"الاجازات المتینۃ لعلماء بکۃ والمدینۃ" مطبوعہ کتب خانہ حامدیہ، لاہور (۱۳۹۶ھ/۱۹۷۶ء)

(۶) مکتوب حضرت حجۃ الاسلام بنام مفتی تقدس علی (بقلم مولانا محمد سردار احمد) محررہ ۱۰ اگست ۱۹۳۲ء

نوٹ: مفتی تقدس علی بریلوی نے بیان کیا کہ اس سفر میں مَیں بھی شریک تھا۔کھانے کے بعد "خلال" کی ضرورت محسوس ہوئی۔صاحب خانہ نے خلال پیش کیا۔حاضرین علماء نے خلال کے مادہ وزن کی نسبت سے عربی شعراء کا کلام پیش کیا۔حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ نے بھی اس علمی گفتگو میں بطور خاص حصہ لیا۔

"بسم الله الرحمن الرحيم .اجزت الفاضل..........المولوی عبدالقادر کمااجازنی به
استاذی..........صدر الشريعه مولانا المولوی ابوالعلاء محمد امجد علی ....عن
شيخه الاکرم ....الشاه احمد رضا خان..........رحمة الله عليه ......

اناالفقير محمدسرداراحمدغفر له الصمدالقادری الجشتی الفنجابی
خادم الطلبةبالمدرسةالرضويةببلدةبريلی ١٣٦١ھ"

دوسری سند میں مولانا محمد سعید کا نام درج ہے۔(۷)

مفتی اعظم مولانا محمد مصطفیٰ رضا خلف اصغر وخلیفہ امام احمد رضا نے بھی ۴ ربیع الاول ۱۳۸۰ھ/۲۷ اگست ۱۹۶۰ء میں ایک تفصیلی سند میں حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کو جمیع علوم اور سلاسلِ طریقت میں ماذون ومجاز بنایا۔ مجاہد ملت مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی نے ۱۳۵۹ھ/۱۹۴۰ء میں حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ سے جامعہ رضویہ مظہر اسلام بریلی میں دورہ حدیث پڑھا تھا۔ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کے وصال پر (۱۳۸۲ھ) اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں۔

''تیسرا سال ہے جبکہ فقیر جامعہ مظہر اسلام کا خادم تھا۔ حضرت مرحوم (شیخ الحدیث) کی گذارش پر آقائے نعمت، شاہزادۂ اعلیٰ حضرت مفتی اعظم ہند دام ظلہ نے ایک جامع اجازت نامہ عربی میں ان کے لئے تحریر فرمایا۔ فقیر نے اس کا مبیضہ کیا۔ حضرت مدظلہ نے ان کے نام کے شروع میں '' ولـد الاعز '' لکھا تھا۔ جس سے پتہ چلتا ہے حضرت مدظلہ کو ان کے ساتھ کتنی محبت تھی۔''(۸)

دوسرے سفر حج ۱۳۷۵ھ/۱۹۵۵ء کے موقعہ پر حرمین طیبین کے مقتدر مشائخ عظام نے بعض اوراد واشغال کی اجازت بھی عطا فرمائی۔(۹)

(۷) سندات کا عکس مولانا عبدالجلیل علی احمد رضا متوطن مانگٹ نے مہیا فرمایا ہے۔ ان کے شکریہ کے ساتھ ان کا عکس شامل کتاب ہے۔ فقیر قادری عفی عنہ

(۸) ماہنامہ نوری کرن بریلی۔ مارچ، اپریل ۱۹۶۳ء۔ ص ۱۳

(۹) تفصیل سفر حج کے ضمن میں ملاحظہ فرمائیں۔ فقیر قادری عفی عنہ

چنانچہ سید احمد بن محمد رضوان المدنی شیخ الدلائل کا اسم گرامی خصوصیت سے قابل ذکر ہے۔ سید احمد موصوف نے ۲۲ ذی الحجہ ۱۳۷۵ھ/۳۱ جولائی ۱۹۵۶ء کو محلّہ الشبیکہ، مکہ مکرمہ کے قیام کے دوران آپ کو دلائل الخیرات اور دیگر اوراد کی اجازت دی۔(۱۰)

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کے علوم ومعارف اپنے اساتذہ ومشائخ کرام کے فیضان کرم کا حصہ تھے۔ بالخصوص امام احمد رضا بریلوی (م ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء) کے ذکر ومحبت نے ان کی زندگی میں ایک خاص تاثیر پیدا کر رکھی تھی۔ چونکہ آپ کو امام احمد رضا سے بلاواسطہ شرفِ تلمذ کا موقعہ نہ مل سکا تھا۔ اس لئے ان سے بلاواسطہ سند واجازت بظاہر ناممکن تھا۔ مگر آپ کا عشق ومحبت آپ کی ایسی سواری تھا، جس نے ناممکن سفر اور مشکل مراحل طے کرا دیئے۔ اس طرح آپ نے امام احمد رضا بریلی سے براہِ راست بلاواسطہ استفادہ فرمایا اور ان سے اسناد واجازات حاصل کیں۔ اس استفادہ کا زمانہ امام احمد رضا کے وصال کے چالیس برس بعد کا ہے۔

اس کی تقریب یوں ہوئی کہ ۱۳۸۱ھ/۱۹۶۱ء میں دورانِ علالت بعض احباب کے پرزور اصرار پر آپ نے موسم گرما کا کچھ حصہ مری، ایبٹ آباد میں گذارا، اسی دوران ۹ ربیع الاول ۱۳۸۱ھ/۲۱ اگست ۱۹۶۱ء کے دن کی مصروفیات و برکات کا حال آپ کی بیاض سے پڑھیے۔ ان دنوں آپ کا قیام سنی بینک مری میں جناب امان اللہ خاں کے مکان پر تھا۔

''آج صبح نماز کے بعد یہاں سے مظفر آباد کی طرف ڈیڑھ میل چوک گولڈنا تک گیا۔ پھر واپس آیا۔ صوفی اللہ رکھا صاحب فقیر کے ہمراہ تھے۔ پھر واپس آکر ناشتہ کیا۔ پھر حافظ ایوب سلمہ نے پانی گرم کیا۔ پھر غسل کیا۔ پھر حاضرین کے ساتھ رفعتِ شانِ نبوی کے چند مسائل بیان کئے۔ پھر کھانا کھایا۔ پھر بارہ بجے قیلولہ کیا۔ آنکھ لگ گئی اور دوپہر تک اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجددِ دین وملت علامہ احمد رضا خاں صاحب بریلوی قدس سرہ العزیز کی خدمت میں رہا۔ اور اعلیٰ حضرت قدس سرہ

(۱۰) دلائل الخیرات مذکور کا نسخہ جس پر حضرت سید احمد رضوان نے اجازت نامہ لکھا وہ آپ کے زیر استعمال رہا۔ اب کتب خانہ شیخ الحدیث قدس سرہ میں محفوظ ہے۔

نے کچھ علمی اجازتیں بھی عطا فرمائیں۔ خدمت میں خوب حاضر رہا۔ آنکھ کھلی تو دو پہر کے دو بجے تھے۔ جب آنکھ کھلی تو زبان پر اعلیٰ حضرت کا ذکر خیر تھا اور دل میں بھی یہ تھا کہ خوب حاضری ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کے حبیب پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی برکت سے غوث پاک کے فیض سے ایسا کرم ہوا۔''

فقیر ابوالفضل غفرلہ بقلم خود۔ ۹ ربیع الاول شریف بروز پیر

مکان جناب امان اللہ خاں صاحب، سنی بنک مری۔'' (۱۱)

(۱۱) نقل بیاض حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ

نوٹ: یہ بیاض، آپ کے مجموعہ اوراد کے ساتھ مجلد ہے۔ بیاض پر اکثر و بیشتر آپ خود اپنے مبارک خواب یا دیگر یادداشتیں درج فرماتے۔ کبھی کسی دوسرے سے نقل کرواتے اور اس کے آخر میں اپنے دستخط فرماتے۔ یہ واقعہ بھی کسی کاتب نے لکھا۔ اس کے آخر میں آپ نے دستخط ثبت فرمائے۔ حضرت مولانا قاضی محمد فضل رسول کے توسط سے اس بیاض سے استفادہ کا موقعہ ملا۔ فقیر قادری عفی عنہ

حکیم مولوی ذوالفقار علی قریشی

ولادت: ۱۳۱۵ھ/۱۸۹۸ء **جائے ولادت:** محلّہ قریشیاں اندرون ہاتھی گیٹ بٹالہ ضلع گورداسپور

تعلیم: میٹرک، A.L.O (اے، ایل، او)، (ایس، وی)، (S.V) حکیم حاذق

پیشہ: دیال گڑھ (ضلع گورداسپور) میں لوئر مڈل سکول میں بطور صدر معلم کام کرتے، گاؤں کے ڈاک خانہ کے انچارج (پوسٹ ماسٹر)۔ دیال گڑھ میں امامت و خطابت۔ شام کو مطب بھی چلاتے تھے۔

وصال: ۲۲ جمادی الاولی ۱۳۷۶ھ/۲۴ جنوری ۱۹۵۷ء بروز جمعرات

تدفین: قبرستان جی بلاک، ماڈل ٹاؤن لاہور

حکیم مولوی ذوالفقار علی قریشی اگرچہ بٹالہ کے رہنے والے تھے مگر زندگی کا بیشتر حصہ دیال گڑھ میں گذارا۔ آپ بچوں کو دنیوی تعلیم کے ساتھ دینی و روحانی تعلیم سے بھی بہرہ ور فرماتے۔ اعلیٰ پائے کے خطیب تھے۔ جس کی وجہ سے دیال گڑھ اور اس کے گردونواح کے لوگ آپ کی مذہبی راہنمائی سے مستفید ہوتے۔ اس اعتبار سے لوگ آپ کو عقیدت کی نگاہ سے دیکھتے۔ چونکہ آپ کا آبائی پیشہ کئی پشتوں سے معلّمی، حکمت، امامت اور خطابت ہی رہا، اس لئے آپ کی زندگی پر اپنے آباء واجداد کی گہری چھاپ تھی۔

آپ کے والد گرامی مولوی حکیم غلام محمد قریشی نے زندگی کا اکثر حصہ اپنے آبائی وطن بٹالہ میں بسر کیا۔ وہیں وفات پائی۔

۱۳۶۶ھ/۱۹۴۷ء میں ہجرت کر کے لاہور آ گئے۔ رینالہ خورد ضلع ساہیوال کے ایک گاؤں ۷۔۱۔۱۲ (کرٹنی) میں زمین الاٹ کروالی اور کچھ عرصہ وہیں رہائش پذیر رہے۔ پھر لاہور آ گئے اور ۶۲۔ بی ماڈل ٹاؤن میں مستقل رہائش اختیار کر لی۔ کچھ عرصہ بیمار رہ کر ۱۹۵۷ء میں وصال فرمایا اور وہیں دفن ہوئے۔ آپ کے جنازہ میں ہزاروں افراد نے

شرکت کی۔ حکیم مولوی ذوالفقار علی قریشی سلسلہ قادریہ میں میاں محی الدین قادری زیب آستانہ بٹالہ سے مرید تھے۔

ہجرت کے بعد حکیم موصوف نے اپنے بڑے بیٹے محمد منور قریشی (ایم۔اے، ایم۔او۔ایل، بی۔ٹی) سابق ہیڈ ماسٹر مشن ہائی سکول بٹالہ اور ماڈل ہائی سکول لاہور کے ساتھ مل کر یورپین مشن سکولوں کے مقابلہ میں زیڈ۔ایم (Z.M) کے نام سے یورپین ٹائپ سکولوں کی بنیاد رکھی۔آپ کے زمانہ حیات تک یہ سکول لاہور، سیالکوٹ، شیخوپورہ، گجرات، پسرور، منٹگمری (ساہیوال) گوجرانوالہ اور سرگودہا میں بچوں کو دینی اور دنیوی تعلیم سے بہرہ ور کرتے رہے۔لاہور، شیخوپورہ اور گوجرانوالہ میں اب بھی یہ سکول اپنی خدمات بخوبی انجام دے رہے ہیں، ان سکولوں میں دینی تعلیم خصوصی طور پر دی جاتی ہے۔

حکیم صاحب نہایت غریب پرور، درویش صفت اور سادہ زندگی بسر کرنے والے انسان تھے۔ان کے دسترخواں پر ہمیشہ کوئی نہ کوئی غریب، رشتہ دار یا واقف کار موجود ہوتا اور وہ آپ سے روحانی طور پر فیضیاب ہوتا۔حکیم صاحب موصوف کے بے شمار شاگرد ہیں ان میں اکثر اعلیٰ مناصب پر بھی فائز ہوئے۔اس وقت صرف چند نام سامنے آئے ہیں۔

☆ حضرت شیخ الحدیث مولانا ابوالفضل محمد سردار احمد قدس سرہ

☆ چوہدری عبدالحمید۔ریٹائرڈ ڈائریکٹر آف ایجوکیشن راولپنڈی مقیم فیصل آباد

مولوی حکیم ذوالفقار علی کا حلقہ احباب نہایت وسیع تھا۔آپ کے دوستوں میں ہر طبقہ کے انسان شامل تھے۔چند دوستوں کے نام یہ ہیں۔

☆ مولوی محمد شفیع، چیئرمین انسائیکلوپیڈیا آف اسلام۔لاہور

☆ ایس۔پی سنگھا، سابق رجسٹرار پنجاب یونیورسٹی، لاہور

☆ پی۔کے بنوٹ۔ریٹائرڈ سی ایس پی (CSP)

حکیم موصوف نے اپنی اولاد کی تربیت بھی اسی انداز میں کی جو آپ کو ورثہ میں ملا۔آپ کی اولاد کے نام یہ ہیں۔

☆ محمد منور قریشی

بڑے صاحبزادے ہیں۔تعلیم ایم اے، ایم او ایل، بی ٹی ہے۔پیشہ معلمی رہا۔والد صاحب کے ساتھ مل کر زیڈ ایم سکولوں کے نام سے سکولوں کا اجراء کیا جس میں دینی تعلیم پر خصوصی توجہ دی جاتی۔

☆ غلام ربانی سعید

دوسرے صاحبزادہ ہیں۔بی اے تک تعلیم پائی، آزادی ہند کے وقت میونسپل کمیٹی رینالہ خورد کے ہیڈ کلرک تھے۔پھر میونسپل کمیٹی کوٹ رادھا کشن میں بطور سیکرٹری رہے۔وفات سے پہلے وثیقہ نویسی اختیار کی۔

☆ نظیر الحسنین

تیسرے صاحبزادے ہیں۔تعلیم میٹرک۔ایس وی، ادیب عالم، پیشہ معلمی ریٹائرمنٹ سے پہلے گورنمنٹ مڈل سکول گورنر ہاؤس میں ملازم تھے۔۶۰ برس کی عمر میں وفات پائی۔

☆ ظفر الاسلام گلزار

حکیم صاحب کے چوتھے صاحبزادہ ہیں۔تعلیم میٹرک، ایس وی، ادیب عالم، گورنمنٹ ہائی سکول چوبرجی گارڈن لاہور سے ریٹائر ہوئے۔۵۰ برس کی عمر میں وفات پائی۔

☆ محمد خورشید اقبال

پانچویں صاحبزادہ ہیں۔واپڈا میں ایس ڈی او۔کے عہدہ پر فائز ہیں۔

☆ مستخر احمد لطیف

چھٹے صاحبزادہ ہیں۔جے وی حیثیت سے گورنمنٹ پرائمری سکول والٹن ایئر پورٹ لاہور میں بطور صدر معلم ملازم ہیں۔مولوی ذوالفقار علی قریشی کے بڑے بیٹے محمد منور نے ایک کتاب ”زبان قرآن“ تصنیف کی، جسے خود مولوی صاحب نے شائع کروایا۔یہ کتاب مولوی صاحب کے جاری کردہ مدارس میں پڑھائی جاتی ہے۔

مولوی صاحب مرنجان مرنج بزرگ تھے۔زندگی بھر کسی کا دل نہ دکھایا۔بلکہ دشمنی کا جواب ہمیشہ خلوص ومحبت

سے دیا۔ اپنی خوش الحانی کے باعث ہر دل عزیز تھے۔ وفات سے کچھ عرصہ قبل مولوی صاحب سیشن جج کے ساتھ جیوری میں بطور اسیسر کام کرتے رہے۔ اس وقت ان کا کام یہ ہوتا تھا کہ جج کے ہمراہ قتل کے مقدمہ کو سننے کے بعد میں اپنی رائے سے مطلع کرتے، جس کی روشنی میں جج فیصلہ لکھتا۔ قتل کے ایک مقدمہ میں کسی کو ناحق موت کی سزا ہوئی جس کا آپ کو بہت صدمہ ہوا، وہیں عدالت میں آپ کو دل کا دورہ پڑا۔ اس کے بعد صحت یاب نہ ہو سکے۔ ۲۸ شعبان ۱۳۷۶ھ/۳۰ مارچ ۱۹۵۷ء بروز ہفتہ مولوی صاحب کے چہلم میں آپ کے ممتاز تلمیذ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہما تشریف لائے اور حاضرین سے خطاب فرمایا۔ اس سے قبل استاذ محترم کے وصال کے دوسرے روز بھی تعزیت کے لئے تشریف لائے۔ کچھ دیر قبر پر بیٹھ کر فاتحہ خوانی کی۔ (۱)

استاذ محترم حکیم مولوی ذوالفقار علی اپنے ممتاز، ہونہار شاگرد حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ سے نہایت شفقت و محبت کرتے۔ حضرت کے بچپن کے آثار ہی بتاتے تھے کہ آپ اعلیٰ پائے کے عالم باعمل اور درویش کامل بنیں گے۔ انہی آثار و قرائن کے پیشِ نظر حکیم صاحب آپ سے بہت پیار کرتے۔ قبول عامہ کی سند آپ کو یوں عطا ہوئی کہ قریہ قریہ، بستی بستی آپ کی عزت و شہرت ہے۔

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ بایں بلند مرتبت اپنے استاذ یا ان کے گھرانہ کے کسی فرد سے ملاقات کرتے تو نہایت عزت و احترام فرماتے۔ اور مناسب اسباب خورد و نوش سے تواضع فرماتے۔ دیر تک اُن سے گفتگو فرماتے۔ چنانچہ اسی نوعیت کا واقعہ متنخر احمد لطیف، ظفر الاسلام اور ان کے صاحبزادہ محمد جاوید اسلام سناتے ہیں۔ مولوی صاحب کے وصال کے بعد حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ اپنے استاذ محترم کی قبر پر مراقبہ میں بیٹھے رہے اور پھر کہا۔

"ماشاء اللہ میں نے استاذ محترم کا بہت مرتبہ دیکھا ہے۔" (۲)

(۱) میاں اللہ دین نقشبندی بیان کرتے ہیں کہ جنازہ بھی حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ نے پڑھایا۔ واللہ اعلم

(۲) مولوی حکیم ذوالفقار علی قریشی کے بارے میں جملہ معلومات ان کے پوتے جناب محمد جاوید اسلام قریشی، ماڈل ٹاؤن لاہور نے اپنے تین مکاتیب میں اپنے افراد خاندان بالخصوص متنخر احمد لطیف سے حاصل کر کے مہیا کیں۔ فقیر ان سب کا ممنون ہے۔ فقیر قادری عفی عنہ

مولانا حاجی پیر محمد خاں صاحب

مولانا حاجی پیر محمد خاں صاحب ۱۸۸۷ء میں بٹالہ ضلع گورداسپور (مشرقی پنجاب) میں پیدا ہوئے۔ میٹرک تک تعلیم اے۔ ایل۔ او۔ ای۔ ہائی سکول بٹالہ سے حاصل کی۔ اس کے بعد محکمانہ ٹریننگ کی کئی سندات حاصل کیں۔ میاں حسین بخش صاحب (والد محترم میاں سر فضل حسین) نے ۱۹۰۶ء میں مسلم ہائی سکول بٹالہ کے پرائمری شعبہ کی بنیاد رکھی، جس کے پہلے مدرس حاجی صاحب مقرر ہوئے، اس کے بعد ۱۹۰۸ء میں سکول محکمہ تعلیم کی طرف سے مڈل کے درجہ تک منظور ہوا اور حاجی صاحب ہی ہیڈ ماسٹر کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ ۱۹۱۲ء میں سکول کو ہائی کا درجہ دیا گیا اور حاجی صاحب موصوف بطور سرپرست کام کرتے رہے۔ چنانچہ تدریس کا یہ سلسلہ ۱۹۴۷ء تک باقاعدگی سے جاری رہا۔

حاجی صاحب بیک وقت اعلیٰ پایہ کے مدرس، خطیب، مناظر، واعظ، قاری اور نعت خواں تھے۔ بٹالہ اور اس کے گردونواح کے قریباً ہر مسلمان خاندان نے آپ کی تعلیمی خدمات سے استفادہ کیا۔ ہزاروں نامور علماء، ڈاکٹرز، انجینئرز، ماہرین تعلیم، قانون دان اور دانشوران کے ہاتھوں پروان چڑھے۔ ملک و ملت کی دینی و تعلیمی خدمات کا یہ سلسلہ پاکستان بننے کے بعد بھی ۱۹۵۴ء میں گورنمنٹ اسلامیہ ہائی سکول سمن آباد لاہور کا اجراء کر کے جاری رکھا۔ ان میں بچوں کو پڑھانے کا جذبہ عشق کی حد تک موجزن رہا۔ یہاں تک کہ اپنے بیٹوں کو بھی وصیت فرما گئے کہ بچوں کو علم کے زیور سے آراستہ کرنے کے لئے اپنی زندگیوں کو وقف کر دو۔ چنانچہ ان کے صاحبزادگان میں سے بڑے بیٹے میاں افتخار احمد خاں اسلامیہ ہائی سکول سمن آباد میں گذشتہ تیس سال سے بطور صدر معلم خدمات سرانجام دے رہے ہیں اور چھوٹے بیٹے ڈاکٹر رشید احمد خاں لاء کالج پنجاب یونیورسٹی نیو کیمپس لاہور میں بطور ایسوسی ایٹ پروفیسر اسلامی قانون و فقہ کی تعلیم دے رہے ہیں۔

حاجی صاحب نے انگریزی اور اردو درسی کتب کے علاوہ نعتوں کا ایک مجموعہ بھی تیار کیا۔ آپ محض ایک سکول ماسٹر ہی نہ تھے، بلکہ ایک دینی عالم بھی تھے، چنانچہ ان کے مشہور تلامذہ میں سے مولانا سردار احمد صاحب شیخ الحدیث، میاں بدر محی الدین قادری سجادہ نشین قادریہ فاضلیہ (بٹالہ شریف) سید غلام خالق سابق ایجوکیشن اتاشی حکومت پاکستان

لندن، میاں ارشد حسین سابق وزیر خارجہ حکومت پاکستان شیخ محمد علی بی۔ اے اکاؤنٹنٹ جنرل قابل ذکر ہیں۔

حاجی صاحب کا وصال ستمبر ۱۹۶۵ء بروز پیر رات کے ۱۲۱/۲ بجے ہوا، امین الحسنات سید خلیل احمد قادری خطیب مسجد وزیر خاں لاہور نے نماز جنازہ پڑھائی۔ اور حاجی صاحب دو دفعہ حج بیت اللہ اور روضہ اقدس کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ بیعت کا سلسلہ حضرت پیر سید حافظ جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری سے تھا۔ سالانہ عرس کے موقع پر نعت خوانی اور تقاریر کے سلسلہ میں محدث موصوف کے دست مبارک سے تمغات اور سندات ملتی رہیں۔ آپ تحریک پاکستان کے سرگرم رکن تھے اور انہیں ہمیشہ ملک وملت کی خدمت کرنے کا شرف حاصل رہا۔

حاجی پیر محمد خاں صاحب جماعت میں دنیاوی تعلیم کے ساتھ ساتھ دینی مسائل کے بارے میں طلباء کو معلومات فراہم کرتے رہتے تھے۔ مولانا سردار احمد صاحب بھی چھ سال تک ان کے زیر تعلیم رہے اور مسلم ہائی سکول بٹالہ سے میٹرک کا امتحان امتیازی حیثیت سے پاس کیا۔ مولانا مرحوم کے متعلق حاجی صاحب فرمایا کرتے تھے کہ تمام طلباء میں سے وہ میری دینی باتیں بہت توجہ سے سنتے اور اس پر عمل پیرا ہوتے۔ اکثر اوقات اختتام اوقات مدرسہ پر دینی مسائل پر گفتگو کرتے، جس سے مجھے یہ تأثر ملا کہ مولانا بچپن ہی سے دینی معاملات ومسائل سے بہت شغف رکھتے تھے۔ اس سلسلہ کی ایک کڑی یہ بھی ہے کہ مولانا حاجی صاحب کو میلاد النبی ﷺ کی محفلوں میں اکثر اپنے گاؤں دیال گڑھ میں مدعو کرتے رہتے اور حاجی صاحب کے مواعظ حسنہ سے ہزاروں لوگ مستفید ہوتے رہتے۔ اس بارے میں مولانا سردار احمد صاحب کا کردار بچپن ہی سے قابل ستائش تھا۔ مولانا کے دوران تحصیل علم اور بعد از تکمیل علوم دینیہ حاجی صاحب کا ان سے سلسلہ ملاقات برابر قائم رہا۔ حاجی صاحب اپنی مجالس میں اس فاضل شاگرد کی قابلیت پر ہمیشہ فخریہ انداز میں ذکر فرمایا کرتے تھے۔ جب انہیں مولانا کی وفات کی خبر لاہور میں سنائی گئی تو آپ زاروقطار رونے لگے اور فرمانے لگے کہ ''ایسا عاشق رسول، فاضل مدرس اور شیخ الحدیث صدیوں کے بعد پیدا ہوتا ہے۔''

مولانا کے متعلق حاجی صاحب ہمیشہ فرمایا کرتے تھے کہ وہ بہت ذہین، طباع اور حساس طبیعت کے مالک تھے۔ اور اگر کبھی کسی دن پڑھائی کے بعد کلاس میں دینی مسائل کا تذکرہ نہ ہوتا تو سردار احمد مجھے یاددہانی کراتے اور آئندہ کے لئے یہ سلسلہ جاری رہتا۔'' (۱)

(۱) مہیا فرمودہ: ڈاکٹر رشید احمد خاں پروفیسر لاء کالج لاہور، خلف اصغر مولانا الحاج پیر محمد خاں صاحب

حضرت خواجہ شاہ محمد سراج الحق چشتی صابری قدس سرہ العزیز

ولادت: ۱۲۸۴ھ/۱۸۶۸ء

وصال: ۲۸ شوال المکرم ۱۳۵۰ھ/۸ مارچ ۱۹۳۲ء

مخلوق کی اصلاحِ نفس اور اخلاقی تربیت جیسے اہم ومقدس فریضہ کے لئے اللہ تعالیٰ نے جن برگزیدہ حضرات کو منتخب فرمایا ہے ان میں حضرت خواجہ شاہ محمد سراج الحق گورداسپوری قدس سرہ السامی کا نام نامی بھی نمایاں حیثیت کا حامل ہے۔

شاہ محمد سراج الحق، کرنال (بھارت) میں ۱۲۸۴ھ/۱۸۶۸ء کو ایک معزز ومتمول خاندان میں پیدا ہوئے۔ (۱)

آپ کے والد ماجد کا نام محمد منیر الحق تھا۔

شاہ سراج الحق میں انسانی ہمدردی اور اعلیٰ اخلاق کا عنصر بچپن ہی میں نمایاں تھا۔ چنانچہ جن دنوں آپ ملتان میں آٹھویں جماعت میں پڑھتے تھے لاعلاج مریض آپ کے ہاں حاضر ہوتے اور بفضلہ تعالیٰ شفا پاتے۔ شریعت مطہرہ پر خود بھی عمل پیرا ہوتے اور دوسروں کو بھی احکام شریعت کی پابندی کرنے کی تلقین کرتے۔ طالب علمی کے ایام میں ہی آپ نے ایک انجمن بنائی ہوئی تھی۔ جس کا کام صرف یہ تھا کہ بے نمازیوں کو نماز پڑھنے کی ترغیب دی جائے۔ یہ انجمن اپنے مقاصد میں بہت کامیاب ہوئی۔

آپ کے والد ماجد نے میٹرک کے بعد پٹوار کا امتحان پاس کر رکھا تھا اور وہ محکمہ مال میں اہم عہدے پر فائز تھے۔ اس لئے ماحول کے تقاضا اور والد ماجد کی خواہش کے پیشِ نظر خواجہ سراج الحق نے بھی میٹرک کے بعد پٹوار کا امتحان پاس کیا۔ (۲)

(۱) ماہنامہ السراج، لائل پور۔ بحوالہ ہفت روزہ محبوب حق، لائل پور، مجریہ ۳ جنوری ۱۹۶۴ء

(۲) بروایت مولانا قاضی محمد فضل رسول حیدر رضوی، فیصل آباد۔

اس دور میں دنیوی طور پر اتنی ہی تعلیم کافی تصور کی جاتی اور پھر خاندان دنیوی طور پر فارغ البال تھا۔اس کے باوجود حضرت خواجہ کی طبیعت شروع ہی سے ہمہ وقت عبادت کی طرف راغب رہتی۔سلاسلِ طریقت کے متعدد اوراد واشغال میں منہمک رہتے، شیخ کامل کی تلاش کا جذبہ موجزن تھا۔کافی عرصہ مرشدِ کامل کی تلاش میں گذرا۔بالآخر استخارہ میں آپ کو مرشد برحق حضرت صوفی محمد حسین شاہ صاحب مرادآبادی کی طرف راہنمائی ہوئی۔تلاش بسیار کے بعد صوفی محمد حسین مرادآبادی قدس سرہ سے کلیر (بھارت) عرس کے موقعہ پر زیارت ہوئی۔عرس سے فارغ ہوکر مرادآباد آکر حضرت صوفی صاحب قبلہ سے بیعت ہوئے اور وہیں آپ کے پاس رہ کر منازل سلوک طے فرمائیں۔(۳)

(۳) حضرت صوفی محمد حسین صاحب قدس سرہ کے بارے میں صدرالافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی اپنے ایک مکتوب مورخہ ۲۹ رمضان المبارک ۱۳۵۹ھ/۱۲ نومبر ۱۹۳۹ء میں حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کو لکھتے ہیں۔

''حضرت مولانا صوفی سید شاہ محمد حسین صاحب مرادآبادی قدس سرہ ایک عارف کامل تھے۔اس فقیر کو ان کی خدمت بابرکت میں عرصہ دراز تک پابندی سے حاضری دینے کا شرف حاصل ہے اور حضرت ممدوح سے بہت فیض پایا ہے۔ہم استاذی کی نسبت بھی ہے مگر عقیدت ونیازمندی کی نسبت جو ذریعہ فیض ہے وہی قابلِ فخر ہے۔زمانہ طلب علم میں بھی یہ فقیر حضرت کی خدمت میں حاضری کا التزام رکھتا تھا۔اور اپنے ہر شعبہ زندگی کو ان کے منشاء کے مطابق بنانے میں کامیابی سمجھتا تھا۔سنیت کی نعمت پر اس فقیر کو استحکام حضرت کی بدولت حاصل ہوا۔وہابیہ غیر مقلدین اور تمام بدمذہبوں کا حضرت صوفی صاحب بیدریغ رد فرماتے تھے۔وہابیہ کے علماء بھی حضرت صوفی صاحب قدس سرہ کی خدمت میں بغرض مناظرہ پہنچے اور شرمندہ ہوکر واپس ہوئے۔زبانیں بند ہوگئیں۔اور جواب بن نہ آیا۔بشیر احمد قنوجی اور اس کا سرمایہ فخر شاگرد تلطف حسین، صوفی صاحب کے مقابلہ میں نہایت ذلیل ہوئے۔مسئلہ امکانِ کذب باری تعالیٰ پر بحث تھی۔صوفی صاحب کی گفتگو نے لاجواب کردیا۔حفظ الایمان اور براہین قاطعہ وتحذیرالناس کے مصنفین کو تو صوفی صاحب بڑی حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے اور جاہل گمراہ فرماتے تھے۔تقویۃ الایمان اور اس کے مصنف کو بدمذہبی کی خرافات کا بانی اور عیار دنیا طلب فرماتے تھے۔میں نے ان کی زبان مبارک سے سنا کہ اسمٰعیل دہلوی نے حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا زمانہ پایا۔ان کی قرابت پر فخر بھی ہے۔انہیں کے مرید سید احمد سے مرید بھی ہے مگر وہ شاہ صاحب سے مرید نہ ہوا۔اس سے اس کا مقصد حاصل نہ ہوتا تھا۔ایک جاہل سید احمد کو پھانسا اور اس کو پیر بنا کر اپنی بدمذہبی کو رواج دیا۔فاتحہ، عرس گیارہویں شریف، میلاد شریف، توشہ سفر برائے زیارت قبور تو صوفی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے ایسے معمولات ہیں جن پر تمام عمر عمل رہا۔خود اپنے مکان پر اپنے پیر کا ہمیشہ عرس کیا کرتے۔بغیہ شریف کے عرس اور میلاد شریف میں شریک ہوتے۔دور دور عرسوں میں تشریف لے جاتے۔کلیر شریف ہر سال حاضر ہوتے اور وہاں ایک بڑا شاندار کیمپ آپ کا ہوتا۔کثرت سے لوگوں کو اس عرس میں ساتھ لے جاتے، جانے کی ترغیب دیتے، بے استطاعت لوگوں کے مصارف کی خود کفالت فرماتے۔عرس کلیر شریف ہی میں بیمار ہوئے۔اسی مرض میں وصال فرمایا۔

یہ باتیں ایسی ہیں جو لاکھوں آدمیوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھیں ہیں اور وہ لوگ ابھی زندہ موجود ہیں۔فاتحہ آپ کے یہاں ہر ہفتہ لازمی طور پر ہوتی تھی اور اس سے زیادہ بھی ہوجاتی تھی۔جو اس فقیر کا مسلک ہے وہی صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک تھا۔(بقیہ اگلے صفحہ پر)

والد محترم، حضرت خواجہ شاہ سراج الحق کو بھی دنیوی اعتبار سے بھی صاحب عز وجاہ دیکھنا چاہتے تھے۔ان کی خواہش تھی کہ آپ کسی اعلیٰ عہدے پر فائز ہوں۔والد محترم کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے شروع میں آپ نے ملازمت اختیار کی۔اور معمولی سی کوشش سے ڈپٹی کمشنر گورداس پور کے ریڈر مقرر ہوگئے۔(۴)

آج کے اس دور میں ملازمت (بالخصوص محکمہ مال کی ملازمت) میں تقوی پر قائم رہنا ذرا مشکل ہے۔شاذ ہی کوئی مثال ایسی ملے جو ملازمت کے باوجود اپنے حق پر ہی اکتفا کرتے ہوئے تقویٰ کی راہ پر گامزن ہو۔لیکن حضرت خواجہ سراج الحق قدس سرہ کے تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ سرکاری قلم دوات سے کبھی اپنا خط تک نہ لکھا۔

نماز کے وقت ہر قسم کے کام کو چھوڑ کر نماز ادا فرماتے۔دورِ انگریزی میں ملازمت کے دوران نماز ادا کرنا کتنا دشوار تھا، اس کا اندازہ وہی حضرات کرسکتے ہیں، جنہیں اس کا تجربہ ہوا ہے۔

ایک روز آپ جمعہ کی نماز ادا کرنے جارہے تھے۔انگریز ڈی سی نے کہا کہ وہ ذرا ٹھہر جائیں۔چند ضروری سرکاری کام کرلیں۔مگر آپ نے فرمایا۔

(بقیہ ۳) میں ان کے حکم سے وعظ کہتا، رد وہابیہ کرتا، وہ تشریف فرما رہتے۔جامعہ نعیمیہ کی بنیاد صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی امداد اور ان کی ارشاد پر رکھی گئی۔اس کے تمام جلسوں میں صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ شرکت فرماتے۔وہابیہ کی تدابیر اشاعت بدمذہبی کے خلاف صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہی کی راہ پر عمل ہوتا۔مولوی رشید احمد گنگوھی کے ممتاز خلیفہ مولوی محمد صدیق مرادآبادی کو مسجد بغیہ شریف کی امامت سے علیحدہ کرنے میں صوفی صاحب قدس سرہ نے زور اور قوت سے کام لیا اور انہیں نکال کر چھوڑا۔صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اہل باطل کے ساتھ قلبی عداوت کے ساتھ عملی مقابلہ بھی فرماتے تھے اور ان کو ذلیل کرتے تھے۔اگر اس کی تفصیل کی جائے تو ایک کتاب تیار ہو۔

خلاصہ یہ ہے کہ صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وہی راہ تھی جس پر وہ مجھے چلا گئے، اللہ تعالیٰ اسی راہ راست پر میرا بھی خاتمہ فرمائے اور ایمان کے ساتھ دنیا سے اٹھائے۔آمین''

صدرالافاضل اور حضرت صوفی صاحب کے تعلقات روحانی بنیادوں پر استوار ہوئے تھے۔

ماہنامہ عرفات لاہور اپنی جون ۱۹۷۸ء کی اشاعت میں رقم طراز ہے۔

''جامع شریعت وطریقت حضرت مولانا شاہ صوفی محمد حسین صاحب چشتی صابری مرادآبادی علیہ الرحمۃ کو صدرالافاضل کی دستار بندی سے بے حد مسرت ہوئی۔اور جابجا حضرت کی تقریروں کے انتظامات کرائے۔'' (ص ۵)

(۴) ہفت روزہ محبوب حق، لائل پور۔مجریہ ۳ جنوری ۱۹۶۴ء

"نماز حاکمِ اعلیٰ کا حکم ہے۔ میں اسے نہیں چھوڑ سکتا۔ نہ اسے موخر ومقدم کر سکتا ہوں۔"

انگریز ڈی۔سی اس سے مطمئن نہ ہوا۔ آپ باہر تشریف لے آئے اور فوراً استعفیٰ لکھ کر دے دیا اور خود نماز جمعہ ادا کرنے چلے گئے۔(۵)

حضرت شاہ سراج الحق قدس سرہ کی ایک کرامت مشہور ہے۔ جب آپ ملازمت کر رہے تھے۔ انہی ایام میں آپ پر رشوت کا ناحق الزام لگایا گیا۔ چونکہ آپ کا معاملہ نہایت صاف تھا۔ اس لئے آپ کو اس الزام سے کوئی باک نہ ہوا۔ مقدمہ انگریز ڈپٹی کمشنر کی کچہری میں پیش ہوا۔ آپ نے اپنی صفائی میں فرمایا۔

"میں خود اپنی صفائی پیش کروں یا میری گھوڑی میری صفائی پیش کرے۔"

اس پر انگریز ڈی۔سی حیران ہوا، اور بولا۔ "اپنی گھوڑی سے ثبوت دلوادیں"

حضرت نے کسی خادم کو حکم دیا کہ کسی کا چارہ چوری کاٹ کر میری گھوڑی کے سامنے ڈالو۔ چوری کا چارہ گھوڑی کے سامنے ڈالا گیا۔ مگر گھوڑی نے چارہ نہ کھایا۔ آپ نے چارہ کے مالک کو بلایا چارا کا معاوضہ ادا کر دیا اور اس کے حقوق معاف کروالئے۔ تب گھوڑی نے وہی چارہ کھانا شروع کر دیا۔

اس پر انگریز ڈپٹی کمشنر بہت متاثر ہوا۔ اسے حقیقتِ حال کا علم ہوا۔ اس نے آپ کو باعزت بری کر دیا اور الزام دینے والے کو زجر وتوبیخ کی۔(۶)

جس زمانہ میں حضرت خواجہ سراج الحق قدس سرہ پٹواری کے فرائض سرانجام دے رہے تھے۔ کسی دیہاتی نے آپ کو ایک گنا پیش کیا۔ غیر شعوری طور پر آپ نے اسے چوسنا چاہا۔ مگر ابھی اسے چھیل ہی رہے تھے کہ گنا کا چھلکا لگنے سے انگلیوں سے خون بہنے لگا۔ آپ نے گنا وہیں رکھ دیا اور زمیندار سے گنا لینے کی اس غیر شعوری معمولی سی حرکت سے بھی استغفار فرمایا۔(۷)

(۵) ہفت روزہ محبوب حق لائل پور، مجریہ ۳ جنوری ۱۹۶۴ء

(۶) مکتوب محمد جاوید اسلام قریشی، ماڈل ٹاؤن لاہور، مجریہ ۲۲ جنوری ۱۹۸۵ء۔ بنام فقیر قادری عفی عنہ

(۷) بروایت صوفی اللہ رکھا سراجی، فیصل آباد

کاش آج کے صاحب اقتدار حضرت خواجہ سراج الحق قدس سرہ کی سیرت سے سبق حاصل کریں۔

انیسویں صدی کے اواخر اور بیسویں صدی کے اوائل میں گورداس پور کا علاقہ خاص طور پر مرزا غلام احمد قادیانی کے ہزلیات وہذیانیات سے متاثر ہوتا دکھائی دے رہا تھا۔ علماء ومشائخ نے مرزا قادیانی کے دجل ومکر سے عامۃ الناس کو بچانے کے لئے اپنی بساط بھر مساعی فرمائیں۔ تحریری وتقریری مباحثے ہوئے۔ عملی روحانی اقدار اور اقدامات کو ردمرزائیت پر مرتکز کر دیا گیا۔

علماء وصوفیہ عموماً دو انداز سے اصلاح کا کام کرتے ہیں۔ ایک طبقہ وہ ہے جو کھل کر سامنے آتا ہے اور مبارزت طلبی کرتے ہوئے باطل کو نیست ونابود کرنے کی آخری کوشش تک مصروف عمل رہتا ہے۔ جبکہ دوسرا طبقہ فوج کے سپہ سالار کی طرح خود تو پس منظر میں رہتا ہے، مگر اپنے سپاہیوں کو ہر وقت ہدایات دیتا ہے۔ اور ان کی نقل حرکت پر گہری نظر رکھتا ہے۔ موخر الذکر نوع میں یوں تو تمام علماء وصوفیہ حضرات شامل ہیں، لیکن خصوصیت سے اس سلسلہ میں، اس دور میں حاجی امداد اللہ مہاجر مکی اور صوفی محمد حسین مراد آبادی کا نام لیا جاسکتا ہے۔ حضرت حاجی صاحب نے حضرت سید مہر علی شاہ گولڑوی کو حجاز مقدس سے واپس ہندوستان اس لئے بھیجا کہ وہ فتنہ مرزائیت کا سدباب کریں۔ اسی طرح حضرت صوفی صاحب نے اپنے نامور خلیفہ، شاہ سراج الحق کو کرنال سے لا کر گورداس پور صرف اس لئے بٹھایا کہ آپ کی تبلیغ سے فتنہ مرزائیت کا استیصال ہو۔ یہ زمانہ اندازاً ۱۹۰۰ء کا ہے۔(۸)

گورداس پور سے مشرقی جانب حضرت خواجہ سراج الحق قدس سرہ نے ایک خالی جگہ کو دعوت وارشاد کا مرکز بنایا۔ ایک چھوٹی سی مسجد تعمیر کی۔ وہیں سے آپ نے خلقِ خدا کی ہدایت اور ردمرزائیت کا کام جاری فرمایا۔ آپ کے چہرۂ انور پر نور توحید جلوہ گر تھا۔ مغرب اور عشا کے درمیان اور صبح سحری سے نماز فجر تک نفی واثبات کا ذکر بآواز بلند فرماتے۔ اس ذکر کی روحانی کیفیت بیان سے باہر ہے۔

گزشتہ سطور میں یہ گذر چکا ہے کہ ابتدائے عمر ہی میں آپ میں ایسی مقناطیسی کشش تھی جو بہت سی لاعلاج

(۸) ہفت روزہ محبوب حق لائل پور۔ مجریہ ۳ جنوری ۱۹۶۴ء

بیماریوں کو سلب کر لیتی تھی۔صوفی محمد حسین مراد آبادی سے بیعت کے بعد اب تو نورِ ولایت نے سونے پر سہاگے کا کام دیا۔آپ کی مجلس میں حاضر ہونے والا یہیں کا ہو کر رہ جاتا۔اور بے دام غلامی پر فخر محسوس کرتا۔آپ سے ارادت کا حلقہ امیر وغریب تک یکساں وسیع ہوتا چلا گیا۔حسنِ عقیدہ، عمل صالح کی دولت سے ہر آنے والا مالا مال ہو جاتا۔

مرزا قادیانی نے جب سنسنی خیز پیش گوئیوں کے ذریعے عوام کو اپنی طرف متوجہ کرنا شروع کیا تو حضرت خواجہ نے علماء وصوفیہ کی جماعت لے کر قادیان کے گرد ایک تبلیغی حصار قائم کر دیا۔دیہات کے لوگ مرزا سے واقف تھے۔مرزا کی شکل وصورت میں ان کے لئے کوئی جاذبیت نہ تھی۔جب وہ حضرت خواجہ سراج الحق قدس سرہ کی صورت میں نور کے ایک پیکر کو اپنی نگاہوں کے سامنے دیکھتے تو ان کے لئے حق وباطل میں امتیاز کرنا مشکل نہ رہتا۔وہ حضرت خواجہ کی بیعت کر کے اپنے آپ کو بے دینی اور الحاد کے ہر وار سے محفوظ کر لیتے۔حضرت خواجہ سراج الحق قدس سرہ دس بارہ افراد کو خلعتِ خلافت سے سرفراز فرما کر تبلیغ کا کام سپرد کر دیا۔یہ علماء وصوفیہ اسی علاقہ سے تعلق رکھتے تھے۔(۹)

مشہور نعت گو شاعر حافظ مظہر الدین اپنے والد مولانا نواب الدین رمداسی علیہ الرحمۃ (مرید وخلیفہ حضرت خواجہ سراج الحق قدس سرہ) کی رد مرزائیت مساعی کے ذکر میں ایک واقعہ بیان کرتے ہیں۔

''جب مرزا ایک مقدمے میں ماخوذ ہو کر گورداسپور کی کچہری میں آیا تو والد صاحب بھاگم بھاگ کچہری پہنچ گئے۔اور مرزا کے گرد لوگوں کا حصار توڑ کر مرزا کا بازو پکڑ لیا۔بازو کو ایک شدید جھٹکا دے کر فرمانے لگے کہ او مردود! نبوت اگر جاری ہوتی اور اللہ تعالیٰ اس علاقے میں کوئی نبی بھیجتا تو بتا کہ مجھ جیسے وجیہ انسان کو بھیجتا یا تجھ جیسے بجو کو۔یہ سن کر حاضرین کیا انبوہ سے ایک قہقہہ بلند ہوا اور مرزا پر سکتے کا عالم طاری ہو گیا۔والد صاحب کی روانگی کے وقت ہی حضرت خواجہ سراج الحق صاحب کو معلوم ہو گیا تھا کہ مولوی صاحب (نواب الدین رمداسی) مرزا سے باتیں کرنے کے لئے گئے ہیں۔چنانچہ بہت جلد حضرت خواجہ سراج الحق قدس سرہ بھی پہنچ گئے اور والد صاحب کو اپنے ساتھ لے آئے۔'' (۱۰)

(۹) ماہنامہ ضیائے حرم لاہور (ختم نبوت نمبر) ذی قعدہ ۱۳۹۴ھ/دسمبر ۱۹۷۴ء

(۱۰) ماہنامہ ضیائے حرم، لاہور (ختم نبوت نمبر) دسمبر ۱۹۷۴ء۔ص ۸۱

حضرت خواجہ نے گورداسپور میں جب عرس کا افتتاح کیا تو خواجگان چشت کی عام روش سے ہٹ کر، بجائے ہجری تقویم کے عیسوی تقویم کے مطابق عرس کی تاریخ مقرر کی۔اس میں کیا حکمت تھی؟ حافظ مظہر الدین کی زبانی سنئے۔

''میرے عہد طفولیت میں ایک دفعہ ایک صاحب نے سوال کیا کہ حضرت! اپنے بزرگوں کے خلاف عرس کی تاریخ عیسوی کیوں مقرر کی گئی ہے؟

حضرت نے فرمایا کہ انہی تاریخوں میں قادیان کا جلسہ ہوتا ہے۔ہمارا مقصد یہ ہے کہ لوگ ادھر نہ جائیں۔'' (۱۱)

اسی پر حافظ مظہر الدین اپنے تاثرات یوں بیان کرتے ہیں۔

''بظاہر یہ ایک معمولی سی بات معلوم ہوتی ہے۔لیکن اس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ عوام کو مرزائیت سے باز رکھنے کی حضرت کو کس قدر فکر تھی۔عین ممکن ہے کہ یہ تدبیر بھی حضرت نے اپنے پیر ومرشد صوفی محمد حسین صاحب مراد آبادی کے ایما اور مشورہ سے اختیار کی ہو۔'' (۱۲)

یاد رہے کہ قادیان میں مرزائیوں کا جلسہ عیسائیوں کے استرضا اور ان کی اتباع میں دسمبر کے آخری عشرہ میں ہوتا تھا۔مرزائیوں کے جلسہ کی یہ روایت آج بھی ربوہ میں باقی رکھی گئی ہے۔عیسائیوں کے ایما اور تعاون سے پیدا ہونے والا فتنہ مرزائیت آج بھی اپنی اصل پر دلالت کرتا ہے۔

حضرت خواجہ سراج الحق قدس سرہ کا معمول تھا کہ نماز فجر کے بعد تلاوت اور وظائف میں مشغول ہو جاتے۔بعد ازاں طالبانِ حق کی تعلیم وتربیت کی طرف متوجہ ہو جاتے۔آپ کے پاس آنے والا بامراد لوٹتا۔

آپ کی حیاتِ طیبہ کا نصب العین ہی احیاءِ دین، اصلاحِ احوال اور باطل قوتوں کا انسداد تھا۔یہ مقصد ظاہری دینی تعلیم کے بغیر پورا نہیں ہوتا۔اس لئے آپ کو تعلیمی مشاغل سے دلچسپی تھی۔غریب طلباء کو اپنے خرچ پر مدارسِ دینیہ میں تعلیم حاصل کرنے کے لئے بھیجتے۔یہ علماء فارغ ہو کر آپ کے مشن میں ہمہ تن لگ جاتے۔ان حضرات میں چند نام یہ ہیں۔

(۱۱) ماہنامہ ضیائے حرم لاہور (ختم نبوت نمبر) دسمبر ۱۹۷۴ء ص ۸۴

(۱۲) ماہنامہ ضیائے حرم لاہور (ختم نبوت نمبر) دسمبر ۱۹۷۴ء ص ۸۴

☆ شیخ الحدیث مولانا محمد سردار احمد گورداسپوری

☆ مولانا حامد علی شاہ شکر گڑھی

☆ مولانا عبدالغنی

☆ مولانا نواب الدین ستکوہی

☆ مولانا عبدالعزیز

☆ مولانا نظام الدین، لائل پور

☆ صوفی فضل دین

☆ سید دولت علی دسوہیہ والے

☆ سید محمد شریف چوہدری والے (مدفون کھڑریانوالہ، فیصل آباد) قدست اسرارھم۔ (۱۳)

چھوٹے بچوں کی تعلیم وتربیت کے لئے آپ نے خانقاہ معلیٰ کے نزدیک ہی ایک پرائمری سکول جاری فرمایا۔ اس مدرسہ میں بچوں کی تعلیم کے ساتھ اخلاقیات کی تربیت نہایت احسن انداز میں کی جاتی۔

آپ کی مجلس میں علماء کو خاص عزت کا مقام حاصل ہوتا تھا۔ آپ ان سے علمی گفتگو فرماتے۔ اپنے متوسلین کو علماء کی عزّت وتکریم کی خاص ہدایت کی جاتی۔ معاصر علماء ومشائخ سے ملاقات کا منظر قابلِ دید ہوتا۔ نہایت انس واحترام سے ان سے ملاقات فرماتے۔ آپ سے ملاقات کرنے والوں میں

---

(۱۳) تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو۔

(ا) ہفت روزہ محبوب حق لائل پور۔ مجریہ ۳ جنوری ۱۹۶۴ء

(ب) مکتوب صوفی اللہ رکھا مقیم جامعہ قادریہ رضویہ فیصل آباد، محررہ ۷ فروری ۱۹۸۴ء

(ج) مکتوب مولانا نزیر احمد سرابی مقیم چک ۲۷۔ فیصل آباد

نوٹ: جناب شیخ بشیر احمد سابق صدر بلدیہ لائل پور اپنے ایک بیان مورخہ ۱۸ جمادی الاولی ۱۴۰۶ھ میں فرماتے ہیں کہ حضرت خواجہ سراج الحق قدس سرہ ۱۹۲۸ء سے قبل لائل پور تشریف لائے۔ فقیر قادری عفی عنہ

☆ مولانا نور احمد امرتسری

☆ مولانا عبداللہ تلونڈی

☆ پیر سید جماعت علی محدث علی پوری

☆ پیر سید جماعت علی ثانی لاثانی علی پوری۔ رحمہم اللہ تعالیٰ کے اسماء قابل ذکر ہیں۔ (۱۳)

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ نے حضرت خواجہ سراج الحق علیہ الرحمۃ سے اس وقت بیعت کی جب آپ سکول کی تعلیم حاصل کررہے تھے۔ (۱۴)

حضرت شیخ الحدیث کے خاندان کے کئی افراد اور آپ کے برادرِ حقیقی جناب حیات محمد المعروف سائیں صاحب اس سے قبل حضرت خواجہ کے سلسلہ میں داخل ہوچکے تھے۔ صوفی اللہ رکھا، جو حضرت شیخ الحدیث کے ہم وطن ہیں، انہوں نے آپ کے ساتھ تقسیم برصغیر سے پہلے اور بعد کافی عرصہ زندگی بسر کی ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت شاہ خواجہ سراج الحق قدس سرہ نے حضرت شیخ الحدیث اور مجھے ایک ہی وقت بیعت فرمایا۔ یہاں تک کہ ہم دونوں کے ہاتھ اکٹھے کرکے دست اقدس میں لے کر داخل سلسلہ فرمایا۔ (۱۴۔ا)

شیخ الحدیث قدس سرہ کو اپنے شیخ طریقت شاہ سراج الحق علیہ الرحمۃ سے انتہائی گہری عقیدت تھی۔ اجمیر مقدس میں تعلیم کے دوران دارالعلوم معینیہ میں سالانہ تعطیلات ہوتیں تو آپ حضرت خواجہ کے حضور کرنال (بھارت) حاضر ہوتے اور رمضان المبارک کا کچھ حصہ آپ وہیں بسر فرماتے۔ (۱۵)

حضرت خواجہ بھی اپنے مرید صادق حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ پر بڑی شفقت فرماتے۔ شیخ الحدیث علیہ

---

(۱۳) ہفت روزہ محبوب حق، لائل پور۔ مجریہ ۳ ج جنوری ۱۹۶۴ء

(۱۴) چوہدری احمد دین دیال گڑھی حال مقیم چک نمبر ۲۰۹ آر۔بی۔ فیصل آباد اپنے ایک مکتوب بنام فقیر قادری عفی عنہ محررہ ۱۰ جنوری ۱۹۸۶ء لکھتے ہیں کہ آپ نے ۱۹۱۵ء میں حضرت حضرت خواجہ سراج الحق قدس سرہ سے بیعت کی۔

(۱۴۔ا) صوفی اللہ رکھا نے یہ روایت مجھ سے ۲۴ صفر ۱۴۰۴ھ ایک ملاقات کے دوران بیان کی۔

(۱۵) مکتوب صوفی اللہ رکھا مقیم جامعہ قادریہ رضویہ، فیصل آباد۔ بنام فقیر قادری محررہ ۹ جنوری ۱۹۸۴ء

الرحمۃ کی تعلیم مکمل ہونے میں ابھی ایک سال باقی تھا کہ حضرت خواجہ پیرومرشد نے آپ کا نکاح خود پڑھایا۔ حسنِ اتفاق سے آپ کے سسرال بھی حضرت خواجہ کے عقیدت مندوں میں سے تھے۔ مرید باصفا (شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ) نے عرض کیا چونکہ میں ابھی زیرِ تعلیم ہوں اس صورت حال میں ایک سال تک اپنے اہلِ خانہ کے نان ونفقہ ادا نہیں کرسکتا، چنانچہ آپ کی یہ شرط سسرال والوں نے قبول فرمالی۔ (۱۶)

حضرت خواجہ کا بیشتر حصہ (متحدہ) پنجاب میں بغرض دعوت وارشاد گذرتا۔

شوال ۱۳۵۰ھ/مارچ ۱۹۳۲ء میں آپ بغرض تبلیغ دسویہ ضلع ہوشیار پور تشریف لے گئے کہ آپ بیمار ہوگئے۔ (۱۷) علالت کی وجہ سے مزید سفر ترک کر کے واپس کرنال تشریف لے آئے۔ اور ایک قاصد کو اجمیر شریف روانہ فرمایا کہ وہ مرید باوفا حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ (جو وہاں زیر تعلیم تھے) کو لے آئے۔ آپ فوراً کرنال حضرت خواجہ کے حضور حاضر ہوئے۔ چند روز کرنال ہی میں شیخ کامل کے فیوضات سے بہرہ ور ہوئے۔ چونکہ شیخ کامل سفر آخرت کی تیاری فرما رہے تھے، اس لئے سلسلہ عالیہ چشتیہ کی امانت اپنے مرید خاص شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کو ودیعت فرمائی اور خلافت واجازت سے نوازا۔ (۱۸)

حضرت شاہ سراج الحق قدس سرہ چند روز بیمار رہ کر ۸ شوال المکرم ۱۳۵۰ھ/۸ مارچ ۱۹۳۲ء کو واصل باللہ ہوئے۔ رحمۃ اللہ علیہ رحمۃً واسعۃً

وصال کے بعد متوسلین کے درمیان مشورہ ہوا کہ پیرومرشد کا مزار پُرانوار کہاں بنایا جائے۔ طے پایا کہ گورداس پور مزار بنے۔ چنانچہ جنازہ مبارکہ گورداس پور لایا گیا۔ تمام مریدین وخلفاء کی موجودگی میں شیخ کی وصیت کے مطابق آپ کا جنازہ حضرت شیخ الحدیث نے پڑھایا۔

---

(۱۶) بروایت صوفی اللہ رکھا، فیصل آباد۔ ۲۴ صفر ۱۴۰۴ھ

(۱۷) ہفت روزہ محبوب حق لائل پور۔ مجریہ ۳ جنوری ۱۹۶۴ء میں ماہنامہ السراج لائل پور کے حوالے سے ہوشیار پور کے بجائے کپورتھلہ کا ذکر کیا ہے۔ ممکن ہے اس سفر میں دونوں جگہ تشریف لے گئے ہوں۔

(۱۸) مکتوب صوفی اللہ رکھا۔ بنام فقیر قادری محررہ ۹ جنوری ۱۹۸۴ء

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ یہ بات اکثر بطور تحدیث نعمت بیان فرمایا کرتے تھے۔

''میں نے دو ولیوں کا جنازہ پڑھایا ہے۔ حضرت خواجہ شاہ سراج الحق قدس سرہ اور حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا قدس سرہ'' (۱۹)

---

(۱۹) مکتوب صوفی اللہ رکھا بنام فقیر قادری۔ محررہ ۹ جنوری ۱۹۸۴ء

حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا بریلوی قدس سرہ

امام احمد رضا کے بڑے صاحبزادے مولانا حامد رضا بریلوی ربیع الاول ۱۲۹۲ھ/۱۸۷۵ء میں بریلی میں پیدا ہوئے۔ آپ کا نام محمد ہے، جو تاریخی نام ہے، عرف حامد رضا اور حجۃ الاسلام اور امام الاولیاء القاب ہیں۔ والد ماجد امام احمد رضا سے درسیات کی تکمیل کی۔ علوم نافعہ، اصول، منقول ومعقول سے فیض یاب ہوئے۔ یہاں تک کہ اکابر علماء نے آپ کی استعداد اور لیاقت کا اعتراف کیا ہے۔ انیس برس کی عمر میں فارغ التحصیل ہوئے۔ عربی زبان وادب پر بڑا عبور حاصل تھا۔ برس ہا برس دار العلوم منظر اسلام بریلی میں درس حدیث وتفسیر دیا۔ منظر اسلام کے مہتمم ہوئے۔ آپ کا درس بیضاوی شرح عقائد نسفی، شرح چغمینی بہت مشہور تھا۔ تقریر ایسی فرماتے جو آسانی سے طلباء کے ذہن نشین ہو جاتی۔ فقہی مسائل حل کرنے اور فتاویٰ لکھنے میں بھی بہت ملکہ حاصل تھا۔ بلکہ بعض علماء کو فقہ کی مشہور ومعتبر اور متداول کتاب درمختار کا بھی درس دیا کرتے تھے۔

حضرت مخدوم شاہ سید ابو الحسین احمد نوری مارہروی قدس سرہ سے بیعت وخلافت تھی۔ والد گرامی نے جمیع سلاسل کی خلافت واجازت دی۔ علم وفضل میں اپنے والد ماجد کے آئینہ تھے۔ اسی حقیقت کو امام احمد رضا نے یوں بیان فرمایا ہے۔

اَنَا مِنْ حَامِدٍ حَامِدٌ رِضَا مِنِّی کے جلووں سے
بِحَمْدِ اللہِ رِضَا حَامِدْ ہیں اور حامد رضا تم ہو۔

حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا کی سند برکۃ المصطفیٰ فی الہند شیخ محقق محدث دہلوی قدس سرہ تک بطریق ذیل ہے۔

"امام حجۃ الاسلام رضی اللہ عنہ عن السید السند المولی الکریم مولانا الشاہ ابی الحسین احمد النوری عن جدہ الکریم المولی الکریم مولانا السید ال الرسول المارہروی عن عمہ العارف الکامل مولانا الشاہ السید ال احمد المارہروی عن

استاذہ الکریم مولانا السید التقی النقی الشاہ حمزہ ابن السید السند الشاہ ال محمد المارہروی عن البارع الکامل السید طفیل محمد عن الاستاذ الکامل البارع الاورع السید فخر الدین البلجرامی عن استاذہ الشیخ الافخم عدیم العدیل فی عصرہ مولانا الشیخ نور الحق عن ابیہ الکامل المحقق المحدث مولانا الشیخ عبد الحق الدھلوی قدس اللہ اسرارھم"(۱)

منظر اسلام بریلی کا اجراء ۱۳۲۲ھ/۱۹۰۴ء میں ہوا، اس کی تقریب یوں ہوئی کہ مولوی غلام یٰسین خام سرائی دیوبندی نے اہل سنت کے روپ میں امام احمد رضا کی حمایت وتائید میں بریلی میں مصباح التہذیب کے نام سے مدرسہ قائم کیا، اس مدرسہ میں مولانا محمد ظفر الدین بہاری بطور طالب علم داخل ہوگئے۔ اور امام احمد رضا کی خدمت میں بھی حاضر ہوتے رہتے۔ انہی کے ذریعے یہ بات ظاہر ہوئی کہ مولوی غلام یٰسین در پردہ دیوبندی ہے۔ مولانا ظفر الدین نے امام احمد رضا کے برادر خورد مولانا حسن رضا اور خلف اکبر مولانا حجۃ الاسلام کو ہم خیال کر کے حضرت مولانا حکیم سید محمد امیر اللہ بریلوی کو ان کی سیادت کے پیش نظر منتخب کیا کہ امام احمد رضا سید ہونے کی وجہ سے ان کی بات نہ ٹالیں گے۔ حضرت حکیم موصوف نے سب کی طرف سے امام احمد رضا سے مدرسہ قائم کرنے کی درخواست پیش کی۔ امام احمد رضا نے اپنی تصنیفی مصروفیات کی وجہ سے معذرت کر دی۔ تب حکیم موصوف نے کہا کہ قیامت کے دن اگر پوچھا گیا کہ بریلی میں دیوبندیت کو کس نے فروغ دیا تو میں آپ کا نام لوں گا......

امام احمد رضا نے دریافت فرمایا وہ کیوں کر؟ حکیم موصوف نے کہا کہ آپ مدرسہ قائم نہیں کرتے اس لئے......
امام احمد رضا نے فرمایا۔ میں اپنی تصنیفی مصروفیات کی بنا پر چندہ کی فراہمی اور انتظامی امور کی دیکھ بھال نہیں کر سکتا۔ حکیم موصوف نے فوراً عرض کیا۔ ہم لوگ مدرسہ قائم کرتے ہیں، آپ تائید فرما دیں...... چنانچہ رحیم یار خاں کے مکان پر مولانا ظفر الدین اور مولانا عبد الرشید عظیم آبادی دو طلبہ سے مدرسہ کا افتتاح ہوا۔ امام احمد رضا نے بخاری شریف کا درس دیا۔ منظر

(۱) ہفت روزہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ، مجریہ ۱۸ جمادی الاولی ۱۳۷۹ھ۔ ص ۵، ۶۔ مضمون مفتی محمد اعجاز ولی رضوی بریلوی

اسلام مدرسہ کا تاریخی نام (۱۹۲۲ھ) مولانا حسن رضا نے تجویز فرمایا اور مولانا حسن رضا پہلے مہتمم مقرر ہوئے۔(۲)

بعدازاں امام احمد رضا مہتمم ہوئے۔عالم اسلام کا یہ بے مثال عالم نہ صرف تدریس کے فرائض سرانجام دیتا بلکہ یہاں کے طلبہ کو، جو پاک وہند کے گوشے گوشے اور بیرونی ممالک سے آتے تھے۔اپنی جیب خاص سے نوازتا ان کے لئے خاص اہتمام فرماتا۔عید کی تقاریب پر طلبہ کے لئے نئے نئے کھانے پکواتا، جوان کے مرغوب اور دل پسند ہوتے۔انہیں کھلا کر مسرت محسوس کرتا تھا۔

منظر اسلام کی آمد وخرچ کی ایک ایک پائی کا حساب رکھا جاتا۔کثرت کار کی وجہ سے امام احمد رضا کے لئے مدرسہ کا اہتمام جب مشکل ہوگیا۔تو اپنے خلف اکبر مولانا حامد رضا کو مدرسہ کا مہتمم بنادیا۔(۳)

حجۃ الاسلام قدس سرہ کو علم وفضل اور ادب وتفقہ میں وہ ملکہ تام حاصل تھا کہ بڑے بڑے علماء دیکھ کر عش عش کر اٹھتے تھے۔فی البدیہہ عربی میں قصائد ونظم کی تدوین معمولی بات تھی۔آپ کے عربی ادب پر مہارت کے چند واقعات مولانا مفتی محمد اعجاز ولی بریلوی شیخ الجامعہ جامعہ داتا گنج بخش لاہور نے لکھے ہیں۔مولانا موصوف لکھتے ہیں۔

''مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ۱۳۴۲ھ/۱۹۲۴ء میں حجاز مقدس کے وزیر دفاع حضرت سید حسین دباغ رحمۃ اللہ علیہ ان مظالم کا ذکر کر رہے تھے۔جو اہل حرمین ومقابر مطہرہ پر کئے جارہے تھے اور حضرت امام حجۃ الاسلام قدس سرہ ان کے ساتھ برجستگی کے ساتھ عربی میں گفتگو فرمارہے تھے۔چنانچہ خود حضرت سید حسین دباغ نے فرمایا کہ ''میں نے اکناف واطراف ہند میں دورہ کیا۔مگر ایسی تیز اور نفیس وسلیس عربی بولنے والا دوسرا کوئی نظر نہ آیا۔''

اسی طرح ایک مرتبہ ترکی سے سید محمد مالکی تشریف لائے۔گفتگوئیں ہوئیں۔بڑی مسرت کا اظہار فرمایا اور یہی فرمایا کہ طول وعرض ہند میں ان جیسا کوئی عربی بولنے والا نہ ملا۔''(۴)

(۲) تذکرہ علماء اہل سنت، مرتبہ مولانا محمود احمد قادری کانپوری، مطبوعہ خانقاہ قادریہ اشرفیہ اسلام آباد (بہار)۔ص ۱۱۰، ۱۱۱

(۳) ا حیات مولانا احمد رضا خاں بریلوی، مؤلفہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد۔ص ۲۱۲

ب اجالا۔مؤلفہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد، ص ۲۷، ۳۱

(۴) ہفت روزہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ ۱۸ جمادی الاولی ۱۳۷۹ھ/۲۰ نومبر ۱۹۵۹ء۔ص ۵

مولانا سید ریاض الحسن نیر خطیب حیدرآباد (برادر حضرت سید محمد مرغوب اختر الحامدی) اپنے ایک مضمون میں آپ کے علم وفضل اور عربی زبان وبیان پر دسترس کے بارے میں لکھتے ہیں۔

''حضور کا علمی فضل وکمال مہر منیر کی طرح درخشاں وتاباں ہے۔مدینہ طیبہ میں شیخ عبدالقادر طرابلسی سے مباحثہ اور شیعی مجتہد سے گفتگو دو عظیم گواہ موجود ہیں۔مجھ سے مولانا محمد اسلام صاحب سنبھلی زید مجدہم نے بیان فرمایا کہ حضرت صدر الافاضل استاذ العلماء مولانا نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ حضور جب اجمیر اقدس تشریف لے گئے۔تو جناب مولانا معین الدین صاحب اجمیری نے زبان عربی میں حضرت سے کچھ سوالات کئے جن کا حضور نے برجستہ عربی اشعار میں جواب دیا اور اس کے بعد حضرت صدر الافاضل جیسی شخصیت نے اعتراف فرمایا کہ عربی زبان کا ماہر میں نے حضرت جیسا کسی کو نہ دیکھا۔''(۵)

حجۃ الاسلام عربی زبان پر ایسی دسترس رکھتے تھے کہ اپنے والد ماجد امام احمد رضا کی تصانیف جلیلہ الدولة المكية بالمادة الغيبية (۱۳۲۳ھ) اور كفل الفقيه الفاهم (۱۳۲۳ھ) کی عربی زبان میں تمہیدات قلم برداشتہ لکھیں اور امام احمد رضا نے حرمین طیبین اور عالم اسلام کے جلیل القدر علماء کو جو علمی سندات دیں ان کو ترتیب دیا۔ان پر مقدمہ لکھا۔اس سلسلہ میں دو شواہد پیش خدمت ہیں۔

مولانا سید ریاض الحسن نیر خطیب حیدرآباد لکھتے ہیں۔

''اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے رسائل مبارکہ الدولة المكية اور كفل الفقيه الفاهم کی تمہیدات بزبان عربی حضور نے قلم برداشتہ تحریر فرمائیں۔جو خود اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بہت پسند آئیں، ستائش فرمائی اور داخل رسائل فرمانے کا اذن دیا۔''(۶)

(۵) ہفت روزہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ۔۱۶ جمادی الاولی ۱۳۷۸ھ۔ص ۴

نوٹ: شیخ عبدالقادر طرابلسی سے عربی میں گفتگو مدینہ طیبہ میں ہوئی جب کہ آپ اپنے والد ماجد کے ہمراہ ۱۳۲۳ھ کو حج کے لئے حرمین طیبین میں حاضر ہوئے۔تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: الملفوظ، حصہ دوم، مطبوعہ کراچی۔ص ۳۷

(۶) ہفت روزہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ۔۱۶ جمادی الاولی ۱۳۶۸ھ۔ص ۴

مولانا محمد عبدالحکیم اختر شاہ جہاں پوری لکھتے ہیں۔

''مذکورہ بعض سندوں اور اجازتوں، نیز علمائے حرمین کے چند مکتوبات کی نقول کو اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے خلفِ اکبر یعنی حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۳۶۲ھ/ ۱۹۴۲ء) نے الاجازات المتینہ لعلماء بکۃ والمدینہ کے تاریخی نام سے جمع کیا۔(۷)

تدریس اور تحریر کی طرح حجۃ الاسلام کی تقریر بھی ایسی مدلل اور مؤثر ہوتی کہ حاضرین پر رقت طاری ہو جاتی۔ مجمع پر عجیب کیفیت طاری ہو جاتی۔ کئی بدمذہب تائب ہو جاتے۔ اور غیر مسلم دولتِ اسلام سے مالا مال ہو جاتے۔ عید الاسلام مولانا عبدالسلام قادری، مولانا عبدالباقی برہان الحق اور دیگر اہلِ جبل پور (بھارت) کے پُر زور اصرار پر امام احمد رضا، جبلپور جلوہ فرما ہوئے۔ حجۃ الاسلام ہمراہ تھے۔ وہاں کے احباب نے اس موقع پر ایک عظیم الشان جلسہ کا اہتمام کیا۔ اس جلسہ میں پہلی مدلل اور جامع تقریر حضرت حجۃ الاسلام کی ہوئی۔ مجمع پر بہت اثر ہوا۔ دورانِ تقریر امام احمد رضا جلسہ گاہ میں تشریف فرما ہوئے۔ اور اپنے خلف اکبر کی تقریر سنی۔ مُسرت کا اظہار فرمایا۔ داد دی اور کلماتِ تحسین فرمائے۔(۸)

یہ امر ملحوظِ خاطر رہے کہ امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ کے حضور تقریر کرنا ہر عالم کے بس کی بات نہیں۔ ان کے ہاں تو ایک ایک لفظ پر شرعی گرفت کا خوف رہتا تھا۔

حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ نے فرق باطلہ سے متعدد مناظرے کئے۔ جن میں بفضلہٖ تعالیٰ آپ نے ہمیشہ فتح پائی۔ لاہور کا فیصلہ کن مناظرہ آپ کا تاریخی مناظرہ تھا۔ شوال المکرّم ۱۳۵۲ھ/ ۱۹۳۴ء کو انجمن حزب الاحناف لاہور کی طرف سے مسجد وزیر خاں میں یہ فیصلہ کن مناظرہ ہونا قرار پایا۔ علماء دیوبند کی طرف سے مولوی اشرف علی تھانوی مناظر مقرر ہوئے اور اہل سنت کی طرف سے حجۃ الاسلام مناظر مقرر ہوئے۔ قرار پایا کہ حفظ الایمان، براہین قاطعہ اور تحذیر الناس کی متنازعہ فیہ عبارات پر فیصلہ کن گفتگو کی جائے۔

---

(۷) رسائل رضویہ، جلد دوم (تقدیم)، مطبوعہ مکتبہ حامدیہ، لاہور (۱۳۹۶ھ)۔ ص ۵۴

نوٹ: مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ہفت روزہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ، ۱۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۹ھ۔ ۲۰ نومبر ۱۹۵۹ء۔ ص ۳

(۸) ہفت روزہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ، ۱۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۹ھ/ ۲۰ نومبر ۱۹۵۹ء۔ ص ۳

حجۃ الاسلام نے جو مکتوب مولوی اشرفعلی تھانوی کو مناظرہ کی اطلاع کا لکھا وہ یہ ہے۔

''بخدمت وسیع المناقب جناب مولوی اشرفعلی صاحب تھانوی ہداکم المولیٰ تعالیٰ

اَلسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی.

انجمن حزب الاحناف لاہور کے جلسہ کے موقع پر وہابیہ نے مناظرہ کی آمادگی کے اعلان شائع کئے اور وقت پر مناظرہ ملتوی کرایا اور مولوی ابوالوفا شاہجہانپوری و مولوی منظور سنبھلی وغیرہ کے اتفاق سے میرا آپ کا مناظرہ طے اور قرار دیا کہ فریقین میں سے جو نہ آئے یا اپنا وکیل مجاز نہ بھیجے اوس کی جماعت اوس سے قطع تعلق کرے گی اور اس کو برسر غلطی و خطا تسلیم کرے گی۔ میں بفضل اللہ تعالیٰ اس مناظرہ کو قبول کرتا ہوں۔ تاریخ مناظرہ یعنی چہار شنبہ ۱۵ شوال ۱۳۵۲ھ/ ۳۱ جنوری ۱۹۳۴ء کو باذنہٖ تعالیٰ خود لاہور میں موجود ہوں گا اور اگر وکیل کو اجازت دینا مناسب خیال کروں گا تو کسی شخص کو مجمع کے روبرو اپنی زبان سے وکیل بنادوں گا اور اپنا مجاز و ماذون کردوں گا۔ اس موقع پر آپ ضرور پہنچیں۔ ان شاء المولیٰ تعالیٰ ہندوستان کی خانہ جنگیوں کا خاتمہ ہو جائے گا۔ گفتگو نہایت متانت سے کی جائے گی۔ اگر آپ کو خود مناظرہ کرنے میں کوئی عذر صحیح ہو اور شرعاً اس مناظرہ کفر و اسلام میں توکیل کی وجہ صحت رکھتے ہوں تب بھی آپ تاریخ مذکورہ پر لاہور ضرور پہنچیں اور مجمع کے روبرو اپنی زبان سے اپنے کسی معتمد کو وکیل بنادیں اور اس کو ماذون و مجاز اور اس کو اپنا قائمقام تسلیم کرلیں۔ یا ہم سے ہمارے معتمد اشخاص طلب کر کے اون کے سامنے وکالت نامہ پر دستخط کریں اور وکیل کو ماذون مطلق بنادیں۔ ہمارے نزدیک اس کے سوا توکیل کی کوئی اور اطمینان بخش صورت نہیں۔ اگر آپ کے نزدیک مناظرہ کے لئے ثالث کی ضرورت ہو تو جن کو آپ اس کا اہل سمجھیں ان کے نام شائع کردیں اگر مجھے اون میں سے کسی پر اعتماد ہوا تو میں بھی اوس کے متعلق رائے دے دوں گا اور فریقین کا ایک ہی ثالث ہو جائے گا۔ ورنہ اپنی طرف سے ثالث نامزد کردوں گا۔ اس طرح ثالثوں کی ایک جماعت باہم مل کر فیصلہ کرلے گی۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی. فقیر حامد رضا قادری غفرلہ

خادم سجادہ و گدائے آستانہ رضویہ بریلی (۸)

۶ رشوال المکرّم ۱۳۵۲ھ/ ۲۲ رجنوری ۱۹۳۴ء۔ یوم الاثنین بصیغہ رجسٹری

---

(۸) اصل مکتوب کتب خانہ حضرت شیخ الحدیث میں موجود ہے۔ فقیر قادری عفی عنہ

وقت مقررہ پر حضرت حجۃ الاسلام کے علاوہ کثیر تعداد میں علماء اہل سنت مسجد وزیر خاں پہنچ گئے۔

چند علماء کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں۔

☆ شیخ طریقت مولانا سید علی حسین کچھوچھوی

☆ صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی

☆ پیر سید صدر الدین سجادہ نشین موسیٰ پاک ملتان

☆ فقیہ اعظم مولانا ابو یوسف محمد شریف کوٹلی لوہاراں

☆ مولانا محمد شاہ سیالکوٹی وغیرہ

مگر مولوی اشرفعلی دیوبندی نہ خود آئے اور نہ ہی اپنا وکیل بھیجا۔ کاش دیوبندی مناظر میدان مناظرہ میں آجاتے اور اختلاف ونزاع کے رفع وخاتمہ کی کوئی صورت ہو جاتی۔ بہر حال حضرت حجۃ الاسلام کے مقابل اسے آنے کی جرأت نہ ہوسکی۔(۹)

اہل سنت کی اس عظیم الشان فتح پر مرکزی انجمن حزب الاحناف کی طرف سے حضرت حجۃ الاسلام کے اعزاز و اکرام میں ایک بہت بڑا جلسہ منعقد ہوا۔ جس میں آپ کی خدمت میں نذرانہ عقیدت اور ہدیہ تہنیت پیش کیا گیا۔ شعراء نے نظمیں اور قصیدے پڑھے۔ فضا حجۃ الاسلام زندہ باد کے فلک شگاف نعروں سے گونج اٹھی۔ ایسا نورانی اور پرشکوہ منظر اہل لاہور نے شاید ہی کبھی دیکھا ہوگا۔(۱۰)

حضرت حجۃ الاسلام علم وفضل اور حسن سیرت کے ساتھ ساتھ حسن صورت کی دولت سے بھی سرفراز تھے۔ نہایت ہی حسین وجمیل اور وجیہہ شخصیت کے مالک تھے۔ آپ کی وجاہت، چہرہ کی رونق، نورانیت اور خداداد حسن و جمال بھی ایسا تھا کہ جس سے اہل سنت کی خود بخود تبلیغ ہو جاتی۔ آپ کے نورانی چہرہ کو دیکھ کر ہی لوگ خودرفتہ ہو کر پروانہ وار جمع ہو

(۹) ہفت روزہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ۔ ۱۸؍ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۹ھ ص ۳ (۱۰) ایضاً

جاتے اور آپ کے سلسلہ میں داخل ہو جاتے۔

ایک مرتبہ کرت پور ضلع بجنور کے احباب نے ایک بہت بڑا جلسہ منعقد کیا۔ جس میں صرف حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ کو دعوت دی آپ کرت پور پہنچے تو وہاں کے احباب نے شاندار استقبال کیا اور آپ کے دیدار سے لطف اندوز ہوئے۔ اس مجمع میں ایک شخص آپ کی زیارت سے ایسا خودرفتہ ہوا کہ پروانہ وار کبھی ادھر جاتا، کبھی ادھر اور لوگوں سے آپ کے حسن و جمال کی تعریف کرتا اور خوش ہوتا۔ اسی محویت کے عالم میں وہ بازار گیا اور کانگرسی ملاؤں کے معتقدین سے کہنے لگا کہ

’’آج بریلی شریف سے اہل سنت و جماعت کے ایک ایسے جلیل القدر عالم تشریف لائے ہیں کہ جن کے چہرہ پر نور برستا ہے۔ اگر تم میں بھی کوئی ایسا ہو تو دکھاؤ۔ تمہارے بہت سے بڑے بڑے علماء آئے۔ مگر ان میں سے ایک بھی ایسا نظر نہیں آیا۔‘‘(۱۱)

مولانا مفتی محمد اعجاز ولی بریلوی اپنے ایک مضمون میں آپ کے حسن و جمال کے کمال کو یوں بیان کرتے ہیں۔

’’آپ کے اخلاق وخصائل اور صورت وسیرت ایسی پاکیزہ تھی کہ کتنے ہی غیر مسلم محض جمال جہاں آرا کو دیکھ کر مشرف باسلام ہوگئے۔‘‘(۱۲)

حضرت حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ وسیع اخلاق کے مالک، متواضع اور منکسر المزاج تھے۔ سب کے ساتھ نہایت شفقت، ورافت سے پیش آتے۔ علم دین حاصل کرنے والے طلباء، اہل حاجت اور فقراء پر خصوصی شفقت فرماتے۔ اپنے خدام اور عقیدت کیشوں کو خوب نوازتے۔ علماء کرام بالخصوص صدر الشریعہ اور صدر الافاضل کا بہت احترام فرماتے۔ دین کی خدمت کا کوئی کام دیکھ کر اور اہل سنت کی کوئی انجمن، جماعت، یا جمعیت قائم ہونے کا سن کر بہت خوش ہوتے۔ اگر کوئی بیماری، مشکل یا مصیبت پیش آجاتی تو اسے نہایت صبر وتحمل سے برداشت کرتے۔ دیکھنے والے لوگ اور علاج کرنے والے معالج آپ کے صبر وتحمل اور سکون واطمینان کو دیکھ کر حیران رہ جاتے۔ جب شب برأت آتی تو ظہر

(۱۱) ہفت روزہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ۔ ۱۸؍ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۹ھ۔ ص ۴ (۱۲) ایضاً ص ۶

سے لے کر شام تک سب سے معافی مانگتے۔ حتی کہ اپنے سے چھوٹوں کو بھی کہتے کہ اگر میری طرف سے کوئی بات ہوگئی ہو تو مجھے معاف کردو۔ آپ کے اخلاق سے بڑے بڑے علماء و مشائخ بھی متاثر ہوئے۔ امیر ملت سید جماعت علی، علی پوری کو بھی آپ کے ساتھ بہت محبت تھی۔ چنانچہ ایک مرتبہ آپ کو وہ اپنے ساتھ علی پور سیداں بھی لے گئے تھے۔ (۱۳)

استقامت علی الشریعت اور للّٰہیت جیسی خوبیاں آپ کی ذات میں بدرجہ اتم موجود تھیں۔ ان کا اظہار اکثر موقعوں پر ہوتا رہتا تھا۔ آپ حالات کے ساتھ خود نہ بدلتے تھے، بلکہ حالات کو بدل دیتے تھے۔ دنیوی وجاہت سے مرعوب ہونا آپ کے لئے اجنبی تھا۔ اس سلسلہ کا ایک واقعہ یوں ہے جب نجدیوں نے مدینہ طیبہ پر بم باری کی تھی اور مقابر و ماثر کے انہدام کا سلسلہ شروع کیا تھا۔ اس وقت لکھنو میں ''خدام الحرمین'' نام سے ایک انجمن قائم ہوئی تھی۔ جس کے سربراہ مولانا عبدالباری فرنگی محلی (م ۱۳۴۴ھ/۱۹۲۵ء) علیہ الرحمۃ تھے۔ اس وقت مسلمانوں میں بہت زیادہ ہیجان واضطراب تھا۔ حرمین شریفین کی حفاظت وصیانت کے لئے ایک بڑا اجتماع لکھنؤ میں بلایا گیا۔ اس میں بریلی سے جماعت رضائے مصطفیٰ کا علماء پر مشتمل بہت بڑا وفد زیر قیادت حجۃ الاسلام لکھنؤ پہنچا۔ وفد کے چند حضرات یہ تھے۔

حضرت حجۃ الاسلام، حضرت مفتی اعظم محمد مصطفیٰ رضا، حضرت مولانا سید محمد میاں مارہروی،
حضرت مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی اور حضرت مولانا حشمت علی خاں لکھنوی و دیگر علماء
اراکین جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی۔

مولانا عبدالباری نے لکھنؤ اپنے مالدار و روساء مریدین و معتقدین کے ہمراہ حضرت حجۃ الاسلام کے شاندار استقبال کا اہتمام کیا۔ جب حجۃ الاسلام ٹرین سے اتر رہے تھے تو مولانا عبدالباری نے مصافحہ کی کوشش کی مگر آپ نے ہاتھ روک لیا اور مصافحہ نہ کیا بلکہ فرمایا۔

''مصافحہ ہوگا، مگر پہلے وہ مسئلہ شرعی طریقہ سے طے ہو جانا چاہئے۔ جس کی وجہ سے آپ کی اور ہماری علیحدگی ہوئی ہے۔ مسئلہ طے ہونے تک آپ کے ہاں قیام نہ کروں گا۔ میرے ایک دوست یہاں پر ہیں ان کے ہاں میرا قیام ہوگا۔''

(۱۳) ایضاً۔ ص ۸

یہ واقعہ ایک عظیم استقبال کے موقعہ پر ہوا۔ مولانا عبدالباری فرنگی محلی ناکام واپس آگئے۔ ان کے لئے یہ صورت حال انتہائی ناگوار تھی۔ اس واقعہ کا پس منظر یہ تھا کہ تحریک خلافت اور تحریک ترک موالات کے دور میں مولانا عبدالباری ہندو لیڈر گاندھی سے بہت متاثر ہوئے۔ اسی دور میں ان سے کچھ ایسے کلمات وحرکات صادر ہوئے جو ایک مسلمان کی شان کے خلاف تھے۔ امام احمد رضا نے انہیں توجہ دلائی کہ آپ ان کلمات سے توبہ کریں۔ دونوں حضرات کے درمیان مراسلت جاری رہی۔ (۱۴)

مگر معاملہ طے نہ ہوسکا۔ اس بنا پر علماء اہل سنت ان سے خوش نہ تھے۔ مولانا عبدالباری کی ناگواری دیکھ کر حضرت صدرالافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین اور مولانا عبدالقدیر صاحب بدایونی ان کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا کہ مولانا! آپ کو ناگوار نہ ہو۔ اس میں ناراضی کی کوئی بات نہیں۔ چونکہ امام احمد رضا کا شرعی فتویٰ آپ کے خلاف موجود ہے۔ آپ نے ان کے انتباہ کے باوجود اپنی غیر شرعی حرکات سے رجوع نہیں کیا۔ اس لئے حضرت حجۃ الاسلام نے اس شرعی ذمہ داری کی بنا پر محض دین کی خاطر ایسا کیا ہے۔ اگر انہیں دنیا رکھنی منظور ہوتی تو لکھنؤ میں آپ کی وجاہت اور آپ کے ساتھیوں کی کثرت دیکھ کر ضرور آپ سے مصافحہ فرمالیتے۔ مگر انہوں نے اس کی قطعاً پرواہ نہ کی، بلکہ شرعی فتویٰ کا احترام کیا اور حکم شرعی پر علانیہ عمل کر کے دکھایا ہے۔ حضرت صدرالافاضل کی اس تقریر پُرتاثیر کا مولانا عبدالباری پر گہرا اثر ہوا۔ انہوں نے اس سے متاثر ہوکر نہایت اخلاص کے ساتھ توبہ نامہ تحریر فرمادیا۔

جب یہ توبہ نامہ حضرت حجۃ الاسلام، حضرت مفتی اعظم اور ان کے رفقاء کے پاس پہنچا تو ان کی خوشی کی انتہا نہ رہی۔ سب کی آنکھوں میں مسرت کے آنسو چھلکنے لگے۔ ادھر مولانا عبدالباری نے فوراً کاروں کا اہتمام فرمایا اور حجۃ الاسلام، مفتی اعظم اور ان کے رفقاء کو نہایت محبت واحترام کے ساتھ اپنے دارالعلوم میں لائے۔ اس موقعہ پر جب حضرت حجۃ الاسلام اور مولانا عبدالباری کا آپس میں معانقہ و مصافحہ ہوا تو وہ منظر نہایت ہی پُرکیف، ایمان افروز اور

(۱۴) مفتی اعظم مولانا محمد مصطفیٰ رضا بریلوی نے اس مراسلت کو ''الطاری الداری لهفوات عبد الباری'' کے نام سے تین حصوں میں جمع کیا اور جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی نے ۱۹۲۰ء میں اسے شائع کیا۔ فقیر قادری عفی عنہ

قابلِ دید تھا۔ حضرت حجۃ الاسلام کی استقامت علی الشریعت، حضرت صدر الافاضل کی پُرخلوص مساعی اور مولانا عبد الباری کی للّٰہیت نے مل کر ایک عجیب نورانی سماں باندھ دیا۔ بعد ازاں مولانا عبد الباری کے زیر اہتمام محفل میلاد ہوئی۔ حضرت حجۃ الاسلام کے ہمراہ دار العلوم منظر اسلام بریلی کے طالب علم (جو بعد میں شیخ الحدیث بنے) مولانا محمد سردار احمد بھی تھے۔ حضرت حجۃ الاسلام کے ارشاد پر حضرت شیخ الحدیث نے مولانا عبد الباری کی خدمت میں فتاویٰ رضویہ کی جلد اول پیش کی۔ جسے مولانا عبد الباری نے نہایت مسرت واحترام کے ساتھ قبول کیا۔ (۱۵)

فخر المدرسین حضرت مولانا معین الدین اجمیری علیہ الرحمۃ کا انہماک اور ذوق چونکہ تدریس میں تھا۔ اس لئے انہیں ابتدأ علماء دیوبند کی وہ تصانیف کے مطالعہ کا وقت نہ ملا جن کی توہین آمیز عبارات پر علماء حرمین شریفین نے ان پر فتویٰ کفر صادر فرمایا۔ اس لئے مولانا اجمیری ابتدأ علماء دیوبند کی تکفیر میں خاموش تھے۔ بلکہ جن علماء نے برصغیر میں ان عبارات کے قائل کو کافر کہا ان سے ان کے روابط نہ تھے۔ تکفیر کے قائل علماء سے یک گونہ اظہار ناراضی فرماتے۔ امام احمد رضا ان علماء میں تھے جن سے مولانا اجمیری بوجہ تکفیر ناراض تھے۔ ۱۳۳۷ھ/۱۹۱۹ء میں حجۃ الاسلام غالباً اجمیر میں تشریف فرما ہوئے۔ مسئلہ تکفیر پر مولانا اجمیری سے مراسلت ہوئی۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مولانا اجمیری مسئلہ تکفیر میں دیگر علماء حرمین و برصغیر کے ہمنوا ہوگئے۔ حجۃ الاسلام اور مولانا اجمیری کی مراسلت سے چند مکتوبات پیش خدمت ہیں۔ (۱۶)

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

نَحۡمَدُهٗ وَنُصَلِّيۡ عَلٰى رَسُوۡلِهِ الۡكَرِيۡمِ

جناب مولوی معین الدین صاحب۔ مَاهُوَ الۡمَسۡنُوۡنُ۔ گرامی نامہ ملا۔ مجھے اگر آپ صاف صاف الفاظ میں یہ تحریر فرمادیں کہ

"دیوبندی وگنگوہی وغیرہ انفار کے وہ کلمات جو حسام الحرمین میں ان کی کتابوں سے بحوالہ صفحہ وسطر

(۱۵) ا ہفت روزہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ ۱۸/جمادی الاولی ۱۳۷۹ء۔ ص ۷

ب مکتوب مولانا تقدس علی بریلوی از پیر گوٹھ بنام فقیر قادری عفی عنہ۔ محررہ یکم صفر المظفر ۱۴۰۷ھ

(۱۶) مراسلت کے یہ مکتوبات حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے کتب خانہ میں محفوظ ہیں۔

منقول ہوئے فی الحقیقت کفریات ہیں اور ان پر جو احکامِ تکفیر حضرات علمائے حرمین شریفین زادہما اللہ تعالیٰ شرفاً وتعظیماً نے نام بنام ان قائلین پر محقق فرمائے ہیں ان سب کے دل سے تصدیق کرتا ہوں"

تو میں اور میرے بعض ہم خیال اشخاص کے قلوب کی صفائی ممکن ہے۔ رہا مسئلہ اذان، وہ ایک فرعی مسئلہ ہے۔ میں اس کے متعلق آپ پر یہ جبر نہیں کرتا کہ اس کے متعلق ہماری حسبِ تحقیق آپ بھی معترف ہو جائیں۔ ہاں ذاتیات اعلیٰ حضرت قبلہ کی نسبت جناب کے کلمات ضرور قابلِ واپسی ہیں۔ ان دونوں باتوں کے بعد فقیر کو آپ ہر طرح خادم مان احباب پائیں گے۔ فقط

الفقیر محمد حامد رضا قادری غفرلہ

۱۳/ربیع الآخر ۱۳۳۷ھ

اس کے جواب میں مولانا معین الدین اجمیری نے یہ مکتوب لکھا۔

بِاسۡمِهٖ تَعَالٰى شَانُهٗ

جناب مولوی صاحب اَعۡلَى اللّٰهُ دَرَجَتَهٗ۔

وَعَلَيۡكُمُ السَّلَامُ وَرَحۡمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ۔

جواباً عرض ہے کہ آپ اسلامی حسنِ ظن کو پیشِ نظر رکھ کر خانہ فقیر پر تشریف لایئے۔ ملاقات کا موقع دیجئے تو بہتر ہے۔ ورنہ آپ مختار ہیں۔ فقیر کو کسی قسم کا حق جبر حاصل نہیں۔ نہ کوئی دنیاوی مطلب مطمع نظر ہے۔ رہے عقائد دیوبندیہ، سو ان کا مجھ کو بالکل علم نہیں کہ کیا ہیں؟ وجہ یہ کہ ان کی کتابیں دیکھنے کا آج تک نہ موقع ملا، نہ اس کا شوق، نہ کتاب حسام الحرمین نظر سے گذری۔ البتہ حضرت خاتم الحکماء مولانا فضل حق خیر آبادی قدس سرہ نے مسئلہ امکانِ کذب وامکانِ نظیر حضور اقدس ﷺ میں طائفہ دیوبندیہ کی تضلیل وتفسیق کی ہے اور ان کو گروہ مزداریہ سے قرار دیا ہے۔ سو اس کا فقیر مصدق ہے اور اس بارہ میں جس قدر الزام حضرت خاتم الحکماء قدس سرہ نے ان پر وارد کئے ہیں وہ سب بجا اور سراسر حق ہیں۔ ونیز اجلی انوار الرضا میں جو عقائد اہلِ دیوبند کے ظاہر کئے گئے وہ قطعی عقائد کفریہ

ہیں۔اس میں فقیر کو کسی قسم کا تامل نہیں، بشرطیکہ وہ ان کے عقائد ہوں۔ بہر حال آپ کی طرح فقیر بھی عقائد مسطورہ فی الرسالہ کو کفری تسلیم کرتا ہے۔فرق صرف اتنا ہے کہ آپ کو اس کا یقین ہے کہ یہ عقائد اہلِ دیوبند کے ہیں اور فقیر کو اسبابِ یقین اس وقت تک فراہم نہ ہوئے۔اس معذوری کی بنا پر اگر ترکِ ملاقات کو آپ ترجیح دیں تو یہ آپ کو اختیار ہے۔فقیر اگر صحیح المزاج ہوتا تو یہ دشواری بھی حائل نہ ہوتی۔رہے ذاتیات ان سے بالکل بحث نہ کیجئے۔ان کا قلع قمع بعد از ملاقات آپ کی مرضی کے موافق ہو جاوے گا۔اس کا اطمینان رکھیے۔والسلام

فقیر معین الدین کان اللہ

۱۳؍ربیع الثانی ۳۷ھ

حجۃ الاسلام نے اس کے جواب میں لکھا۔

جناب مولوی صاحب وَسِعَ اللّٰہُ مَنَاقِبَہٗ۔

وَعَلَیْکُمُ السَّلَامُ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ۔

میں انشاء اللہ تعالیٰ کل بعد نمازِ جمعہ آسکوں گا۔مزید علم کے لئے بعض کتب مثل حسام الحرمین وغیرہ صبح کسی کے ہاتھ بھیج دی جائیں گی تاکہ آپ اطمینان حاصل کر لیں۔آپ کے علم میں شاید یہ بات نہیں کہ حضرت مولانا فضل حق صاحب خیرآبادی مرحوم و مغفور نے تو اپنے رسالہ تحقیق الفتویٰ میں اس گروہ ناحق کی تکفیر فرمائی ہے نہ فقط تضلیل و تفسیق اور قصیدہ مطبوعہ میں بھی غالباً تکفیر ہے۔بہر حال میں چاہتا ہوں کہ آپ اطمینان فرما کر اون کے اقوال کے متعلق رائے ظاہر فرمائیں کہ پھر کسی قسم کا شک و شبہ باقی نہ ہو۔ فقط الفقیر محمد حامد رضا قادری غفرلہ

۱۳؍ربیع الاخر ۳۷ھ

مکتوب کے ہمراہ حجۃ الاسلام نے متعدد کتب علماءِ اہلِ دیوبند ارسال فرمائیں،ان کو پڑھنے کے بعد مولانا معین

الدین اجمیری نے جواب لکھا۔

۷۸۶

جناب محترم مولانا زادمجدہٗ

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ۔

براہین قاطعہ کے قول شیطانی کو (جس میں معاذ اللہ حضور سرور عالم ﷺ کے علم اکمل کے مقابلہ میں اپنے شیخ، شیخ نجدی یعنی شیطان کے علم کو وسیع کہا ہے) دیکھ کر فقیر کا بھی یہی فیصلہ ہے کہ یہ کلمات قطعاً کلماتِ کفر ہیں۔اور ان کا قائل کافر، باقی ہفوات اہلِ دیوبند کو بعد صحت کے ان شاء اللہ تعالیٰ دیکھ کر فیصلہ کروں گا۔آپ اگر بعد جمعہ حسبِ وعدہ تشریف لے آئیں تو اس وقت اس کے متعلق بسط سے گفتگو ہو سکتی ہے۔ والسلام خیر ختام

فقط فقیر معین الدین کان اللہ

۱۴؍ربیع الثانی ۳۷ھ

حجۃ الاسلام کی پرخلوص مساعی سے ربیع الثانی ۱۳۳۷ھ؍جنوری ۱۹۱۹ء میں جب کہ امام احمد رضا ابھی بقیدِ حیات تھے، مولانا معین الدین اجمیری علیہ الرحمۃ کا علماءِ دیوبند کی تکفیر کا تردُّد رفع ہو گیا۔

مقتدر عالم کی حیثیت سے حجۃ الاسلام نے برصغیر میں مسلمانوں کے مذہبی، سیاسی، معاشرتی، معاشی اور عمرانی حقوق کے تحفظ کی خاطر اٹھنے والی تحاریک میں نمایاں حصہ لیا۔آپ کی ملی خدمات کا تذکرہ اختصار سے کیا جاتا ہے۔

﴿۱﴾

رجب ۱۳۳۹ھ؍مارچ ۱۹۲۱ء میں جمعیت علماء ہند نے کانگرس کے اغراض و مقاصد کی اشاعت و تبلیغ کے لئے بریلی میں ایک جلسہ کا اہتمام کیا اور تحریکِ خلافت اور تحریکِ ترکِ موالات کے مخالفین، امام احمد رضا کے ہم نوا علماء کو مناظرہ کی دعوت دی۔ابو الکلام آزاد جمعیت علماء ہند کے جلسہ کے روحِ رواں تھے۔علماءِ اہلِ سنت کے وفد نے اپنا

مؤقف واضح کیا۔اور دو قومی نظریہ کی وضاحت کی۔کانگرس کے ہم نوا مسلمانوں کی غیر اسلامی حرکات پر انہیں انتباہ کیا۔ اور دلائل سے ثابت کیا کہ کانگرس مسلمانوں کے مفاد کو بالائے طاق رکھ کر ہندوؤں کے غلبہ وتسلط اور سوراج یعنی ہندو راج کے لئے کوشاں ہے۔اس وفد میں حجۃ الاسلام بھی شامل تھے۔حضرت حجۃ الاسلام کی تقریر کا ایک حصہ ملاحظہ ہو۔

''حرمین شریفین ومقاماتِ مقدسہ وممالکِ اسلامیہ کی حفاظت وخدمت ہمارے نزدیک ہر مسلمان پر بقدرِ وسعت وطاقت فرض ہے۔اس میں ہمیں خلاف نہ ہے نہ تھا۔اسی طرح سلطان اسلام وجماعت اسلامی کی خیر خواہی میں ہمیں کچھ کلام نہ ہے نہ تھا۔تمام کفار ومشرکین ونصاریٰ ویہود ومرتدین وغیرھم سے ترکِ موالات ہم ہمیشہ سے ضروری وفرض جانتے ہیں۔ہمیں خلاف آپ حضرات کی اون خلافِ شرع،خلافِ اسلام حرکات سے ہے جن میں سے کچھ مولوی سید سلیمان اشرف صاحب نے بیان کیں اور جن کے متعلق جماعت کے ستر سوال بنام اتمامِ حجتِ تامہ آپ کو پہنچے ہوئے ہیں۔اون کے جواب دیجئے۔جب تک آپ اون تمام حرکات سے اپنی رجوع نہ شائع کردیں گے اوران سے عہدہ برانہ ہولیں گے،ہم آپ سے علیحدہ ہیں۔اور اوس کے بعد خدمت وحفاظتِ حرمین شریفین ومقاماتِ مقدسہ وممالکِ اسلامیہ میں ہم آپ کے ساتھ مل کر جائز کوشش کرنے کو تیار ہیں۔''(۱۷)

﴿۲﴾

تحریکِ ترکِ موالات (۱۹۲۰ء) میں کانگرس کے ہم نوا مسلمان لیڈروں نے مسلمانوں کے تعلیمی اداروں کو تباہ کرنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔یہ اقدام مسلمانوں کی ملی تباہی کا باعث تھا۔ذی شعور علماء نے اس کرب ناک صورتِ حال میں مسلمانوں کی صحیح راہنمائی کی اور مسلمانوں کے تعلیمی اداروں کی حفاظت کی،ان اداروں میں علی گڑھ کالج

(۱۷) روداد مناظرہ،مرتبہ شعبہ علمیہ جماعت رضائے مصطفےٰ بریلی۔مطبوعہ نادری پریس بریلی۔بار دوم۔ص ۱۰

نوٹ: مناظرہ بریلی کے تفصیلی حالات کے لئے ملاحظہ ہو: ابوالکلام آزاد کی تاریخی شکست۔مرتبہ محمد جلال الدین قادری،مطبوعہ مکتبہ رضویہ لاہور

(موجودہ مسلم یونیورسٹی) سرِ فہرست ہے۔حضرت حجۃ الاسلام نے ہندوؤں کی چیرہ دستیوں کے علاوہ خلافتی لیڈروں کی عدمِ بصیرت کو بڑے سوز سے محسوس کیا۔آپ کے احساسات ملاحظہ ہوں۔

''..........انگریزوں کے مقابلہ کا تو نام،مگر مخالفت علماء سے تھی۔مسلمانوں کے کالجوں اور اسکولوں سے تھی۔علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے تھی..........''(۱۸)

﴿۳﴾

تحریکِ خلافت اور تحریکِ ترکِ موالات کے ہیجانی دور میں بعض مسلمان لیڈروں نے ہندوؤں کو راضی کرنے کے لئے ذبیحہ گاؤ کے خلاف مہم چلائی اور ترکوں کی اعانت کے نام سے جو چندہ وصول کیا گیا۔اس کا بے جا بے دریغ استعمال کیا۔بعض مصارف ایسے بھی تھے جو بجائے اتحاد کے مسلمانوں میں انتشار کا باعث بنے۔اس صورتِ حال کے خلاف حجۃ الاسلام نے آواز اٹھائی۔ایک ارشاد ملاحظہ ہو۔

''خلافت کمیٹی کے عروج واقبال کے زمانہ میں جب اتحاد اتنا ضروری سمجھا گیا کہ اس کے حدود وسیع کرنے کے لئے مذہب کی شہر پناہ کو منہدم کرنا ناگزیر خیال کیا گیا اور اس اتحاد کے لئے ہندوؤں کی طرف سے اس طرح ہاتھ بڑھایا گیا جس سے اپنے مذہبی امتیازات چھوڑنا پڑے۔سورت کے ایک پیر نے اپنے مریدوں سے ساٹھ ہزار گائیں چھین کر گئو رکھشا کی تھی۔نام آور لیڈروں نے قشقے لگائے،گلال اڑائے،ہولیاں کھیلیں،جے پکاری،ارتھی اٹھائی،ہنود کے سرغنہ متعصبوں کو مسجدوں میں ممبروں پر بٹھایا،گائے کے گوشت کے خلاف کتابیں لکھیں،رسالے تصنیف کئے،ناکردہ گناہ مسلمانوں کو ہندوؤں کی خاطر مجرم قرار دیا،مولویوں پر اظہارِ نفرت کیا گیا۔اعلاءِ کلمۃ اللہ یعنی کلمہ اسلام پڑھانے کو جرم قرار دیا گیا۔نو مسلمانوں کو ان کی مرضی کے خلاف دوبارہ کافر ہو جانے پر زور دیا۔یہ..........اور اس سے زیادہ..........بہت کچھ ہوا......''(۱۹)

(۱۸) خطبہ صدارت آل انڈیا سنی کانفرنس،مراد آباد (۱۹۲۵ء) از حجۃ الاسلام،مطبوعہ بریلی۔ص ۱۶

(۱۹) ایضاً۔ص ۱۵

''میرے پاس جناب مولانا مولوی احمد مختار صاحب صدر جمعیۃ العلماء صوبہ بمبئی کا ایک خط آیا ہے، جوانہوں نے مدراس کا دورہ فرماتے ہوئے تحریر فرمایا ہے۔ اس میں لکھتے ہیں کہ وہابی اس صوبہ میں اس قومی روپیہ سے، جو ترکوں کے دردناک حالات بیان کر کے وصول کیا گیا تھا۔ اب تک دولاکھ تقویۃ الایمان چھاپ کر مفت تقسیم کر چکے ہیں۔'' (۲۰)

کسی مخصوص غرض سے جمع شدہ سرمایہ کو اس مقصد سے متصادم مصرف پر خرچ کرنا دوہرا جرم ہے ایمان سوز کتاب تقویۃ الایمان کی طباعت اور تقسیم خلافت فنڈ سے ایسا جرم و غبن ہے جس کی شائد ہی مثال ملے۔

﴿۴﴾

شعبان ۱۳۴۳ھ / مارچ ۱۹۲۵ء میں مسلمانوں کی مذہبی، علمی اور سیاسی ترقی کے لئے مقتدر علماء نے آل انڈیا سنی کانفرنس (جمعیت عالیہ مرکزیہ) کی بنیاد رکھی۔ کانفرنس کے بانی اراکین میں حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ کا اسم گرامی سرِ فہرست ہے۔ کانفرنس کے پہلے اور تاسیسی اجلاس منعقدہ ۲۰ تا ۲۳ رشعبان ۱۳۴۳ھ / ۱۶ تا ۱۹ / مارچ ۱۹۲۵ء مراد آباد میں بحیثیت صدر مجلس استقبالیہ جو خطبہ ارشاد فرمایا۔ وہ مسلمانوں کی سیاسی، سماجی، مذہبی، تعلیمی، معاشی، معاشرتی، عمرانی غرض ہمہ وجوہ ترقی کے واضح اور مکمل لائحہ عمل پر مبنی ہے۔ وقت گذرنے کے باوجود آج بھی وہ خطبہ واضح نشانِ راہ ہے۔ (۲۱)

۱۹۲۷ء میں آل انڈیا سنی کانفرنس کے صدر حضرت حجۃ الاسلام منتخب ہوئے۔ (۲۲)

﴿۵﴾

۱۳۵۴ھ / ۱۹۳۵ء کے وسط میں مسجد شہید گنج لاہور کے ظالمانہ انہدام کا سانحہ پیش آیا، سکھوں نے انگریز حکومت

(۲۰) ایضاً۔ ص ۲۲ (۲۱) مزید معلومات کے لئے ملاحظہ ہو۔
خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس، مرتبہ محمد جلال الدین قادری۔ مطبوعہ مکتبہ رضویہ گجرات (۱۳۹۸ھ / ۱۹۷۸ء)
(۲۲) ماہنامہ السواد الاعظم، مراد آباد۔ ذی الحجہ ۱۳۴۵ھ / ۱۹۲۷ء۔ ص ۱۲

کی پشت پناہی میں مسلمانوں کی مقدس عبادت گاہ کو یکایک شہید کر دیا۔ مسجد کی واگذاری کے لئے اسلامیانِ برصغیر تڑپ اٹھے۔ شعارِ اسلام مسجد کی حفاظت وصیانت کے لئے مسلمانوں نے مالی جانی قربانیاں پیش کیں۔ امیرِ ملت سیّد جماعت علی، علی پور سیداں ضلع سیالکوٹ کی زیر قیادت جلسے منعقد ہوئے، جلوس نکلے، حکام تک اپنے مطالبات پہنچائے گئے۔ تنظیمی دورے ہوئے۔ ۱۰ شعبان المعظم ۱۳۵۴ھ / ۸ نومبر ۱۹۳۵ء بروز جمعۃ المبارک کو دولاکھ با حمیت مسلمانوں کا ایک پُرامن جلوس شاہی مسجد حضوری باغ لاہور سے باغ بیرون دہلی دروازہ پہنچا۔ مسلمانوں کے ہاتھ میں ننگی تلواریں تھیں۔ اس جمِ غفیر اور نازک موقع پر چھوٹا سا بھی ناخوشگوار واقعہ پیش نہیں آیا۔ شرکاءِ جلوس علماء حضرات اور راہنمایانِ قوم، جو جلوس کی قیادت کر رہے تھے، میں حضرت حجۃ الاسلام مولانا محمد حامد رضا قدس سرہ کا اسمِ گرامی نمایاں حیثیت کا حامل ہے۔ (۲۳)

شریعت و طریقت کے مجمع البحرین حضرت حجۃ الاسلام کی متعدد تصانیف آپ کے کمالِ علمی پر دال ہیں۔ چند تصانیف کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

﴿۱﴾ الصارم الربانی علی اسراف القادیانی (۱۳۱۵ھ)

مرزا غلام احمد قادیانی کے ہذیانیات کے خلاف اولین تصانیف میں سے ایک ہے۔ پہلی بار ۱۳۱۵ھ / ۱۸۹۸ء میں مطبع حنفیہ پٹنہ سے شائع ہوئی۔ بعد ازاں لاہور اور بریلی سے متعدد بار شائع ہو چکی ہے۔ ردِ مرزائیت میں لاجواب ہے۔

﴿۲﴾ سلامت اللّٰہ لاہل السنة من سیل العناد و الفقه

﴿۳﴾ سد الفرار۔ مسئلہ اذان پر لاجواب کتاب ہے۔

﴿۴﴾ حاشیہ رسالہ ملا جلال۔ (منطق کی مشہور کتاب پر حاشیہ) قلمی صورت میں ہے۔

﴿۵﴾ نعتیہ دیوان

﴿۶﴾ مجموعہ فتاویٰ (۲۴)

(۲۳) سیرت امیر ملت، مرتبہ مولانا سید اختر حسین علی پوری مطبوعہ ۱۳۹۴ھ۔ ص ۲۶۳
(۲۴) حیات مولانا احمد رضا خان بریلوی، مولفہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد، مطبوعہ سیالکوٹ (۱۴۰۲ھ۔ ص ۱۲۴

﴿۷﴾ الاجازات المتینة لعلماء بکة والمدینة

امام احمد رضا نے سلاسل طریقت اور روایات علوم کی جو سندات عالم اسلام کے علماء کو ۱۳۲۳ھ/۱۹۰۶ء کے حج کے موقع پر عطا فرمائیں۔ آپ کے خلف اکبر حجۃ الاسلام نے ان کو جمع فرمایا اور اس پر تقدیم لکھی۔

﴿۸﴾ الدولة المکیة بالمادة الغیبیة مصنفہ امام احمد رضا کا اردو ترجمہ کیا۔

مذکورہ لاجواب تصنیف کو مکہ معظمہ میں امام احمد رضا نے بحالت بخار ۲۶ / اور ۲۷ ذی الحجہ ۱۳۲۳ھ دو نشستوں میں صرف ساڑھے آٹھ گھنٹے میں تصنیف فرمائی۔ اس کی املا حجۃ الاسلام نے کی، جو اس موقعہ پر مکہ معظمہ موجود تھے۔ (۲۵)

کتاب مذکور کی حجۃ الاسلام نے وہیں کئی نقلیں تیار کیں تا کہ علماءِ حرمین کو اس پر تقریظ لکھنے میں سہولت ہو۔ (۲۶)

﴿۹﴾ الدولة المکیة کے حاشیہ الفیوضات المکیة کا کامیاب اردو ترجمہ کیا۔ (۲۷)

﴿۱۰﴾ کفل الفقیه الفاهم فی احکام قرطاس الدارهم (۱۳۲۴ھ) مصنفہ امام احمد رضا کا دیباچہ حجۃ الاسلام نے لکھا۔ اور اس کتاب کا کامیاب اردو ترجمہ کیا۔

علاوہ ازیں ماہنامہ یادگار رضا، بریلی آپ کی سر پرستی میں شائع ہوتا رہا۔ اس موقر جریدہ کے مدیر مولانا محمد ابرار حسین صدیقی تھے۔ (۲۸)

آپ اردو، فارسی اور عربی کے بہترین شاعر ہیں۔ نعت گوئی آپ کو ورثہ میں ملی۔ آپ کی کہی ہوئی نعتیں اردو ادب کا شاہکار ہیں۔ نمونہ کلام ملاحظہ ہو۔

نغمہ توحید

دل میرا گدگداتی رہی آرزو
آنکھ پھر پھر کے کرتی رہی جستجو

(۲۵) ہفت روزہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ (مضمون مولانا مفتی اعجاز ولی مارہروی)، مجریہ ۱۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۹ھ۔ ص ۵

(۲۶) ایضاً۔ ص ۵ (۲۷) حیات مولانا احمد رضا بریلوی، ص ۸۷ (۲۸) ایضاً۔ ص ۸۰

عرش تا فرش ڈھونڈ آیا میں تجھ کو
نکلا اقرب زجبل ورید گلو
اللہ اللہ اللہ اللہ

طائران چمن کی چہک وحدہ
نغمہ بلبل کا ہے لا شریک لہ
قمریوں کا ترانہ ہے لاغیرہ
زلزلہ طوطی کا ھُـوَہٗ ھُـوَہٗ
اللہ اللہ اللہ اللہ

برہ کے پردوں میں تو جلوہ آرا ہوا
بس کے آنکھوں میں آنکھوں سے پردہ کیا
آنکھ کا پردہ، پردہ ہوا آنکھ کا
بند آنکھیں ہوئیں تو نظر آیا تو
اللہ اللہ اللہ اللہ

میں نے مانا کہ حامد گنہگار ہے
معصیت کیش ہے اور خطا کار ہے
میرے مولا مگر تو تو غفار ہے
کہتی رحمت ہے مجرم سے لا تقنطوا!
اللہ اللہ اللہ اللہ (۲۹)

(۲۹) ہفت روزہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ۔ ۱۸/ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۹ھ/ ۲۰ نومبر ۱۹۵۹ء۔ ص ۱

نغمہ رسالت

ہیں عرش بریں پر جلوہ فگن محبوب خدا سبحان اللہ
اک بار ہوا دیدار جسے سو بار کہا سبحان اللہ

حیران ہوئے برق اور نظر اک آن ہے اور برسوں کا سفر
راکب نے کہا اللہ غنی مرکب نے کہا سبحان اللہ

طالب کا پتہ مطلوب کو ہے مطلوب ہے طالب سے واقف
پردے میں بلا کر مل بھی لئے پردہ بھی رہا سبحان اللہ

ہے عبد کہاں معبود کہاں معراج کی شب ہے راز نہاں
دو نور حجاب نور میں تھے خود رب نے کہا سبحان اللہ

سمجھے حامدؔ انسان ہی کیا یہ راز ہیں حسن و الفت کے
خالق کا حبیبی کہنا تھا خلقت نے کہا سبحان اللہ (۳۰)

گاندھی گردی کے زمانہ میں (غالباً ۲۴۔۱۹۲۳ء کا ذکر ہے) انجمن حزب الاحناف لاہور کے زیرِ اہتمام ایک عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا، جس میں برصغیر کے مقتدر علماء مشائخ کی تقاریر ہوئیں۔ ان دنوں حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ میٹرک کا امتحان پاس کر کے لاہور میں گیارہویں جماعت کے امتحان کی تیاری کر رہے تھے۔ اسی اجلاس میں حضرت شیخ الحدیث علماء کی تقاریر سننے تشریف لے گئے۔ صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین علیہ الرحمۃ تقریر فرما رہے تھے۔ اتنے میں تار آیا کہ بریلی سے حضرت حجۃ الاسلام فلاں گاڑی سے تشریف لا رہے ہیں۔ حضرت صدر الافاضل نے تار سے مطلع ہو کر دورانِ تقریر کئی القاب کے ساتھ حضرت حجۃ الاسلام کا تعارف کرایا۔ تعارف کے الفاظ کچھ اس طرح کے تھے کہ

”اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت، مجدد مأۃ حاضرہ، مؤید ملت طاہرہ، صاحب الدلائل القاہرہ، ذی

(۳۰) ایضاً۔ ص ۳

التصانیف الباہرہ، امام اہل سنت، مولانا الشاہ احمد رضا خاں صاحب بریلوی قدس سرہ کے شہزادے حامئ سنت، ماحئ بدعت، رہبر شریعت، مفتی انام، مرجع الخواص والعوام، حجۃ الاسلام حضرت مولانا الشاہ حامد رضا خاں صاحب تشریف لا رہے ہیں“۔

حضرت شیخ الحدیث نے حضرت صدر الافاضل کی زبانی حجۃ الاسلام (قدس سرہما) کے متعلق اتنے القاب و مناقب سنے تو آپ کو خیال آیا کہ یہ بیان کرنے والے اتنے بڑے فاضل و علامہ ہونے کے باوجود جن کی اتنی تعریف فرما رہے ہیں وہ کتنے بڑے عالم و بزرگ ہوں گے۔ یہ خیال آنے کے بعد آپ کا عزم بالجزم ہو گیا کہ اب حضرت حجۃ الاسلام کی زیارت کئے بغیر نہیں جائیں گے۔ منتظمین جلسہ نے اسٹیج بہت بڑا اور اونچا بنایا ہوا تھا۔ چنانچہ حجۃ الاسلام تشریف لائے، سٹیج پر جلوہ گر ہوئے اور اپنے مواعظِ حسنہ سے مستفیض فرمایا۔

نمازِ عصر کے قریب اس تاریخی جلسہ کا اختتام ہوا۔ ہجوم بہت زیادہ اور قابو سے باہر تھا۔ منتظمین نے بڑی مشکل سے کنٹرول کیا اور عوام کو دونوں طرف کھڑا کر کے راستہ بنایا۔ چونکہ اسٹیج سے دور ہونے کے باعث لوگ اچھی طرح دیدار نہیں کر سکتے تھے۔ اس لئے زیارت کے منتظر تھے۔ حضرت حجۃ الاسلام دورویہ قطاروں کے درمیان سے تشریف لائے تو سب نے جی بھر کر زیارت کی اور باری باری مصافحہ کیا۔ قطار میں حضرت شیخ الحدیث بھی کھڑے تھے۔ جب حجۃ الاسلام آپ کے قریب تشریف لائے تو آپ نے بھی چہرہ انور کی زیارت کی اور دست بوسی فرمائی۔ بس اس ایک زیارت کا آپ پر ایسا اثر ہوا کہ اس تجلی دیدار کی برکت نے آپ کے دلی کی دنیا بدل کر رکھ دی۔ گیارہویں جماعت کے سٹوڈنٹ کے دل میں فی الفور اسلامی جذبہ اور علمِ دین حاصل کرنے کا ذوق پیدا ہوا.........اب اس بزرگ (حجۃ الاسلام) کے ساتھ جا کر اور بریلی شریف ان کی خدمت میں رہ کر علم دین حاصل کرنا چاہئے۔ دل میں یہ ذوق وشوق راسخ ہو جانے کے بعد کسی سے تذکرہ کئے بغیر آپ (شیخ الحدیث) حضرت حجۃ الاسلام کے پیچھے پیچھے ہو لئے۔ حضرت کا قیام حضرت شاہ محمد غوث قدس سرہ کے آستانہ عالیہ پر تھا۔ آپ حضرت کے پاس حاضر ہوئے اور آپ کے ساتھ بریلی شریف جانے اور علمِ دین حاصل کرنے کی تمنا کا اظہار کیا۔ حضرت حجۃ الاسلام نے بڑا اکرم فرمایا اور بہ کمال شفقت آپ نے اس مبارک تمنا کو پورا فرما دیا۔ دو دن کے قیام کے بعد حضرت حجۃ الاسلام آپ کو بریلی ساتھ لے گئے اور اپنے زیر

سایہ رکھ کر آپ کی تربیت فرمائی۔ منیۃ المصلی قدوری تک کتابیں پڑھائیں۔ پھر اجمیر شریف میں تحصیلِ علوم کے بعد اپنے مدرسہ منظر اسلام میں آپ کو مدرس رکھا اور جمیع مرویات اور سلاسلِ طریقت کی اجازت وخلافت سے نوازا۔

دورانِ تربیت اور بعدازاں حضرت حجۃ الاسلام اور حضرت مفتی اعظم حضرت شیخ الحدیث پر خاص شفقت وکرم فرماتے۔ ان حضرات کی شفقت کے باعث بہت سے حضرات حضرت شیخ الحدیث کو خاندانِ رضویہ کا ہی ایک فرد تصور کرتے۔ بہر حال حضرت شیخ الحدیث ظاہری وباطنی، علمی وعملی تربیت کی برکت سے نائبِ اعلیٰ حضرت بنے۔ (۳۱)

امام احمد رضا نے اپنے خلف اکبر حضرت حجۃ الاسلام کو ۱۸ ذی الحجہ ۱۳۳۳ھ/۲۸ اکتوبر ۱۹۱۵ء بروز جمعرات اپنے شیخ طریقت سید آل رسول احمدی مارہروی کے یوم عرس کو تمام سلاسلِ طریقت، تمام علوم، سارے اذکار واشغال اوراد واعمال اور جمیع مرویات مشائخ کرام کی اجازت مطلق تام عطا فرمائی اور اسی روز انہیں اپنا سجادہ نشین وخلیفہ مقرر فرمایا۔ سند سجادگی عطا فرمائی۔ (۳۲)

حضرت حجۃ الاسلام قدس سرہ نے اپنے تلمیذ ومسترشد حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کو ۲۰ ربیع الاخر ۱۳۵۱ھ/۲۳ اگست ۱۹۳۲ء کو، جب کہ آپ جے پور (بھارت) میں جلوہ افروز تھے، تمام اوفاق، اعمال، اذکار، اشغال، سلاسلِ طریقت، جمیع علوم نقلیہ وعقلیہ واحادیثِ طیبہ، تمام ادعیہ بالخصوص حزبِ یمانی، حزب البحر، حزب اعظم، دعاء بشمخ، دعا امیرین، دعا مغنی، قرشیہ اور جمیع مرویات مشائخ کی اجازت تام مطلق عطا فرمائی۔ (۳۳)

حضرت حجۃ الاسلام قدس سرہ کا شمار اولیاء کاملین میں ہوتا ہے۔ آپ سے کرامات کا ظہور بھی ہوا۔ اس سلسلہ میں چند واقعات ملاحظہ فرمائیں۔

مولانا سید ریاض الحسن نیر، خطیب حیدر آباد اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں میری آنکھوں کے سامنے وہ منظر پھر

(۳۱) ہفت روزہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ۔ ۱۸/جمادی الاولی ۱۳۷۹ھ۔ ص ۴
(۳۲) سند سجادگی مولانا محمد مرید احمد چشتی، جہلم کے توسط سے مولانا تقدس علی بریلوی سے دستیاب ہوئی۔
(۳۳) سند مذکور حضرت مولانا قاضی محمد فضل رسول۔ فیصل آباد سے دستیاب ہوئی۔

رہا ہے۔ جب حضور (حجۃ الاسلام) ۱۳۶۱ھ میں ہم غلاموں کی استدعا پر دوسری مرتبہ رونق افروز جودھ پور ہوئے۔ غریب کدہ پر مشتاقان دید کا ہجوم تھا۔ طالبان بیعت ہو رہے تھے۔ مردوں کے بعد عورتوں کا نمبر تھا۔ بالا خانے کے دو حصے تھے۔ جن کے درمیان فقط ایک دروازہ تھا۔ ایک حصہ میں حضور جلوہ فرما تھے۔ میں اور میرے برادر عزیز سید محمد مرغوب اختر الحامدی سلمہ اور عزیزان حافظ ظہور احمد سلمہ اور حافظ عبدالحکیم سلمہ وغیرہم حاضر خدمت تھے، دوسری طرف عورتوں کی نشست کا انتظام تھا۔ بیعت کے لئے ایک صافہ دروازہ سے گذار کر دروازہ بند کر دیا تھا۔ جس کا ایک سرا حضور کے دست اقدس میں تھا اور دوسرا طالبات کے ہاتھوں میں۔ حضور نے بیعت فرمانا شروع کیا اور الفاظ بیعت زبان فیض ترجمان سے ادا فرمائے۔ دفعتاً جلال بھرے الفاظ میں ارشاد فرمایا۔

"مؤدب بیٹھو جیسے نماز میں بیٹھتے ہیں۔"

ہم نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا، لیکن اللہ رے جلال کہ استفسار کی جرأت نہ ہوسکی۔ قلب میں ایک عجیب قسم کا اضطراب تھا۔ آخر دوسری سمت جا کر دریافت کیا تو معلوم ہوا۔ محلے کی ایک عورت جو بیعت ہونے والیوں کے زمرے میں تھی اور جسے دوزانوں بیٹھنے کی ہدایت کردی گئی تھی۔ چارزانوں ہو کر بیٹھ گئی اور اس کے اس طرز سے بیٹھتے ہی معاً حضور نے وہ الفاظ گرامی استعمال فرمائے۔ سچ ہے کہ اللہ والوں سے کوئی شے حجاب میں نہیں ہوتی۔ (۳۴)

مولانا موصوف ہی ایک اور چشم دید واقعہ لکھتے ہیں کہ اسی زمانہ میں (۱۳۶۱ھ) حضور نے اس سگ بارگاہ سے ایک بار ارشاد فرمایا کہ میری تسبیح (مبارکہ) کا ڈورا کمزور ہو چکا ہے۔ اسے بدلوا دیا جائے۔ میں نے "جی حضور" کہہ کر تسبیح لے لی، لیکن رعب وجلال کے باعث تفصیل دریافت نہ کرسکا، بازار جا کر ایک دوکاندار کو تسبیح دکھائی اور کہا کہ جیسی یہ ہے ویسی ہی اسے بنادو۔ پھندنے کے لئے اس نے زرد رنگ تجویز کیا۔ لیکن میں نے کہہ دیا کہ نہیں۔ سبز رنگ کا ہی

(۳۴) ہفت روزہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ۔ ۱۶ جمادی الاولی ۱۳۷۸ھ۔ ص ۴

نوٹ: عورتوں کو بیعت لینے کا شرعی طریقہ یہی ہے کہ وہ پردہ میں بیٹھیں۔ غیر محرم مردوں سے پردہ کرنا عورتوں پر فرض ہے۔ غیر محرم خواہ شیخ یا استاذ ہی کیوں نہ ہو۔ امام احمد رضا اور ان کے متوسلین کا یہ اندازِ تربیت ہے کہ وہ اپنی مرید عورتوں کو پردہ کی تاکید فرماتے ہیں۔ شریعت مطہرہ کی ایسی پاسداری علماء اہل سنت کی امتیازی شان ہے۔ فقیر قادری عفی عنہ

پھندنا لگاؤ جیسا کہ اس سے پہلے لگا ہوا ہے۔ غرض تسبیح تیار ہو گئی اور میں لے کر خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ بہت ستائش فرمائی اور مسکرا کر فرمایا۔ ''زرد رنگ بہتر تھا کہ صوفیانہ تھا''

اللہ اکبر! کہاں بازار کی بات چیت اور کہاں حضور کا اپنے مقام پر تشریف رکھتے ہوئے مشاہدہ۔ (۳۵)

امام احمد رضا قدس سرہ نے وصالِ اقدس سے ایک ہفتہ پہلے جو لوگ بیعت کے لئے حاضر ہوئے ان سے ارشاد فرمایا۔ ''حامد رضا کا ہاتھ میرا ہاتھ اور ان کی بیعت میری بیعت اور ان کا مرید میرا مرید'' (۳۶)

بدر الطریقت والشریعت، ماہتاب علم وفضل حضرت حجۃ الاسلام قدس سرہ نے ۱۷ جمادی الاولی ۱۳۶۲ھ/۲۴ مئی ۱۹۴۳ء پونے گیارہ بجے شب عین حالتِ تشہد میں اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ کہتے ہوئے اپنی جان جان آفرین کے سپرد کردی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

وصال سے ایک سال قبل ہی اپنی وفات کی خبریں دینا شروع کردی تھیں اور انہیں اخبار میں آپ نے صاف صاف بتا دیا تھا کہ وقت وصال کیفیت وصال کا مشاہدہ یوں ہوگا کہ زبان ذکر صلوۃ وسلام میں مصروف ہوگی اور روح قرب ووصال کے چھلکتے ہوئے کیف وسرور کے جام پی رہی ہوگی۔ چنانچہ ارشاد فرمایا۔

حضورِ روضہ ہوا جو حاضر تو اپنی سج دھج یہ ہوگی حامدؔ
خمیدہ سر، بند آنکھ، لب پر میرے درود وسلام ہوگا

وقت وصال آپ نے تیمّم کیا، نماز کا تحریمہ باندھا، بلند آواز سے اللہ اکبر کہا اور نماز میں مشغول ہوگئے۔ جب دیر ہوئی لوگوں نے ہاتھ ہٹانا چاہا۔ بہ قوت ہاتھ کو روک لیا۔ یہاں تک کہ نماز تشہد تک پڑھی اور جب روح نے پرواز فرمائی تو بعینہ یہی حال تھا۔

خمیدہ سر، بند آنکھ اور لب پر صلوہ وسلام (۳۷)

(۳۵) ایضاً۔ ص ۴ (۳۶) ایضاً ص ۴ (مضمون مولانا سید ریاض الحسن نیر، حیدر آباد)
(۳۷) ہفت روزہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ (مضمون مولانا مفتی اعجاز ولی بریلوی) ۱۸ جمادی الاولی ۱۳۷۹ھ۔ ص ۵

جب آپ کا جنازہ اٹھایا گیا تو ایک حشر برپا تھا۔ اور بے پناہ ہجوم تھا۔ لوگ جنازہ کو کاندھا دینے کے لئے سرتوڑ کوشش کررہے تھے۔ ایک بہت بڑی گراؤنڈ میں آپ کی نماز جنازہ پڑھی گئی۔ آپ کی وصیت کے مطابق نماز جنازہ کی امامت کے فرائض آپ کے تلمیذ رشید حضرت شیخ الحدیث نے سرانجام دیئے۔ (۳۸)

ظاہری زندگی میں جس طرح آپ کی نورانی صورت سے تبلیغ حق ہوتی تھی، اسی طرح آپ کے جنازہ مبارکہ سے بھی تبلیغ ہوئی۔ ایک ہسپتال کی نرس آپ کا جنازہ دیکھ کر مشرف بہ اسلام ہوگئی اور کئی مذبذب قسم کے لوگ یہ نورانی سماں دیکھ کر صحیح العقیدہ سنی بن گئے۔ (۳۹)

اولاد میں چار صاحبزادیاں اور دو صاحبزادے تھے۔ ایک صاحبزادے مولانا حماد رضا خاں عرف نعمانی میاں رحلت فرماگئے تھے اور دوسرے صاحبزادے مولانا ابراہیم رضا عرف جیلانی میاں آپ کے بعد مدرسہ منظر اسلام کے مہتمم بنے۔

پاک وہند میں آپ کے مریدین لاکھوں کی تعداد میں تھے۔ آپ کے خلفاء وتلامذہ کی بھی ایک بڑی جماعت موجود تھی۔ چند مشاہیر تلامذہ وخلفاء کے اسماء گرامی یہ ہیں۔

☆ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد سردار احمد مہتمم جامعہ رضویہ مظہر اسلام، بریلی ولائل پور

☆ حضرت شیخ القرآن مولانا محمد عبدالغفور ہزاروی مہتمم جامعہ نظامیہ غوثیہ وزیر آباد

☆ مخدوم اہل سنت حضرت مولانا محمد ابراہیم رضا خاں مہتمم جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی

☆ بقیۃ السلف حضرت مولانا مفتی تقدس علی شیخ الجامعہ جامعہ راشدیہ پیر گوٹھ (سکھر)

☆ عمدۃ العلماء حضرت مولانا مفتی محمد اعجاز ولی بریلوی شیخ الحدیث جامعہ گنج بخش لاہور

☆ مجاہد ملت حضرت مولانا ابوالحسنات احمد قادری سابق صدر جمعیت علماء پاکستان

☆ شیر بیشہ اہل سنت حضرت مولانا محمد حشمت علی خان پیلی بھیت

☆ فاضل جلیل حضرت مولانا مفتی ظفر علی نعمانی، کراچی وغیرہ

(۳۸) ایضاً۔ ص ۸ (۳۹) ایضاً۔ ص ۸

مفتی اعظم مولانا محمد مصطفیٰ رضا نوری بریلوی قدس سرہ

حضرت مولانا محمد مصطفیٰ رضا قدس سرہ ۲۲ ذی الحجہ ۱۳۱۰ھ/ ۷ جولائی ۱۸۹۳ء کو بریلی شریف میں پیدا ہوئے۔ (۱)

سلسلہ نسب یوں ہے۔

محمد مصطفیٰ رضا بن امام احمد رضا بن رئیس الاتقیاء مولانا نقی علی خاں بن امام العلماء رضا علی خاں بن حافظ کاظم علی خاں بن محمد اعظم خاں بن شجاعت بہادر جنگ سعید اللہ خاں۔

ولادت سے قبل امام احمد رضا اپنے مرشد کامل زبدۃ العارفین حضرت سید آل رسول مارہروی قدس سرہ (م ۱۲۹۷ھ/ ۱۸۷۹ء) کے مزار مقدس کی زیارت اور حفید الکاملین حضرت سید شاہ ابوالحسین احمد نوری سے ملاقات کے لئے مارہرہ مطہرہ تشریف لے گئے تھے۔ ولادت سے ایک روز قبل والد ماجد امام احمد رضا نے دیار مرشد میں خواب دیکھا کہ فرزند ارجمند کی ولادت ہوئی ہے اور خواب ہی میں نام آل رحمٰن تجویز ہوا۔ (۲)

احوال ولادت میں ایک روایت یوں بھی ہے۔

> ''بعد نماز عصر حضرت نوری میاں (سید شاہ ابوالحسین نوری مارہروی) علیہ الرحمۃ مسجد کے زینہ سے اتر رہے تھے اور حضور اعلیٰ حضرت ان کے پیچھے پیچھے آرہے تھے کہ اچانک حضرت نوری میاں صاحب نے فرمایا مولانا صاحب! بریلی میں آپ کے گھر میں ایک صاحبزادے کی ولادت ہوئی ہے۔ مجھے خواب میں بتایا گیا ہے کہ اس کا نام آل رحمٰن رکھا جائے اور پھر فرمایا! جب میں بریلی

(۱) آپ کی تاریخ ولادت ۲۲ ذالحجہ ۱۳۱۰ھ متعین ہے۔ بعض تذکروں اور مضامین میں اس کو ۱۸۱۲ء کے موافق لکھا ہے۔ جو کسی طرح صحیح نہیں۔ مولانا عرفان الحق سنبھلی نے ''حیات مبارک مفتی اعظم معہ ملفوظات'' میں سال ولادت ۱۸۹۳ء لکھا ہے۔ فقیر نے اپنی تالیف (زیر ترتیب) میں سال ولادت پر تفصیل سے لکھا ہے۔

(۲) ''حیات مبارک مفتی اعظم'' مرتبہ مولانا عرفان الحق سنبھلی۔ مطبوعہ بریلی (۱۹۸۰ء)۔ ص ۱۳

> آؤں گا تو اس بچہ کو ضرور دیکھوں گا، وہ بڑا ہی فیروز بخت اور مبارک بچہ ہے۔'' (۳)

ممکن ہے دونوں بزرگوں کو خواب میں ولادت کی نوید دی گئی ہو۔ یعنی حضرت مفتی اعظم ...... دعائے رضا اور نوید نوری ہیں۔

دوسرے روز جب ولادت کی خبر مارہرہ پہنچی تو حضرت سید ابوالحسین احمد نوری نے نومولود کا نام ''ابوالبرکات محی الدین جیلانی'' منتخب فرمایا۔

ساتویں روز ''محمد'' کے نام پر عقیقہ ہوا اور عرفی نام ''مصطفیٰ رضا'' رکھا گیا۔ عرفی نام اس قدر مشہور ہوا کہ ہر عام وخاص آپ کو اسی نام سے یاد کرتا ہے۔

حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمۃ کی تقریب بسم اللہ خوانی حسبِ دستور مشائخ چار سال چار ماہ اور چار دن کی عمر میں امام احمد رضا کی موجودگی میں بریلی میں ہوئی۔

حضرت مفتی اعظم نے جن اساتذہ سے اپنی تعلیم مکمل کی، ان میں آپ کے والد ماجد امام احمد رضا، برادر اکبر حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا، علامہ شاہ رحم الٰہی مظفر نگری اور مولانا بشیر احمد علی گڑھی (رحمۃ اللہ علیہم) زیادہ مشہور ہیں۔ (۴)

حضرت مفتی اعظم کی عمر ابھی چھ ماہ کی تھی کہ مرشد کامل حضرت سید ابوالحسین احمد نوری، بریلی تشریف لائے تو اپنی آغوش مبارک میں لے کر دعاؤں سے نوازا اور منہ میں انگلی ڈال کر اپنا مرید فرما کر جمیع سلاسل کی خلافت سے سرفراز فرمایا۔ (۵)

(۳) ا ''کرامات مفتی اعظم مرتبہ راز الہ آبادی۔ مطبوعہ سکھر (پاکستان میں بار اول)۔ ص ۱۷
ب ''مفتی اعظم ہند'' مرتبہ عبدالنعیم عزیزی رامپوری (چھٹا ایڈیشن) مطبوعہ بریلی۔ ص ۳۵

(۴) ا ''مفتی اعظم ہند'' مرتبہ عبدالنعیم عزیزی مطبوعہ بریلی۔ ص ۳۶
ب پندرہ روزہ ''رفاقت'' پٹنہ (بھارت) مفتی اعظم نمبر ۱۵ دسمبر ۱۹۸۱ء۔ ص ۱۳، ۱۵

(۵) ا ماہنامہ استقامت، کانپور (مفتی اعظم نمبر) مضمون مولانا ریحان رضا بریلوی، مئی ۱۹۸۳ء۔ ص ۱۱۰
ب پندرہ روزہ ''رفاقت'' پٹنہ، (مضمون مولانا احمد القادری، مبارک پور) ۱۵ دسمبر ۱۹۸۱ء۔ ص ۱۳

بیعت کرتے وقت مرشد کامل نے فرمایا۔

''یہ بچہ دین وملت کی بڑی خدمت کرے گا اور مخلوقِ خدا کو اس کی ذات سے بہت فیض پہنچے گا۔ یہ بچہ ولی ہے۔ اس کی نگاہوں سے لاکھوں گمراہ انسان دین حق پر قائم ہوں گے۔ یہ فیض کا دریا بہائے گا۔(۶)

حضرت مفتی اعظم کی ولادت سے پہلے امام احمد رضا نے رب العزت کے حضور ہاتھ پھیلا کر دعا کی تھی۔

''اے مالک بے نیاز! یارب کریم! مجھے ایسی اولاد عطا فرما جو عرصہ دراز تک تیرے دین اور تیرے بندوں کی خدمت کرے۔''(۷)

امام احمد رضا نے بھی اپنے خلف اصغر کو جمیع اوراد واشغال، اوفاق واعمال اور جمیع سلاسل طریقت میں ماذون و مجاز بنایا۔ مرشد کامل اور والد ماجد دونوں کی دعاؤں اور بشارتوں کا ایک ایک حرف پورا ہوا۔

بدرالشریعہ والطریقہ حضرت مفتی اعظم کا حلیہ مبارک کچھ یوں ہے۔

صورت نورانی، سیرت نورانی، لباس نورانی، بڑا اور گول سر، اس پر عمامہ کی بہار، پتلے لب، چھوٹے **دانت** موتیوں کی طرح، گردن معتدل، قد میانہ، نحیف بدن، چہرہ گول منور اور نور برساتا ہوا، بڑی بڑی کالی اور چمکدار آنکھیں، بھویں گنجان، پلکیں گھنی سفید، سرخی مائل سفید رنگت، داڑھی گھنی، ناک متوسط کچھ اٹھی ہوئی، رخسار بھرے بھرے گداز، سینہ کشادہ، کشادہ اور بلند پیشانی، نورانی جسم پر کلی دار کرتا، علی گڑھی پاجامہ، عمامہ کا رنگ عموماً بادامی یا سفید، اہل نظر بیان کرتے ہیں کہ حضرت مفتی اعظم کی شکل مبارک حضور سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی شبیہ مبارک تھی۔(۸)

---

(۶) پندرہ روزہ ''رفاقت'' پٹنہ، ۱۵ دسمبر ۱۹۸۱ء۔ ص ۱۳

(۷) ہفت روزہ ''کلام مشرق'' کانپور مفتی اعظم ہند نمبر) ۱۱/۴ فروری ۱۹۷۸ء۔ ص ۱۱

(۸) ا ''مفتی اعظم ہند'' مرتبہ مولانا عبدالنعیم عزیزی۔ مطبوعہ بریلی (بار ششم) دسمبر ۱۹۸۱ء

ب ''ہمارے مفتی اعظم'' مرتبہ مولانا محمد سعید کانپوری، مطبوعہ کانپور (جولائی ۱۹۷۸ء)

دیکھ کر شکل مفتی اعظم
غوث اعظم کی یاد آتی ہے

حضرت مفتی اعظم نے جس ماحول میں پرورش پائی وہ علم وفضل میں یکتائے روزگار تھا۔ عالم اسلام کی مایہ ناز عبقری شخصیت امام احمد رضا نے تربیت کی اور تعلیم دی۔ یہ کوئی تھوڑا کمال نہیں۔ تاہم مفتی اعظم کے خمیر وضمیر اور فطرت و سرشت میں تفقہ فی الدین کا ملکہ ودیعت کیا گیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اٹھارہ برس کی عمر میں ۱۳۲۸ھ/۱۹۱۰ء میں پہلا فتویٰ لکھا۔ اس کی تقریب یوں ہوئی کہ دارالافتاء بریلی میں امام احمد رضا کی زیر نگرانی مولانا ظفرالدین بہاری اور مولانا سید عبدالرشید کام کرتے تھے۔ ایک روز اتفاقاً حضرت مفتی اعظم تشریف لائے۔ دیکھا کہ مولانا ظفرالدین کسی مسئلہ کی وضاحت کے لئے فتاویٰ رضویہ المماری سے نکال رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا: مولانا! کیا آپ فتاویٰ رضویہ دیکھ کر جواب لکھتے ہیں؟ اس پر ملک العلماء مولانا ظفرالدین نے فرمایا: اچھا آپ بغیر دیکھے جواب لکھ دیں تو جانیں۔ مفتی اعظم نے قلم برداشتہ استفتاء کا جواب تحریر فرمایا۔ یہ رضاعت کا مسئلہ تھا۔(۹)

فتویٰ اصلاح کے لئے امام احمد رضا کی خدمت میں پیش ہوا۔ آپ نے صحت جواب پر مسرت واطمینان کا اظہار فرمایا اور

''صَحَّ الْجَوَابُ بِعَوْنِ اللّٰهِ الْعَزِیْزِ الْوَهَّابِ''

لکھ کر دستخط ثبت فرما دیئے۔ یہی نہیں بلکہ بطور انعام ''ابوالبرکات محی الدین جیلانی آل رحمٰن محمد عرف مصطفیٰ رضا'' کی مہر بنوا کر دی۔(۱۰)

---

(۹) حسنِ اتفاق سے آپ کے والد ماجد امام احمد رضا نے جو پہلا فتویٰ لکھا تھا اور اس پر ان کے والد مولانا نقی علی نے دارالافتاء کا کام انہیں تفویض فرمایا وہ مسئلہ بھی رضاعت کا تھا۔ ملاحظہ ہو۔

ا الملفوظ، حصہ اول، مطبوعہ کراچی۔ ص ۱۴

ب حیات اعلیٰ حضرت، مرتبہ مولانا ظفرالدین بہاری، مطبوعہ کراچی۔ ص ۲۸۰

(۱۰) ا روشن ستارے، مرتبہ مولانا مفتی محمد اعظم نوری، مطبوعہ رامپور (۱۹۷۷ء) ص ۸

ب ہفت روزہ کلام مشرق، کانپور۔ مجریہ ۴۔ ۱۱ فروری ۱۹۷۸ء۔ ص ۱۱

مفتی اعظم قدس سرہ نے اپنے والد ماجد امام احمد رضا کی حیات ظاہری میں ۱۳۲۸ھ سے ۱۳۴۰ھ تک تیرہ برس تک فتاویٰ لکھے۔ والد ماجد کے وصال کے بعد ۱۳۹۵ھ تک مسلسل فتویٰ نویسی فرمائی۔ بعدازاں بوجہ ضعف وعلالت فتویٰ نویسی کا کام نہ ہوسکا۔ تاہم آخری لمحات تک مفتیان عظام کی علمی مشکلات کو زبانی حل فرماتے رہے۔ اس طرح ستر برس کے طویل عرصہ تک بلا معاوضہ فتویٰ نویسی فرمائی۔

امام احمد رضا کو اپنے خلف اصغر مفتی اعظم کی فقاہت وثقاہت پر اس نوعیت کا اعتماد تھا کہ اپنے بعض فتاویٰ پر ان کے تائیدی دستخط کرواتے۔ (۱۱)

امام احمد رضا کے وصال کے بعد مفتی اعظم ہی وہ ذات تھی کہ جس کی طرف پاک وہند، بنگلہ دیش کے علاوہ ممالک افریقہ، امریکہ، سری لنکا، ملائیشیا، مشرق وسطیٰ اور یورپ تک کے علماء فتویٰ کے لئے رجوع فرماتے۔ ۱۹۴۶ء میں برصغیر کے ہزاروں علماء ومشائخ نے آل انڈیا سنی کانفرنس کے اجلاس کے موقعہ پر برصغیر کے لئے جس دارالقضاۃ کے چند مفتیان کرام کے اسماء پر اتفاق کیا ان میں حضرت مفتی اعظم کا نام نامی سرفہرست ہے۔ (۱۲)

اس سے بہت پہلے مجدد دین وملت امام احمد رضا نے متحدہ ہندوستان کے لئے دارالقضاۃ شرعی قائم فرمایا، صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی اعظمی کو قاضی شرع اور مولانا عبدالباقی برہان الحق جبل پوری اور مفتی اعظم کو ان کا معاون اور مفتی شرع مقرر فرمایا اور اپنی زیرنگرانی مقدمات کے فیصلے کروائے۔ (۱۳)

تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے ابتداء کچھ عرصہ تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ مگر کثرت فتاویٰ نویسی اور

(۱۱) تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو۔
ا روزنامہ پیسہ اخبار، لاہور۔ مجریہ ۳ دسمبر ۱۹۲۰ء۔ ص ۴
ب المحجة الموتمنةفی آیة الممتحنة، مطبوعہ بریلی (باراول)۔ ص ۴، ۵

(۱۲) ا اخبار دبدبہ سکندری، رامپور۔ مجریہ ۲۷ مئی ۱۹۴۶ء
ب خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس، مرتبہ محمد جلال الدین قادری، مطبوعہ گجرات (۱۹۷۸ء)

(۱۳) ماہنامہ استقامت، کانپور، (مفتی اعظم نمبر) مضمون حضرت مولانا برہان الحق۔ مجریہ مئی ۱۹۸۳ء۔ ص ۲۴

تبلیغی خدمت کے باعث یہ سلسلہ دیر تک جاری نہ رہ سکا۔

یوں تو آپ کو تمام علوم اسلامیہ، معقول ومنقول وغیرہ میں مہارت حاصل تھی۔ تاہم درج ذیل علوم میں آپ کو درجہ اختصاص حاصل تھا۔

(۱) تفسیر	(۲) حدیث	(۳) اصول حدیث	(۴) فقہ	(۵) اصول فقہ
(۶) عقائد	(۷) نحو	(۸) صرف	(۹) لغت	(۱۰) ادب
(۱۱) بیان	(۱۲) معانی	(۱۳) بدیع	(۱۴) منطق	(۱۵) فلسفہ
(۱۶) تجوید وقراءت	(۱۷) تصوف	(۱۸) سلوک	(۱۹) اخلاق	(۲۰) تاریخ
(۲۱) سیر	(۲۲) ریاضی	(۲۳) جفر	(۲۴) تکسیر	(۲۵) توقیت
(۲۶) فرائض	(۲۷) عروض وقوافی	(۲۸) تاریخ گوئی	(۲۹) تنقیدات	(۳۰) ہیئت (۱۴)

حضرت مفتی اعظم کا اخلاق سنت نبوی کا عکس جمیل تھا۔ اخلاص ووفا کی ایک شمع اور عزیمت واستقلال کا کوہ وقار، زہد وتقویٰ، ایمان وایقان، صداقت ودیانت کی تصویر، حب مصطفیٰ ﷺ، حب اولیاء کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے۔ سنت کی نصرت اور بدعت کی مخالفت اور اس کے استیصال میں ہمہ وقت سرگردان رہتے تھے۔ احقاقِ حق اور ابطالِ باطل ورثہ میں پایا۔ ذہانت وبصیرت ایسی کہ اربابِ علم ودانش اور احبابِ فکر ونظر کی محفلوں میں اس کی صدائے بازگشت سنائی دیتی ہے اور یہ حضرات اپنے مستقبل کی راہیں اس کی روشنی میں متعین کرتے ہیں۔ بے کسوں اور بے نواؤں کے حامی اور دنیا داروں سے بے غرض تھے۔ بارہا اربابِ اقتدار نے ملاقات کی کوشش کی مگر آپ نے باریابی سے مشرف نہ فرمایا۔ لیکن غریبوں کے لئے آپ کا دروازہ ہر وقت کھلا تھا۔ ان کی ہر جائز مراد کے حصول کے لئے امکان بھر کوشش فرماتے۔ غرض اخلاقی وروحانی اقدار کے محافظ وامین تھے اور اپنے دور میں بھولے ہوؤں کے لئے مینارۂ نور تھے۔ آپ کا ایک ایک قدم

(۱۴) ا پندرہ روزہ ''رفاقت'' کانپور۔ مجریہ ۱۵ دسمبر ۱۹۸۱ء۔ ص ۱۵
ب مفتی اعظم ہند، مرتبہ عبدالنعیم عزیزی، مطبوعہ بریلی، (ضمیمہ)۔ ص ۱۱

سنتِ مصطفیٰ کا مظہر تھا۔ جس چیز کو ناجائز سمجھا اس سے زندگی بھر اجتناب فرمایا۔ فوٹو آپ کے نزدیک حرام تھا۔ ساری عمر فوٹو نہ بنوایا۔ باوجود بڑی خواہش کے بغداد شریف اور دیگر مقامات پر نہ جاسکے کہ اس کے لئے پاسپورٹ حاصل کرنا پڑتا تھا اور پاسپورٹ بغیر فوٹو کے بنا مشکل۔

آپ نے تین حج کئے۔ پہلا حج ۱۳۲۳ھ/۱۹۰۶ء میں والد ماجد کے ہمراہ، اس وقت فوٹو نہ تھا۔ دوسرا حج ۱۳۶۴ھ/۱۹۴۵ء میں، اس وقت فوٹو کی پابندی نہ تھی۔ تیسرا حج ۱۳۹۰ھ/۱۹۷۱ء میں، اس وقت فوٹو کی پابندی تھی۔ آپ نے فوٹو نہ بنوایا۔ بلکہ آپ کے ہمراہیوں نے بھی فوٹو نہ بنوایا۔ حکومت ہند نے ان کے پاسپورٹ بغیر فوٹو کے جاری کئے۔ (۱۵)

غیرت دینی کا یہ عالم تھا کہ آپ نے کبھی بھی کچہریوں کو عدالت نہ کہا اور جو لوگ وہاں بیٹھتے ہیں انہیں حاکم نہ کہا۔ کیونکہ آپ کا عقیدہ تھا کہ عدالت کا لفظ اس ایوان پر بولا جائے گا، جہاں اسلامی قانون کے مطابق نزاعات کا فیصلہ ہو اور جسے خدا اور رسول کی نیابت میں حکومت کا اختیار دیا گیا ہو وہی حاکم کہے جانے کا مستحق ہے۔ (۱۶)

غیرت دینی کی یہ ایک مثال ہے کہ بانوے برس کی طویل عمر میں کبھی کسی سربراہ مملکت کے ہاں نہ گئے اور نہ بڑے بڑے فرمانبرداروں کے بنگلوں میں نظر آئے۔ بلکہ حیرت کی بات یہ ہے کہ کتنے ہی سربراہوں اور سلاطین نے خود ان کی مجلس میں باریاب ہونے کی اجازت چاہی مگر حضرت مفتی اعظم نے فقر غیور کے باعث یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ ایک درویش کا بادشاہوں اور ارباب حکومت سے سروکار ہی کیا ہے؟ اس سلسلہ میں کانگرسی لیڈر سابق صدر بھارت ڈاکٹر فخر الدین علی احمد بحیثیت وزیر خوراک اور اتر پردیش کے وزیر اعلیٰ ابراہیم اور وزیر اعظم اندرا گاندھی کا نام بطور مثال پیش کیا جاسکتا ہے۔ (۱۷)

(۱۵) ماہنامہ استقامت کانپور (مضمون پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد) مجریہ مئی ۱۹۸۳ء۔ ص ۱۵۰

(۱۶) پندرہ روزہ رفاقت پٹنہ۔ مجریہ ۱۵ دسمبر ۱۹۸۱ء۔ ص ۸

(۱۷) ا پندرہ روزہ رفاقت پٹنہ، مجریہ ۱۵ دسمبر ۱۹۸۱ء۔ ص ۸

ب ماہنامہ استقامت کانپور مجریہ مئی ۱۹۸۳ء۔ ص ۱۴۶

ج ماہنامہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ۔ مجریہ دسمبر ۱۹۸۱ء۔ ص ۱۹

مفتی اعظم کی زندگی سراپا حرکت تھی۔ وہ ہر جگہ متحرک نظر آتے ہیں۔ ابتدا سے انتہا تک حرکت ہی حرکت۔ جب کبھی اور جہاں کہیں باطل نے سر اٹھایا حضرت مفتی اعظم نے بے تابانہ اس کا تعاقب کیا، یہاں تک کہ اس کا قلع قمع کر دیا۔ ملتِ اسلامیہ کو جب بھی اپنی بقا اور تحفظ کے لئے ضرورت درپیش ہوئی مفتی اعظم نے دامے درمے قدمے سخنے اس کی اعانت میں اپنی زندگی وقف فرما دی۔ اس سلسلہ کی چند تحریکات کا تذکرہ دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ ان تحریکات میں مفتی اعظم کی سیاسی بصیرت روز روشن کی طرح عیاں ہے تقریباً ۱۳۲۹ھ/۱۹۱۱ء میں امام احمد رضا نے جماعت انصار الاسلام قائم کی، جس کی غرض وغایت حمایت خلافت وحفاظت سلطنت اسلامی تھی۔ مظلومین ترک کی اعانت کے لئے عملاً اقدام کرنا اس کے مقاصد میں شامل تھا۔ (۱۸)

جماعت ''انصار الاسلام'' کے ناظم اعلیٰ مولانا حسنین رضا (برادر عم زاد امام احمد رضا) تھے۔ جوانی کے عالم میں مفتی اعظم اس کے رکن رکین تھے۔ انصار الاسلام کے ایک جلسہ کی قرارداد کے چند نکات ملاحظہ ہوں۔ اس سے اندازہ ہوگا کہ عنفوان شباب ہی سے مفتی اعظم کس نوعیت کی سیاست کے قائل اور عامل تھے۔ اور مسلمانوں کے لئے کیسا درد ان کے سینہ بے کینہ میں تھا۔ ملاحظہ ہوں۔

(۱) حفاظت مقامات مقدسہ اور مظلومین ترک کی امداد واعانت

(۲) اندرونی اور بیرونی دشمنوں سے مسلمانوں کی حفاظت

(۳) معاشرتی، تمدنی اور اقتصادی مفادات کی طرف مسلمانوں کی رہنمائی

(۴) ترک وعرب اتحاد کے لئے کوشش وسعی

(۵) خلاف شرع برطانوی قوانین میں ترمیم کا مطالبہ

(۶) مسلمانوں کے لئے اسلامی بینک کھولنے کی ترغیب دینا

(۱۸) برکات مارہرہ ومہمانان بدایوں۔ مرتبہ مولانا سید اولاد رسول محمد میاں مارہروی۔ مطبوعہ بریلی (بار اول) ص ۱۲، ۱۳

(۷) تجارت بڑھانے کے لئے مسلمانوں کو شوق دلانا

(۸) مسلمانوں کے لئے اسلامی خزانہ کے قیام اور بیت المال کے لئے کوشش کرنا۔(۱۹)

جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی ۷ ربیع الاخر ۱۳۳۹ھ/ ۷ادسمبر ۱۹۲۰ء کو قائم ہوئی اس کے اغراض مقاصد حسب ذیل تھے۔(ا) پیارے مصطفی ﷺ کی عزت وعظمت کا تحفظ

(ب) متحدہ قومیت کا نعرہ بلند کرنے والے فرقہ گاندھویہ کا تحریری وتقریری رد کرنا

(ج) بدمذہبوں کی چیرہ دستیوں سے مسلمانوں کو آگاہ کرنا

(د) آریہ اور عیسائیوں کے اعتراضات کے تحریری اور تقریری جوابات دینا

(ہ) فاضل بریلوی امام احمد رضا اور دیگر علماء اہل سنت کی تصانیف کی اشاعت (۲۰)

غیر اسلامی نظریہ ''متحدہ قومیت'' کے ہیجانی دور میں اسلامی تشخص کے امتیاز وتحفظ، فتنہ ارتداد کے انسداد اور عوام میں راسخ الاعتقادی پیدا کرنے میں جماعت رضائے مصطفیٰ نے مثالی اور مؤثر کام کیا۔ مفتی اعظم اس کے رکن رکین تھے۔ جماعت رضائے مصطفیٰ کے پلیٹ فارم سے آپ نے متعدد اسلامی تحاریک میں حصہ لیا۔ ۱۳۴۱ھ/۱۹۲۳ء میں متعصب ہندوؤں نے سادہ لوح مسلمانوں کو (نعوذ باللہ) مرتد بنانے کی مہم شروع کی، جسے یہ لوگ شدھی کی تحریک کہتے تھے۔ علماء اہل سنت نے اس ناپاک تحریک کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ فتنہ ارتداد کا انسداد کرنے والے علماء میں حضرت مفتی اعظم کا اسم گرامی سرفہرست ہے۔(۲۱)

(۱۹) روزنامہ پیسہ اخبار، لاہور، شمارہ ۱۳ مئی ۱۹۲۱ء بحوالہ ماہنامہ استقامت کانپور، مئی ۱۹۸۳ء۔ص ۱۵۴

(۲۰) ابوالکلام آزاد کی تاریخی شکست، مرتبہ محمد جلال الدین قادری، مطبوعہ مکتبہ رضویہ لاہور۔ص ۵۶

(۲۱) تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو۔

(ا) ماہنامہ انوار الصوفیہ، لاہور۔ ماہ ذی قعدہ ۱۳۴۱ھ/ جولائی ۱۹۲۳ء۔ص ۲۵

(ب) ماہنامہ اشرفی، کچھوچھہ (بھارت) ماہ ذی قعدہ ۱۳۴۱ھ/ جولائی ۱۹۲۳ء

(ج) سیرت امیر ملت، مصنفہ مولانا سید اختر حسین علی پوری۔ص ۴۳۰

(د) روزنامہ خلافت، بمبئی۔ مجریہ ۳۰ جون ۱۹۲۷ء۔ص ۴

حضرت مفتی اعظم نے پانچ لاکھ ہندوؤں کو کلمہ پڑھا کر مسلمان کیا۔ ہند میں فتنہ ارتداد کے زمانہ میں حرمین طیبین پر نجدی تسلط ہوا۔ نجدیوں نے حرمین طیبین میں جو ظلم کئے وہ تاریخ کا ایک دردناک باب ہے۔ ہندوستان سے ایک وفد اس غرض سے ترتیب دیا گیا کہ وہ نجدیوں کو مظالم سے باز رکھے۔ اس وفد کی تیاری میں حضرت مفتی اعظم نے نمایاں حصہ لیا۔ اس سلسلہ کی ایک خبر ملاحظہ ہو۔

''فتنہ نجد اور جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی۔ عین اس وقت جب کہ ہندوستان خود میدان جہاد میں اترا ہوا ہے اور آریہ ووہابیہ ہند کی شورشوں نے مجاہدین اسلام کو عدیم الفرصت کر رکھا ہے۔ مسلمانان ہند کی واحد نمائندہ اور خالص مذہبی جماعت یعنی جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی نے ترتیب وفد کے لئے امداد کی۔ اور بطل سنت وشیر اسلام حضرت مولانا مصطفیٰ رضا خاں صاحب مدظلہ العالی نے اس کام (ابن سعود کے پاس وفد بھیجنے) کے لئے جیب خاص سے پانسو روپیہ کی گراں قدر رقم جماعت کو عطا فرمائی ہے۔(ا۔۲۱)

خلافت ترکیہ کے زوال کے ساتھ ۱۳۳۷ھ/۱۹۱۹ء تحریک خلافت شروع ہوئی۔ ابوالکلام آزاد اور مولانا عبدالباری فرنگی محلی اور گاندھی کے ہم نوا علماء نے مسلمانوں کے اجماعی عقیدہ کے خلاف اس بات پر زور دیا کہ خلیفہ کے لئے قریشی ہونا ضروری نہیں۔ امام احمد رضا نے اس موضوع پر ایک رسالہ " دوام العیش فی الائمۃ من قریش " ۱۳۳۹ھ/ ۱۹۲۰ء میں تصنیف فرمایا۔ یہ رسالہ ۱۹۲۲ء میں بریلی میں پہلی بار چھپا۔ امام احمد رضا کے صاحبزادے مفتی اعظم نے ۱۳ صفحات پر مشتمل ایک دیباچے کا اضافہ کیا۔ امام احمد رضا اور مفتی اعظم نے جو کچھ فرمایا بعد کے حالات نے ان کی تصدیق کر دی۔(۲۲)

تحریک ترک موالات ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۰ء کے دور میں گاندھی گردی نے وہ طوفان برپا کر دیا جس سے بڑے

(ا۔۲۱) ماہنامہ اشرفی کچھوچھہ۔ جمادی الاخری ۱۳۴۳ھ

(۲۲) دوام العیش فی الائمۃ من قریش، مطبوعہ بریلی (۱۹۲۲ء)

بڑے مسلمان لیڈر بھی متاثر ہوئے۔ استرضا ہنود کی خاطر اسلامی تشخص کی اقدار کو ختم کرنے کی کوششیں ہونے لگیں۔ ظلم تو یہ تھا کہ اس میں مسلمان لیڈر پیش پیش تھے۔ ترک موالات کے دور میں انگریزوں سے ہر قسم کا مقاطعہ روا رکھا گیا جب کہ ہندوؤں سے اتحاد و وداد کی باتیں ہونے لگیں۔ حالانکہ اسلامی نقطہ نظر سے دونوں غیر مسلم ایک جیسے سلوک کے مستحق تھے۔ مگر جذبات کی سیاست نے معاملہ الٹ دیا۔ اس دور میں امام احمد رضا اور ان کے ہمنوا علماء و اکابر نے اس حقیقت کو واضح اور مبرہن کیا کہ مسلمان بحیثیت مسلمان قوم کے ہر دوسری قوم سے ممتاز ہے۔ کسی دوسری قوم سے اس کا اتحاد و وداد ممکن نہیں اور نہ شرعی طور پر جائز ہے۔ اسلامی تشخص کے تحفظ اور اس کو نکھارنے میں مفتی اعظم نے مثالی کردار ادا کیا۔ (۲۳)

اس طرح دو قومی نظریہ کے اولین داعین میں مفتی اعظم کا اسم گرامی نمایاں طور پر شامل ہے۔

۱۳۵۴ھ/۱۹۳۵ء میں سکھوں نے انگریز حکام کی پشت پناہی میں لاہور کی مسجد شہید گنج کو مسمار کر دیا اور یہ دعویٰ کیا یہ جگہ اور عمارت گوردوارہ کی ہے۔ مسلمانوں نے غاصبانہ قبضہ کر رکھا ہے۔ مسجد کے انہدام پر اسلامیان برصغیر تڑپ اٹھے۔ مسجد کی واگزاری کے لئے جلسے جلوسوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ بدقسمتی سے مجلس احرار ہند نے مسلمانوں کی اجتماعی مساعی میں نہ صرف عدمِ شرکت کی بلکہ اس خالص اسلامی تحریک کی مخالفت کی اور یہ پروپیگنڈا کیا کہ اس تحریک میں حصہ لینا جائز نہیں۔ جو مسلمان اس تحریک میں جان کا نذرانہ پیش کر رہے ہیں ان کی موت حرام کی موت ہے۔ وہ شہید نہیں۔ ۲۷ ربیع الثانی ۱۳۵۴ھ/جولائی ۱۹۳۵ء کو مسجد شہید گنج کی بازیابی کے ضمن میں ہلاک ہونے والوں اور تحریک میں حصہ لینے والوں کی شرعی حیثیت سے ایک استفتاء حضرت مفتی اعظم کی خدمت میں پہنچا۔ آپ نے نہایت تفصیل سے دلائلِ شرعیہ سے ثابت کیا کہ اس تحریک میں حصہ لے کر مسلمانوں پر فرض ہے کہ مسجد کو غیر مسلموں سے آزاد کرائیں اور جو لوگ اس تحریک میں جان کا نذرانہ پیش کر چکے ہیں وہ شہید ہیں۔ (۲۴)

(۲۳) تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو۔

(ا) المحجة المؤتمنة فی آیة الممتحنة مصنفہ امام احمد رضا، فتویٰ پر مفتی اعظم کی تصدیق ہے۔

(ب) طرق الهدیٰ والارشاد الی احکام الامارة والجهاد، مصنفہ محمد مصطفیٰ رضا، مطبوعہ بریلی

(ج) ہفت روزہ الفتح، کراچی ۲۸ مئی۔ ۴ جون ۱۹۷۶ء

(۲۴) فتاویٰ مصطفویہ، مصنفہ مفتی اعظم، جلد دوم، مطبوعہ الہ آباد۔ ص ۹۵ تا ۱۰۱

اس طرح آپ کے شرعی فتویٰ نے مسلمانوں کے اضطراب کو ختم کر دیا اور وہ جوش و جذبہ اسلامی سے سرشار مسجد شہید گنج کی بازیابی کے لئے سرگرم عمل رہے۔

بیسویں صدی کے اوائل میں اشتراکیت کا فتنہ روس سے نمودار ہوا۔ ۱۹۳۵ء کے انتخاب میں کانگرسی لیڈروں نے اشتراکیت کی اشاعت کی اور اسے اہل ہند کی مشکلات کا حل بتایا۔ یوپی، سی پی، وغیرہ صوبوں کی کانگرس وزارتوں نے اشتراکیت کے بہروپ میں ناقابل برداشت مظالم ڈھائے۔ مسلمان ان مظالم کا نشانہ تھے۔ اشتراکیت کا ''بے خدا نظام'' مسلمانوں کے مصائب میں اضافہ کا باعث بنا۔ ۲ محرم ۱۳۵۷ھ/۵ مارچ ۱۹۳۸ء کو ایک مبسوط و مدلل فتویٰ کی صورت میں حضرت مفتی اعظم نے اشتراکیت کے بے خدا نظام کے خلاف مؤثر آواز بلند فرمائی۔ دہریوں اور اباحیوں کو آپ نے ابلیس کے ایجنٹ، شیطان کے وکیل شیطنت کا پروپیگنڈا کرنے والے اور خدا اور رسول سے دور اور بے تعلق کہا۔ ان کی بے عقلی اور کور باطنی کو طشت از بام کیا۔ (۲۵)

اس طرح مسلمانوں نے آپ کی رہبری و رہنمائی میں اس خوفناک اژدھے سے جلد نجات حاصل کر لی اور جلد ہی کانگرسی وزارتیں اپنے انجام کو پہنچ گئیں۔ اس طرح اشتراکیت کا اولین رد بلیغ کرنے والوں میں حضرت مفتی اعظم شامل ہیں۔ برصغیر میں بیسویں صدی کے ربع اول ہی میں استخلاص وطن کی ترکیبیں شروع ہوئیں۔ ربع ثانی میں یہ تحریکیں اپنے عروج پر تھیں۔ مگر ان تحریکوں میں بعض اس قسم کے طریقے وضع ہوئے اور ان پر عمل ہونے لگا۔ جس کا نتیجہ مسلمانوں کی ہمیشہ کی ہندوؤں کی غلامی مقدر بن جاتی۔ علماء اہل سنت کا مؤقف یہ تھا کہ وطن کی آزادی کے بعد مسلمان بھی آزاد ہوں۔ انہیں ہندوؤں کی سرپرستی اور غلامی سے بھی نجات ملنی چاہئے۔ ظاہر ہے اس کے لئے ہندو کانگرس اور کانگرسی مسلمان لیڈر تیار نہ تھے۔ بلکہ ان کی مخالفت اپنے نقطہ عروج پر تھی۔ ان حالات میں مسلمانوں کے معاشرتی، تجارتی، معاشی، تمدنی، تعلیمی اور سیاسی حقوق کو ہندوؤں پر قربان کیا جانے لگا۔ اس کرب ناک صورت حال کے پیش نظر علماء اہل سنت نے کل ہند سنی کانفرنس کی داغ بیل ڈالی۔ ۱۳۴۳ھ بمطابق ۱۹۲۵ء میں مراد آباد میں اس کا پہلا اجلاس

(۲۵) تفصیلی فتویٰ ملاحظہ ہو: فتاویٰ مصطفویہ، مصنفہ مفتی اعظم، مطبوعہ الہ آباد (بار اول)۔ ص ۸۶، ۸۷

منعقد ہوا۔ جس نے مسلمانوں کو زندگی کا ایک نیا شعور بخشا۔ دیکھتے ہی دیکھتے کانفرنس کی شاخیں کل ہند میں قائم ہو گئیں۔ حضرت مفتی اعظم اس کانفرنس کے مرکزی سرپرست تھے۔ آپ کی سربراہی اور راہنمائی میں آل انڈیا سنی کانفرنس نے برصغیر کی سیاست میں ایک ممتاز مقام حاصل کرلیا۔ (۲۶)

وائسرائے ہند لارڈ ویول نے شملہ میں کانگرس اور مسلم لیگ کے درمیان مفاہمت کرانے کے لئے ایک کانفرنس کی۔ مسلم لیگ کا مؤقف تھا کہ وہ مسلمانوں کی واحد نمائندہ سیاسی تنظیم ہے، جبکہ کانگرس متحدہ ہندوستان کے تمام باشندوں کی نمائندگی کی دعویدار تھی۔ حضرت مفتی اعظم نے قائداعظم کے نام ایک تار میں مسلم لیگ کے نقطہ نظر کی حمایت کی۔ حضرت مفتی اعظم کا یہ تار روزنامہ انجام دہلی مؤرخہ ۱۵ جولائی ۱۹۴۵ء میں بھی شائع ہوا۔ (۲۷)

۱۳۴۳ھ/۱۹۲۵ء میں منعقد ہونے والی آل انڈیا سنی کانفرنس کا انتظام و انصرام جمعیت اشرفیہ کچھوچھہ اور امام احمد رضا کی قائم کردہ ''انجمن انصار الاسلام'' اور جماعت مصطفی کے رضا کاروں نے نہایت سلیقہ سے کیا۔ جماعت رضائے مصطفی کا خیمہ عجیب شوکت رکھتا تھا۔ حضرت مفتی اعظم کے اس ملکوتی نظام کی ہر ایک نے تعریف کی۔ (۲۸)

۶۵۔۱۳۶۴ھ/۴۶۔۱۹۴۵ء کے برصغیر کے مرکزی اور صوبائی انتخابات تاریخ میں معرکۃ الاراء نوعیت کے حامل تھے۔ انہی انتخابات کے نتیجہ میں مسلمانان برصغیر کی قسمت کا فیصلہ ہونا تھا۔ استخلاص وطن کے ساتھ اسلامی ریاست کا قیام انہی انتخابات کا مرہون منت تھا۔ اس صورت حال میں علماء و مشائخ اہل سنت نے مسلمانوں کی نمائندہ تنظیم مسلم لیگ کے ساتھ بھرپور تعاون کیا۔ اس کے لئے علماء نے باقاعدہ فتاویٰ جاری کئے۔ کہ مسئلہ پاکستان یعنی ہندوستان کے کسی حصہ میں آئین شریعت کے مطابق فقہی اصول پر حکومت قائم کرنا سنی کانفرنس کے نزدیک محمود و مستحسن ہے۔ ان

(۲۶) تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس، مرتبہ محمد جلال الدین قادری، مطبوعہ (۱۹۷۸ء)

(۲۷) تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو۔

(ا) ہفت روزہ الفقیہ امرتسر، ۱۴/۷ نومبر ۱۹۴۵ء۔ ص ۷

(ب) خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس، مرتبہ محمد جلال الدین قادری، مطبوعہ (۱۹۷۸ء)

(۲۸) ماہنامہ اشرفی، کچھوچھہ۔ شوال ۱۳۴۳ھ/مئی ۱۹۲۵ء۔ ص ۱۵ تا ۱۷

فتاویٰ پر حضرت مفتی اعظم اور ان کے تلمیذ رشید حضرت شیخ الحدیث کے دستخط سرفہرست ہوئے۔ (۲۹)

آل انڈیا سنی کانفرنس، بنارس کا تاریخ ساز اجلاس ۲۴ تا ۲۷ جمادی الاولی ۱۳۶۵ھ/۲۷ تا ۳۰ اپریل ۱۹۴۶ء کو منعقد ہوا۔ اس اجلاس میں پانچ سو مشائخ عظام، سات ہزار علماء کرام اور دو لاکھ سے زائد عوام اہل سنت شریک ہوئے۔ اس اجلاس میں حضرت مفتی اعظم نے مرکزی کردار ادا کیا۔ اور کانفرنس کی طرف سے مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے لئے جو مختلف کمیٹیاں مقرر ہوئیں، ان میں سے بعض کی سربراہی حضرت مفتی اعظم نے قبول فرمائی۔ جن مجالس میں آپ کا انتخاب ہوا وہ یہ ہیں۔

تعلیم، پاکستان، دارالقضاۃ، عائلی قوانین، جمعیت آئین ساز، (۳۰)

اسلامی ریاست یعنی پاکستان کے قیام سے حضرت مفتی اعظم کو کس قدر دلچسپی تھی؟ اس کا اندازہ اس پس منظر میں لگایئے کہ ۱۹۴۶ء کے انتخابات میں آپ نے بریلی کے حلقہ میں مسلم لیگ کے نمائندہ اور امیدوار عزیز احمد ایڈووکیٹ کو پہلا ووٹ دیا۔ گویا اس حلقہ میں پاکستان کا سب سے پہلا ووٹ تھا، مفتی اعظم نے نہ اس سے پہلے کسی انتخاب میں ووٹ ڈالا اور نہ ہی اس کے بعد کسی انتخاب میں۔ گویا زندگی میں ایک بار ہی ووٹ کا استعمال کیا اور وہ قیام پاکستان کے حق میں تھا۔ ووٹ کے استعمال کے بعد لوگوں نے آپ کو ''مفتی اعظم ہند'' کی بجائے ''مفتی اعظم پاکستان'' کہنا شروع کیا۔ (۳۱)

کانگرسی حکومت ہند نے جانبداری سے کام لیتے ہوئے غیر منصفانہ طور پر اہل سنت کے اداروں اور اوقاف پر غیر سنیوں کو بالادستی کا حق دے دیا۔ ۱۹۶۰ء میں حکومت ہند نے ایک وقف ایکٹ کے ذریعے اہل سنت کے حقوق پامال

(۲۹) اخبار دبدبہ سکندری رامپور ۲۹ مارچ ۱۹۴۶ء۔ ص ۳

(۳۰) (ا) اخبار دبدبہ سکندری، رامپور مجریہ ۲۰ مئی، ۲۷ مئی، ۳ جولائی، ۱۷ جولائی، ۲۲ جولائی، یکم اگست ۱۹۴۶ء

(ب) خطبہ صدارت از رئیس المحدثین حضرت مولانا سید محمد محدث کچھوچھوی، مطبوعہ مراد آباد

(ج) خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس، مرتبہ محمد جلال الدین قادری، مکتبہ رضویہ گجرات

(۳۱) روایت مولانا تقدس علی بریلوی شیخ الجامعہ پیر گوٹھ (سندھ) ۲۲ صفر ۱۴۰۴ھ

کرنے کی کوشش کی۔ نیز مسلمانوں کے تعلیمی اداروں کا اسلامی تشخص اور امتیاز ختم کرنے کی سازش کی اور مختلف صوبوں میں مسلمانوں کے مذہبی مقامات مساجد مزارات کو ظلماً چھیننے کو کوشش کی، اس صورت حال کے پیشِ نظر شاہزادۂ امام احمد رضا، حضرت مفتی اعظم نے تمام علماء و مشائخ کو جمع کیا اور دسمبر ۱۹۶۱ء آل انڈیا سنی اوقاف کانفرنس، دہلی میں منعقد کی۔ ڈیڑھ لاکھ افراد نے والہانہ انداز میں شرکت کی۔ یہ کانفرنس ایسی مؤثر اور کامیاب ثابت ہوئی کہ ایوانِ حکومت میں زلزلہ آگیا۔ وزیر اعظم ہند اور دیگر صاحبان اقتدار نے از خود ملاقات کی خواہش کی اور مسلمانوں کے مطالبات کو بغور سنا اور اس پر عمل کیا۔ اس طرح اہل سنت کے مذہبی ادارے اپنا اسلامی تشخص برقرار رکھ سکے اور مسلمانوں کی قدیم مسلم یونیورسٹی علی گڑھ دست برد غیر مسلم حکومت سے محفوظ رہی۔ (۳۲)

اس کانفرنس کی عظیم الشان کامیابی کے بعد حضرت مفتی اعظم کی سرپرستی میں جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی نے کل ہند تعلیمی و تنظیمی کانفرنس دہلی کے ذریعے ہندوستان کے تمام سنی اداروں اور مدارس کو مربوط کرنے کی کوشش شروع کی۔ ملک کے گوشے گوشے کا دورہ کرنے اور ان اداروں کے تفصیلی کوائف مرتب کرنے کے لئے ایک وفد ترتیب دیا گیا۔ (۳۳)

۱۳۶۵ھ/۱۹۳۷ء میں مسجد بی بی جی مرحومہ بریلی میں دارالعلوم مظہر اسلام حضرت مفتی اعظم کی سرپرستی میں قائم ہوا۔ حضرت شیخ الحدیث اس دارالعلوم کے منتظم اور شیخ الحدیث تھے۔ تقسیم ہند کے بعد حضرت شیخ الحدیث پاکستان آگئے۔ اس وقت تک دارالعلوم کی کوئی مستقل عمارت نہ تھی۔ مسجد کے حجروں میں طلباء اور اساتذہ کی رہائش تھی اور مسجد کا صحن درس گاہ تھا۔ اس عظیم ادارے نے بے سروسامانی کے عالم میں جو تعلیمی اور روحانی خدمات سرانجام دیں وہ برصغیر کی تاریخ میں امتیازی حیثیت رکھتی ہیں۔ اب ضرورت اس امر کی تھی کہ مرکز علم وعرفاں، بریلی میں اہل سنت کی ایک عظیم الشان یونیورسٹی ہو۔ عالم اسلام کے بے مثل عالم امام احمد رضا کی یاد میں ایک مثالی رضا لائبریری ہو اور آستانہ عالیہ

---

(۳۲) ماہنامہ نوری کرن، بریلی، جنوری ۱۹۶۲ء۔ ص ۴ تا ۸

(۳۳) ماہنامہ نوری کرن۔ بریلی۔ جنوری ۱۹۶۲ء۔ ص ۸

رضویہ حاضر ہونے والوں، علمی پیاس بجھانے والوں کے لئے ضروریات سے آراستہ ایک رضا گیسٹ ہاؤس ہو۔ اس عظیم منصوبہ کے لئے حضرت مفتی اعظم نے تحریک شروع کی۔ جگہ کا حصول اولین مرحلہ تھا۔ ۱۳۸۰ھ/۱۹۶۲ء سے اس کے لئے کوشش شروع کردی گئی۔ جماعت رضائے مصطفیٰ کی ریلیف کمیٹی کو اس عظیم منصوبے کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے ہدایت کردی گئی۔ (۳۴)

حضرت مفتی اعظم کی مساعی اور دعاؤں سے اس عظیم منصوبے کی داغ بیل پڑ چکی ہے اور ان شاء اللہ العزیز جلد ہی یہ کام پایہ تکمیل تک پہنچ جائے گا۔

جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۰ء میں قائم ہوئی۔ اس وقت اس کی حیثیت ایک مقامی جمعیت کی تھی۔ اس جمعیت کے دو بڑے شعبے تھے۔ علمی، عملی۔

اس جمعیت نے دونوں پہلوؤں پر تاریخ ساز کردار سرانجام دیا۔ رفتہ رفتہ اس کی حیثیت مرکزی بن گئی۔ پورے برصغیر میں اس کی شاخیں قائم ہوگئیں۔ اب اس کے اغراض و مقاصد اور قواعد و ضوابط میں بھی وسعت کرنا پڑی۔ اس غرض کے لئے ۱۴ جمادی الاولی ۱۳۸۳ھ/۱۳ اکتوبر ۱۹۶۳ء کو حضرت مفتی اعظم کی سرپرستی میں برہان الملت حضرت مولانا برہان الحق جبل پوری (خلیفہ امام احمد رضا) کے آستانہ پر کل ہند جماعت رضائے مصطفیٰ کا ایک اجلاس منعقد ہوا۔ جس میں حسب ذیل دفعات کا اضافہ کیا گیا۔

دفعات

(۱) کل ہند جماعت رضائے مصطفیٰ کی دائمی سرپرستی حضور مفتی اعظم ہند دامت برکاتہم العالیہ القدسیہ فرمائیں گے۔

---

(۳۴) ا ماہنامہ نوری کرن، بریلی۔ مئی ۱۹۶۲ء۔ ص ۱۴
ب ماہنامہ نوری کرن۔ بریلی۔ جون ۱۹۶۳ء۔ ص ۳۱
ج ماہنامہ نوری کرن، بریلی، اگست ۱۹۶۳ء۔ ص ۴

(۲) کل ہند جماعت رضائے مصطفیٰ سارے ہندوستان کی کل مقامی، ضلعی، صوبائی اور کل ہند جملہ سنی تنظیموں کی نگران اور جماعت ہوگی۔ ہندوستان کی ساری سنی تنظیمیں اور جماعتیں کل ہند جماعت رضائے مصطفیٰ کے تحت رہیں گی۔

(۳) مختلف سنی تنظیموں کے باہمی اختلاف کی شکل میں کل ہند جماعت رضائے مصطفیٰ کی حیثیت ثالث اور حکم کی ہو گی۔

(۴) کل ہند جماعت رضائے مصطفیٰ کی جماعت تنظیم حسب ذیل ہوگی۔

(ا) ہر شہر میں دارالافتاء قائم کرنا

(ب) ہر شہر میں دارالقضاء قائم کرنا

(ج) ہر جگہ مکاتیب و مدارس اسلامیہ قائم کرنا۔

(۵) ہندوستان کے ہر شہر کے مفتی اور قاضی کا براہ راست تعلق کل ہند جماعت رضائے مصطفیٰ سے ہوگا۔(۳۵)

(۶) کل ہند جماعت رضائے مصطفیٰ کا انتخاب ہر پانچ سال بعد ہوا کرے گا۔

(۷) کل ہند جماعت رضائے مصطفیٰ کا مرکزی دفتر بریلی شریف ہی میں زیر نگرانی حضور مفتی اعظم ہند دامت برکاتہم العالیہ رہے گا۔

(۸) ریلیف کمیٹی مرکزی جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی شریف کی نگرانی، ترمیمی اور تبدیلی کے کل اختیارات سر پرست وصدر کل ہند جماعت رضائے مصطفیٰ کو حاصل رہیں گے۔(۳۶)

(۱۰) ریلیف کمیٹی مرکزی جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی شریف کے علاوہ اور کوئی ریلیف کمیٹی قائم نہ ہوگی۔

(۳۵) مسلمانوں کے قومی و مذہبی نزاعات کے فیصلہ کے لئے قاضی کی شرعی ضرورت چونکہ ہندوستان کی موجودہ سیکولر حکومت سے پورا ہونا ناممکن ہے۔ اس اہم شرعی ضرورت کو جماعت رضائے مصطفیٰ کی مرکزی حیثیت پورا کرے گی۔ فقیر قادری عفی عنہ

(۳۶) اصل ماخذ ماہنامہ نوری کرن بریلی مجریہ نومبر ۱۹۶۳ء میں ۹ نمبر کتابت سے رہ گیا ہے۔ فقیر قادری عفی عنہ

(۱۱) ریلیف کمیٹی مرکزی جماعت رضائے مصطفیٰ کا کوئی انتخاب نہ ہوا کرے گا۔ بلکہ سرپرست و صدر کل ہند جماعت رضائے مصطفیٰ اپنے اختیارات خصوصی سے نامزد فرمایا کریں گے۔

جبل پور کے اس کل ہند جماعت رضائے مصطفیٰ کے خصوصی اجلاس سے قبل امام احمد رضا کے عرس کے موقعہ پر ۲۶ صفر ۱۳۸۳ھ/۱۸ جولائی ۱۹۶۳ء کو کل ہند جماعت رضائے مصطفیٰ کا مرکزی انتخاب عمل میں لایا گیا۔ جس میں برہان الملت حضرت مولانا برہان الحق جبل پوری کو کل ہند جماعت رضائے مصطفیٰ کا صدر اور جناب مولانا ابوالوفا فصیحی غازی پوری کو ناظم اعلیٰ منتخب کیا جا چکا تھا۔ اب اس جبل پور کے اجلاس میں بقیہ عہدیداران کا انتخاب عمل میں آیا۔

☆ نائب صدر اول جناب مولانا سید محمد مدنی میاں خلف الرشید حضرت محدث اعظم کچھوچھوی

☆ نائب صدر دوم جناب مولانا رفاقت حسین احسن المدارس کانپور

☆ ناظم مولانا علی محمد دھوراجی راج پپلا بھڑوچ گجرات

☆ نائب ناظم جناب عبدالصمد مجنون۔ جبل پور

☆ نائب ناظم و خازن سید حمایت رسول نزد جامع مسجد بریلی

علاوہ ازیں متعدد جلیل القدر علماء کرام کو کل ہند جماعت رضائے مصطفیٰ کی ورکنگ کمیٹی کا ممبر نامزد کیا گیا۔(۳۷)

اسی اجلاس میں سر پرست کل ہند جماعت رضائے مصطفیٰ، حضرت مفتی اعظم اور صدر مولانا برہان الحق جبل پوری نے اپنے اختیارات سے سید حمایت رسول ریٹائرڈ گارڈ کو صدر ریلیف کمیٹی کل ہند جماعت رضائے مصطفیٰ نامزد فرمایا اور اسے اختیار دیا کہ وہ ایک ماہ کے اندر اپنی کابینہ کی تشکیل دے کر منظوری حاصل کریں۔(۳۸)

اس طرح حضرت مفتی اعظم کی سر پرستی میں جماعت رضائے مصطفیٰ کی نشأۃ ثانیہ نے اسلامیان ہند کی مذہبی و

(۳۷) ماہنامہ نوری کرن، بریلی، مجریہ نومبر ۱۹۶۳ء۔ ص ۳۶، ۳۷

(۳۸) ماہنامہ نوری کرن، بریلی۔ نومبر ۱۹۶۳ء۔ ص ۳۷

قومی واسلامی ضرورت کو پورا کردیا۔

ہندوستان کی سیکولر حکومت اپنے دعویٰ لادینیت پر بھی قائم نہ رہی۔ نمائندگان کانگرس کی حکومت نے غیر جانبداری کو بالائے طاق رکھ دیا۔ کل مسلمانان ہند کے دینی، اقتصادی، لسانی اور سیاسی حقوق کی پامالی کے واقعات اس قدر عام ہوگئے کہ جذبہ ایثار رکھنے والے علماء نے محسوس کیا کہ ان کی ایک کل ہند مرکزی سیاسی تنظیم ہو جو مسلمانوں کے ہر قسم کے حقوق کی حفاظت کا فریضہ سرانجام دے۔ چنانچہ جمادی الاخری ۱۳۸۳ھ/نومبر ۱۹۶۳ء میں آل انڈیا سنی جمعیت العلماء کانفرنس کا عظیم اجتماع کانپور میں ہونا قرار پایا۔ اس کانفرنس کی سرپرستی حضرت مفتی اعظم نے فرمائی۔ کانفرنس کے انعقاد سے قبل آپ نے اس کی کامیابی کے لئے ایک عالمگیر پیغام شائع فرمایا۔ اس عالمگیر پیغام کی عبارت یہ تھی۔

نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی حَبِیْبِہِ الْکَرِیْمِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ.

برادران اہل سنت! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

یاقَوْمَنَا اَجِیْبُوْا دَاعِیَ اللہِ. اے ہماری قوم اللہ تعالیٰ کے داعی کی پکار پر لبیک کہو۔

آل انڈیا سنی جمعیت العلماء کانفرنس مسلمانان ہند کی دینی، تعلیمی، اقتصادی، لسانی اوقاف کے تحفظ کی خاطر سرزمین کانپور میں مؤرخہ ۱، ۲، ۳، نومبر ۱۹۶۳ء کو منعقد ہو رہی ہے۔ جس کی اطلاع اخبارات، اشتہارات وغیرہ کے ذریعہ آپ تک پہنچ چکی ہوگی۔ یہ اہم کانفرنس ایسے موقع پر منعقد ہو رہی ہے۔ جبکہ ملک کے اہل سنت جسم وجان سے گذر کر دین وایمان کی سخت آزمائش میں مبتلا کئے جانے والے ہیں۔ الحاد، بددینی پیہم شکستیں کھانے کے بعد اب حکومت وقت کا سہارا تلاش کر رہی ہے۔ اسلام کا جھوٹا دعویٰ کرنے والے دشمنان ایمان مسلمانوں کے سکوت وسادگی سے ناجائز فائدہ اٹھا کر دین وملت سرِ بازار نیلام کردینا چاہتے ہیں۔ بے شمار مسائل نے مسلمان اور آئندہ نسل کے دین ودنیا کو انتہائی خطرہ میں ڈال دیا ہے۔ ایسی نازک حالت میں آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء کے زعماء کا سرزمین کانپور پر آل انڈیا سنی کانفرنس کا فیصلہ ملک کے مسلمانوں کے لئے ایک نیک فال اور بہت سی توقعات کا حامل ہوگا۔

جان نثار سنیت! رہبران قوم کے جذبہ ءِ ایثار وافادیت کے ساتھ قوم کی صلاحیت استفادیت کا وجود انتہائی اہم ہے۔ ہزار آفتاب نیمروز اپنی پوری تابانی کے ساتھ آسمان پر جلوہ گر ہوا گر ناعاقبت اندیش دوپہر کے وقت آنکھیں بند کر کے دوڑ رہے ہوں تو ٹھوکریں کھا کر بری طرح چور ہوجائیں گے۔ علماء اہل سنت مسلمانوں اور ان کی نسل کے دین ودنیا کے تحفظ کی خاطر جذبہ ایثار کے ساتھ میدان میں اتر آئے ہیں۔ اب فرزندانِ ملتِ اسلامیہ کی ذمہ داریاں ہیں کہ بیدار ہو کر آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء کانفرنس کانپور کو سرمایہ کی فراہمی اور کثیر تعداد میں شرکت سے پوری طرح کامیاب بنائیں، اور اسی جمعیۃ العلماء کی قیادت کو مستحکم کرنے کے لئے سارے ملک میں اس کی شاخوں کا جال بچھا دیں۔ علماء اہل سنت سے بھی متوقع ہوں کہ سنی جمعیۃ العلماء سے وابستہ ہو کر صحت مند دینی ودنیاوی رہنمائی سے قوم کو مستفیض فرمائیں۔ والسلام فقط دعا گو

مصطفیٰ رضا قادری نوری رضوی غفرلہ (۳۹)

آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء کانفرنس کی قیادت جن علماء کے ہاتھوں میں تھی، ان میں سے چند ایک کے اسماءِ گرامی یہ ہیں۔

☆ مجاہد ملت حضرت مولانا حبیب الرحمٰن کانپوری

☆ برہان الملت حضرت مولانا برہان الحق جبل پوری

☆ صدر العلماء حضرت مولانا سید محمد میاں شہزادہ محدث اعظم ہند کچھوچھوی

☆ سید العلماء حضرت مولانا مفتی سید آل مصطفیٰ مارہروی

بحمدہ تعالیٰ چار لاکھ کے پُر شکوہ مجمع نے ببانگ دہل اعلان کیا کہ آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء کانفرنس ہماری جماعت ہے۔ (۴۰)

(۳۹) نوری کرن۔ بریلی مجریہ نومبر ۱۹۶۳ء، ص ۳۵ (۴۰) ایضاً۔ ص ۳۵

جمعیت العلماء ہند، جو کانگرس کی ہم نوااور دیوبندی وہابی ٹولہ ہے، اس کو مسلمانوں کی نمائندگی کا کوئی حق نہیں۔ (۴۱)

اصلاحات کی آڑ میں مرکزی حکومت ہند نے مسلمانوں کے پرسنل لاء میں ایسی ترمیمات کرنے کا اعلان کیا جس سے مسلمانوں کی مذہبی شخصی آزادی شدید متاثر ہوتی۔ کانگرس کی ہم نوا جمعیت العلماء ہند اور ندوۃ العلماء لکھنؤ نے ان غیر اسلامی ترمیمات کی حمایت کی۔ اہل سنت، جو ہند کی کل مسلم آبادی میں سب سے بڑی اکثریت ہیں کو یہ ترمیمات کسی حال میں بھی قبول نہ تھیں۔ چنانچہ ان کی نمائندہ مذہبی اور سیاسی تنظیموں کل ہند جماعت رضائے مصطفیٰ اور آل انڈیا سنی جمعیت العلماء نے نہایت گونجدار اور مؤثر آواز میں ان غیر اسلامی ترمیمات کی مخالفت کی۔ عرس قادری رضوی بریلی کے موقع پر ۲۶ صفر ۱۳۸۳ھ/۱۸ جولائی ۱۹۶۳ء کو حضرت مفتی اعظم کی سربراہی میں کل ہند جماعت رضائے مصطفیٰ نے ان ترمیمات کے خلاف ایک قرارداد متفقہ طور پر منظور کی۔ بعد میں آپ کی سربراہی میں ہونے والے آل انڈیا سنی جمعیت العلماء کے کانپور کے اجلاس میں ان ترمیمات کے خلاف مؤثر آواز اٹھائی۔ (۴۲)

۹۷-۱۳۹۶ھ/۷۷-۱۹۷۶ء کا دور اسلامیانِ ہند کے لئے ایک بھیانک طوفان کا دور تھا۔ حکومت نے نس بندی کے جواز کے لئے مفتیان کو ترغیب اور ترہیب سے مائل کرنے کی مہم شروع کی۔ کانگرس کے حامی مفتیان نے اس کے جواز کا فتویٰ جاری کر دیا۔ اخبارات اور ریڈیو کے ذریعہ ان فتاویٰ کی خوب تشہیر کی۔ ہندوستان کا مسلمان اب ایسے نازک موڑ پر پہنچ چکا تھا جہاں ہر طرف تاریکی ہی تاریکی تھی۔ پوری قوم ایسے میر کارواں کی تلاش میں تھی جو اسے سہارا دے، ایمان واعتقاد کی اجڑی ہوئی کھیتی کو لالہ زار بنا دے، اس حال میں پاسبان ناموس رسالت، مجاہد ملت اہل سنت کے تاجدار حضرت مفتی اعظم اپنے علمی وروحانی وقار سے جابر حاکم کے سامنے کلمۂ حق کہنے کھڑے ہوئے۔ آپ نے بے باکی اور حق گوئی سے کام لیتے ہوئے فتویٰ جاری کیا کہ

(۴۱) ماہنامہ نوری کرن، بریلی۔ مجریہ دسمبر ۱۹۶۳ء۔ ص ۳۵

(۴۲) ا ماہنامہ نوری کرن بریلی۔ مجریہ ستمبر ۱۹۶۳ء۔ ص ۳۹

ب ماہنامہ نوری کرن بریلی مجریہ نومبر ۱۹۶۳ء۔ ص ۴۰

"نس بندی حرام ہے۔ حرام ہے۔ حرام ہے۔"

چونکہ ذرائع ابلاغ پر حکومت کے آہنی پنجوں کا مضبوط قبضہ تھا۔ ان کو اشاعت کا ذریعہ بنانا ممکن نہ تھا۔ آپ نے حکومت کے خلاف فتویٰ عدمِ جوازِ نس بندی کو سائیکلوسٹائل کرا کے ملک کے گوشہ گوشہ میں پھیلا دیا۔ اندیشہ سود وزیاں سے بے نیاز حضرت مفتی اعظم کے جرأت مندانہ اقدام سے دینِ مصطفیٰ کی حفاظت کا ذریعہ بن گیا۔ اور ظالم وجابر حاکم، ایمرجنسی کے دور میں آپ کے فتوی کے مقابل بے بس ہو کر رہ گیا۔

نس بندی کے خلاف فتویٰ جاری کرنے اور اسے شائع کرنے کی بنا پر ضلع کلکٹر نے مسلح فورس کے ساتھ حضرت مفتی اعظم کی محبوسی کے لئے سخت ہدایات جاری کر دیں۔ لیکن ایک صوبائی وزیر اور سابق اسپیکر صوبہ یوپی نے مرکزی حکومت سے رابطہ قائم کر کے صورت حال سے آگاہ کیا اور کہا اگر حضرت مفتی اعظم کو گرفتار کیا گیا تو پورے ملک میں بے چینی اور تشدد کے واقعات رونما ہوں گے۔ دیگر ذرائع نے بھی مرکزی حکومت کو یہی خبر دی کہ حضرت مفتی اعظم کی گرفتاری سے حالات مزید ابتر ہو جائیں گے۔ اس لئے کہ وہ کسی حال میں بھی اپنا فتویٰ واپس نہیں لیں گے۔ اس پر مرکزی حکومت نے مداخلت کی اور بریلی کی انتظامیہ کو ہدایت کی کہ گرفتاری کے احکام ختم کر دیئے جائیں۔ (۴۳)

کچھ دنوں بعد وہ حکومت خود ختم ہوگئی۔

دور حاضر کے عظیم قائد، ولی کامل، عارف باللہ حضرت مفتی اعظم کی ہمہ گیر شخصیت کو دیکھنے کے بعد امام احمد رضا کے خلیفہ اور مفتی اعظم کے استاذ گرامی مولانا شاہ رحم علی منگلوری کی استخراج کردہ آپ کے مادہ تاریخ ولادت "طبیب دین احمد مجدد ابن مجدد اعظم = ۱۳۱۰ھ" کی پیش گوئی حرف بحرف پوری نظر آتی ہے۔

(۴۳) ا ماہنامہ استقامت کانپور۔ مجریہ مئی ۱۹۸۳ء۔ ص ۱۰۶، ۱۲۷، ۲۹۰

ب پندرہ روزہ رفاقت، پٹنہ۔ مجریہ ۱۵ دسمبر ۱۹۸۱ء۔ ص ۱۶

ج روشن ستارے، مرتبہ مولانا محمد اعظم نوری ٹانڈوی۔۔ مطبوعہ بریلی ۱۹۷۷ء

د مفتی اعظم ہند، مرتبہ عبدالنعیم عزیزی، مطبوعہ بریلی (بار ششم)

حضرت مفتی اعظم اولاً تو کسی سے نذرانہ قبول نہ فرماتے۔ اور اگر یہ دیکھتے کہ نذرانہ نہ قبول کرنے میں پیش کرنے والے کی دل شکنی ہو رہی ہے تو قبول فرمالیتے اور اسے واپس کرتے ہوئے ارشاد فرماتے کہ اب میں آپ کی نذر کرتا ہوں آپ میری طرف سے قبول فرمالیں۔

ایک مرتبہ جامعہ حمیدیہ بنارس کے جلسہ دستار فضیلت کے موقعہ پر بذریعہ کار جبل پور سے تشریف لے گئے۔ ارکان جامعہ نے سوچا کہ سینکڑوں کلومیٹر کا سفر کر کے تشریف لائے ہیں۔ پٹرول وغیرہ کا کافی خرچ ہوا ہوگا۔ لہٰذا پانچ سو روپے کی رقم پیش کرنا چاہی۔ ہزار کوشش کے باوجود آپ نے یہ نذر قبول نہ کی۔ لوگوں نے سوچا کہ اس طرح تو حضرت کا نقصان ہوگا۔ تو مختلف لوگوں میں رقم تقسیم کر دی گئی۔ یہ لوگ فرداً فرداً مصافحہ کرنے گئے اور نذرانہ پیش کرنے لگے۔ حضرت نے سب کی رقم قبول فرمانے کے بعد فرمایا۔ میں اس رقم کو جامعہ کے لئے وقف کر رہا ہوں۔ اس کی تعمیر میں اس کو صرف کر دیا جائے۔ (۴۵)

جامعہ اشرفیہ مبارک پور کی تقریب سنگ بنیاد پر آپ تشریف فرما ہوئے۔ بنیاد رکھنے کے بعد دعا فرمائی، سارے مجمع پر رقت انگیز کیفیت طاری ہوگئی۔ محسوس ہونے لگا کہ ان شاء اللہ عمارت مکمل ہوگئی۔ تیسرے روز جب آپ واپس ہونے لگے تو علامہ ارشد القادری نے جامعہ کی طرف سے کچھ پیش کرنا چاہا۔ حضرت مفتی اعظم نے دریافت فرمایا یہ کیا ہے؟ ان کے منہ سے جلدی میں نکل گیا۔ یہ کرایہ ہے۔ حضرت نے فرمایا۔

''میں کرایہ کا مولوی نہیں ہوں'' (۴۶)

گونا گوں مصروفیت کے باوجود حضرت مفتی اعظم نے مختلف مذہبی موضوعات پر تصانیف کا ایک گراں قدر ذخیرہ چھوڑا ہے۔ یہ تصانیف اپنے موضوع پر مدلل ہیں۔ آپ کی تحریر عالمانہ اور پُرکشش ہوتی ہے۔ الفاظ کا برمحل استعمال ایسا کہ کسی ایک حرف کو آگے پیچھے کرنا ممکن نہیں رہتا۔

(۴۵) مولانا مرغوب حسن قادری، دیباچہ سامان بخشش۔ مطبوعہ بنارس (۱۳۹۹ھ/۱۹۷۹ء۔ بحوالہ حیات مبارک مفتی اعظم مرتبہ مولانا عرفان الحق سنبھلی۔ مطبوعہ بریلی ۱۹۸۰ء۔ ص ۱۹، ۲۰

(۴۶) پندرہ روزہ رفاقت، پٹنہ مجریہ ۱۵ دسمبر ۱۹۸۱ء۔ ص ۳

۱۔ سامان بخشش
۲۔ فتاویٰ مصطفویہ
۳۔ الموت الاحمر
۴۔ وقایہ اہل سنت عن مکر دیوبند والفتنہ
۵۔ مقتل اکذب اجہل
۶۔ مقتل کذب وکید
۷۔ النکتۃ علی مراء کلکتہ
۸۔ الملفوظ ہر چہار جلد
۹۔ ادخال السنان
۱۰۔ کشف ضلال دیوبند
۱۱۔ وقعات السناس
۱۲۔ الکاوی فی العادی
۱۳۔ القسم القاصم
۱۴۔ اشد البأس
۱۵۔ تقر العرفان
۱۶۔ وہابیہ کی تقیہ بازی
۱۷۔ القول العجیب
۱۸۔ القسورہ
۱۹۔ سیف الجبار
۲۰۔ طرق الہدی
۲۱۔ تنویر الحج (۴۷)
۲۲۔ طرد الشیطان (عمدۃ البیان)
۲۳۔ حجۃ واہرہ بوجوب حجۃ الحاضرہ
۲۴۔ ہشتاد بید و بند بر مکال دیوبند
۲۵۔ نفی العار من معائب المولوی عبد الغفار
۲۶۔ حواشی وتکمیلات الاستمداد
۲۷۔ ترتیب فتاویٰ رضویہ جلد دوم
۲۸۔ حواشی وفوائد فتاویٰ رضویہ حصہ سوم (۴۸)

(۴۷) پندرہ روزہ رفاقت پٹنہ، ۱۵ دسمبر ۱۹۸۱ء۔ ص ۶ (مضمون مولانا حسن رضا خان، ایم۔اے پٹنہ)

(۴۸) مفتی اعظم ہند مؤلفہ عبد النعیم عزیزی رامپوری مطبوعہ بریلی (بار ششم)۔ ص ۶۴، ۶۵

حضرت مفتی اعظم کو شاعری ورثہ میں ملی۔ زبان ان کے گھر کی باندی ہے۔ آپ نے حمد، نعت اور منقبت سب کچھ کہا ہے۔ ہر ایک میں رنگ تغزل جھلملاتا ہے۔ رس اور نغمگی پڑھنے سننے والوں کو مسحور کر دیتی ہے۔ لطافت، صداقت، گہرائی۔ بلند فلسفہ اور بلاغت اشعار کی جان ہیں، نوری تخلص فرماتے تھے۔ نمونہ کلام ملاحظہ ہو۔

نغمہ نعت

کون کہتا ہے آنکھیں چرا کر چلے
کب کسی سے نگاہیں بچا کر چلے
کون اس سے نگاہیں لڑا کر چلے
کس کی طاقت جو آنکھیں ملا کر چلے
وہ حسین کیا جو فتنے اٹھا کر چلے
ہاں حسین تم ہو فتنے مٹا کر چلے
رب کے بندوں کو رب سے ملا کر چلے
جلوۂ حق وہ ہم کو دکھا کر چلے
من رانی رأ الحق سنا کر چلے
میرا جلوہ ہے حق کا جتا کر چلے
شب کو شبنم کی مانند رویا کئے
صورت گل وہ ہم کو ہنسا کر چلے

منقبت حضور غوث اعظم

تجلی نور قدم غوث اعظم
ضیائے سراج الظلم غوث اعظم

تذکرہ محدثِ اعظم پاکستان

نہیں لاتا خطرے میں شاہوں کو شاہا
ترا بندہ بے دام غوث اعظم
ترا ایک قطرہ عوالم نما ہے
نہیں چاہئے جام جم غوث اعظم
ترا حسن نمکین بھرے زخم دل کے
بنہ مرہمے بر دلم غوث اعظم
تمہارے کرم کا ہے نوری بھی پیاسا
ملے یم سے اس کو بھی نم غوث اعظم

دیگر فنون کی طرح آپ فن تاریخ گوئی میں بھی اپنے زمانہ میں بے مثل تھے۔ آپ کی تصانیف کے نام تاریخی ہیں۔ بہت سے لوگ اپنے پیدا ہونے والے بچوں کے نام آپ سے دریافت کرتے آپ فوراً نام بتا دیتے۔ حساب کرنے پر معلوم ہوتا کہ آپ کا بتایا ہوا نام تاریخی ہے۔

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے وصال (۱۳۸۲ھ) پر صوفی اقبال احمد بریلوی نے اپنے ماہنامہ نوری کرن کا خاص نمبر ''محدث اعظم پاکستان'' شائع کیا۔ اس کے لئے انہوں نے حضرت مفتی اعظم سے تاریخ وصال کی درخواست کی۔ آپ نے فرمایا۔ کل صبح بعد نماز فجر آنا۔ صوفی صاحب دوسرے روز فجر کی نماز کے بعد حاضر ہوئے۔ آپ اس وقت وظیفہ میں مشغول تھے۔ انہیں اشارہ سے بیٹھنے کو فرمایا۔ بعد فراغت وظیفہ ایک کاغذ لیا اور صرف بیس منٹ میں لوح تاریخ وصال لکھ کر عطا فرما دی۔ اس لوح میں اکیس تاریخی مادے ہیں۔ (۴۹)

یہ لوح تاریخ وصال آپ کے وصال کے باب میں درج ہے۔

حضرت مفتی اعظم کا حلقہ ارادت بہت وسیع ہے۔ پوری دنیا میں آپ کے مریدین موجود ہیں۔ یہاں تک کہ

(۴۹) مفتی اعظم ہند، مؤلفہ عبدالنعیم عزیزی، مطبوعہ بریلی۔ ص ۵۳۔۵۴

حرمین شریفین میں بھی ان کے مرید ہیں۔ وہاں کچھ خدام حضرت کے مریدوں میں شامل ہیں۔ درگاہ اجمیر مقدس کے جامع مسجد کے امام وخطیب بھی آپ سے بیعت ہیں اور درگاہ شریف کے بہت سے شاہزادے حضرت مفتی اعظم کے مرید ہیں کچھ حضرات کو خلافت بھی ہے۔

خود حضرت کے شیخ طریقت حضرت سید ابوالحسین نوری میاں مارہروی قدس سرہ کے خانوادے کے کچھ شہزادگان اور شہزادیاں بھی حضرت کے بیعت ہیں۔ ہر چند حضرت منع فرماتے رہے کہ جو کچھ مجھے ملا ہے، آپ ہی کے در سے ملا ہے۔ مگروہ لوگ باصرار آپ سے بیعت ہوئے۔

ایک محتاط اندازے کے مطابق آپ کی مریدین کی تعداد سوا کروڑ ہے۔ ان میں بڑے بڑے علماء، صلحاء، مشائخ، ادباء، شعراء، مدبرین، مفکرین، قائدین، دانشور اور پروفیسر بھی شامل ہیں اور وہ حضرت کی غلامی پر فخر محسوس کرتے ہیں۔

آپ کے خلفاء کی تعداد اتنی ہے جتنی بڑے بڑے پیروں کے مریدوں کی تعداد۔ یہ تعداد ہزاروں میں ہے۔

حضرت مفتی اعظم کے چند مشاہیر خلفاء کے نام حسب ذیل ہیں۔

حرمین شریفین

☆ حضرت سید عباس علوی

☆ حضرت سید نور محمد

☆ حضرت سید محمد امین

امریکہ

☆ حضرت غفران صدیقی

لنڈن اور افریقہ

☆ حضرت مولانا ابراہیم خوشتر

ہالینڈ

☆ حضرت مولانا بدر القادری

پاکستان

☆ حضرت مولانا قاری مصلح الدین

☆ حضرت مولانا عبدالقیوم ہزاروی

☆ حضرت مولانا غلام سرور قادری

☆ حضرت مولانا مفتی سید افضل حسین مونگیری

☆ حضرت مولانا تراب الحق

☆ حضرت مولانا مراتب علی

☆ حضرت مولانا عبدالوہاب

☆ حضرت مولانا مفتی محمد حسین

ہندوستان

☆ حضرت مولانا محمد ابراہیم رضا بریلوی

☆ حضرت مولانا ساجد علی خاں

☆ حضرت مولانا تحسین رضا خاں

☆ حضرت مولانا ریحان رضا خاں

☆ حضرت مولانا اختر رضا خاں

☆ حضرت مولانا مفتی قاضی عبدالرحیم

☆ حضرت مولانا مفتی شریف الحق امجدی

☆ حضرت مولانا مفتی قاضی عبدالرحیم

☆ حضرت مولانا عبدالحفیظ

☆ حضرت مولانا مفتی عبدالمنان

☆ حضرت مولانا ارشد القادری

☆ حضرت مولانا مشتاق احمد نظامی

☆ حضرت مولانا مظہر ربانی

☆ حضرت مولانا حاجی مبین الدین

☆ حضرت مولانا غلام جیلانی اعظمی

☆ حضرت مولانا جلال الدین احمد

☆ حضرت مولانا بدرالدین

☆ حضرت مولانا نسیم بستوی

☆ حضرت مولانا مفتی محمد اعظم

☆ حضرت مولانا صوفی اقبال احمد

☆ حضرت راز الہ آبادی

ان میں بہت سے حضرات کو خلافت واجازت وعملیات وتعویذات وغیرہ کرنے اور لکھنے کی بھی اجازت ہے۔(۵۰)

علم وفضل کا کوہِ وقار، شریعت وطریقت کا نیرِ تاباں، صدرِ بزمِ اولیاء، سرتاجِ کملاء فاضلین، حضرت مفتی اعظم مولانا محمد مصطفیٰ رضا نوری اکانوے برس کی عمر میں مختصر علالت کے بعد ۱۴ محرم الحرام ۱۴۰۲ھ/۱۲ نومبر ۱۹۸۲ء رات ایک بج کر چالیس منٹ پر کلمہ شریف کا ورد کرتے ہوئے اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ. آپ کے وصال پر ملال کی خبر دنیا کے مشہور ریڈیو سٹیشنوں نے نشر کی۔ اگلے روز نماز جمعہ کے بعد اسلامیہ کالج کے وسیع میدان میں حضرت مولانا سید مختار اشرف سجادہ نشین کچھوچھہ نے سوا تین بجے نماز جنازہ پڑھائی۔ نماز جنازہ میں پچیس لاکھ افراد نے شمولیت کی۔

اخباری نمائندوں اور دیگر سیاح صفت لوگوں کا کہنا ہے کہ ایسا جمِ غفیر جو مفتی اعظم کے جنازہ میں تھا، کئی سو برسوں میں کسی جنازے میں نظر نہیں آیا۔ اور نہ ہی کسی بڑے سے بڑے شاہی جلوس میں دیکھنے میں آیا۔ چشم فلک نے ایک وقت اور ایک ہی مقام پر اتنا بڑا اجتماع کم دیکھا ہوگا۔(۵۱)

(۵۰) مفتی اعظم ہند، مرتبہ عبدالنعیم عزیزی، مطبوعہ بریلی بار ششم (۱۹۸۱ء)۔ ص ۱۱۴، ۱۱۵

نوٹ: راقم السطور فقیر قادری نے رجب ۱۳۸۴ھ/دسمبر ۱۹۶۴ء میں ایک عریضہ کے ذریعے حضرت مفتی اعظم سے چند معروضات پیش کیں۔ اس عریضہ کا جواب ۲ رمضان المبارک ۱۳۸۴ھ کو آپ نے کاتب سے یہ لکھوایا۔

"برادر دینی ویقینی مولانا المکرم زید فضلہ، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

طالب خیر بخیر وعافیت۔ محبت نامہ تشریف لایا۔ مولیٰ تعالیٰ آپ کو دین پر مستقیم رکھے۔ علمِ نافع عملِ صالح سے نوازے اور برکاتِ دینی ودنیاوی سے مالا مال فرمائے۔ آمین۔

علی برکۃ اللہ تعالیٰ آپ کو دلائل الخیرات شریف، شمع شبستان رضا، مجموعہ اعمال کی اجازت ہے۔ مولا تعالیٰ آپ کو اور آپ سے دوسرے اہل سنت کو اس سے نفع بخشے آمین۔ ماہ مبارک سے کچھ پہلے سفر سے آیا ہوں ڈاک بہت جمع ہے۔ جواب دینے کی کوشش کی جارہی ہے۔"

خط کے آخر میں حضرت مفتی اعظم نے اپنے قلم خاص سے لکھا۔

"میں آپ کو علی برکت المولیٰ تعالیٰ اجازت قرآن واجازت حدیث واجازت سلاسل ومجموعہ اعمال واذکار واشغال دیتا ہوں۔

فقیر مصطفیٰ رضا قادری غفرلہ۔ شب ۳ رمضان ۸۴ھ"

(۵۱) سفر آخرت کے احوال وکیفیات معلوم کرنے کے لئے ملاحظہ ہو۔ مفتی اعظم ہند، مرتبہ عبدالنعیم عزیزی (بار ششم) ضمیمہ۔ ص ۱۶ تا ۸۰

بقیہ السلف حضرت سید شاہ محمد قائم رضوی چشتی قتیل زیب آستانہ دانا پور (بھارت) کا قطعہ تاریخ یوں ہے۔

ہجریست سال ''سوئے بہشت بزرگ قصر''
۲ ۰ ۴ ۱ ھ

پرواز کرد ''مفتی اعظم'' بہ عیسوی ست
۲ ۸ ۹ ۱ ء

صدر الشریعہ حضرت مولانا محمد امجد علی اعظمی قدس سرہ

صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی قدس سرہ بمقام گھوسی ضلع اعظم گڑھ (بھارت) کے ایک علمی گھرانے میں ۱۲۹۶ھ/۱۸۷۸ء میں پیدا ہوئے۔(۱)

والد ماجد کا اسم گرامی مولانا حکیم جمال الدین بن مولانا خدا بخش بن مولانا خیر الدین قدست اسرارھم ہے۔ ابتدائی کتابیں اپنے جد امجد مولانا خدا بخش اور رشتہ کے بڑے بھائی مولانا محمد صدیق سے پڑھیں۔ پھر انہی کے مشورہ سے مدرسہ حنفیہ جون پور (بھارت) میں استاذ الاساتذہ حضرت مولانا ہدایت اللہ خاں رامپوری (م ۱۳۲۶ھ/۱۹۰۸ء) سے بلا واسطہ استفادہ کیا۔ مولانا ہدایت اللہ خاں امام الحکماء، مجاہد ملت، شہید تحریک آزادی (م ۱۲۷۸ھ/۱۸۵۷ء) حضرت مولانا محمد فضل حق خیر آبادی کے اجلہ تلامذہ سے ہیں۔ جون پور میں صدر الشریعہ اپنے استاد گرامی سے شرف تلمذ کے ساتھ ساتھ شرفِ خدمت سے بھی بہرہ ور ہوئے۔ رات کی خدمت کے دوران استاد محترم دن بھر کے آموختہ کا جائزہ لے کر اعادہ کرا دیتے۔ یہ طریقہ استعداد کی پختگی کا باعث و معاون بنا۔ علوم و فنون کی تکمیل کے بعد حجۃ العصر مولانا وصی احمد محدث سورتی قدس سرہ (م ۱۳۳۴ھ/۱۹۱۶ء) سے مدرسۃ الحدیث پیلی بھیت (یوپی) حاضر ہو کر درس حدیث لیا اور سند فراغت درجہ اختصاص میں حاصل کی۔ زمانہ طالب علمی میں ہی آپ کی علمی صلاحیت و حسن لیاقت کا شہرہ ہو چکا تھا۔ بعد ازاں حاذق الملک حکیم عبد الولی جھوائی ٹولہ لکھنؤ سے ۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء میں علم طب حاصل کیا۔ ۱۳۲۴ھ سے ۱۳۲۷ھ (۱۹۰۶ء سے ۱۹۰۹ء) تک حضرت محدث سورتی کے مدرسہ میں درس دیا۔ پھر ایک سال پٹنہ میں مطب کرتے رہے۔

اسی اثناء میں امام احمد رضا فاضل بریلوی (م ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء) کو دار العلوم منظر اسلام بریلی کے ذی استعداد استاذ کی ضرورت پیش آئی۔ حضرت محدث سورتی نے آپ کا نام بطور صدر المدرسین پیش کیا۔ امام احمد رضا کی طلب پر

(۱) الیواقیت المہریہ۔ص ۷۹۔ بحوالہ فقیہ اسلام مصنفہ ڈاکٹر حسن رضا اعظمی۔ ناشر ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی۔ص ۲۸۰

پٹنہ سے، مطب چھوڑ کر منظر اسلام بریلی میں تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا۔ بالفاظ دیگر۔ اب طب جسمانی سے طب روحانی کے مطب میں کام شروع کیا۔ جلد ہی اپنی استعداد، قابلیت، خداداد حسن سلیقہ اور سعادت مندی سے مجدد ملت امام احمد رضا کی نظر میں مقبول اور موردِ الطاف خاص بن گئے۔ ابتداء میں درس وتدریس کا کام سپرد تھا۔ بعدازں مطبع اہل سنت بریلی کا انتظام اور جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی کے شعبہ علمیہ کی صدارت کے فرائض بھی آپ کے سپرد کر دیئے گئے۔ (۲)

افتاء کی مصروفیات اس کے علاوہ تھیں۔ امام احمد رضا اور دیگر اکابر علماء فتاوی کے سلسلہ میں آپ پر اعتماد فرماتے تھے۔

امام احمد رضا کی عشق رسالت میں ڈوبی ہوئی اور ورع وتقوی سے شاداب ودرخشندہ زندگی کی مسلسل دید کے بعد آپ نے روحانی راہنمائی کے لئے سلسلہ عالیہ قادریہ میں ان سے بیعت ہوئے اور جلد ہی تمام سلاسل میں خلافت سے نوازے گئے۔ (۳)

صدر الشریعہ نے ابتداء شباب سے ہی تدریس کا کام شروع کیا اور آخر حیات تک جاری رکھا۔ آپ کے تلامذہ میں ایسے نابغہ روزگار افراد شامل ہیں جن پر علم وفضل کو بھی ناز ہے۔ مدرسۃ الحدیث پیلی بھیت اور پٹنہ کے بعد ۱۳۲۹ھ سے ۱۳۴۳ھ (۱۹۱۱ء سے ۱۹۲۵ء) تک منظر اسلام بریلی میں تدریس کے فرائض سرانجام دیئے۔ ۱۳۴۳ھ/ ۱۹۲۵ء

(۲) تحریک خلافت کے دور میں جمعیت علماء ہند کے لیڈروں کے غیر شرعی اقوال اور سیاسی اعتبار سے مسلمانوں کے لئے نقصان دہ افعال کی بنا پر ۱۳۳۹ھ/ ۱۹۲۰ء میں علماء اہل سنت نے ابوالکلام آزاد سے جمعیت علماء ہند کے سالانہ اجلاس منعقدہ بریلی میں انہی اقوال وافعال پر گرفت فرمائی اور کامیاب مناظرہ کیا۔ اس اجلاس میں بحیثیت صدر شعبہ علمیہ جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی، مولانا امجد علی کے مرتب کردہ ستر سوالات بنام "اتمام حجت تامہ" نے فیصلہ کن کردار ادا کیا۔ یہ سوالات تحریک خلافت والوں کے لئے اس وقت بھی لاجواب تھے اور آج بھی...... تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو۔

(ا) دوامغ الحمیر، مطبوعہ جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی (۱۳۴۰ھ)

(ب) ابوالکلام آزاد کی تاریخی شکست، مولفہ محمد جلال الدین قادری۔ مطبوعہ مکتبہ رضویہ، لاہور (۱۹۸۰ء)

(۳) ماہنامہ الرضا بریلی، مندرجہ معارف رضا، مرتبہ سید محمد ریاست علی قادری، مطبوعہ کراچی ۱۹۸۳ء

میں مولانا سید سلیمان اشرف (م ۱۳۵۲ھ/ ۳۴-۱۹۳۳ء) علیہ الرحمۃ صدر شعبہ علوم اسلامیہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ دار العلوم معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف میں صدر المدرسین کے لئے مدرسہ کے مہتمم ومتولی جناب میر نثار احمد کا دعوت نامہ لے کر بریلی آئے۔ لیکن آپ نے اپنے شیخ کا آستانہ اور منظر اسلام کی تدریس چھوڑ کر جانے سے معذرت کر دی۔ مولانا سید سلیمان اشرف نے امام احمد رضا کے خلف اکبر وخلیفہ حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا (م ۱۳۶۲ھ/ ۱۳۴۳ء) سے رجوع کیا۔ آپ ان کی اجازت وحکم سے دار الخیر اجمیر حاضر ہوئے اور بے مثال تدریس کے ذریعہ مرجع علماء وطلباء بنے۔ (۴)

اجمیر مقدس میں ۱۳۵۱ھ/ ۱۹۳۳ء تک تدریس فرمائی۔ مہتمم ومتولی مدرسہ میر نثار احمد سے بعض امور میں اختلاف کے سبب مدرسہ معینیہ عثمانیہ کی تدریس سے علیحدگی اختیار فرمالی۔ علماء کی ایک کثیر تعداد، جو حلقہ تلمذ سے وابستہ تھی۔ ہمراہ لے کر دوبارہ بریلی آگئے اور منظر اسلام میں تدریس شروع کر دی۔ تین سال بعد مولانا سید مصباح الحسن پھپھوندوی قدس سرہ کی راہنمائی میں نواب حاجی غلام محمد خاں شروانی رئیس ریاست دادوں ضلع علی گڑھ کی دعوت پر دار العلوم حافظیہ سعیدیہ دادوں میں بحیثیت صدر مدرس تدریس کا کام کیا۔ سات سال تک بہ کمال حسن وخوبی یہاں درس دیا۔ مولانا حبیب الرحمٰن شروانی سابق صدر امور مذہبی حیدرآباد دکن نے ۱۳۵۶ھ/ ۱۹۳۷ء سالانہ جلسہ امتحان کے موقعہ پر اپنی تقریر میں حضرت صدر الشریعہ کی مہارت درس اور تبحر علمی کا بہ کمال اعتراف کیا اور کہا۔

"مولانا امجد علی صاحب پورے ملک میں ان چار پانچ مدرسین میں ایک ہیں جنہیں میں منتخب جانتا ہوں۔" (۵)

بعدازاں کچھ عرصہ بہار اور بنارس میں بھی تدریسی فرائض سرانجام دیئے۔ منظر اسلام بریلی اور مظہر اسلام بریلی کے مدرسین جب کبھی بیماری یا اتفاقیہ رخصت کی بنا پر اپنے طلبہ کو سبق نہ پڑھا سکتے تو اس عرصہ میں عموماً صدر الشریعہ بریلی میں طلبہ کو سبق پڑھاتے۔ (۶)

(۴) شیخ الحدیث مولانا محمد سردار احمد نے اسی عرصہ میں آپ سے اکتساب فیض کیا۔ تا آنکہ آپ معیار علم وفضل بنے۔ فقیر قادری عفی عنہ

(۵) تذکرہ علماء اہل سنت، مؤلفہ محمود احمد قادری۔ مطبوعہ پٹکاپور، کانپور۔ ص ۵۳

(۶) مولانا سید محمد جلال الدین شیخ الحدیث دار العلوم محمدیہ رضویہ بھکھی (منڈی بہاؤ الدین) نے اپنے ایک بیان میں ۲۱ ربیع الاول ۱۴۰۴ھ کو اس فقیر غفرلہ سے فرمایا کہ میرے بریلی کے دورِ طالب علمی میں ۱۳۶۶ھ/ ۴۷-۱۹۴۶ء میں مظہر اسلام بریلی کے شیخ الحدیث مولانا محمد سردار احمد بیمار ہو گئے۔ تین ماہ تک صدر الشریعہ نے اس دوران ہمیں درس حدیث دیا۔ فقیر قادری عفی عنہ

حضرت صدر الشریعہ ایک فکر ساز مدرس، ماہر تعلیم اور عظیم فقیہ و متکلم تھے۔ برصغیر پاک و ہند کی اکثر درسگاہیں آپ کے تلامذہ یا تلامذہ کے تلامذہ سے آباد ہیں۔

صاحب فکر، فعال و متحرک اساتذہ آپ ہی کے حلقہ تدریس کے خوشہ چین ہیں۔ آپ اپنے دور میں علماء ساز اداروں کے صدر الصدور کی حیثیت رکھتے تھے، یہی وجہ ہے کہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کی نصاب کمیٹی میں آپ کو شامل کیا گیا تھا۔ آپ کے مشورہ سے ایک شاندار نصاب مدون ہوا تھا۔(۷)

امام احمد رضا کو آپ کی علمی ثقاہت اور فقاہت پر کس قدر اعتماد تھا، انہی کے الفاظ ملاحظہ ہوں۔

''آپ یہاں کے موجودین میں تفقہ جس کا نام ہے وہ امجد علی صاحب میں زیادہ پائے گا۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ وہ استفتاء سنایا کرتے ہیں۔ اور جو جواب دیتا ہوں، لکھتے ہیں۔ طبیعت اخاذ ہے، طرز سے واقفیت ہو چکی ہے۔''(۸)

ایک بار امام احمد رضا نے بعض علماء اعلام کی موجودگی میں آپ کو اور حضرت مفتی اعظم مولانا محمد مصطفیٰ رضا کو منصب افتاء وقضا پر مامور فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

''اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ نے جو اختیار مجھے عطا فرمایا، اس کی بنا پر ان دونوں کو نہ صرف مفتی بلکہ شرع کی جانب سے ان دونوں کو قاضی مقرر کرتا ہوں کہ ان کے فیصلے کی وہی حیثیت ہوگی جو ایک قاضی اسلام کی ہوتی ہے۔''(۹)

پھر اپنے سامنے تخت پر بٹھا کر قلم دوات وغیرہ سپرد کیا۔

حضرت صدر الشریعہ، امام احمد رضا کے زمانہ حیات ظاہری میں بھی حسب ضرورت افتاء کا کام سرانجام دیتے رہے۔ ان کے وصال کے بعد ایک خواب کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

(۷) مقدمہ فتاویٰ امجدیہ، جلد اول، مطبوعہ کراچی (۱۹۸۰ء) (۸) الملفوظ، مرتبہ مولانا محمد مصطفیٰ رضا بریلوی
(۹) سوانح خود نوشت صدر الشریعہ، بحوالہ مقدمہ فتاویٰ امجدیہ، جلد اول

''اس کے بعد بلا تکلف میں اس خدمت افتاء وغیرہ کو انجام دیتا رہا اور سمجھ لیا کہ جس طرح اعلیٰ حضرت نے اپنی حیات میں لوگوں کے سامنے اس کام کو تفویض فرمایا تھا، اب بھی اس کام کو مجھ سے لینا چاہتے ہیں، اور جو کچھ دشواریاں ہوں گی اس میں وہ خود مددگار ہوں گے۔ چنانچہ کبھی باوجود اپنی کم بضاعتی کے اس سلسلے میں دشواری پیش نہیں آئی۔ فَلِلّٰہِ الْحَمْدُ۔''(۱۰)

آپ کی ذات مرجع علماء تھی۔ اس دور کے اجلّہ علماء فتاویٰ میں آپ کی طرف رجوع فرماتے، مولانا ضیاء الدین پیلی بھیتی اپنے ایک مکتوب محررہ ۷ محرم الحرام ۱۳۵۷ھ/ مارچ ۱۹۳۸ء میں مال وقف سے متعلق ایک سوال کے بارے میں لکھتے ہیں۔

''باوجود ورق گردانی کتاب الوقف کے وہ صورت مجھے نہ سوجھی۔ پس آپ کی طرف رجوع کی ضرورت پیش آئی۔''(۱۱)

اسی طرح سراج الفقہا، مولانا سراج احمد لکھن پوری نے بھی حضرت صدر الشریعہ سے کئی فتاویٰ حاصل کئے۔ فتاویٰ امجدیہ میں ان کی نقول محفوظ ہے۔(۱۲)

حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ کو دیگر علوم وفنون کے علاوہ فقہ پر ایسا کمال حاصل تھا کہ فقہ کے جمیع ابواب کی تمام جزئیات مع ان کے تفصیلی دلائل کے مستحضر تھیں انہی خصوصیات کی بنا پر امام احمد رضا نے آپ کو ''صدر الشریعہ'' کا خطاب دیا تھا۔ قوت حافظہ کا یہ عالم تھا کہ یاد رکھنے کی نیت سے کسی کتاب کو تین مرتبہ دیکھ لینا کافی ہوتا تھا۔(۱۳)

صدر الشریعہ نہ صرف علوم میں کامل دسترس رکھتے تھے بلکہ طریقت کے بحر بے کنار سمندر کے ماہر شناور بھی تھے۔ اجلّہ علماء کرام ومشائخ عظام نے بارہا اس کا عملی اعتراف کیا۔ امام احمد رضا کے خلف اصغر وخلیفہ مفتی اعظم مولانا محمد مصطفیٰ رضا بریلوی جب ۱۳۶۴ھ/ ۱۹۴۵ء میں عازم حرمین شریفین ہوئے تو آپ نے مرکز علم وعرفان بریلی سے اپنی عارضی

(۱۰) سوانح خود نوشت، بحوالہ مقدمہ فتاویٰ امجدیہ، جلد اول، مطبوعہ کراچی ۱۹۸۰ء (۱۱) ایضاً (۱۲) ایضاً
(۱۳) مقدمہ فتاویٰ امجدیہ، جلد اول، مطبوعہ کراچی ۱۹۸۰ء

غیر حاضری میں حضرت صدر الشریعہ کو اپنا نائب وقائم مقرر فرمایا۔ رضوی سلسلہ کے علماء میں آپ کا یہ انتخاب اس امر کا بین ثبوت ہے کہ علماء حقانین میں آپ بلند مرتبہ پر فائز تھے۔ مفتی اعظم نے بریلی سے الوداع ہوتے وقت جو پند و نصائح اور وصایا ارشاد فرمائے اس کا ایک حصہ ملاحظہ ہو۔

''آستانہ عالیہ رضویہ بریلی سے شرعی احکام پہنچانے کی خدمت فقیر اپنے برادر طریقت صدر الشریعہ حضرت مولانا مولوی امجد علی صاحب اعظمی زید کرمہ، کے سپرد کرتا ہے۔ موصوف آستانہ عالیہ مقدسہ پر ہی قیام فرما رہیں گے۔ آپ کی ذات گرامی محتاج تعریف نہیں۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے ارشد تلامذہ واکابر خلفاء میں سے ہیں۔ ۲۰، ۲۲ سال تک اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی صحبت میں رہ کر علم ومعرفت سے فیضیاب ہوتے رہے ہیں۔ اس لئے آپ کے پہنچائے ہوئے شرعی احکام اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے مسلک پر مبنی ہوں گے۔ موصوف مدرسہ اہل سنت مظہر اسلام مسجد بی بی صاحبہ کے صدر المدرسین کی حیثیت سے ہر طرح کی سرپرستی فرمائیں گے اور جملہ اختیارات جو اس آستانے کے عقیدت کیشاں کی جانب سے اس فقیر کو حاصل ہیں وہ سب فقیر اپنی طرف سے صدر الشریعہ کو تفویض کرتا ہے۔'' (۱۴)

صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ نے تصانیف کی طرف بھی توجہ کی۔ اس وقت آپ کی تین اہم تصانیف کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

﴿۱﴾ بہار شریعت۔

سترہ حصوں میں اردو زبان میں فقہ کے جمیع ابواب پر مشتمل ہے۔ محققانہ مسائل اور ترجیحی جزئیات سے پورا برصغیر پاک و ہند استفادہ کر رہا ہے۔ مفتیان کرام کے لئے حوالہ تلاش کرنے، فتویٰ دینے اور کتب فقہ کی تتبع کا بہترین ذریعہ ہے۔ قیام بریلی کے عرصہ ۱۳۳۴ھ/ ۱۹۱۶ء میں اس کی تحریر کا آغاز ہوا، امام احمد رضا کی حیات میں اس کے قریباً چھ حصے مکمل ہو گئے تھے۔ ان حصوں پر امام احمد رضا کی تقریظ موجود ہے۔ ۱۳۶۳ھ/ ۱۹۴۴ء کو سترھواں حصہ مکمل ہوا۔ یہ کتاب اپنی افادیت کی بنا پر بارہا چھپ چکی ہے۔

(۱۴) ہفت روزہ الفقیہ، امرتسر، ۲۱ تا ۲۸ اکتوبر ۱۹۴۵ء ص ۱۰

علوم اسلامیہ کی عربی درسگاہوں میں عموماً رمضان المبارک کو تعطیلات ہوتی ہیں، انہی ایام میں دیگر مصروفیات سے وقت نکال کر آپ نے بہار شریعت کی تصنیف فرمائی۔ آخری سالوں میں متعدد پیہم حوادثات پیش آئے۔ تھوڑے عرصہ میں گیارہ اعزاء واقارب کی وفات نے اس کام کو مزید جاری رکھنے نہ دیا۔ (۱۵)

﴿۲﴾ فتاویٰ امجدیہ

حضرت صدر الشریعہ سے مختلف زبانوں میں مختلف اوقات میں مختلف لوگوں نے فقہی سوالات کئے اور فتوے پوچھے۔ آپ نے سفر میں، حضر میں ہر جگہ تحریراً وتقریراً بے شمار فتاویٰ عطا فرمائے۔ ان میں سے بعض اہم فتاویٰ دستبرد زمانہ سے محفوظ نہ رہے۔ امام احمد رضا قدس سرہ کی حیات میں، تدریس، مطبع اہل سنت کی نگرانی اور دیگر اشاعتی مصروفیات کی وجہ سے آپ کے فتاوی کا ریکارڈ محفوظ نہ ہو سکا۔ جنگ عظیم دوم کے دوران کاغذ ناپید ہو رہا تھا۔ اس لئے بھی نقول کا کام کماحقہ نہ ہو سکا۔ تاہم ۸/۲۶x۳۰ کے سولہ سو صفحات پر فتاویٰ امجدیہ کا مسودہ موجود ہے۔ (۱۶)

علاوہ ازیں کچھ متفرق اوراق بھی موجود ہیں۔ پہلا فتویٰ ۷ ربیع الاول ۱۳۴۰ھ اور سب سے آخری فتویٰ وفات سے چوبیس روز قبل ۸/ شوال ۱۳۶۷ھ/ ۱۴ اگست ۱۹۴۸ء کا تحریر کردہ دستیاب ہوا ہے۔ فتاویٰ کی نقول کا اکثر حصہ (بالخصوص دور اجمیر) آپ کے ارشد تلمیذ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے قلم سے ہے۔ مجموعہ فتاویٰ میں سے ایک حصہ چار سو پچیس ۴۲۵ صفحات پر مشتمل ۱۹۸۰ء کو کراچی سے شائع ہو چکا ہے۔ (۱۷)

(۱۵) تفصیل ملاحظہ ہو۔ بہار شریعت (حصہ ہفدہم) ناشر شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور۔ ص ۱۰۱

(۱۶) مقدمہ فتاویٰ امجدیہ، حصہ اول۔ مطبوعہ کراچی۔ ص (س)

(۱۷) صدر الشریعہ کے بعض فتاوی اس دور کے رسائل وجرائد میں بھی شائع ہوتے رہے۔ چند محققانہ فتاویٰ دبدبہ سکندری، رامپور کے درج ذیل شماروں میں شائع ہوئے ہیں۔

☆ ۲۴/ ربیع النور ۱۳۶۷ھ/ ۶/ فروری ۱۹۴۸ء۔ ص ۱ ☆ ۵/ ربیع الآخر ۱۳۶۷ھ/ ۱۶/ فروری ۱۹۴۸ء۔ ص ۲

☆ ۵/ جمادی الاولی ۱۳۶۷ھ/ ۱۷/ مارچ ۱۹۴۸ء۔ ص ۱ ☆ ۱۷ جمادی الاولی ۱۳۶۷ھ/ ۲۹ مارچ ۱۹۴۸ء۔ ص ۲

☆ ۱۹ جمادی الاخری ۱۳۶۷ھ/ ۳۰/ اپریل ۱۹۴۸ء۔ ص ۱ ☆ ۲/ رجب المرجب ۱۳۶۷ھ/ ۱۲/ مئی ۱۹۴۸ء۔ ص ۱

☆ ۲۹/ رمضان المبارک ۱۳۶۷ھ/ ۶ اگست ۱۹۴۸ء۔ ص ۲

﴿۳﴾ تحشیہ شرح معانی الآثار

محرم ۱۳۶۲ھ/جنوری ۱۹۴۳ء قیام دادوں کے زمانہ میں اپنے بعض تلامذہ کے اصرار پر امام ابوجعفر طحاوی علیہ الرحمۃ (م ۳۲۱ھ/۹۳۳ء) کی کتاب شرح معانی الآثار معروف بہ طحاوی شریف پر حواشی لکھنے شروع کئے۔ فقہ الحدیث کی یہ معرکۃ الآراء کتاب حواشی سے خالی تھی۔ مولانا وصی احمد محدث سورتی علیہ الرحمۃ (م ۱۳۳۴ھ/۱۹۱۶ء) نے اس پر کہیں کہیں تعلیقات تحریر فرمائے تھے۔ حضرت صدر الشریعہ نے سات ماہ میں اس کے نصف اول پر حاشیہ مکمل کر دیا۔ یہ حواشی باریک قلم سے چھتیس سطری چار سو پچاس صفحات پر مشتمل ہیں۔(۱۸)

یہ علمی سرمایہ تاہنوز غیر مطبوعہ ہے۔ کاش کوئی ناشران کی طباعت کا انتظام کر کے اہل علم سے خراج تحسین اور دعائیں وصول کرے۔ فی الواقع یہ ایک گراں مایہ تحفہ ہوگا۔

صدر الشریعہ نے قیام بریلی کے زمانہ میں ۱۳۳۷ھ/ ۱۹۱۹ء میں پہلی بار حج و زیارت کی سعادت حاصل کی۔ ۱۳۶۷ھ/۱۹۴۸ء میں دوسری بار حرمین شریفین کی زیارت و حج کے ارادے سے مفتی اعظم مولانا محمد مصطفیٰ رضا قدس سرہ (م ۱۴۰۲ھ/۱۹۸۲ء) کی معیت میں بریلی سے بمبئی تشریف فرما ہوئے کہ راستہ میں بیمار ہو گئے۔ ۲/ذی قعدہ ۱۳۶۷ھ/ ۶ ستمبر ۱۹۴۸ء کو یہ عازم حرمین اپنے مولا سے جاملا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

مدینہ کا مسافر ہند سے پہنچا مدینے میں
قدم اٹھنے کی بھی نوبت نہ آئی تھی سفینے میں

آیت کریمہ۔ ''اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنّٰتٍ وَّعُیُوْنٍ'' تاریخ وصال ہے۔

۶۷ ۱۳ ھ

مولانا محمد شریف الحق شیخ الحدیث دار العلوم اشرفیہ مبارک پور (بھارت) نے اس آخری سفر حج اور وصال کی کیفیات کو اپنے مفصل مضمون ''شوق معراج'' میں لکھا ہے۔ یہ مضمون دبدبہ سکندری، رامپور کے پانچ شماروں میں قسط

(۱۸) تذکرہ علماء اہل سنت، مطبوعہ بہار (۱۳۹۱ھ) ص ۵۳

وار شائع ہوا۔(۱۹)

حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ نے علم و فضل سے ممتاز اولاد کے علاوہ بے شمار تلامذہ چھوڑے۔ جو اپنے طور پر غیرت علم و فضل ثابت ہوئے۔ چند ایک کے اسماء گرامی یہ ہیں۔

☆ محدث اعظم مولانا محمد سردار احمد شیخ الحدیث فیصل آباد

☆ امین شریعت مولانا رفاقت حسین شیخ الحدیث کانپور

☆ استاد العلماء مولانا حافظ عبد العزیز شیخ الحدیث مبارک پور

☆ مجاہد ملت مولانا حبیب الرحمٰن صدر المدرسین الہ آباد

☆ شیخ الجامعہ مولانا قاضی شمس الدین جونپوری

☆ شیر بیشہ اہل سنت مولانا حشمت علی لکھنوی

☆ فخر العلماء مولانا غلام جیلانی اعظمی

☆ زینت العلم مولانا عبد المصطفیٰ الازہری شیخ الحدیث جامعہ امجدیہ کراچی

☆ فاضل جلیل مولانا غلام جیلانی میرٹھی

☆ شیخ الحدیث مولانا غلام یزدانی

☆ شیخ الحدیث مولانا محمد شریف الحق امجدی

☆ خلیل ملت مفتی خلیل خاں برکاتی

(۱۹) تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو۔

☆ دبدبہ سکندری رامپور مجریہ ۲۷ ستمبر ۱۹۴۸ء۔ ص ۶

☆ دبدبہ سکندری رامپور مجریہ ۱۱ اکتوبر ۱۹۴۸ء۔ ص ۶

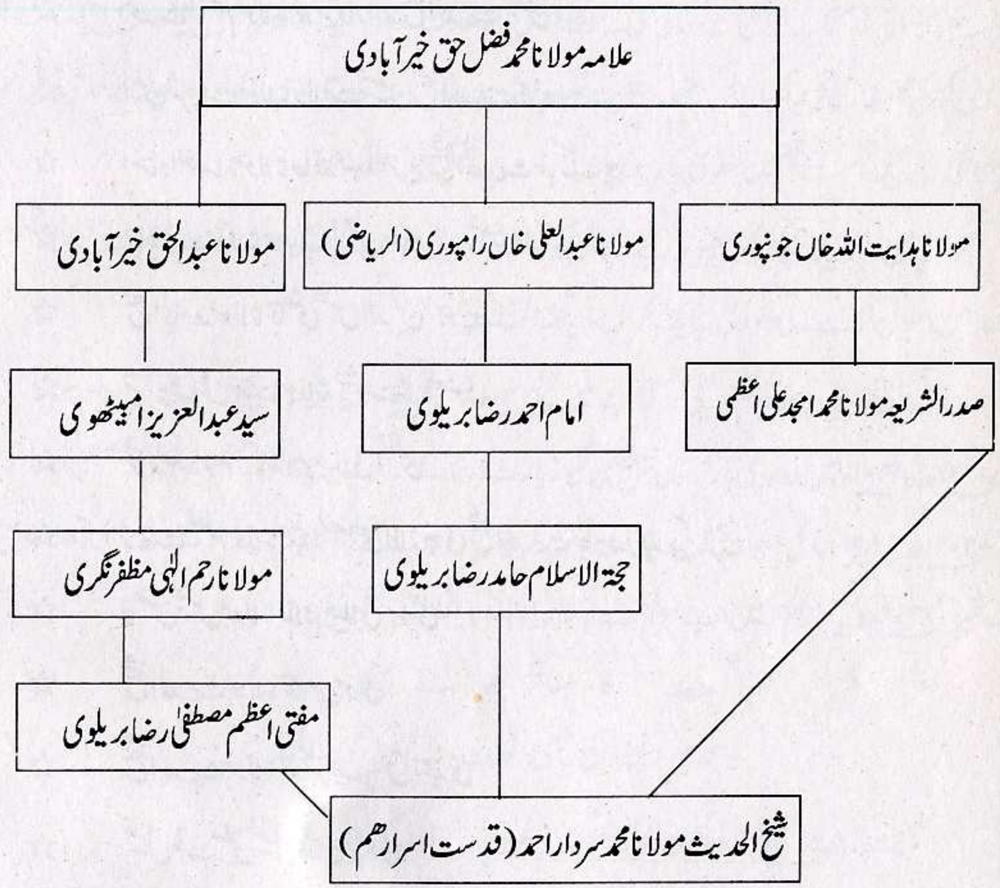
☆ بدبہ سکندری رامپور مجریہ ۲۵ اکتوبر ۱۹۴۸ء۔ ص ۴

☆ بدبہ سکندری رامپور مجریہ یکم نومبر ۱۹۴۸ء۔ ص ۴

☆ بدبہ سکندری رامپور مجریہ ۱۱ نومبر ۱۹۴۸ء۔ ص ۳

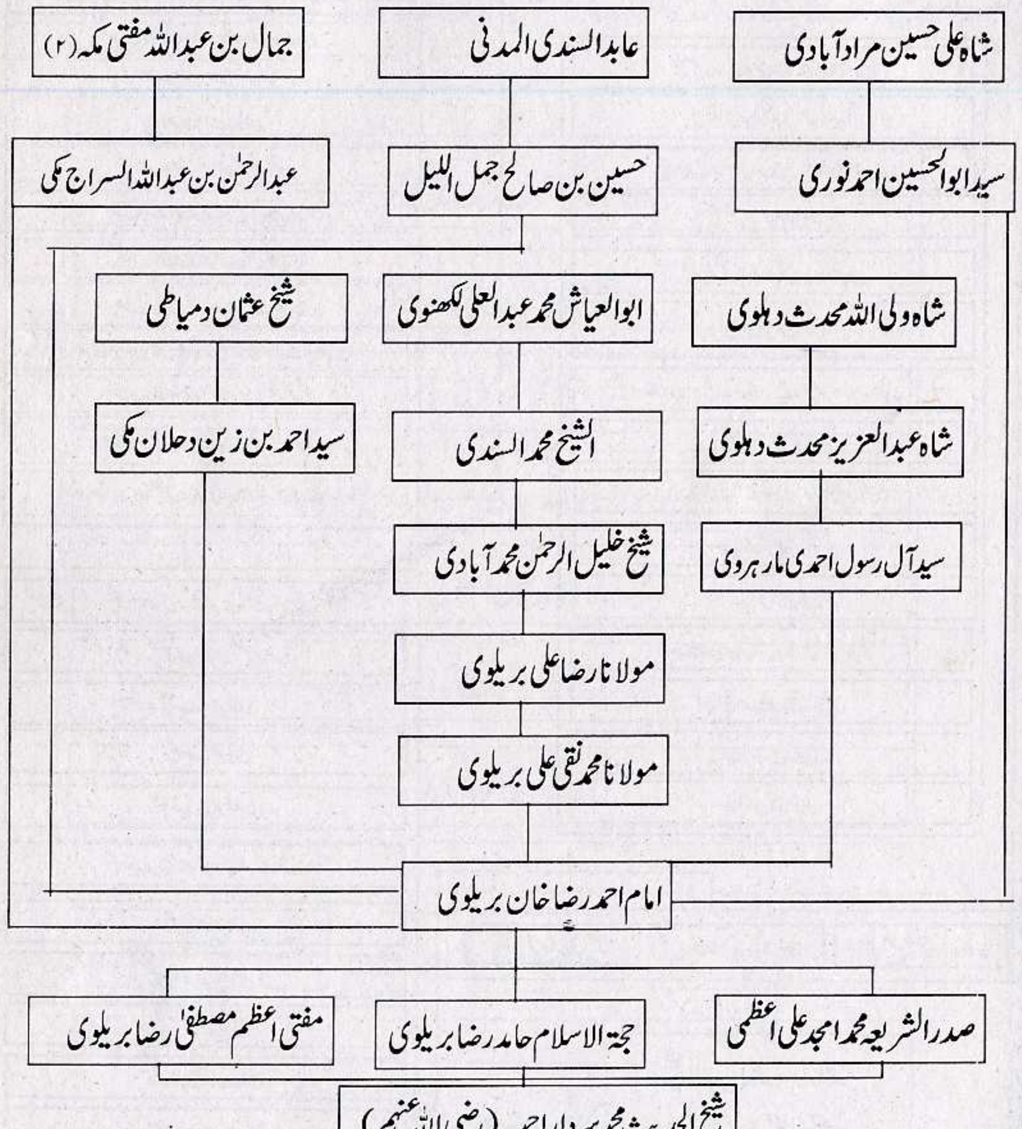
سلاسل علوم منقول و معقول

(ا) خیر آبادی سلسلۂ تلمذ



﴿سند احادیث مبارکہ و علوم متفرقہ﴾

(ب) سلسلہ تلمذ دھلوی و بریلوی(۱)



(۱) تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو، الاجازات المتینۃ لعلماء بکۃ والمدینۃ
(۲) اس سند کی بڑی خوبی یہ ہے کہ اس میں امام احمد رضا سے امام بخاری تک فقط گیارہ ۱۰ اسطے ہیں۔ (حیات اعلیٰ حضرت)

سند حدیث مسلسل با لاولیت

حضور نبی اکرم نورِ مجسم شفیع معظم ﷺ

- حضرت ابوقابوس مولیٰ عبداللہ بن عمرو بن العاص
- حضرت سفیان بن عمرو بن دینار
- حضرت سفیان بن عیینہ
- حضرت عبدالرحمٰن بن بشر بن الحکم
- حضرت ابوحامد احمد بن محمد بن یحییٰ بن بلال البزار
- حضرت ابوطاہر محمد بن محمد بن محمش الزیادی
- حضرت ابوصالح احمد بن عبدالملک الموذن
- حضرت ابوسعید اسمٰعیل بن ابوصالح احمد بن عبدالملک نیشاپوری
- حضرت حافظ ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی الجوزی
- حضرت ابوالفرج عبداللطیف بن عبدالمنعم الحرانی
- حضرت ابوالفتح محمد بن محمد بن ابراہیم الکبری المیدومی

- شیخ زین الدین عبدالرحیم بن الحسین العراقی
- شیخ ابوالفتح محمد بن ابوبکر بن الحسین المراغی
- شیخ سید ابراہیم التازی
- شیخ احمد حجی الوہرانی
- شیخ سعید بن محمد المقری
- شیخ سعید بن ابراہیم الجزائری المعروف قدورہ
- شیخ یحییٰ بن محمد شاوی
- شیخ عبداللہ بن سالم البصری
- شیخ سید عمر
- شاہ ولی اللہ محدث دہلوی
- شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی
- سید آل رسول احمدی مارہروی
- امام احمد رضا بریلوی

- شیخ شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن احمد التدمیری
- شیخ الفضل عبدالرحیم بن حسین العراقی
- شیخ الشہاب ابوالفضل احمد بن علی العسقلانی (ابن حجر)
- شیخ شمس الدین سخاوی القاہری
- شیخ وجیہہ الدین عبدالرحمٰن بن ابراہیم علوی
- شیخ محمد بن افلح الیمنی
- شیخ عبدالوہاب بن فتح اللہ بروجی (یکے از فقرائے سید عبدالوہاب المتقی)
- شیخ عبدالحق محدث دہلوی
- شیخ ابوالرضا بن اسمٰعیل دہلوی (نواسہ شیخ عبدالحق)
- سید مبارک فخرالدین بلگرامی
- سید طفیل محمد اترولوی
- سید شاہ حمزہ بن سید آل محمد بلگرامی حسنی الواسطی
- سید آل احمد اچھے میاں مارہروی
- سید آل رسول مارہروی
- امام احمد رضا بریلوی

صدر الشریعہ امجد علی اعظمی | حجۃ الاسلام حامد رضا بریلوی | مفتی اعظم مصطفیٰ رضا بریلوی

شیخ الحدیث محمد سردار احمد
(رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین)

سند حدیث مسلسل بالاولیت

(جو بہت عالی ہے)

حضور اکرم نبی رحمت ﷺ سے لے کر شیخ الشہاب ابوالفضل احمد بن حجر العسقلانی تک وہی سند ہے جو گذری۔ اس کے بعد سند یوں ہے۔

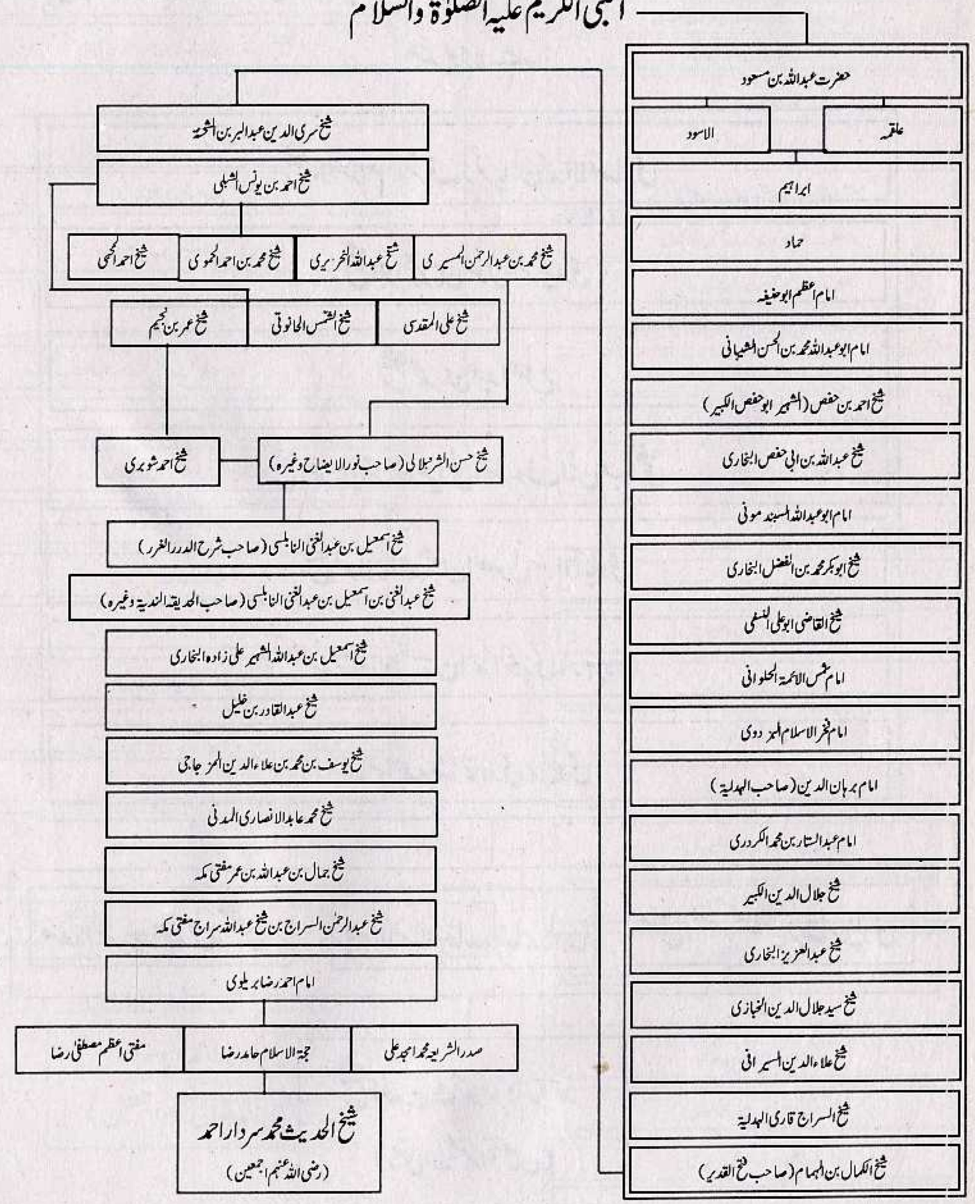
- شیخ الاسلام اشرف زکریا بن محمد الانصاری
- شیخ ابوالخیر بن عموس الرشیدی
- شیخ محمد بن عبدالعزیز
- شیخ احمد بن محمد الدمیاطی المعروف ابن عبدالغنی
- شیخ مولانا احمد حسن الصوفی مرادآبادی
- سید شاہ ابوالحسین احمد النوری مارہروی
- امام احمد رضا قادری بریلوی

صدر الشریعہ امجد علی اعظمی | حجۃ الاسلام حامد رضا بریلوی | مفتی اعظم مصطفیٰ رضا بریلوی

شیخ الحدیث محمد سردار احمد
(رضی اللہ عنہم اجمعین)

سند فقہ حنفی

اس سند کی خوبی یہ ہے کہ اس سند کے تمام اساتذہ ومشائخ حنفی ہیں۔ ملاحظہ ہو العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ جلد اول۔ ص ۵



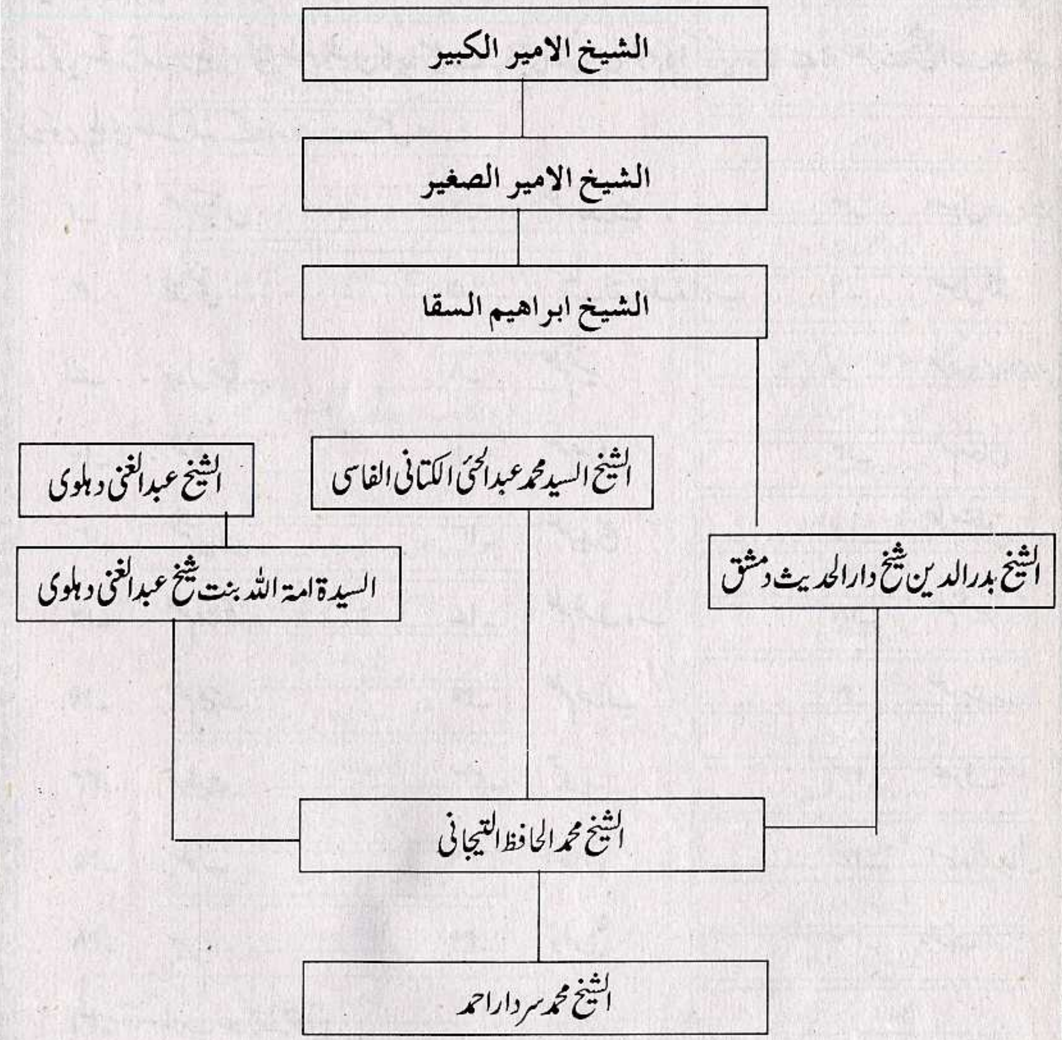
علوم وفنون

برصغیر میں معقول ومنقول علوم وفنون کے جتنے مشہور اسناد ہیں ان میں سے سلسلہ تلمذ بریلوی کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ ہر فن اور ہر علم کی سند عالی ہے۔ اور پھر اسی سلسلہ سے تمام معقول ومنقول علوم وفنون کی سند حاصل ہو جاتی ہے۔ گویا سلسلہ تلمذ بریلوی جمیع علوم وفنون کا جامع ہے۔ ذیل میں ان علوم کا ذکر کیا جاتا ہے جو حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کو بریلوی سلسلہ تلمذ کے واسطہ سے حاصل ہوئے۔

۱۔ علم قرآن
۲۔ علم حدیث
۳۔ اصول حدیث
۴۔ فقہ حنفی
۵۔ کتب فقہ جملہ مذاہب
۶۔ اصول فقہ
۷۔ جدل مہذب
۸۔ علم تفسیر
۹۔ علم العقائد والکلام
۱۰۔ علم نحو
۱۱۔ علم صرف
۱۲۔ علم معانی
۱۳۔ علم بیان
۱۴۔ علم بدیع
۱۵۔ علم منطق
۱۶۔ علم مناظرہ
۱۷۔ علم فلسفہ مدلسہ
۱۸۔ علم تکسیر
۱۹۔ علم ہیئت
۲۰۔ علم حساب
۲۱۔ علم ہندسہ
۲۲۔ قرات
۲۳۔ تجوید
۲۴۔ تصوف
۲۵۔ سلوک
۲۶۔ اخلاق
۲۷۔ اسماء الرجال
۲۸۔ سیر
۲۹۔ تواریخ
۳۰۔ لغت
۳۱۔ ادب معہ جملہ فنون

(ج) ﴿علماء حرمین طیبین کی طرف سے اسناد﴾

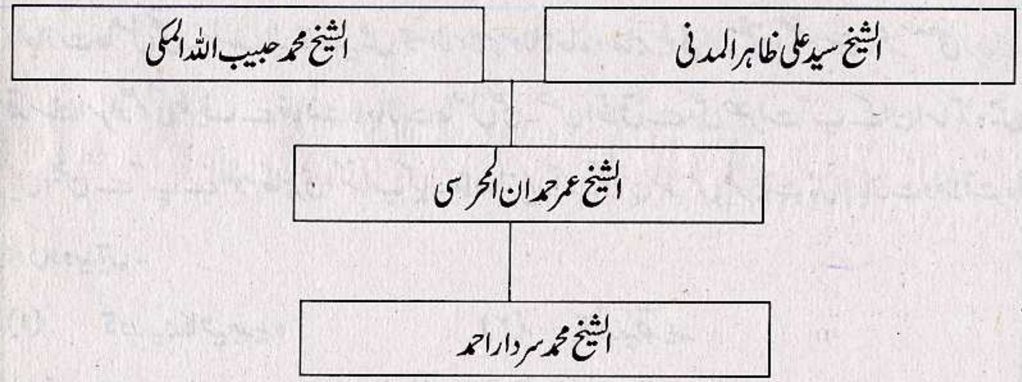
صحیح بخاری، صحاح، مسانید، سنن، اجزاء اور تمام مرویات کی اجازت۔ من جانب الشیخ محمد الحافظ التیجانی مدینہ منورہ



۱۹ محرم الحرام ۱۳۶۰ھ / ۱۶ فروری ۱۹۴۱ء

﴿جمیع مرویات کی اجازت عامہ مطلقہ تامہ﴾

من جانب رئیس المحدثین زبدۃ العارفین الشیخ عمر حمدان محرسی مدینہ منورہ



۳ صفر ۱۳۶۵ھ / ۷ جنوری ۱۹۴۶ء

سلاسلِ طریقت

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کو حضرت خواجہ شاہ محمد سراج الحق علیہ الرحمۃ کی طرف سے سلسلہ چشتیہ میں خلافت واجازت حاصل تھی۔ سلسلہ عالیہ قادریہ میں حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا بریلوی اور مفتی اعظم مولانا محمد مصطفیٰ رضا بریلوی قدست اسرارھم کی طرف سے خلافت واجازت حاصل تھی۔ حسنِ اتفاق سے یہی حضرات آپ کے ان اساتذہ میں سے ہیں، جن سے آپ نے علوم ظاہری اکتساب کیا۔ علاوہ ازیں آپ کو جن سلاسلِ طریقت میں اجازت وخلافت حاصل ہوئی وہ یہ ہیں۔

(۱) قادریہ برکاتیہ جدیدہ
(۲) قادریہ قدیمہ
(۳) قادریہ اہدلیہ
(۴) قادریہ منوریہ
(۵) چشتیہ نظامیہ قدیمہ
(۶) چشتیہ محبوبیہ جدیدہ
(۷) سہروردیہ واحدیہ وقدیمہ
(۸) سہروردیہ فضلیہ جدیدہ
(۹) نقشبندیہ علائیہ صدیقیہ
(۱۰) سلسلہ بدیعیہ
(۱۱) علویہ منامیہ
(۱۲) قادریہ رزاقیہ
(۱۳) نقشبندیہ علائیہ علویہ

سلسلہ علویہ منامیہ تمام سلاسلِ طریقت سے عالی ہے۔ اس کی سند یوں ہے۔

شیخ الحدیث مولانا محمد سردار احمد

حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا، مفتی اعظم محمد مصطفیٰ رضا، صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی

امام احمد رضا قادری بریلوی

سید شاہ آل رسول احمدی برکاتی مارہروی

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (آپ نے خواب میں سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیعت کی)

حضرت سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام وعلی الہ وصحبہ اجمعین

سلسلہ عالیہ قادریہ

صاحب الجود والکرم، نبی الرحمۃ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ الصلوٰۃ والسلام

	وصال ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ	مزار مدینہ طیبہ
حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم	وصال ۲۱ رمضان المبارک ۴۰ھ	مزار نجف اشرف
حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ	شہادت ۱۰ محرم الحرام ۶۱ھ	مزار کربلا معلّٰی
حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ	وصال ۱۸ محرم الحرام ۹۴ھ	مزار مدینہ منورہ
حضرت امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ	وصال ۷ ذی الحجہ ۱۱۴ھ	مزار مدینہ منورہ
حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ	وصال ۱۵ رجب المرجب ۱۴۸ھ	مزار مدینہ منورہ
حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ	وصال ۲۱ رمضان المبارک ۲۰۳ھ	مزار مشہد اقدس
حضرت شیخ معروف کرخی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ	وصال ۲ محرم الحرام ۲۰۰ھ	مزار بغداد شریف
حضرت شیخ سری سقطی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ	وصال ۱۳ رمضان المبارک ۲۵۳ھ	مزار بغداد شریف
حضرت شیخ جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ	وصال ۲۷ رجب ۲۹۸ھ یا ۲۹۱ھ یا ۲۹۹ھ	مزار بغداد شریف
حضرت شیخ ابوبکر شبلی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ	وصال ۲۷ ذی الحجہ ۳۳۴ھ	مزار بغداد شریف
حضرت شیخ عبدالوحد تمیمی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ	وصال ۲۶ جمادی الاخریٰ ۴۲۵ھ	مزار بغداد شریف
حضرت شیخ ابوالفرح طرطوسی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ	وصال ۳ شعبان المکرّم ۴۴۷ھ	مزار بغداد شریف
حضرت شیخ ابوالحسن علی الہکاری رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ	وصال یکم محرم الحرام ۴۸۶ھ	مزار بغداد شریف
حضرت شیخ ابوسعید مخزومی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ	وصال ۷ شعبان المکرّم ۵۱۳ھ	مزار بغداد شریف
حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ	وصال ۱۱ یا ۱۷ ربیع الآخر ۵۶۱ھ	مزا بغداد شریف
حضرت شیخ ابوبکر عبدالرزاق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ	وصال ۶ شوال المکرّم ۶۲۳ھ	مزار بغداد شریف

حضرت شیخ ابوصالح نصر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ	وصال ۲ رجب المرجب ۶۳۲ھ	مزار بغداد شریف
حضرت شیخ محی الدین ابونصر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ	وصال ۲۲ ربیع الاول ۶۵۶ھ	مزار بغداد شریف
حضرت شیخ سید علی رضی اللہ تعالی عنہ	وصال ۲۳ شوال المکرّم ۷۳۹ھ	مزار بغداد شریف
حضرت شیخ سید موسیٰ رضی اللہ تعالی عنہ	وصال ۱۳ رجب المرجب ۷۶۳ھ	مزار بغداد شریف
حضرت شیخ سید حسن رضی اللہ تعالی عنہ	وصال ۲۶ صفر المظفر ۷۸۱ھ	مزار بغداد شریف
حضرت شیخ سید احمد جیلانی رضی اللہ تعالی عنہ	وصال ۱۹ محرم الحرام ۸۵۳ھ	مزار بغداد شریف
حضرت شیخ بہاؤالدین رضی اللہ تعالی عنہ	وصال ۱۱ ذی الحجہ ۹۲۱ھ	مزار دولت آباد (دکن)
حضرت شیخ سید ابراہیم ایرجی رضی اللہ تعالی عنہ	وصال ۵ ربیع الآخر ۹۵۳ھ	مزار دہلی
حضرت شیخ محمد بھکاری رضی اللہ تعالی عنہ	وصال ۹ ذی قعدہ ۹۸۱ھ	مزار کاکوری
حضرت شیخ ضیاء الدین رضی اللہ تعالی عنہ	وصال ۲۲ رجب المرجب ۹۸۹ھ	مزار نیوتنی (لکھنؤ)
حضرت شیخ جمال الاولیاء رضی اللہ تعالی عنہ	وصال شب عید الفطر ۱۰۴۷ھ	مزار کوڑا جہاں آباد
حضرت شیخ سید محمد رضی اللہ تعالی عنہ	وصال ۶ شعبان المکرّم ۱۰۷۱ھ	مزار کالپی
حضرت شیخ سید احمد رضی اللہ تعالی عنہ	وصال ۱۹ صفر المضفر ۱۰۸۴ھ	مزار کالپی
حضرت شیخ سید فضل اللہ رضی اللہ تعالی عنہ	وصال ۱۴ ذی قعدہ ۱۱۱۱ھ	مزار کالپی
حضرت سید شاہ برکت اللہ رضی اللہ تعالی عنہ	وصال ۱۰ محرم الحرام ۱۱۴۲ھ	مزار مارہرہ شریف
حضرت سید شاہ آل محمد رضی اللہ تعالی عنہ	وصال ۱۶ رمضان المبارک ۱۱۹۸ھ	مزار مارہرہ شریف
حضرت سید شاہ حمزہ رضی اللہ تعالی عنہ	وصال ۱۴ رمضان المبارک ۱۱۹۸ھ	مزار مارہرہ شریف
حضرت سید آل محمد اچھے میاں رضی اللہ تعالی عنہ	وصال ۱۷ ربیع الآخر ۱۲۳۵ھ	مزار مارہرہ شریف
حضرت سید آل رسول احمدی رضی اللہ تعالی عنہ	وصال ۱۸ ذی الحجہ ۱۲۹۶ھ	مزار مارہرہ شریف
حضرت امام احمد رضا بریلوی رضی اللہ تعالی عنہ	وصال ۲۵ صفر المظفر ۱۳۴۰ھ	مزار بریلی شریف

حضرت حجۃ الاسلام حامد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ
وصال ۷ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۲ھ مزار بریلی

حضرت مفتی اعظم مصطفیٰ رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ
وصال ۱۴ محرم الحرام ۱۴۰۲ھ مزار بریلی

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد سردار احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ وصال یکم شعبان ۱۳۸۲ھ مزار لائل پور

مصافحات اربعہ

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کو تمام سلاسل طریقت میں اجازت وخلافت کے علاوہ چار مصافحات کی بھی اجازت حاصل تھی۔

۱۔ مصافحہ جنیہ	۲۔ مصافحہ خضریہ
۳۔ مصافحہ معمریہ	۴۔ مصافحہ منامیہ

ان مصافحات کی سندیوں ہے۔

مصافحہ جنیہ

حضور رحمۃ للعالمین سید العالمین ﷺ

ایک جن (اسی جماعت کا ایک فرد جس کا ذکر سورہ جن میں مذکور ہے اور اس کی عمر سات سو برس تھی)

غانم (ایک جن جس نے ۱۰۹۸ھ میں نماز عصر کے بعد سید جعفر صادق ابن سید مصطفیٰ العیدروسی سے مصافحہ کیا۔

شیخ عبید اللہ بن عیدروس بن شیخ علی العیدروسی

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

شاہ عبد العزیز محدث دہلوی

سید شاہ آل رسول احمدی مارہروی

امام احمد رضا القادری بریلوی

حجۃ الاسلام حامد رضا النوری

شیخ الحدیث محمد سردار احمد (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین)

مصافحہ خضریہ

حضور سید المرسلین ﷺ

سیدنا ابوالعباس خضر

ابوعبداللہ الہز میری

الامام ابوالعباس احمد بن البنا

ابوعبداللہ الصوفی

الامام ابوعبداللہ محمد بن علی المراکشی (مشہور بابن علیوات)

شیخ ابوعبداللہ بن محمد جابر الغسانی

حافظ العصر عبداللہ بن محمد بن موسیٰ العیدروسی

شیخ صالح الزوادی

شیخ سالم التازی

شیخ احمد حجی الدھرانی

شیخ ابوسعید بن احمد المقری القریشی

شیخ ابوعثمان سعید بن ابراہیم الجزائری (معروف بقدورہ)

شیخ محمد بن محمد بن سلیمان

شیخ عبداللہ بن سالم البصری المکی

شیخ سید عمر ابن بنت الشیخ عبداللہ البصری

شاہ ولی اللہ دہلوی

شاہ عبدالعزیز دہلوی

سید شاہ آل رسول احمدی مارہروی

امام احمد رضا بریلوی

حجۃ الاسلام حامد رضا بریلوی

شیخ الحدیث محمد سردار احمد (رضی اللہ عنہم اجمعین)

مصافحہ معمریہ

حضور نبی اکرم ﷺ

ابوسعید الحبشی (معمر صحابی)

شیخ محمود الاسفرائنی — سید امیر علی الہمدانی

شیخ حافظ علی الاوبھی

شیخ عبدالرحمٰن (الشہیر حاجی رمزی)

شیخ تاج الدین الہندی النقشبندی

شیخ احمد النحلی

شیخ ابوطاہر

شاہ ولی اللہ دہلوی

شاہ عبدالعزیز دہلوی

سید شاہ آل رسول مارہروی

امام احمد رضا بریلوی

حجۃ الاسلام حامد رضا بریلوی

شیخ الحدیث محمد سردار احمد (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین)(۱)

---

(۱) الاجازات المتینۃ لعلماء بکۃ والمدینۃ

مصافحہ منامیہ

حضور اکرم نور مجسم ﷺ کو شیخ ابوالحسن علی الباغوزائی نے خواب میں دیکھا کہ آپ کی ہاتھ کی انگلیوں میں انگلیاں ڈالے ہیں اور آپ فرمارہے ہیں کہ اے ابوالحسن علی جو میرے ہاتھ کی انگلیوں میں انگلیاں ڈالے گا جنت میں داخل ہوگا۔ آپ نے یہ جملہ سات مرتبہ دہرایا۔ جب حضرت ابوالحسن علی بیدار ہوئے تو ان کی انگلیوں میں حضور اکرم ﷺ کی انگلیاں تھیں۔

شیخ علی بن محمد الحائکی الباھری

شیخ احمد بن مسعود شداد المقری الموصلی

شیخ الاکبر محی الدین ابن عربی

شیخ محمد بن اسحاق القونوی

ابوبکر السواسی ناصر الدین علی بن ابوبکر ذوالنون الملیطی

محمود الزعفرانی

شیخ سعد الدین بن محمود الزعفرانی

شیخ محمد شیرین

شیخ عزیز الدین جماعۃ

شیخ صالح الزوادی

شیخ سالم التازی (شیخ سالم التازی فرماتے ہیں کہ جو شیخ کسی مرید کی انگلیوں میں انگلیاں ڈال کر مصافحہ کرے اسے یہ کہنا چاہیے "میری انگلیوں میں انگلیاں ڈال جو میری انگلیوں میں انگلیاں ڈالے گا جنت میں جائے گا")

شیخ احمد جی الدھرانی

شیخ ابوسعید بن احمد المقری القرشی

شیخ ابوعثمان سعید بن ابراہیم الجزائری معروف بہ قدورہ

شیخ محمد بن محمد بن سلیمان

شیخ عبداللہ بن سالم البصری المکی

شیخ سید عمر ابن بنت الشیخ عبداللہ البصری

شاہ ولی اللہ دہلوی

شاہ عبدالعزیز دہلوی

شاہ سید آل رسول احمدی مارہروی

امام احمد رضا بریلوی

حجۃ الاسلام حامد رضا صدر الشریعہ محمد امجد علی مفتی اعظم مصطفیٰ رضا

شیخ الحدیث محمد سردار احمد (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین) (۱)

(۱) الاجازات المتینۃ لعلماء بکۃ والمدینۃ

اوراد واشغال، اوفاق واعمال

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کو جمیع سلاسل طریقت کے تمام اوراد اور اشغال کی اجازت حاصل تھی ۔ مشائخ کرام کی برکات سینہ سے آپ کو جن اوراد واشغال کی اجازت تھی ان میں سے چند یہ ہیں۔

۱۔ قرآن مجید کے خواص	۲۔ اسماء الٰہیہ
۳۔ دلائل الخیرات	۴۔ حصن حصین
۵۔ قصر متین	۶۔ اسماء اربعینہ
۷۔ حزب البحر	۸۔ حزب البر
۹۔ حزب النصر	۱۰۔ سلسلہ شاذلیہ کے تمام احزاب
۱۱۔ ایک لاکھ چار اولیاء کا حرز	۱۲۔ حرز الامیرین
۱۳۔ حرز یمانی	۱۴۔ دعاء مغنی
۱۵۔ دعاء حیدری	۱۶۔ دعاء عزرائیلی
۱۷۔ دعاء سریانی	۱۸ ۔قصیدہ خمریہ (قصیدہ غوثیہ)
۱۹۔ صلوٰۃ غوثیہ (صلاۃ الاسرار)	۲۰۔ قصیدہ بردہ
۲۱ ۔دعاء بشیخ	۲۲۔ تکبیر عاشقاں
۲۳۔ نیم تکبیر	۲۴۔ ارسال الہواتف

☆☆☆☆☆

شجرۂ عالیہ چشتیہ صابریہ

اسماء گرامی	تاریخ وصال	مدفن
حضور آقائے دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم	۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ	مدینہ منورہ
حضرت امیر المومنین سیدنا علی	۲۱ رمضان المبارک ۴۰ھ	نجف اشرف
حضرت خواجہ ابوسعید حسن بصری	۵ رجب المرجب ۱۱۰ھ	بصرہ
حضرت خواجہ عبدالواحد زید	۲۷ صفر المظفر ۱۷۷ھ	بصرہ
حضرت خواجہ ابوعلی فضیل ابن عیاض	۱۳ ربیع الاول ۱۸۷ھ	مکہ معظّمہ
حضرت خواجہ سلطان ابواسحٰق ابراہیم ادھم	۲۶ جمادی الاولیٰ ۱۶۲ھ	مکہ معظّمہ
حضرت خواجہ سدید الدین حذیفہ مرعشی رکن الکعبہ	۱۴ شوال ۲۵۴ھ	مرعش (شام)
حضرت خواجہ امین الدین بوہبیرہ بصری سپرد ملائکہ	۱۸ شوال ۲۸۲ھ	بصرہ
حضرت خواجہ ابوالحسن علی صانع ممشاد علوی	۱۵ رجب ۳۳۰ھ	دینور (عراق)
حضرت خواجہ شرف الدین ابواسحٰق شامی	۲۴ ربیع الثانی ۳۲۹ھ	عکہ (شام)
حضرت خواجہ ابواحمد ابدال	۱۰ جمادی الاخری ۳۵۵ھ	چشت
حضرت خواجہ محمد زاہد	رجب ۴۱۱ھ	چشت
حضرت خواجہ ناصر الدین یوسف بن سمعان	۴ ربیع الآخر ۴۵۹ھ	چشت
حضرت خواجہ قطب الدین مودود چشتی	رجب ۵۷۷ھ	چشت
حضرت خواجہ خیر الدین حاجی شریف زندنی	۶ رجب ۵۵۴ھ	زندنہ (دمشق)
حضرت خواجہ شاہ عثمان ہارونی	۱۶ شوال ۶۰۳ھ	مکہ

حضرت خواجہ سید معین الدین غریب نواز	۶ رجب ۶۳۳ھ	اجمیر
حضرت خواجہ قطب الدین بختیار بن کاکی اوشی	۱۴ ربیع الاول ۶۳۳ھ	دہلی
حضرت خواجہ فرید الدین مسعود گنج شکر	۵ محرم ۶۶۴ھ	پاکپتن
حضرت خواجہ علاء الدین علی احمد صابر	۱۳ ربیع الاول ۶۹۴ھ	کلیر
حضرت خواجہ شمس الدین ترک شمس الارض	۱۱ شعبان ۷۱۵ھ	پانی پت
حضرت خواجہ جلال الدین کبیر الاولیاء	۱۳ ربیع الاول ۷۶۵ھ	پانی پت
حضرت خواجہ شیخ العالم احمد عبد الحق رودلوی	۱۵ جمادی الاخری ۸۳۷ھ	رودلی
حضرت خواجہ کمال الدین محمد بن عارف عیسی رودلوی	۲ جمادی الاولیٰ ۸۹۸ھ	رودلی
حضرت خواجہ عبد القدوس گنگوہی	۹۴۵ھ	گنگوہ
حضرت خواجہ جلال الدین ولی تھانسیری	۵ ذی الحجہ ۹۸۹ھ	تھانسیر
حضرت خواجہ نظام بلخی صابری	۸ رجب ۱۰۲۴ھ	بلخ
حضرت خواجہ ابوسعید چشتی دستِ رسول	یکم ربیع الآخر ۱۰۴۳ھ	گنگو
حضرت خواجہ محمد صادق	۱۹ محرم ۱۰۵۳ھ	گنگو
حضرت خواجہ داؤد عزیز	۵ رمضان ۱۰۹۵ھ	گنگوہ
حضرت خواجہ شاہ ابو لمعالی	۱۱ ربیع الاول ۱۱۱۶ھ	انبیٹھ
حضرت خواجہ سید محمد سعید بھیک میراں	۵ رمضان ۱۱۳۵ھ	کڑام
حضرت خواجہ عنایت اللہ بہلول پوری	۵ رمضان المبارک ۱۱۹۵ھ	بہلول پور ضلع لدھیانہ
حضرت خواجہ عبد الکریم	۲ شعبان ۱۲۰۶ھ	رامپور
حضرت خواجہ عبد الرحمٰن	۱۳ رمضان	رامپور
حضرت خواجہ غلام حسین	۱۹ رمضان ۱۲۵۹ھ	رامپور

حضرت خواجہ شاہ محمد حسین	۵ رمضان ۱۳۳۳ھ	مراد آباد
حضرت خواجہ شاہ سراج الحق	۲۹ شوال ۱۳۵۰ھ	گورداس پور
حضرت خواجہ شیخ الحدیث محمد سردار احمد	۲۹ رجب ۱۳۸۲ھ	فیصل آباد

رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

﴿تدریس﴾

مرکز علم وعرفان دارالعلوم منظر اسلام بریلی (قائم شدہ ۱۳۲۲ھ/۵-۱۹۰۴ء) میں اپنی تعلیم کا آغاز کرنے والے طالب علم محمد سردار احمد نے تقریباً آٹھ سال بعد ۱۳۵۱ھ/۱۹۳۲ء میں اسی دارالعلوم میں حضرت حجۃ الاسلام کی سرپرستی میں مدرس دوم کی حیثیت سے اپنی تدریس کا آغاز کیا۔ اس وقت دارالعلوم منظر اسلام بریلی میں صدر المدرسین کے منصب پر آپ کے استاذ گرامی صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی اعظمی (م ۱۳۶۷ھ/۱۹۴۸ء) تھے (۱)

کم وبیش تین سال بعد حضرت صدر الشریعہ، حضرت مولانا سید مصباح الحسن پھپھوندوی (م ۱۱ر رمضان المبارک ۱۳۸۴ھ/۱۵ر جنوری ۱۹۶۵ء) کی وساطت سے نواب حاجی غلام محمد خاں شروانی رئیس ریاست دادوں ضلع علی گڑھ کی دعوت پر دارالعلوم حافظیہ سعیدیہ دادوں تشریف لے گئے۔ (۲)

استاذ گرامی حضرت صدر الشریعہ کے دادوں تشریف لے جانے کے بعد حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ منظر اسلام بریلی کے صدر المدرسین کے عہدہ جلیلہ پر فائز ہوئے۔ اس عرصہ میں آپ نے منظر اسلام میں درس نظامی کے جملہ فنون کی منتہی کتابیں بڑی خوش اسلوبی اور کامیابی سے پڑھائیں۔

شرح عقائد، خیالی، امور عامہ، حمد اللہ، قاضی مبارک، صدرا، ملاحسن، ملا جلال، شمس بازغہ، جامی، ہدایہ اخرین، بیضاوی، مشکوٰۃ وغیرہ کتابیں خداداد استعداد سے اس انداز سے پڑھائیں کہ طلباء اور علماء کے درمیان آپ کے علم کا شہرہ

---

(۱) روایت مولانا عبدالمصطفیٰ الازہری۔ (ہفت روزہ محبوب حق لائل پور، مجریہ ۱۳ر دسمبر ۱۹۶۳ء، ص ۳۲)

(۲) ا دیباچہ فتاویٰ امجدیہ، جلد اول، مطبوعہ کراچی (بار اول ۱۳۸۰ھ)۔ ص ۲

ب تذکرہ علماء اہل سنت، مرتبہ مولانا محمود احمد قادری، مطبوعہ کانپور۔ ص ۵۲

نوٹ: مولانا محمد شریف الحق امجدی نے نواب صاحب کا نام نواب ابوبکر لکھا ہے۔ ملاحظہ ہو: ماہنامہ نوری کرن، بریلی، شمارہ مارچ اپریل ۱۹۶۳ء، ص ۳۷

پھیل گیا۔ (۳)

درس نظامی اور علوم اسلامیہ عربیہ سے واقفیت رکھنے والے حضرات پر بخوبی روشن ہے کہ مذکورہ بالا کتابیں علوم اسلامیہ (عقلیہ ونقلیہ) میں پڑھائی جانے والی منتہی کتابیں ہیں۔ ان کا پڑھانا اور طلبہ کو مطمئن کرنا مہارت تامہ کے بغیر ممکن نہیں۔ ان کتابوں کی تدریس حلقہ علماء میں باعث افتخار ہے۔ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ نے اپنی تدریس کے آغاز ہی میں ان منتہی کتابوں کو پڑھا کر علماء میں مقبولیت عامہ حاصل کر لی۔ دور ونزدیک کے طلباء آپ سے شرف تلمذ حاصل کرنے کے لئے آپ کے گرد پروانہ وار جمع ہونا شروع ہو گئے اور عنفوان شباب میں ہی آپ کا شمار درجہ اول کے علماء میں ہونے لگا۔

۱۳۵۶ھ/۱۹۳۷ء میں دارالعلوم مظہر اسلام بریلی کا قیام عمل میں آیا۔ ہوا یوں کہ حضرت شیخ الحدیث اور مولانا عبد العزیز محدث بجنوری (م ۸ جمادی الاولی ۱۳۶۹ھ/۲۸ر مارچ ۱۹۵۰ء) انتہائی بے سروسامانی کے عالم میں توکلاً علی اللہ مسجد بی بی جی مرحومہ، بریلی میں آن بیٹھے۔ ان کے ساتھ ہی سو کے قریب طلباء بھی آ گئے۔ نہ طلباء کا کوئی کفیل تھا، نہ ان مدرسین حضرات کے مشاہرہ کا کوئی ذمہ دار۔ حسبۃً للہ تعلیم وتدریس شروع ہو گئی۔

ہر کجا چشمہء بود شیریں
مردماں ، مرغ و مور گرد آیند

حضرت صدر الشریعہ کے اصرار پر مفتی اعظم مولانا مصطفیٰ رضا بریلوی (م ۱۴۰۲ھ/۱۹۸۲ء) نے اس دارالعلوم کی سرپرستی قبول فرمائی۔ آپ نے سالہا سال تک دارالعلوم مظہر اسلام بریلی کے تمام اخراجات خود برداشت کئے۔ جس سے آپ مقروض بھی ہو گئے۔ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ اور دیگر اساتذہ کے ایثار، محنت خلوص اور مسلسل مجاہدانہ

---

(۳) روایت مولانا محمد شریف الحق امجدی، ماہنامہ نوری کرن، بریلی، شمارہ مارچ اپریل ۱۹۶۳ء۔ ص ۳۷

نوٹ: اس دور میں منظر اسلام بریلی کے فاضل اساتذہ میں سے چند ایک کے اسماء یہ ہیں۔ مولانا عبدالعزیز محدث (بجنوری) خلیفہ امام احمد رضا۔ مولانا احسان علی مظفرپوری خلیفہ حجۃ الاسلام۔ مولانا عبدالمجید دربھنگی، (ہفت روزہ الفقیہ، امرتسر مجریہ ۲۸/۲۱ر اکتوبر ۱۹۳۵ء ص ۳۰)

مسائی سے تھوڑے ہی عرصہ میں یہ دارالعلوم دنیائے سنیت کا ایک ممتاز اور مرکزی دارالعلوم بن گیا۔ درآں حالیکہ مدرسہ کی نہ کوئی عمارت تھی، نہ طعام وقیام کا کوئی معقول انتظام، مسجد بی بی جی مرحومہ، بریلی کے صحن میں ٹین کے چھپر کے نیچے تعلیم وتدریس کا کام ہوتا۔ گرمی سردی کے شدید اثرات سے بچاؤ کی کوئی تدبیر نہ تھی۔ مگر طلباء کی یہ کیفیت تھی کہ ہر طرف سے پروانہ وار جمع ہوتے رہے۔ یوپی کے علاوہ متحدہ ہندوستان افغانستان، بخارا، سیلون، افریقہ اور دیگر ممالک کے کثیر طلباء کا اجتماع تھا۔ (۴)

دارالعلوم مظہر اسلام میں محدث اعظم نے علوم وفنون کی کتابوں کے علاوہ صحاح ستہ کا درس شروع کر دیا۔ ہر سال تیس، چالیس طلبہ دورہ حدیث مکمل کر کے سند فراغت حاصل کرتے اور خادم دین بن کر اپنی نئی منزل کی ابتداء کرتے۔ شعبان ۱۳۶۶ھ/جولائی ۱۹۴۷ء تقسیم ہند کے وقت تک آپ مظہر اسلام بریلی کے شیخ الحدیث رہے۔ رمضان المبارک ۱۳۶۶ھ/جولائی اگست ۱۹۴۷ء کی تعطیلات میں آپ اپنے آبائی گاؤں دیال گڑھ (ضلع گورداسپور) میں تھے کہ ملک کی تقسیم ہوگئی۔ اور پنجاب کے فسادات شروع ہو گئے۔ اس لئے محدث اعظم علیہ الرحمۃ ۳/شوال ۱۳۶۶ھ اپنے گاؤں سے ہجرت فرما کر لاہور تشریف لے آئے۔ چند روز بعد آپ بھکھی (ضلع منڈی بہاؤالدین) میں مولانا سید محمد جلال الدین (جنہوں نے اسی سال ۱۳۶۶ھ/ ۱۹۴۷ء میں مظہر اسلام بریلی سے آپ سے دورہ حدیث پڑھا تھا) کے ایک وفد کی درخواست پر ان کے مدرسہ میں تشریف لے آئے۔ یہاں بھکھی میں آپ نے (ہجرت سے پیدا ہونے والی بے سروسامانی اور اہل وعیال کی تکالیف کی پروا کئے بغیر) بطور صدر المدرسین چار پانچ ماہ طلباء کو سبق پڑھایا۔ (۵)

یہ عرصہ شوال ۱۳۶۶ھ/ ۱۹۴۷ء اور ربیع الثانی ۱۳۶۷ھ/مارچ ۱۹۴۸ء کے درمیان کا ہے۔ تقسیم ملک کے بعد ابتدائی ایام میں دونوں ملکوں کے درمیان پاسپورٹ کی پابندی نہ تھی، آپ اہل وعیال کو چھوڑ کر دوبارہ بریلی تشریف لے

(۴) ا ایضاً......ص ۳۸۔۳۷

ب قلمی یادداشت مولانا محمد معین الدین شافعی مہتمم دارالعلوم جامعہ قادریہ رضویہ فیصل آباد، مخزونہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

(۵) ا قلمی یادداشت مولانا سید محمد جلال الدین شیخ الحدیث جامعہ محمدیہ نوریہ رضویہ بھکھی، مخزونہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

ب قلمی یادداشت مولانا سید مظہر قیوم ابن سید محمد جلال الدین۔ مخزونہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

گئے۔ بریلی آتے ہی طلباء بھی آپ کے گرد جمع ہو گئے۔ آپ نے انہیں پڑھانا شروع کر دیا۔ مگر یہ سلسلہ زیادہ دیر جاری نہ رہ سکا۔ کچھ دنوں کے بعد حکومت نے آنے جانے پر پرمٹ کی پابندی لگا دی۔ جو بعد میں پاسپورٹ کی شکل میں باقی رکھی گئی۔ اس لئے چند ماہ بعد ہی آپ کو دوبارہ پاکستان آنا پڑا۔ (٦)

مولانا عبدالغفور ہزاروی علیہ الرحمۃ (م ۱۳۹۰ھ/۱۹۷۰ء) خطیب اعظم وزیر آباد کی کوشش سے آپ نے وزیر آباد کے قریب ساروکی (ضلع گوجرانولہ) میں قیام فرمایا اور وعظ وتبلیغ کے ساتھ طلباء کو پڑھانا بھی شروع کر دیا۔ (۷)

بریلی میں دوبارہ تدریس اور ساروکی میں قیام اور تدریس کا عرصہ جمادی الاولی ۱۳۶۷ھ/اپریل ۱۹۴۸ء سے رمضان المبارک ۱۳۶۸ھ/جولائی ۱۹۴۹ء کا ہے۔

ساروکی کے قیام کے دوران ملک کے طول وعرض سے علماء ومشائخ، سجادہ نشین حضرات اور رؤساء کراچی نے آپ کو اپنے اپنے ہاں ٹھہرانے کا شدید تقاضا کیا اور تدریس جاری رکھنے کی پیش کش کی۔ لیکن آپ نے جواباً سب سے یہی فرمایا کہ میں استاذی المکرّم حضرت صدر الشریعہ بدر الطریقہ، مولانا شاہ علامہ حکیم محمد امجد علی اعظمی وسیدی سندی حضرت فیض درجت مفتی اعظم زیب آستانہ عالیہ رضویہ بریلی شریف کے حکم کا منتظر ہوں۔ جس جگہ وہ حکم فرمائیں گے۔ یا غیبی اشارہ ہوگا وہیں قیام کروں گا۔ (۸)

مفتی اعظم علیہ الرحمۃ (م ۱۴۰۲ھ/۱۹۸۲ء) کی طرف سے لائل پور میں قیام کا اشارہ پا کر ساروکی سے لائل پور آ گئے۔ یہیں محلّہ سنت پورہ میں ایک کرائے کے مکان میں شوال ۱۳۶۸ھ/جولائی ۱۹۴۹ء میں عارضی طور پر پڑھانا

(٦) روایت مولانا تحسین رضا بریلوی۔ نوری کرن بریلی، مارچ اپریل ۱۹۶۳ء، ص ۴۲

(۷) قلمی یادداشت مولانا محمد معین الدین شافعی مہتمم دارالعلوم جامعہ قادریہ رضویہ فیصل آباد مخزونہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

(۸) ا ہفت روزہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ۔ ۲۵/شعبان المعظم ۱۳۷۸ھ/٦/مارچ ۱۹۵۹ء، ص ۳

ب ماہنامہ نوری کرن، مارچ اپریل ٦۳ء

نوٹ: صدر الشریعہ اور مفتی اعظم ۱۹۴۸ء میں حج وزیارت مدینہ منورہ کے لئے تیار ہوئے۔ صدر الشریعہ تو ذی قعدہ ۱۳۶۷ھ میں بمبئی میں ہی بیمار ہو کر واصل باللہ ہوئے۔ مفتی اعظم نے حج وزیارت کا شرف حاصل کیا۔ ملاحظہ ہو: دیباچہ فتاویٰ امجدیہ۔ جلد اول (مطبوعہ کراچی)

شروع کر دیا اور ساتھ ہی ساتھ کسی موزوں اور وسیع جگہ کی تلاش شروع کر دی۔ چند ہی دنوں بعد دارالعلوم مظہر اسلام جامعہ رضویہ فیصل آباد کی مسجد شاہی کے بغیر چھت کے فرش پر درس شروع کر دیا۔(۹)

پانچ ماہ بعد ۱۲/ربیع الاول ۱۳۶۸ھ/۲/جنوری ۱۹۵۰ء کو (۱۰)

آپ نے گول باغ میں جامعہ رضویہ مظہر اسلام کی عمارت کا سنگ بنیاد رکھ دیا۔ اور اسی دارالعلوم میں آپ نے وصال (۱۳۸۲ھ/۱۹۶۲ء) تک درس حدیث کے علاوہ مختلف علوم وفنون کی تعلیم دی۔

حضرت محدث اعظم علیہ الرحمۃ ۱۳۵۱ھ/۱۹۳۲ء سے لے کر ۱۳۸۲ھ/۱۹۶۲ء تک تیس سال سے زائد طویل مدت میں علم کی وہ خدمت کی جو اس دور میں ایک تاریخ ساز حیثیت کی حامل ہے۔

(۹) قلمی یادداشت مولانا مفتی محمد امین مدظلہ مہتمم دارالعلوم امینیہ رضویہ فیصل آباد، مخزونہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

نوٹ: مولانا مفتی محمد امین مدظلہ وہ خوش نصیب بزرگ ہیں جنہیں دارالعلوم مظہر اسلام فیصل آباد کا اولین طالب علم ہونے کا شرف حاصل ہے۔ آپ ۳/شوال ۱۳۶۸ھ/۳۱/جولائی ۱۹۴۹ء کو حضرت مولانا غلام رسول (شیخ الحدیث جامعہ رضویہ فیصل آباد) کے ایماء پر فیصل آباد میں محدث اعظم علیہ الرحمۃ کے پاس حاضر ہوئے۔ اور وصال تک آپ کے پاس رہ کر استفادہ کرتے رہے۔ فقیر قادری عفی عنہ

(۱۰) بعض روایات میں ۱۲/ربیع الاول ۱۳۶۸ھ جنوری ۱۹۵۰ء کی بجائے ۱۹۴۹ء بتایا گیا ہے۔ جو درست نہیں۔ فقیر قادری عفی عنہ

شان تدریس

شیخ الحدیث قدس سرہ العزیز نے تیس سال سے زائد عرصہ (۱۳۵۱ھ تا ۱۳۸۲ھ) کی تدریس کے دوران جو عظیم مقاصد حاصل کئے اور بے مثال اثرات چھوڑے انہیں مدنظر رکھتے ہوئے یہ کہنا مبالغہ سے قطعاً دور ہے کہ آپ اپنے دور کے عدیم المثال مدرس اور استاذ تھے۔ کامل ومکمل استاذ میں جتنی خوبیاں ہونی چاہئیں آپ ان تمام خوبیوں کے جامع تھے۔ ماہرین تعلیم اور تجربہ کار اساتذہ نے آپ کی تدریس کو بلند پایہ معیاری اور نمونہ کی تدریس شمار کیا ہے۔

واقعات وحالات کی روشنی میں حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کی شان تدریس پر ہم ذرا تفصیل سے گفتگو کریں گے، تاکہ آپ کی عظیم اور بے لوث تدریس کے جلووں سے وہ حضرات بھی اپنے قلب ونظر کو منور کر سکیں جو ابھی تک آپ کی سیرت سے واقفیت نہیں رکھتے۔

یاد رہے کہ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ نے دارالعلوم منظر اسلام بریلی کی پانچ سالہ تدریس میں زیادہ علوم عقلیہ ونقلیہ کی کتابیں پڑھائیں۔

دارالعلوم مظہر اسلام بریلی میں تدریس کے گیارہ سال متذکرہ علوم کے علاوہ کتب حدیث کی تدریس میں صرف ہوئے اور قیام پاکستان کے بعد تیرہ سال (۱۳۶۹ھ تا ۱۳۸۲ھ) تک کے دور بھی دارالعلوم مظہر اسلام لائل پور میں تدریس حدیث کی خدمت میں گذرا۔

مدرسین میں .... عام طور پر ایسا دیکھا گیا ہے کہ انہیں کسی ایک خاص فن میں مہارت تامہ ہوتی ہے۔ دوسرے فنون کی تدریس ان حضرات کے لئے نہ اتنی آسان ہوتی ہے اور نہ ہی دلچسپ۔ دیگر فنون کی تدریس ان کے ہاں محض وزن بیت کے طور پر ہوتی ہے، مگر حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کی ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ آپ کو تفسیر، حدیث، فقہ، اصول، کلام، معانی، منطق وفلسفہ وغیرہ تمام علوم کی تدریس کا پورا ملکہ حاصل تھا۔ جو فن بھی پڑھاتے اسی کے امام معلوم ہوتے۔ آپ کی اس خصوصیت کو مفتی دارالافتاء بریلی فخر المدرسین مولانا محمد شریف الحق امجدی کی زبانی

سنئے۔

''حضرت محدث اعظم پاکستان کی ایک خصوصیت یہ بہت اہم تھی کہ آپ جملہ فنون میں پورا پورا ادراک رکھتے تھے۔ جوفن پڑھاتے۔ معلوم ہوتا تھا کہ سب سے زیادہ اسی کے ماہر ہیں، اپنی ساری عمر اسی کی تحصیل میں صرف کی ہے۔''(۱)

تدریس کا دوسرا اہم رکن طالب علم ہوتا ہے۔ دنیا کے تمام نظام ہائے تعلیم میں طالب علم کا استاذ کی تدریس سے مطمئن ہونا ضروری ہے۔ اس سلسلہ میں اکثر اوقات طلباء اپنے استاذ کے صرف حسب معمول بیان مسئلہ سے ہی مطمئن ہو جاتے ہیں، مگر بعض اوقات طالب علم اپنے مزاج یا کسی بیرونی انگیخت سے نفس مضمون سے متعلق یا غیر متعلق متعدد سوالات بھی کرتا ہے۔ اس سے اس کا مقصد مزید تحقیق یا (عیاذاً باللہ) استاذ کا امتحان مقصود ہوتا ہے۔ تحقیق کے طالب کو تو اس امر سے فائدہ مل سکتا ہے مگر ثانی الذکر طالب علم بالآخر یا تو استاذ کی علمی عظمت و وسعت کا صدق دل سے معترف بن جاتا ہے یا پھر محروم وخاسر لوٹتا ہے۔

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ دوران تدریس طلباء کے ہر قسم کے سوالات اور اعتراضات کا خندہ پیشانی سے تسلی بخش جواب دیتے۔ طلباء کے مزید اطمینان کے لئے مختلف انداز سے نفس مسئلہ کی وضاحت فرماتے۔ تا آنکہ طالب علم اس مضمون سے متعلق اپنے ہر قسم کے شکوک وشبہات دور نہ کر لیتا آپ آگے نہ بڑھتے۔ اس سلسلہ میں بار بار کی تقریر سے آپ کوئی انقباض محسوس نہ فرماتے .... عام حالات میں آپ کا انداز تدریس اس قدر جامعیت کا حامل ہوتا کہ طالب علم کے ذہن میں پیدا ہونے والے ہر قسم کے اعتراضات کا جواب اس میں موجود ہوتا۔

جلالۃ العلم مولانا حافظ عبدالعزیز محدث دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور، ضلع اعظم گڑھ (بھارت) آپ کی شان تدریس یوں بیان کرتے ہیں۔

''انداز بیان اتنا سلجھا ہوا اور جامعیت متن وشروح کا حامل ہوتا کہ پیچیدہ مسائل کو بڑی سادگی، بے

(۱) ماہنامہ نوری کرن، بریلی، مارچ اپریل ۱۹۶۳ء۔ ص ۳۸

تکلفی اور نہایت دل نشین پیرایہ میں بیان فرماتے تھے۔ طالب علم کی تسکین ہو جاتی تھی۔ نفس مسئلہ ذہن نشین ہو جاتا تھا اور ان کی تقریر سننے کے بعد سوچے سمجھے اعتراضات خود بخود دفع ہو جاتے تھے.....''(۲)

مولانا مجیب الاسلام اعظمی رضوی نے حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کی تدریس کا نقشہ یوں کھینچا ہے۔

''حضرت جب کسی حدیث پر نقد ونظر، جرح وتعدیل، شرح وبسط فرماتے، قلب کا ایک ایک گوشہ، دماغ کا ایک ایک کونہ سراپا توجہ بن جاتا۔ اختلافِ مذاہب کی تشریح کے بعد مذہب حنفی کے استدلالات وبراہین کی تشریح اس انداز سے فرماتے کہ مسئلہ کا کوئی گوشہ تاریک نہ رہ جاتا۔''(۳)

یہی مولانا مجیب الاسلام اعظمی دوران تعلیم اپنا ایک واقعہ لکھتے ہیں۔ جو انہیں حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ سے حدیث پڑھتے ہوئے ۱۳۵۹ھ/ ۱۹۴۰ء میں پیش آیا۔ انہی کے الفاظ ملاحظہ ہو۔

''حاضر درس طلبہ میں شبہات پیش کرنے میں فقیر ذرا بیباک تکلم تھا۔ ایک مرتبہ (حضرت) سفر سے تشریف لائے۔ ابھی مدرسے کے کچھ گھنٹے باقی تھے۔ ہم نے سامان کمرہ میں رکھ دیا۔ حضرت نے کمرہ کا رخ بھی نہ فرمایا۔ درسگاہ میں رونق افروز ہو گئے اور عبارت پڑھنے کا حکم صادر فرمایا۔ چہرہ صعوبت سفر سے کملایا ہوا تھا۔ ہماری محبت کا تقاضا یہی ہوا کہ حضرت آرام فرمائیں مگر ''اَلاَمْرُ فَوْقَ الْاَدَبِ'' کے ماتحت میں نے عبارت پڑھنی شروع کر دی۔ حضرت نے مطالعہ نہ فرمایا تھا۔ اس لئے ہم نے سوچا کہ آج اعتراض اس انداز سے کریں کہ حضرت فرمادیں کہ اچھا آج رہنے دو، کل......

......ابھی پہلی ہی حدیث تھی میں نے شبہ پیش کیا۔ حضرت نے جواب دیا۔ میں اس جواب پر پھر اعتراض کیا۔ غرض یہ کچھ دیر سوال وجواب کا سلسلہ قائم رہا۔ میری اس خلاف معمول حرکت سے

(۲) ماہنامہ نوری کرن، بریلی۔ مارچ اپریل ۱۹۶۳ء۔ ص ۲۸

(۳) ماہنامہ نوری کرن، بریلی۔ مارچ اپریل ۱۹۶۳ء، ص ۳۲

میرا رجحان طبع سمجھ گئے اور فرمایا'' کہ آج تمہارے ذہن میں میں نے مطالعہ نہیں کیا۔ تمہارا یہ انداز فکر ہے تو ذرا دیر خاموش ہو کر قلب و دماغ کو مجتمع کر کے اس حدیث پر میری گفتگو سن لو اس کے بعد جو شبہ ہو، پیش کرو۔ ان شاء اللہ میری گفتگو مزیل شکوک ثابت ہوگی .... اس سے میرے بدن میں جھرجھری آ گئی اور چہرے پر شرم وندامت کی زردی دوڑ گئی۔ چنانچہ ایک گھنٹہ سے زائد زیر بحث حدیث پر نقد و تبصرہ فرمایا اور اس طرح کہ کتب صحاح میں یہ حدیث ان ان طریقوں سے مروی ہے۔ علامہ بدرالدین عینی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس پر اس طرح کلام فرمایا، امام طحاوی نے مسلک حنفی کو یوں واضح فرمایا۔ غرضیکہ ایسے نفیس انداز میں تقریر فرمائی کہ سارے شبہات غبار راہ بن کر اڑ گئے۔ میں نے فرط عقیدت سے قدم چوم لئے۔ الحمد اللہ تعالی مجھے گلے لگا کر دعائیں دیں ....

حقیقت یہی ہے کہ علم و عمل کا وہ نیر اعظم اپنے دور کا بخاری و رازی تھا، اس کا سرمایہ مطالعہ اتنا عظیم تھا جس کی مثال عہد حاضر میں نہیں۔'' (۴)

ایک اچھے اور مثالی استاذ کے لئے ضروری ہے کہ وہ طلباء سے محبت، شفقت اور حسن سلوک سے پیش آئے۔ بروقت صحیح تربیت کر کے ان کے اخلاق و کردار کو اعلیٰ سے اعلیٰ بنانے کے لئے اپنی پوری صلاحیتوں سے کام لے۔ ان کی مشکلات کو حل کرے۔ ان کی حوصلہ افزائی فرمائے اور ضرورت پڑنے پر ان کی اعانت کر کے ان کی نجی زندگی میں شریک ہو۔

اس حیثیت سے حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ نہ صرف بہترین استاذ تھے بلکہ مثالی بھی۔ آپ جس حسن سلوک سے طلباء سے پیش آتے وہ اس دور میں صرف آپ ہی کا حصہ تھا۔ طلباء سے محبت وشفقت اور ان کی حوصلہ افزائی کا یہ عالم تھا کہ ہر طالب علم کو، خواہ وہ ابتدائی کتابیں ہی کیوں نہ پڑھتا ہو، جب مخاطب ہوتے تو ''مولانا'' یا ''حافظ صاحب'' کہہ کر خطاب فرماتے۔ محبت کی یہ انتہا ہے۔ عام اساتذہ کو اس پر عمل کرنا مشکل ہوتا ہے۔ مگر حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ نے ساری عمر اس پر عمل کر کے بتا دیا۔

(۴) ایضاً۔ ص ۳۲، ۳۰

طلباء سے حسن سلوک اور محبت وشفقت کی کیفیت مولانا ابوداؤد محمد صادق گوجرانوالہ کے الفاظ میں پڑھئے۔

''جہاں تک طلباء علم دین کا تعلق ہے ان پر آپ کی مہربانی وشفقت بہت زیادہ تھی اور دینی مدارس و دینی طلباء کو دیکھ کر آپ بہت خوش ہوتے تھے اور جو جتنی زیادہ محنت، دینی خدمت اور مذاہب باطلہ کا رد کرتا، آپ اتنا ہی اس سے خوشنودی کا اظہار فرماتے۔ بعض اوقات طلباء کی مالی خدمت اور ان کی دعوت بھی کرتے اور علماء اہل سنت کی ضروری تصانیف ان میں تقسیم فرماتے۔ آپ کو کبھی کسی طالب علم کو جھڑکتے، گالی دیتے اور مارتے نہیں دیکھا گیا۔ آپ طلباء سے بالخصوص بڑے اخلاق کے ساتھ پیش آتے۔ چھوٹے چھوٹے طالب علموں کو ''مولوی صاحب'' ''حافظ صاحب'' ''مولانا صاحب'' کے الفاظ سے مخاطب فرماتے۔ ان کی ڈھارس بندھاتے۔ محنت کے ساتھ علم دین حاصل کرنے اور خلوص کے ساتھ خدمت دین کی تلقین اور مذہب حق اہل سنت پر مضبوطی سے قائم رہنے اور باطل کے مقابلہ میں ڈٹے رہنے کی نصیحت فرماتے اور طلباء میں ان کی نصیحت آمیز و شفقت بھری باتوں سے خود بخود علم دین کے حصول کا شوق اور خدمت دین کا جذبہ بیدار ہو جاتا۔ آپ کی گفتگو وزیارت سے کئی دنیادار دیندار بن جاتے اور دنیوی تعلیم و کاروبار چھوڑ کر علم دین و خدمت اسلام کو نصب العین بنا لیتے۔ آپ نے اپنے کئی طلباء کو علم پڑھانے کے علاوہ انہیں مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ میں حاضری کی سہولت بہم پہنچائی اور ان کی شادی و نکاح کا اہتمام فرمایا۔ خود راقم الحروف پر آپ بڑی شفقت ونوازش فرماتے۔ حج وزیارت کی سعادت سے مشرف ہونے کے موقع پر آپ نے بڑی حوصلہ افزائی فرمائی۔ روانگی سے قبل شاہی مسجد (فیصل آباد) میں تقریر کرائی اور آپ خود اور دیگر احباب سے امداد دلوائی اور جب فقیر مع والدہ وہمشیرہ حج وزیارت کی سعادت کے حصول کے بعد واپس ہوا تو لاہور ریلوے اسٹیشن پر آپ کو استقبال کے لئے موجود پایا۔'' (۵)

(۵) پندرہ روزہ رضائے مصطفیٰ، گوجرانوالہ۔ ۱۳/شعبان ۱۳۸۵ھ/۷/دسمبر ۱۹۶۵ء۔ ص ۷

نوٹ: علاوہ دیگر الطاف واکرام کے آپ نے کنز الایمان اور الامن والعلیٰ اس فقیر حقیر کو بھی عنایت فرمائیں۔ اکثر ہم درس ساتھیوں کو کتب صحاح ستہ وغیرہ بھی عطا فرمائیں اور دارالعلوم جامعہ رضویہ لائل پور سے فراغت کے بعد جب بھی یہ فقیر ملاقات وزیارت کے لئے نیازمندانہ حاضر ہوتا، عمدہ کھانے اور چائے وغیرہ سے تواضع فرماتے۔ فقیر قادری عفی عنہ

مولانا مفتی محمد عبدالقیوم مہتمم جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور طلباء سے محبت وشفقت کی کیفیت ان لفظوں میں بیان فرماتے ہیں۔

''آپ طلباء سے خصوصی محبت فرماتے تھے۔ چنانچہ جب حج کے لئے آپ تشریف لے گئے تو واپسی پر درجہ حدیث کے طلبہ کے لئے مدینہ منورہ سے ٹوپیاں خرید کر لائے۔ فرماتے تھے اس دفعہ فارغ التحصیل علماء کو دستار بندی کے ساتھ مدنی ٹوپی بھی ملے گی۔ چنانچہ سالانہ جلسہ دستار فضیلت کے موقعہ پر تقریباً ساٹھ علماء کی دستار بندی ہوئی۔ ہر ایک کو مدینہ شریف کا تبرک بھی نصیب ہوا۔ اس سعادت سے راقم الحروف بھی مشرف ہوا۔'' (٦)

مولانا مفتی محمد حسین نعیمی مہتمم جامعہ نعیمیہ، لاہور حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کی شفقت طلبا پر، کا حال یوں بیان کرتے ہیں۔

''آپ طلباء سے بہت شفقت و پیار سے پیش آتے اور ان کی خفیہ مالی امداد بھی فرماتے۔'' (٧)

مولانا مفتی نواب الدین، چونکہ دارالعلوم مظہر اسلام جامعہ رضویہ فیصل آباد کے مدرس اور ناظم تعلیمات تھے، تدریس کے علاوہ تمام طلباء جامعہ رضویہ کو آپ سے واسطہ پڑتا تھا۔ اس لئے حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ انہیں تاکیداً فرماتے۔

''مولانا! طلباء اللہ کا لشکر ہیں ان کا احترام کریں۔'' (٨)

مولانا مجیب الاسلام اعظمی رضوی (بھارت) دور طالب علمی کا اپنا ایک واقعہ بیان فرماتے ہیں۔ اس واقعہ کا تعلق تقسیم برصغیر سے قبل، مظہر اسلام بریلی میں تدریس سے ہے۔ انہی کے الفاظ پڑھئے۔

---

(٦) قلمی یادداشت مولانا مفتی محمد عبدالقیوم، مخزونہ جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور
(٧) قلمی یادداشت مولانا مفتی محمد حسین نعیمی۔ مخزونہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور
(٨) قلمی یادداشت مولانا مفتی نواب الدین، مخزونہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

''طلباء کے ساتھ کمال شفقت کا ایک واقعہ حاضر ہے۔ جاگیر سے فقیر کو جو کھانا ملتا وہ کچھ بہت اچھا نہ ہوتا تھا۔ حضرت کی قیامگاہ مسجد بی بی جی کا ایک کمرہ تھا۔ فقیر بھی حضرت کی خدمت میں رہا کرتا تھا۔ اکثر و بیشتر کھانا دیکھ کر فرماتے کہ مجھے بھوک لگ رہی ہے۔ اپنا کھانا دیدو۔ میں اس وقت کھا لوں۔ میرا کھانا تم کھالینا۔ بہت دنوں کے بعد معلوم ہوا کہ حضرت ملاحظہ فرماتے کہ کھانا اس کے مزاج کے موافق نہیں تو خود تناول فرمالیتے اور اپنا کھانا ہمارے لئے چھوڑ دیتے۔'' (٩)

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ اور دیگر علماء اہل سنت کی کتابوں کے قدیم اور عظیم ناشر، نوری کتب خانہ لاہور کے مالک مولانا سید محمد حسن گیلانی حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کی شفقت اور سادات کرام سے احترام واکرام کا اپنا واقعہ یوں سناتے ہیں۔

''مجھے والد محترم (سید محمد معصوم نوری، متوفی ٢٩ رشوال المکرم ١٣٨٨ھ/١٨ر جنوری ١٩٦٩ء) نے حدیث کا درس لینے کے لئے لائل پور جامعہ رضویہ روانہ فرمایا۔ وہاں میں دورۂ حدیث میں شریک ہوتا۔ میرا قیام دارالعلوم میں تھا۔ لیکن میرا کھانا خود حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ اپنے گھر سے بھجواتے۔'' (١٠)

طلباء سے حسن سلوک کے اس قسم کے بے شمار واقعات ہیں جنہیں خوف طوالت سے درج نہیں کیا۔ یہ واقعات اس امر کی بین دلیل ہیں کہ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ طلباء کو نہایت احترام کی نگاہ سے دیکھتے، ان سے محبت وشفقت سے پیش آتے اور دوسروں کو طلباء کا اعزاز واکرام کرنے کی تاکید فرماتے۔ علماء، اساتذہ اور عوام الناس سب کے لئے آپ کی سیرت سبق آموز ہے۔

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کے حلقہ درس میں مختلف علاقائی زبانیں بولنے والے، امیر وغریب گھرانوں سے

---

(٩) ماہنامہ نوری کرن۔، بریلی، مارچ اپریل ١٩٦٣ء ص ١٣
(١٠) قلمی یادداشت مولانا سید محمد حسن گیلانی، مخزونہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

تعلق رکھنے والے، علما ومشائخ عظام کے خانوادوں سے تعلق رکھنے والے اور تمام سلاسل طریقت میں منسلک طلباء موجود ہوتے، مگر آپ کی نگاہ عنایت سب کے لئے یکساں تھی۔ کسی سے کوئی امتیازی سلوک نہ ہوتا۔ "اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَاللّٰہِ اَتْقٰکُمْ" کی جلوہ گری تھی۔ آپ کے ہاں ہر کہ ومہ ایک عجیب والہانہ انداز میں جبین عقیدت خم کرتا۔ یہاں امیر وغریب، نادار ورئیس، قادری ہو نقشبندی، چشتی ہو سہروردی، یوپی سے متعلق ہو یا سی پی کا رہنے والا، سندھی ہو یا ہندی .... بلاامتیاز ملک ووطن .... بڑھ بڑھ کر آپ سے مستفید ومستفیض ہوتا۔

آپ اپنے تلامذہ کی اخلاقی تربیت کرنے میں ایسا انداز اختیار فرماتے جس سے طالب علم بغیر کسی جبر واکراہ کے خود بخود مائل بہ اصلاح ہو جاتا، اس ضمن میں صرف ایک مثال بیان کر دینا کافی ہے۔ مولانا مفتی محمد عبدالقیوم قادری کے الفاظ ملاحظہ ہوں۔

"آپ نے طلباء کو تنبیہ فرماتے ہوئے کبھی نہیں مارا۔ بلکہ تنبیہ زبانی ہوتی اور وہ اتنی مؤثر ہوتی کہ شاید ہی سننے والا مخاطب اس غلطی کا اعادہ کرتا۔ ہمارے ایک ساتھی تھے، جن کو اسباق سے فارغ وقت میں بازار میں گھومنے پھرنے کی عادت تھی۔ ایک دن نماز عصر کے بعد وہ حضرت کے سامنے آئے تو آپ نے ان کو اپنے قریب بلایا اور فرمایا۔ "مولانا! ذرا بتاؤ فلاں بازار یا فلاں گلی کی کتنی اینٹیں ہیں" بس آپ کے اس اشارہ پر ہمارے اس ساتھی نے اپنی عادت ترک کر دی۔" (۱۱)

کسی استاذ کی کامیابی کا معیار یہ ہے کہ اس کے تلامذہ کا علمی ذوق اور تحقیقی مقام کیا ہے؟ اس کے تلامذہ ملک و قوم کو درپیش علمی مسائل کا حل کس انداز سے کرتے ہیں، فیض یافتہ حضرات میں مذہب وملت سے کس حد تک اخلاص ہے۔ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ اپنے دور کے ایسے بخاری، غزالی، رازی وسیوطی ہیں جنہوں نے اپنے دامن تدریس سے وابستہ ہونے والوں میں اجتہادی بصیرت واعتقادی وفکری یک جہتی، مادی دور میں روحانیت، عزم مصمم، یقین محکم، عمل پیہم اور عشق مصطفیٰ ﷺ کی بے پایاں دولت تقسیم فرمائی۔ آپ کے تلامذہ دور حاضر کی ہر علمی، فکری، اعتقادی اور

(۱۱) قلمی یادداشت مولانا مفتی محمد عبدالقیوم، مخزونہ جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

اخلاقی ضرورت کو پرا کرنے کی بحمدہ تعالیٰ پوری صلاحیت رکھتے ہیں۔ آپ کے فیض یافتہ شاگرد اپنے اپنے مقام پر انتہائی اخلاص، محنت ودیانت سے مصروف عمل ہیں۔ برصغیر میں .... بلکہ مشرق ومغرب کے دیگر ممالک میں بھی .... علمی، فکری، تحقیقاتی، اعتقادی اور روحانی محاذوں پر کام کرنے والے حضرات کی اگر فہرست مرتب کی جائے تو ان میں سے اکثریت آپ سے بلاواسطہ یا بالواسطہ مستفیض ہے۔

مولانا معراج الاسلام (بی اے) صدر المدرسین جامعہ محمدیہ غوثیہ بھیرہ کا بیان اس سلسلہ میں پیش خدمت ہے۔

"آپ کی تدریس کا مرکزی نقطہ یہ تھا کہ طالب علم کے اندر عشق کی وہ چنگاری سلگا دی جائے جس کی بدولت وہ دین کی خاطر سب کچھ قربان کرنے کو تیار ہو جائے۔ اور یوں محسوس کرے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عشق کی دولت لے کر اس نے سب کچھ پالیا ہے۔ اس کے لئے اصول فقہ، منطق اور فلسفہ کے ادق مسائل پر جاندار انداز میں تبصرہ فرمایا کرتے تھے۔ مقصود یہ تھا کہ طالب علم سطحی فکر ونظر کا مالک نہ رہے۔ بلکہ اس میں تدبر حدیث کے ساتھ ساتھ حدیث فہمی کے لئے، اجتہادی بصیرت پیدا ہو اور وہ مجتہدانہ انداز میں اپنے مخاطب کو مطمئن کر سکے۔" (۱۲)

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کی اس صفت کے بارے میں مولانا محمد عبدالقیوم ہزاروی اپنی یادداشت میں یوں تحریر فرماتے ہیں۔

"جامعہ رضویہ سے فارغ ہونے والے علماء میں مسلکی خدمت کا جذبہ، بے دینوں سے نفرت، مخالفین پر برتری کا احساس، اپنوں سے محبت اور عزت کا جذبہ اس طرح کوٹ کوٹ کر بھر دیا جاتا کہ یہ امور ان علماء کی علامت قرار پاتے۔ پھر اس یونیورسٹی (دارالعلوم جامعہ رضویہ فیصل آباد) کے فضلاء حضرات فن تدریس، مناظرہ، خطابت، تصنیف میں اپنا سکہ منوا چکے ہیں۔ مخالفین کسی سنی عالم کی جامعہ رضویہ کی یہ نسبت سن کر ہی مرعوب ہو جاتے ہیں۔" (۱۳)

(۱۲) قلمی یادداشت مولانا معراج الاسلام، مخزونہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

(۱۳) قلمی یادداشت مولانا محمد عبدالقیوم۔ مخزونہ جامعہ نظامیہ رضویہ۔ لاہور

جامعہ رضویہ مظہرِ اسلام فیصل آباد کے مدرس مولانا حافظ محمد احسان الحق قادری، حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کے قائم کردہ جامعہ کی خصوصیات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

’’جامعہ کے منظور کردہ نصاب کی جامعہ کے اساتذہ سے بکمال جانفشانی تکمیل کرنے والا عالم، عامل، مدرس، مقرر، محدث، مفتی ہونے کے ساتھ ساتھ قوم کا ہمدرد اور ملک وملت کا بے لوث خادم بن کر فارغ ہوتا ہے۔ اور اپنے تمام مقاصد صرف اسی دعا میں محصور سمجھتا ہے۔

سر کٹے، کنبہ مرے اور گھر لٹے
دامن احمد نہ ہاتھوں سے چھٹے (۱۴)

تدریس کے ساتھ ساتھ استاذ کی ایک ذمہ داری یہ بھی ہوتی ہے کہ وہ اپنے تلامذہ کو آنے والی انفرادی اور اجتماعی ذمہ داری سے بخوبی عہدہ برآ ہونے کے لئے تیار کرے۔ اس مقصد کے حصول کے لئے بطور تربیت، حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ نے طلبہ کی علمی استعداد کے مطابق ان کی درجہ بندی فرمادی تھی۔ چنانچہ جامعہ رضویہ میں طلباء کی تین جماعتیں تھیں۔

۱ جماعت رضائے مصطفیٰ...... دورہ حدیث کے طلباء کی جماعت

۲ جمعیت خدام رضا...... شرح جامی یا اس سے اوپر کی کتابیں پڑھنے والوں کی جماعت (۱۵)

۳ بزم رضا...... شرح جامی سے نیچے کی کتابیں پڑھنے والے طلباء۔ ان تینوں تنظیموں کے زیر اہتمام ہر جمعرات کو باقاعدہ بعد نماز عشاء طلباء کے اجلاس منعقد ہوتے۔ جس میں طلباء جامعہ رضویہ تقریر ووعظ اور تبلیغ ومناظرہ کی مشق کرتے۔ طلباء کی تنظیموں کے پروگرام دیکھنے کے لئے مختلف اجلاس کا آپ خود معائنہ فرماتے۔ اگر کوئی طالب علم اپنی تنظیم کے پروگرام میں شمولیت سے کوتاہی کرتا تو آپ اس کو تنبیہ فرماتے۔ ساتھ ہی آپ وعظ و تقریر کی اہمیت بیان فرما کر طلباء کو اس کا احساس دلاتے۔

(۱۴) ماہنامہ نوری کرن، بریلی، شمارہ مارچ اپریل ۱۹۶۳ء۔ ص ۲۷

(۱۵) (ا) ہفت روزہ رضائے مصطفیٰ، گوجرانوالہ۔ ۲۱ر شعبان المعظم ۱۳۷۹ھ۔ ص ۵ (ب) ہفت روزہ سوادِ اعظم، لاہور، ۱۴ر شعبان المعظم ۱۳۸۲ھ۔ ص ۳

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ نے کم وبیش ربع صدی احادیث مصطفیٰ ﷺ کی خدمت گذاری فرمائی، بے شمار تلامذہ نے آپ سے قالِ مصطفیٰ وحالِ مصطفیٰ ﷺ کا علم حاصل کیا ہے۔ آپ کے معاصرین نے آپ کو حدیث پڑھاتے دیکھا اور پرکھا۔ ان میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جس نے کھلے دل آپ کو محدث اعظم نہ کہا ہو۔ حالانکہ بفحوائے ’’اَلْمُعَاصَرَۃُ مُنَافَرَۃٌ‘‘ معاصرانہ چشمک ایک فطری امر ہے۔ اس کے باوجود آپ کی للّٰہیت، خلوص، عشق ومحبت اور محنت کے سبب سب نے اس کا اعتراف کیا ہے۔

حدیث کی تدریس کے لئے آپ نہایت اہتمام سے تیاری فرماتے۔ رات کو مطالعہ ضرور فرماتے، درس حدیث سے پہلے غسل، وضو اور خوشبو کے اہتمام کے بعد نہایت اجلا لباس زیب تن فرماتے۔ دستار اور شیروانی سمیت مکمل لباس اس انداز سے پہنتے کہ اجنبی محسوس کرتا کہ کہیں سفر کے لئے تیاری ہو رہی ہے، یا کسی خاص شخصیت کی ملاقات کے لئے خاص مجلس میں شرکت کرنے جارہے ہیں۔ جب دار الحدیث میں اپنی مسند پر تشریف فرما ہو جاتے تو ایسا محسوس ہوتا کہ آپ دنیا ومافیہا سے بے خبر، خبر رکھنے والے اور خبر دینے والے عظیم رسول کی بارگاہ مقدس میں حاضر ہیں۔ توجہ اور نگاہ پر ایسا ضبط ہوتا کہ اس موقعہ پر بڑے سے بڑا واقعہ یا حادثہ حدیث رسول ﷺ کی محفل اور اس کے درس وتقریر سے اپنی توجہ مبذول نہ کرا سکتا۔ بیسیوں لوگ دار الحدیث کے باہر آپ کی فرصت اور اسباق کے ختم ہونے کا انتظار کرتے۔ حتیٰ کہ بسا اوقات دینی ودنیاوی بڑی شخصیت آجاتی اور وہ محض آپ کی توجہ مبذول کرانے کے لئے دار الحدیث میں داخل بھی ہو جاتے۔ مگر کیا مجال کہ آپ حدیث رسول پاک کی تدریس سے اپنی توجہ ہٹالیں۔ بلکہ اپنے وقت مقررہ پر ہی اسباق کے اختتام کے بعد، آپ اپنی توجہ دوسری طرف فرماتے۔

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کی شانِ تدریسِ حدیث کا ایک مرقع پیش خدمت ہے۔ اس میں معاصرین مقتدر علماء کرام، مشائخ عظام اور آپ کے تلامذہ کے بیانات، واردات اور محسوسات شامل ہیں۔ باوجود اس حقیقت کے کہ

’’شنیدہ کے بود مانند دیدہ‘‘

اور پھر آنکھ سے دیکھنا واردات قلبی سے کسی طرح لگا نہیں کھاتا ...... تاہم یہ ’’شنیدہ‘‘ بھی ضرور اثر رکھتا ہے۔ اس شنیدہ سے دیدہ اور پھر واردات قلبی کا معمولی اندازہ ممکن ہے۔

مولانا عبدالرشید رضوی خطیب سنی رضوی جامع مسجد فیصل آباد فرماتے ہیں کہ

''مسجد بی بی جی مرحومہ کے صحن میں ٹین کے چھپر کے نیچے بیٹھ کر آپ حدیث پڑھاتے۔ یہ ٹین کا چھپر ہی دارالعلوم مظہر اسلام بریلی کا دارالحدیث تھا۔ بارہا ایسا مشاہدہ ہوا کہ سبق کے دوران ایسے انوار آسمان سے اترتے دکھائی دیتے جس سے ایک خاص قسم کی قلبی تسکین حاصل ہوتی۔ ان انوار کی موجودگی میں سورج کی روشنی ماند پڑ جاتی۔''(١٦)

مولانا سید زاہد علی شاہ (م فروری ۱۹۷۸ء) سابق خطیب جامع مسجد بغدادی، فیصل آباد اپنے ایک بیان میں حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کی شان تدریس کی کیفیت یوں بیان کرتے ہیں۔

''جب آپ حدیث کا درس دیتے تو رسول اکرم ﷺ کی مجلس یاد آجاتی، آپ فنافی الرسول تھے اور یہ مقام آپ کو حاصل تھا۔''(١٦۔ا)

جامعہ محمد غوثیہ بھیرہ۔ کے صدر مدرس مولانا محمد معراج الاسلام اس کیفیت کو ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔

''آپ کے طالب علم کے اندر یہ خصوصیت پیدا ہو جاتی تھی کہ وہ یوں محسوس کرتا جیسے عشق و محبت کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر اس کے سینے میں سما گیا ہے اور وہ جہالت کی تاریکیوں سے نکل کر علم و فضل کے عرش کمال تک پہنچ گیا ہے۔''(١٧)

عمدۃ العلماء مولانا ابوالفتح محمد اللہ بخش واں بھچراں (م ۵ر رمضان المبارک ۱۳۹۴ھ/۲۲ستمبر ۱۹۷۴ء) آپ کی درس حدیث کی شان بان یوں بیان فرماتے ہیں۔

''اس میں شک نہیں بلکہ اظہر من الشمس ہے کہ قبلہ شیخ الحدیث مرحوم جب مظہر اسلام جامعہ رضویہ

(١٦) روایت مولانا عبدالرشید رضوی، ۱۴ر ربیع الاخر ۱۴۰۶ھ

(١٦۔ا) قلمی یادداشت سید زاہد علی شاہ۔ مخزونہ جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

(١٧) قلمی یادداشت مولانا محمد معراج الاسلام۔ مخزونہ جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

کے دارالحدیث میں فخر کائنات سید الاولین والآخرین علیہ التحیہ والثناء کی پیاری احادیث مقدسہ کی تدقیق و تحقیق فرمایا کرتے تو اہل علم سے مخفی نہیں کہ وہ بے نظیر تحقیق حرف آخر کی شان رکھتی تھی اور کمال (طرہ) تو یہ ہے کہ جب حلقہ درس کے سامنے احادیث کی روشنی میں تصوف و معرفت کے نکات لطیفہ اور شان محبوب رب العالمین کو ایسی محبت و عشق، ادب و احترام سے بیان فرماتے تھے کہ امام مالک (علیہ الرحمۃ والرضوان) کے بعد انہیں یہ کمال و یکتائی حاصل تھی۔ بسا اوقات شان مصطفوی علیہ التحیۃ والثناء کی احادیث مقدسہ کو ایسے انداز سے تشریح فرماتے کہ شدت عشق و محبت سے بے اختیار رونا آجاتا اور تمام حلقہ درس پر بے اختیار رقت طاری ہو جاتی۔''(١٨)

مولانا ابوداؤد محمد صادق خطیب زینت المساجد، گوجرانوالہ نے ایک مضمون میں یوں لکھا۔

''قدرت نے حضرت شیخ الحدیث کی زبان میں جو حلاوت اور گفتگو میں چاشنی رکھی تھی اس نے ویسے ہی لوگوں کو آپ کا گرویدہ بنا دیا تھا۔ لیکن دورۂ حدیث میں درس حدیث کے دوران آپ کا جو انداز بیان ہوتا تھا اس کی لذت و چاشنی سننے والے ہی جانتے ہیں۔ اس وقت آپ پر ایک ایسی کیفیت طاری ہو جاتی تھی جس سے حاضرین بھی متاثر ہوتے تھے اور طلباء کے علاوہ دیگر احباب بھی اس موقع پر آپ کے بیان سے خاص حظ اٹھاتے تھے۔ بسا اوقات حضور ﷺ کے شیون و صفات کے ذکر پر غلبہ عشق رسالت کی بنا پر آپ فرط عقیدت سے آبدیدہ ہو جاتے اور حاضرین کی آنکھوں میں بھی آنسو تیرنے لگتے۔(١٩)

(١٨) ہفت روزہ سواد اعظم، لاہور۔ ۱۴ شعبان ۱۳۸۲ھ/۱۱ر جنوری ۱۹۶۳ء۔ ص ا

(١٩) نوٹ: پیارے مصطفیٰ ﷺ کے ذکر و عشق میں آبدیدہ آنکھوں پر گاہے گاہے رومال رکھنا آج بھی جب تصور میں آتا ہے تو ایک عجیب روحانی لطف و کیف محسوس ہوتا ہے۔ عشق مصطفیٰ ﷺ سے معمور دل اس منظر اور اس کی حقیقت سے واقف ہوتے ہیں۔ جی چاہتا ہے کہ وہ منظر بار بار سامنے آئے۔ ''اَللّٰھُمَّ اختِمْ لِیْ بِالْخَیْرِ وَالْعَافِیَۃِ وَاللُّطْفِ عَلَیَّ بِزِیَارَۃِ نَبِیِّکَ الْکَرِیْمِ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالتَّسْلِیْمُ فِی الْحَیٰوۃِ وَعِنْدَ الْخَاتِمَۃِ امین'' فقیر قادری عفی عنہ

اور ساری مجلس پر رقت طاری ہو جاتی اور بعض اوقات غلبہ رقت کے باعث دوران درس ہی قصیدہ بردہ شریف یا اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی، مولانا حسن رضا خاں صاحب اور ملا جامی رحمۃ اللہ علیہم کے نعتیہ کلام سے دار الحدیث کے درو دیوار گونجنے لگتے۔ عشق مصطفوی کا یہ عالم تھا کہ حدیث پاک میں رسول پاک ﷺ کے ضحک مبارک یعنی تبسم فرمانے کا ذکر آتا تو آپ بھی محض حضور سرور عالم ﷺ کی ادا کو اپناتے اور طلباء کو تبسم کی ہدایت فرماتے اور اس کے باوجود جن حضرات کے لبوں پر آپ تبسم نہ دیکھتے انہیں آپ شخصی طور پر مخاطب کر کے فرماتے۔ مولانا! شاہ صاحب! آپ کے لبوں پر تبسم کیوں نہیں۔ رسول پاک ﷺ کے تبسم فرمانے پر اگر آپ نے تبسم نہ فرمایا تو تبسم کا اور کون سا موقع ہوگا۔ (۲۰)

اسی طرح جب صداقت و امانت، تقویٰ و طہارت، جہاد و شجاعت، صبر و قناعت، تبلیغ و توکل، اخلاق وغیرہ کا بیان ہوتا تو آپ ان کی خوب وضاحت فرماتے، طلباء کی تربیت فرماتے، انہیں اپنی ذمہ داریوں کا احساس دلاتے اور ان اخلاق سے متصف ہونے کی ہدایت فرماتے اور آج کل بعض کاروباری اور پیشہ ور مولویوں میں جو تکلفات، نزاکتیں اور سودے بازی پائی جاتی ہے، اس کا خوب رد فرماتے۔ اور طلبا کو ایسی باتوں سے بچنے اور توکل و خلوص کے ساتھ، شیر بن کر پر خلوص و بے لوث خدمت دین اور اتباع شریعت و سنت کی تلقین فرماتے۔ حدیث پاک کے ادب کے پیش نظر آپ درس حدیث کے دوران دنیوی خارجی گفتگو سے اجتناب فرماتے اور دوران درس جو احباب و حضرات حاضر ہوتے انہیں اشارہ سے بیٹھ جانے کا حکم فرماتے اور سبق ختم کرنے یا چھٹی ہونے کے بعد گفتگو فرماتے۔'' (۲۱)

مشہور دانشور و محقق پروفیسر محمد اسحٰق گورنمنٹ کالج فیصل آباد حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کی عظیم شخصیت کے چند پہلوؤں کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

(۲۰) یہی مضمون ماہنامہ نوری کرن، بریلی، شمارہ مارچ اپریل ۱۹۶۳ء ص ۴۲ اور مولانا مفتی عبدالقیوم کی قلمی یادداشت میں ہے۔

(۲۱) پندرہ روزہ (اب ماہنامہ) رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ ۱۳ شعبان ۱۳۸۵ھ / ۷ دسمبر ۱۹۶۵ء، ص ۷۔۶

''دورۂ حدیث کی جماعت میں بیٹھے ہوئے یہ گمان ہوتا تھا کہ نیکی و شرافت، عزت و کرامت اور تدبر و فراست متشکل ہو گئی ہے۔ حدیث رسول اکرم ﷺ کا ایک ایک لفظ نہایت عاجزی و انکساری سے جھوم جھوم کر پڑھتے تھے اور ان کا وجدانی مستی کا عالم میں ہوتا تھا کہ وجد کی کیفیت ہوا کرتی تھی۔ (۲۲)

مولانا حسن رضا بریلوی (م ۲۲ رمضان المبارک ۱۳۲۶ھ / ۱۹ اکتوبر ۱۹۰۸ء) کے پوتے مولانا تحسین رضا بریلوی، اس مرد حق آگاہ کی سیرت و کردار کا یوں بیان کرتے ہیں۔

''حدیث کا احترام اس درجہ تھا کہ دوران درس کوئی شخص خواہ وہ کتنا ہی معزز و محترم ہو، آتا، سلام کرتا تو سلام کا جواب تو ضرور دے دیتے اور ہاتھ سے بیٹھنے کے لئے اشارہ فرماتے مگر اس وقت تک کلام نہ فرماتے جب تک کہ سبق پورا نہ ہو جائے۔ پھر آنے والے کے پاس اتنا وقت ہوتو وہ بیٹھا رہے ورنہ اٹھ کر چلا جائے، آپ مطلقاً پرواہ نہ فرماتے، دوسرے وقت ملاقات ہوتی تو فرمادیتے کہ آپ فلاں وقت تشریف لائے تھے، میں حدیث شریف پڑھا رہا تھا، اس لئے آپ سے بات نہ کر سکا۔ جو طالب علم عبارت پڑھتا اسے تاکید ہوتی کہ حضور کے نام نامی کے ساتھ ﷺ ضرور کہے اور صحابی کے نام کے ساتھ رضی اللہ عنہ ضرور کہے اور خود بھی اس کا التزام رکھتے تھے۔ جیسے ہی نام نامی سنتے بہ آواز ﷺ کہتے، تاکہ دوسرے طلباء، جو غافل ہوں، انہیں سن کر یاد ہو جائے۔ اگر کہیں حدیث میں آجاتا کہ ''ضَحِکَ النَّبِیُّ ﷺ'' تو خود بھی مسکراتے اور طلبہ سے بھی کہتے کہ ہنسو، (۲۳) ہنسنا بھی ہمارے نبی پاک صاحب لولاک ﷺ کی سنت ہے۔ ضرورت زمانہ کے لحاظ سے رد وہابیہ پر زیادہ زور دیتے تھے۔ ورنہ عام طور پر سب ہی باطل فرقوں کا رد فرماتے'' (۲۴)

(۲۲) ماہنامہ نوری کرن، بریلی شمارہ مارچ اپریل ۱۹۶۳ء ص ۵۱

(۲۳) مسرت کے وقت نبی اکرم ﷺ کے رخ انور پر صرف تبسم اور مسکراہٹ آجاتی تھی۔ آپ کا تبسم کھل کھلا کر ہنسنے کی طرح نہ ہوتا تھا۔ صرف دندان مبارک کی چمک ظاہر ہوتی تھی۔ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ بھی اس موقعہ پر صرف تبسم اور مسکراہٹ کی تاکید فرماتے تھے۔ فقیر قادری عفی عنہ

(۲۴) ماہنامہ نوری کرن بریلی (محدث اعظم نمبر)۔ ص ۴۲

شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ نے اپنے عمل سے واضح فرمادیا کہ تدریس علوم کی جان ذکر وعشق مصطفیٰ ﷺ ہے۔ ذکر مصطفیٰ ﷺ کے لئے ضروری نہیں کہ حدیث ہی پڑھی یا پڑھائی جائے بلکہ تمام علوم (۲۵) وفنون کی تدریس ذکر مصطفیٰ ﷺ کا محل بن سکتی ہے۔

آپ حدیث کی تدریس کے ساتھ ساتھ اکثر وبیشتر علم کلام وعلم میراث بھی پڑھاتے۔ علم میراث کی تدریس کا ایک یادگار واقعہ مولانا ابوداؤد صادق کی زبانی سنئے۔

''ایک بار اولین دارالحدیث میں ہم سراجی کا سبق پڑھ رہے تھے اور آپ میراث کے ایک مسئلہ پر تقریر فرمارہے تھے۔ دوران تقریر ایک حدیث کے سلسلہ میں حضور سرور عالم ﷺ کا نام اقدس آیا تو آپ حضور ہی کے فضائل بیان فرمانے لگے۔ اور جو مسئلہ شروع تھا اس سے توجہ ہٹ گئی۔ تھوڑی دیر بعد آپ کو احساس ہوا تو فرمایا'' مسئلہ تو میراث کا بیان ہورہا تھا۔ لیکن توجہ سرکار دوعالم ﷺ کی شان اقدس کی طرف ہوگئی''

یہ کہنا تھا کہ آنکھوں میں آنسو آگئے اور ہم سے فرمایا۔ پڑھو۔

بود در جہاں ہر کسے را خیالے
مرا از ہمہ خوش خیال محمد ﷺ

چنانچہ آپ کی چشمان مبارک میں آنسو تیرتے رہے اور دارالحدیث عارف جامی علیہ الرحمۃ کے اس نعتیہ کلام سے گونجتا رہا۔'' (۲۶)

---

(۲۵) امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کے نظریہ تعلیم کے مطابق تمام علوم وفنون کو حضور نبی اکرم ﷺ کے ذکر وعشق پر مرتکز ہو جانا معراج علوم وتعلیم ہے۔ ملاحظہ ہو'' امام احمد رضا کا نظریہ تعلیم'' مولفہ محمد جلال الدین قادری، ناشر مرکزی مجلس رضا، لاہور۔
حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کی زندگی پر امام احمد رضا قدس سرہ کے اسلوب تعلیم وتدریس کا گہرا اثر تھا۔ اسی لئے وہ اس دولت فراواں سے سرفراز تھے۔ فقیر قادری عفی عنہ

(۲۶) ماہنامہ نوری کرن بریلی (محدث اعظم نمبر)۔ ص ۶۴

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کے ہاں دورۂ حدیث میں قال مصطفیٰ اور حال مصطفیٰ ﷺ میں کس درجہ انہماک ہوتا اور حدیث کا ادب کس قدر رہوتا، اس بارے میں مولانا محمد عبدالقیوم ہزاروی کے الفاظ پڑھئے۔

''درس حدیث کے ادب کا یہ عالم تھا کہ دوران اسباق کسی وقت عمامہ کا بل کھل جاتا تو اختتام اسباق تک کھلا رہتا اور بعد از فراغت آپ دارالحدیث سے روانگی کے وقت دستار کو کھڑے ہو کر درست فرماتے۔'' (۲۷)

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ شروع سال میں، دورہ حدیث کی جماعت کو ابتداء احادیث کی اصطلاحات، اصول حدیث اور اسماء الرجال وغیرہ سمجھا کر املا کروادیتے۔ دوران سال تدریس حدیث کے وقت مسائل کا استنباط و استخراج فرماتے تو طالب علم درجہ حدیث، جو کہ فاضل ہوتے، اس استخراج سے محظوظ ہوتے۔ اور اس کو نکتہ علمیہ قرار دیتے۔ طرز استدلال ایسا انوکھا ہوتا کہ حاضرین علماء کرام اس متخرجہ مسئلہ کو حدیث کی زیر عبارت قرار دیتے اور یوں محسوس ہوتا۔ ''یہ بھی میرے دل میں ہے''

مگر جب مجلس ختم ہونے کے بعد اس حدیث میں اس نکتہ کی تلاش کرتے تو عبارت سے حاصل نہ ہوسکتا۔ جب تک اس کو وقت بیان نوٹ نہ کرلیا جاتا۔ اس لئے آپ فوری نوٹ کر لینے کی ہدایت فرماتے۔ بارہا اس کو بدیہی سمجھ کر نوٹ نہ کیا جاتا تو پھر ذہن اس کو تلاش نہ کرسکتا تھا۔

آپ کے طرز استدلال کو ایک مثال سے سمجھئے۔

بخاری شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور رات کو غلہ اٹھا کر لے جانے والے چور کے واقعہ میں چور (شیطان) نے آخری رات کو آیۃ الکرسی کے وظیفہ کے عوض حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اپنی جان چھڑائی۔ صبح کو جب حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں چور (شیطان) کے بتائے ہوئے وظیفہ کو آپ نے پیش کیا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔

---

(۲۷) قلمی یادداشت مولانا مفتی محمد عبدالقیوم۔ مخزونہ جامعہ نظامیہ رضویہ۔ لاہور

”صَدَقَ وَھُوَ کَذُوْبٌ “یعنی اس نے جو بتایا وہ سچ ہے مگر وہ خود بہت بڑا جھوٹا ہے۔

اس پر آپ نے یہ استدلال فرمایا کہ علم دین کی اشاعت وتبلیغ کا کام کافر وشیطان سے بھی لے لیا جاتا ہے۔لہٰذا خدمت دین واشاعت علم کو کسی کے اخلاص وایمان کی دلیل نہیں قرار دیا جاسکتا۔

عام حدیث پڑھانے والے اپنا سارا زور بخاری وترمذی میں دکھاتے ہیں اور وہ بھی چند موضوع پر......... مگر حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کے ہاں دستور نرالا تھا۔صحاح ستہ میں سے جو حدیث کی کتاب پہلے آجاتی اس کی تدریس کے وقت سیر حاصل تقریر فرماتے۔بامحارہ ترجمہ،لغات کی تشریح،مطلب،باب کے ساتھ مناسبت ومطابقت،حدیث کی کیفیت،حنفی مسلک کے مطابق استدلال،مسلک کے خلاف دلائل کا جواب،تعدیل،تجریح،دیگر احادیث کے ساتھ تطبیق،تعارض کی صورت میں دل نشین تاویل،نکات ودقائق کا استخراج،طلباء کے اعتراضات کے جوابات......... یہ وہ امور ہیں جنہیں حدیث کے طلباء اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں۔بخاری ومسلم میں کتنے ایسے مقامات ہیں جہاں متصلب حنفی کے لئے سخت نزاکت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔،بعض ناپختہ اور قلیل العلم ایسے مواقع پر ان ائمہ کرام کو ناروا الفاظ سے یاد کرتے ہیں۔مگر حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ ان مرحلوں سے ایسا دامن بچالیتے کہ مذہب حنفی کی راجحیت واضح ہو جاتی اور ان ائمہ کرام کی عظمت بھی قائم رہتی۔

آپ کے حلقہ درس میں بعض اوقات وہ طلبا بھی شامل ہوتے جو دیگر اساتذہ سے دورۂ حدیث مکمل کر چکے ہوتے۔دراصل وہی طلبا صحیح تقابل کر سکتے تھے۔ایسے طلباء دیگر اساتذہ حدیث کے مقابلہ میں ہمیشہ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کا علمی پایہ بلند پاتے۔اختصار کی غرض سے صرف ایک واقعہ پیش خدمت ہے۔مولانا محمد شریف الحق امجدی مفتی دارالافتاء وشیخ الحدیث جامعہ رضویہ بریلی بیان کرتے ہیں۔

”میں نے ۶۲۔۱۳۶۱ھ (۱۹۴۳ء) میں دورۂ حدیث پڑھا۔میرے ساتھ بتیس تھے،جن میں بعض افغانی طالب علم وہ تھے جو دیوبند،سہارن پور دہلی وغیرہ وغیرہ سے دورۂ حدیث پڑھ کر آئے تھے۔انہیں میں ایک طالب علم عبدالوہاب نام کے تھے۔یہ پانچ جگہ دورہ پڑھ کر سندیں لے کے آئے تھے۔یہ قدرے ذہین اور سمجھ دار تھے۔اکثر وہابیوں میں پڑھنے کی وجہ سے توہب بھی تھا۔بہت

قادرالکلام تھے۔اسباق شروع ہونے کے ایک ہفتہ بعد میں نے دریافت کیا۔”آپ تو گھاٹ گھاٹ کا پانی پی چکے ہیں۔بتایئے یہاں اور دوسری جگہوں میں کیا فرق ہے؟“جواب دیا”شروع شروع میں ہر جگہ جوش وخروش ہوتا ہے۔وہ یہاں بھی ہے۔لیکن دوسری جگہ خاص خاص جگہ جوش وخروش ہوتا ہے،اور یہاں نقطہ نقطہ پر علم کا دریا بہا رہے ہیں“ آخر میں ایسے گرویدہ ہوئے کہ ہر وقت تعریف میں رطب اللسان رہتے۔کہتے تھے۔”میں نے دورۂ حدیث کی حقیقت صرف یہی سمجھی تھی کہ برکت کے لئے پڑھا جاتا ہے مگر اب یہاں آکر معلوم ہوا کہ فن حدیث کیا ہے اور دورۂ حدیث کی حقیقت کیا ہے۔“ اختلافی مسائل پر بہت کثرت سے سوالات کرتے اور ان کے معقول جوابات پر مسرور ہوتے۔چند ہی ماہ کے بعد خود کہنے لگے۔”اب تک ہم اندھیرے میں تھے اب آنکھیں کھلیں“ وہابیت سے بالکل بیزار ہوگئے۔سچے پکے سنی صحیح العقیدہ ہوگئے۔“(۲۸)

کہا جاتا ہے کہ یہ دور تعلیم کا ہے۔علوم جدیدہ کی تمام درس گاہوں،کلیات اور جامعات کے تمام اساتذہ اور علوم قدیمہ کی درس گاہوں کے اکثر اساتذہ اپنے اسباق کے لئے وقت کی پابندی کو ہی معراج تدریس تصور کرتے ہیں۔مقررہ وقت سے پہلے سبق شروع کرنا......... یا مجوزہ وقت پورا ہونے کے بعد بھی سبق کو جاری رکھنا ایک عجوبہ سمجھا جانے لگا ہے۔گویا استاذ وقت کا پابند ہے۔سبق کا پابند نہیں......... مجوزہ نصاب اگر کسی وجہ سے باقی رہ جائے تو وقت کی پابندی کرنے والا استاذ،مجوزہ نصاب کو پورا کرنا شاید اپنی ذمہ داری نہیں گردانتا۔مگر حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کا معمول اس موجودہ معہودہ تصور تدریس سے یکسر مختلف تھا۔تدریس کے سلسلہ میں آپ کا نظریہ یہ تھا (اور اس پر آپ کا عمل مسلسل شاہد عدل ہے) کہ مجوزہ نصاب ختم ہونا بہر حال ضروری ہے۔اگر کسی وجہ سے مجوزہ وقت میں سبق نہ ہو سکے تو مقررہ وقت کی پابندی ضروری نہیں رہتی بلکہ مزید وقت بھی اس نصاب کو ختم کرنے پر صرف کرنا چاہئے......... چنانچہ تدریس کے سلسلہ میں آپ کا معمول یہ تھا کہ صبح سے دوپہر تک اسباق پڑھاتے۔اس دوران کوئی وقفہ آرام نہ ہوتا،بعض

(۲۸) ماہنامہ نوری کرن بریلی۔(محدث اعظم نمبر)۔ص ۳۸،۸۸

اوقات اسباق ظہر کی آذان تک جاری رہتے۔ کبھی ایسا بھی ہو جاتا کہ اذان ظہر کے بعد تثویب ہو جاتی اور سبق کی تقریر جاری ہوتی .... نماز ظہر کے بعد .... دوپہر کے کھانے کے مختصر وقفہ کے بعد .... عصر تک پھر سبق پڑھاتے اور جب محسوس فرماتے کہ متعلقہ کتاب مجوزہ وقت میں ختم ہوتی دکھائی نہیں دیتی تو عشاء کی نماز کے بعد رات گئے تک سبق پڑھاتے۔ اس سوز و محبت سے تدریس آج ہمارے ہاں عنقا ہے۔ اگر کہیں مجوزہ وقت سے زائد وقت میں اساتذہ سبق پڑھاتے نظر آئیں تو سمجھ لیجئے کہ وہاں اصل مشاہرہ سے زائد معاوضہ کا تصور کارفرما ہے۔ الا ماشاء اللہ۔ مگر حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ نے ساری عمر موجودہ معہودہ معنوں میں ملازمت نہیں کی۔ لہٰذا آپ کی بے لوث تدریس میں معاوضہ یا زائد معاوضہ کا تصور ہی انتہائی جسارت ہے۔ آپ کی بے لوث تدریس احکام دینیہ کی تبلیغ و اشاعت لوجہ اللہ کے طور پر ہوتی۔

تجربہ شاہد ہے کہ جس تدریس و تعلیم میں خلوص وللّٰہیت کا عنصر جس قدر زیادہ ہوگا اس کا اثر بھی تلامذہ پر اسی قدر زیادہ ہوگا۔ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کے تلامذہ پر آپ کی سیرت کی گہری چھاپ ہے۔ یہ حضرات آج کے گئے گذرے دور میں بھی ناموس رسالت کی خاطر اپنا سب کچھ، آپ کی طرح قربان کرنے کو تیار ہیں۔

مدارس عربیہ میں تعلیمی سال عموماً نصف آخر شوال سے نصف اول شعبان تک ہوتا ہے۔ شب برات سے لے کر اوائل شوال تک سالانہ تعطیلات ہوتی ہیں، تعلیمی سال کے اسی عرصہ میں دورۂ حدیث بھی (ایک سال بھر) پڑھایا جاتا ہے۔ بارہا ایسا ہوا کہ دیگر تعلیمی اداروں کے اساتذہ شعبان سے بہت پہلے دورہ حدیث مکمل کروا دیتے۔ ان اداروں کے فارغ التحصیل فضلاء شعبان (اختتام سال) تک فارغ ہوتے۔ وہ فضلاء عموماً اس عرصہ میں حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کے حلقہ درس میں آکر دورہ حدیث کی سماعت فرماتے، چونکہ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ تدریس حدیث کے وقت احادیث سے مسائل متخرجہ کی خوب وضاحت فرماتے۔ عقائد حقہ کی تائید اور فرق باطلہ کی تردید کے دلائل اس کثرت سے دیتے کہ معلوم ہوتا تھا کہ کتاب دلائل کھلی ہے اور آپ روانی سے انہیں پڑھ رہے ہیں۔ اس بنا پر، باوجود تدریس کے عام اوقات سے زائد وقت میں بھی تدریس کرنے سے بہ مشکل شعبان تک دورہ حدیث مکمل ہوتا۔ اس لئے دیگر تعلیمی اداروں کے فارغ التحصیل حضرات کو آپ کی تقریر حدیث اور فوائد حدیثیہ سننے کا موقع میسر آتا۔ ایسے میں یہ فضلاء حضرات دیگر محدثین اساتذہ کرام سے حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کا موازنہ خوب فرماتے۔

۱۳۸۰ھ/۱۹۶۰ء میں اختتام سال دیگر اداروں کے فارغ التحصیل فضلاء جنہوں نے کچھ وقت حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کے درس میں بھی شمولیت فرمائی تھی، ایسے حسین و دل نواز تاثرات سے اس فقیر حقیر کو ممتاز فرمایا۔ اس فقیر قادری عفی عنہ القدیر کے علاوہ دیگر شریک دورۂ حدیث تلامذہ نے اس پر مولا کریم جل وعلا کی بے حد نعمتوں کا شکر ادا کیا کہ نبراس المحدثین حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ ایسے بے مثال استاذ کا شرف تلمذ نصیب ہوا۔

وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ اَوَّلًا وَّاٰخِرًا حَمْدًا كَثِيْرًا وَّصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ وَمَحْبُوْبِهٖ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ اَبَدًا اَبَدًا"

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کے ہاں درس حدیث میں درود شریف، قصیدہ بردہ شریف اور نعت پاک کا ورد عام ہوتا تھا۔ دوسری مرتبہ ۱۳۷۴ھ/۱۹۵۵ء میں جب آپ حج و زیارت حرمین کے بعد واپس تشریف لائے اور درس حدیث از سر نو شروع فرمایا تو آپ کا یہ دستور بن گیا کہ درس حدیث کی ابتداء میں درج ذیل درود شریف استغاثہ کے عربی اشعار بڑے سوز و گداز کے ساتھ خود بھی پڑھتے اور طلبا سے بھی پڑھواتے۔ جس کے باعث ایک پرکیف سماں پیدا ہو جاتا۔ مدینہ منورہ (زادھا اللہ شرفاً وتعظیماً) کی سوغات .... درود استغاثہ میں " آخِرَتِیْ " کا الف دو مرتبہ پڑھتے اور فرماتے۔

"مدینہ طیبہ میں اہل عرب کو روضہ اقدس پر ایسا ہی پڑھتے دیکھا ہے" اشعار یہ ہیں۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى نُوْرِ الظَّلَام   اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى بَدْرِ التَّمَام
اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى شَفِيْعِ جَمِيْعِ الْاَنَام   اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مِفْتَاحِ دَارِ السَّلَام
اَنْتَ بَابُ اللّٰهِ وَ مُعْتَمَدِیْ   يَا اِمَامَ الرُّسُلِ وَ يَا سَنَدِیْ
يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ خُذْ بِيَدِیْ   فَبِدُنْيَایَ وَ بِاٰخِرَتِیْ

اے اللہ درود بھیج مکمل چاند پر۔ اے اللہ درود بھیج تاریکیاں دور کرنے والے پر
اے اللہ درود بھیج جنت کا دروازہ کھولنے والے پر۔ اے اللہ درود بھیج لوگوں کی شفاعت فرمانے والے پر
اے رسولوں کے امام اور میری سند۔ آپ اللہ کی نعمت و رحمت کا دروازہ اور میرے معتمد ہیں۔
پس میری دنیا اور آخرت میں۔ اے اللہ کے رسول میری دستگیری فرمایئے۔

تلامذہ

دنیا میں ایک انسان کی مختلف یادگاریں ہوسکتی ہیں لیکن نافع یادگار تین ہیں۔ حدیث شریف میں وارد ہوا۔

"اِذَامَاتَ الْاِنْسَانُ اِنْقَطَعَ عَمَلُهٗ اِلَّامِنْ ثَلَاثٍ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ اَوْعِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهٖ اَوْ وَلَدٍصَالِحٍ يَدْعُوْلَهٗ" (۱)

ترجمہ وتفہیم: انسان دنیا سے جاتا ہے تو اس کے عمل منقطع ہو جاتے ہیں۔ تین عمل نفع بخش اور باقی رہنے والے ہیں .... صدقہ جاریہ، علم نافع اور نیک اولاد، جو اس کے لئے دعائیں کرے۔

علم نافع دوصورتوں میں باقی رہتا ہے .... تلامذہ اور تصانیف۔ بقاء واجراءِ علم کے یہی دو ذریعے ہیں۔

علوم نافعہ میں تفسیر، حدیث، فقہ، اصول، کلام اور تصوف وغیرہ کی تدریس وترویج کا مقام مسلمات سے ہے۔ باقی رہے علومِ عقلیہ اور علوم آلیہ .... سو وہ بھی مقدمۃ الواجب واجب کے تحت ضروری ہیں۔

برصغیر پاک وہند میں حدیث شریف کا بابرکت علم، برکۃ المصطفیٰ فی الہند محقق علی الاطلاق شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کے بعد حضرت شاہ ولی اللہ اور ان کے صاحبزادوں حضرت شاہ عبدالعزیز محدث اور حضرت شاہ عبد القادر وغیرہ علیہم الرحمہ کے ذریعے پھیلا۔ اس سے پہلے یہاں برصغیر میں علم معقول، فقہ وتفسیر کی تدریس ہوتی تھی۔

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کو معقولات میں خیر آبادی اور منقولات میں دہلوی سلسلہ تلمذ حاصل تھا، مزید برآن بریلوی سلسلہ تلمذ نے علم وعرفان اور حب مصطفیٰ ﷺ کی وہ لازوال دولت عطا کی جو اس سلسلہ تلمذ کا خصوصی امتیاز ہے۔ اس طرح حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ خیر آبادی، دہلوی اور بریلوی سلاسل تلمذ کی بدولت علوم وعرفان کے وارث وامین بنے۔ (۲)

(۱) رواہ البخاری فی الادب ومسلم والترمذی والنسائی وابوداؤد عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ۔ جامع صغیر للسیوطی

(۲) تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو۔ شجرہ اساتذۂ کرام حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ جو اسی کتاب میں شامل ہے۔

عموماً ہمارے مدارس کے اکثر اساتذہ ان سلاسل معقول یا منقول میں سے کسی ایک میں ممتاز ہوتے ہیں۔ ان سلاسلِ علم وعرفان کا ایسا حسین امتزاج جو حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کی ذات میں فضلِ ربانی سے جمع ہوا بہت کم دیکھنے میں آیا ہے۔ "ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ وَاللّٰهُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِيْمِ"

مزید برآن آپ کے اساتذہ اپنے دور کے عظیم اور باکمال اولیاء اللہ میں سے تھے۔ ان اساتذۂ کرام کی تربیت نے علم وعمل کی دولت کو ایسا راسخ کر دیا کہ آپ کی ہر ادا سنت مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کی آئینہ دار بن گئی۔ گویا علم وعمل مجسم ہو کر حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کی صورت اختیا کر گیا۔

استاد کی سیرت وکردار، علم وعمل کی پختگی اور قول وفعل کی یکسانیت اور ہم آہنگی کا اثر تلامذہ پر ضرور پڑتا ہے۔ بالخصوص جب کہ استاد کی علمی وروحانی قوت اپنے معاصر علماء سے بھی خراج عقیدت وصول کر چکی ہو۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کے تلامذہ رسوخ فی العلم، استقامت، مسلک سے والہانہ محبت، حبِ مصطفیٰ ﷺ اور دیگر مقاصد علم میں ایسے ممتاز ہیں کہ یہ اپنی مثال آپ ہیں۔

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ نے ۱۳۵۱ھ/۱۹۳۲ء سے ۱۳۸۲ھ/۱۹۶۲ء تک تیس سال مسلسل درس دیا۔ ابتدائی پانچ سال میں آپ نے درسِ نظامی کی معقول ومنقول کی تمام کتابیں پڑھائیں۔ باقی عرصہ حدیث شریف کی تدریس میں گذرا۔ دورۂ حدیث کے دوران آپ بعض دیگر فنون بھی پڑھاتے۔ بالخصوص شرح عقائد، خیالی، قصیدہ بردہ، توضیح تلویح، علم میراث میں سراجی، معقول سے حمد اللہ اور تفسیر کے بعض حصے ...... قصیدہ بردہ سے آپ کا والہانہ ذوق ضرب المثل بن چکا تھا۔ اس کی باقاعدہ تدریس کے علاوہ درس حدیث کی ابتداء اسی قصیدہ کے اشعار سے ہوتی۔ سراجی آپ بڑے اہتمام سے پڑھاتے۔ کیونکہ اکثر مدارس عربیہ میں وراثت کی تعلیم وتمرین کی طرف توجہ نہیں دی جاتی۔ طلبہ عموماً اس سے بہرہ یاب نہیں ہوتے۔ حالانکہ وراثت کے مسائل فقہ کا عظیم باب ہیں۔ حدیث شریف میں وراثت کی تعلیم کی اہمیت واضح طور پر بتائی گئی ہے۔ ایک حدیث میں ارشاد ہوا۔

"اَلْعِلْمُ ثَلٰثَةٌ وَمَاسِوٰى ذٰلِکَ فَهُوَ فَضْلٌ آيَةٌ مُحْكَمَةٌ اَوْ سُنَّةٌ قَائِمَةٌ اَوْفَرِيْضَةٌ عَادِلَةٌ" (۳)

(۳) رواہ ابوداؤد وابن ماجہ وحاکم فی المستدرک عن ابن عمرو۔ جامع صغیر للسیوطی

یعنی ضروری سیکھنے کی تین چیزیں ہیں۔ کتاب، سنت اور وراثت، ان کے علاوہ باقی علوم کی تعلیم بھی فضیلت ہے۔

دوسری حدیث کا ارشاد یوں ہے۔

"تَعَلَّمُوا الْفَرَائِضَ وَعَلِّمُوْهُ النَّاسَ فَاِنَّهُ نِصْفُ الْعِلْمِ وَهُوَ یُنْسٰی وَهُوَ اَوَّلُ شَیْءٍ یُنْزَعُ مِنْ اُمَّتِیْ" (۴)

یعنی وراثت کا علم سیکھو اور لوگوں کو سکھاؤ، کیونکہ یہ نصف علم ہے۔ میری امت سے سب سے پہلے یہی علم اٹھایا جائے گا۔

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کے تلامذہ و مستفیدین عالم، عامل، مدرس، مقرر، مفسر، محقق اور مفتی ہونے کے ساتھ ساتھ ملک و ملت کے بہی خواہ، ہمدرد اور بے لوث خادم ہیں۔ ان حضرات میں تمام سنی اکابر علماء و مشائخ سے عقیدت و محبت کا جذبہ ہوتا ہے۔ اِن کی نظر اُن کے محاسن و کمالات پر پڑتی ہے۔ بشری تقاضوں کی بدولت ان کی لغزشوں (اگر کوئی ہوں تو) سے یہ صرف نظر کر لیتے ہیں۔ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ خیر آبادی اور دہلوی سلسلہ تدریس کے ساتھ ساتھ عشق مصطفیٰ ﷺ کے مظہر بریلوی سلسلہ تدریس کے امین و وارث تھے۔ اس لئے آپ کے تلامذہ میں عشق مصطفیٰ ﷺ کی ایک حسین تڑپ پیدا ہوگئی۔ جس نے ان کی فکری و اعتقادی زندگی میں اجتماعیت، روحانیت، عزمِ صمیم، یقینِ محکم اور عملِ پیہم کی بے بہا اور بے کراں دولت جمع کر دی۔ آپ کے مکتب اور فیضانِ نظر نے انہیں باطل خطرات سے بے نیاز کر دیا۔ آپ کے فیض یافتہ حضرات علماء اپنے اندر ایسی قوت و توانائی پاتے ہیں کہ جہاں ہوں ایک جہاں آباد کرتے۔ آپ کے حلقہ درس میں آنے والے اگر عقیدہ کے اعتبار سے متذبذب ہوتے تو حسن عقیدہ کی دولت سے مالا مال ہو جاتے۔

اکثر دیکھنے میں آیا ہے کہ ایک استاد کے تلامذہ مختلف العقائد ہوئے ہیں، بلکہ بعض اوقات کو تو ان کے عقائد میں

---

(۴) رواہ ابن ماجہ و حاکم فی المستدرک عن ابی ھریرۃ۔ جامع صغیر للسیوطی

بُعد المشرقین ہوتا ہے............ مگر الحمد للہ............ حضرت شیخ الحدیث علیۃ الرحمۃ کے تلامذہ و مستفیدین میں کوئی ایک مثال بھی ایسی دیکھنے سننے میں نہ آئی کہ ان میں کوئی بھی آپ کے مسلک سے منحرف ہوا ہو۔

این سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کے تلامذہ کی چند خصوصیات کا ذکر اجمالاً کیا گیا۔ اگر کوئی محقق آپ کے تلامذہ و مستفیدین کی سیرت و کردار کی طرف توجہ کرے گا تو اسے محسوس ہوگا کہ آپ کے تلامذہ زمانہ کے ہر چیلنج کا جواب دینے کی پوری صلاحیت رکھتے ہیں۔ امید ہے کہ اس محقق کو کئی اور خصوصیات بھی نظر آئیں۔

مدارس اسلامیہ عربیہ میں بالعموم طلباء کے داخلہ اور ان کے دیگر کوائف کو مرتب منضبط رکھنے کا کوئی اہتمام نہیں ہوتا اور نہ ہی علوم عصریہ کے سرکاری و غیر سرکاری مدارس کی طرح اساتذہ کے مفوضہ اسباق کا ریکارڈ محفوظ رکھا جاتا ہے۔ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ نے جن مدارس میں علوم و فنون کا درس دیا اور فیضانِ نظر عام کیا ۔یعنی منظر اسلام بریلی، مظہر اسلام بریلی اور جامعہ رضویہ مظہر اسلام لائل پور............ ان میں بھی مندرجہ بالا کوائف کے منضبط رکھنے کا کوئی خاطر خواہ اہتمام نہ تھا۔ دراں حالیکہ ان مدارس میں ہر سال سینکڑوں طلباء موجود رہتے............ اس پس منظر میں اور وہ بھی آپ کے وصال کے ربع صدی بعد............ آپ کے تلامذہ کی تداد کا شمار ممکن نہیں رہا۔ اس سلسلہ میں ایک بری رکاوٹ تقسیم ملک سے پیدا ہونے والی صورت حال بھی ہے۔ ہاں یہ حقیقت تو واضح ہے کہ آپ کے ان گنت تلامذہ آسمان علم و فضل کے مہر و ماہ بن کر چمکے اور آج تک آپ کا علمی فیض، پاک و ہند اور اس کی سرحدوں کے پار بھی............ فضاؤں کو منور کر رہا ہے۔ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ اور آپ کے معاصر علماء کے تلامذہ کا اگر جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ برصغیر کی علمی فضاؤں میں آپ کے جلیل القدر تلامذہ کا ہی غلغلہ ہے اور اکثر مدارس میں قال اللہ اور قال الرسول (جل وعلا و ﷺ) کی بہاریں آپ کے فیض یافتہ حضرات کے دم سے قائم ہیں۔

زمانہ قیام بریلی کے آپ کے بے شمار تلامذہ میں سے چند ایک اسماء ملاحظہ فرمائیں۔

مولانا محمد شریف الحق امجدی، مفتی دارالافتاء بریلی

جناب محمود احمد قادری ''تذکرہ علماء اہل سنت'' میں لکھتے ہیں۔

حضرت صدرالشریعہ قدس سرہ کے ہم وطن بریلی، مبارک پور میں حضرت شیخ الحدیث مولانا شاہ سردار احمد قدس سرہ اور حضرت شاہ عبدالعزیز محدث مرادآبادی مدظلہ العالی اور دیگر علماء سے علوم کا تکملہ کیا، برسہا برس ''گیا'' صوبہ بہار کے مدرسہ میں درس دیا، وطن کے مدرسہ شمس العلوم میں صدر مدرس رہے، مفتی اعظم مولانا شاہ مصطفیٰ رضا کے زیر نگرانی رضوی دارالافتاء بریلی میں سینکڑوں فتاویٰ لکھے، باذوق طلبہ کو درس بھی دیا، چند دنوں کے لئے حضرت مفتی اعظم کی اجازت سے چمنی بازار ضلع پورنیہ کے مدرسہ خانقاہ مصطفائیہ صدر مدرس ہو کر تشریف لے گئے۔ مشہور شاعر جناب ہیکل بلرام پوری کی دعوت پر ان کے قائم کردہ مدرسہ انوار القرآن کی مسند صدارت المدرسین کو زینت و شرف بخشا، مدرس ہونے کے ساتھ عمدہ خطیب و مصنف بھی ہیں۔ تقریر مؤثر، مدلل ہوتی ہے۔ ترویج مذہب اہل سنت کا خصوصی خیال فرماتے ہیں، تصنیف کا ایک خاص رنگ ہے، مسلم لیگ و کانگریس کے کشمکش کے زمانہ میں ''سیل رواں'' نام کی کتاب لکھی اور مسٹر جناح وغیرہ پر تنقید کی، دوسری کتاب سیرۃ سرور کائنات ﷺ میں ''اشرف السیر'' ہے، صرف مقدمۃ الکتاب ہی اب تک چھپ سکا ہے۔ مقدمہ بتاتا ہے کہ کتاب وسعت معلومات، تحقیق و تنقید کے اعلیٰ علمی معیار کی حامل ہے۔ خدا کرے جلد چھپ جائے۔ خلافت معاویہ و یزید پر آپ کی مدلل تنقید ماہنامہ پاسبان الہ آباد کے حسین نمبر میں چھپ کر مقبول ہو چکی ہے، بیعت حضرت صدرالشریعہ بدرالطریقہ قدس سرہ سے ہیں۔۔ خدا آپ کی عمر دراز فرمائے اور آپ کے برکات سے مسلمانوں کو فیض یاب کرے۔ آمین۔ ماہ ربیع الآخر ۱۳۴۰ھ آپ کا سال ولادت ہے۔

مولانا مجیب الاسلام اعظمی

حضرت صدرالشریعہ کے ساتھ ساتھ آپ نے حضرت محدث اعظم سے بھی اکتساب فیض کیا۔ ۱۳۶۲ھ میں آپ نے حضرت محدث اعظم سے دورہ حدیث پڑھا اور مدت مدید تک حضور مفتی اعظم مولانا مصطفیٰ رضا خان قادری علیہ

الرحمۃ کے دارالافتاء کے نامور مفتی رہے۔ نہایت خوش نویس ہیں، سیدنا مفتی اعظم کے کاتب بھی رہے۔ دارالعلوم مظہر اسلام بریلی شریف میں درس و تدریس و افتاء کی خدمات انجام دیں آج کل اوری مئوناتھ بھنجن میں تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

مولانا مفتی وقارالدین، کراچی

علامہ محمد صدیق ہزاروی ''تعارف علماء اہل سنت'' میں لکھتے ہیں۔

استاذ العلماء شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ محمد وقارالدین صاحب بن حافظ حمید اللہ ۱۴ صفر المظفر ۱۳۳۳ھ یکم جنوری ۱۹۱۵ء میں موضع کھمریا ضلع پیلی بھیت (ہندوستان) کے ایک شیخ گھرانے میں پیدا ہوئے۔

آپ نے مڈل تک اردو اور کچھ انگریزی کی تعلیم حاصل کی اور پھر علوم اسلامیہ کی تحصیل مدرسہ آستانہ شبیریہ پیلی بھیت، مدرسہ منظر اسلام بریلی شریف اور مدرسہ حافظیہ سعیدیہ دادوں ضلع علی گڑھ میں حضرت مولانا حبیب الرحمان، حضرت مولانا عبدالحق و شاگردان حضرت محدث سورتی رحمۃ اللہ، حضرت محدث اعظم پاکستان ابوالفضل مولانا محمد سردار احمد صاحب اور صدرالشریعۃ مولانا محمد امجد علی رحمہم اللہ سے کی۔

سند فراغت مدرسہ حافظیہ سعیدیہ دادوں ضلع مظفر گڑھ سے ۱۹۳۸ء میں حاصل کی۔ حضرت علامہ مولانا وقار الدین کا شمار ممتاز علماء کرام میں ہوتا ہے۔ آپ نے اپنے علم سے خلق خدا کو نفع پہنچایا۔ ۱۹۳۸ء سے ۱۹۴۷ء تک مدرسہ مظہر اسلام بریلی شریف میں منصب تدریس پر فائز رہے۔ ۱۹۵۴ء سے ۱۹۶۱ء تک چٹاگانگ (مشرقی پاکستان) کے جامعہ احمدیہ سنیہ میں علوم اسلامیہ کی تدریس فرماتے رہے۔ اور پھر ۱۹۷۲ء سے تاحال جامعہ امجدیہ کراچی میں ناظم تعلیمات اور استاذ حدیث کی حیثیت سے مصروف عمل رہے۔

ہندوستان میں قیام کے دوران مختلف شہروں میں اور پھر مشرقی پاکستان کے گوشے گوشے میں تبلیغ دین کی خاطر دورے فرماتے رہے۔

تحریک پاکستان کے دوران جگہ جگہ جلسوں میں کانگریسیوں کا رد فرماتے اور مسلم لیگی امیدوار کے حق میں رائے عامہ کو بیدار کرتے رہے۔

تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء اور ۱۹۷۴ء میں آپ نے بھر پور حصہ لیا۔

بریلی شریف میں غیر مقلدوں سے مناظرہ ہوا۔ ڈھاکہ میں اشرف العلوم کے بانی عبد الوہاب سے کئی مرتبہ مناظرے ہوئے اور الحمدللہ ہر مناظرے میں آپ کو کامیابی ہوتی رہی اور مخالفین مناظر میدان چھوڑ کر بھاگتے رہے۔

آپ نے ۱۹۲۸ء میں حضرت حجۃ الاسلام مولانا محمد حامد رضا خان رحمۃ اللہ کے دست حق پرست پر بیعت کا شرف حاصل ہوا۔ ۱۹۶۸ء میں حج بیت اللہ شریف کی سعادت سے بہرہ ور ہوئے۔

آپ کی عمر کا زیادہ تر وقت تدریس میں گذرا، تاہم آپ نے چند رسائل تحریر فرمائے جو یہ ہیں۔

۱۔ تعلیم ارکان (فقہ) اردو

۲۔ مسائل زکوۃ

۳۔ مسائل قربانی

آپ کے ہاں چار صاحبزادے اور پانچ لڑکیاں تولد ہوئیں، جبکہ روحانی اولاد کثیر التعداد ہے، چند ایک تلامذہ یہ ہیں۔

۱۔ مولانا معین خان (بھارت)

۲۔ مولانا محمد ادریس، مہتمم دار العلوم رضویہ (بنگال)

۳۔ مولانا اشرف علی

۴۔ مولانا سلامت اللہ — یہ تینوں حضرات مدرس تھے۔

۵۔ مولانا ابوطاہر

۶۔ مولانا محمد جلال، شیخ الحدیث، چٹا گانگ

مولانا سید محمد یعقوب، کیراں والا سیداں، ضلع گجرات

حضرت محدث اعظم کے فاضل و مدرس تلامذہ میں سے تھے۔ فراغت کے بعد ۱۹۴۸ء میں اپنے گاؤں کیراں والا سیداں ضلع گجرات تشریف لے آئے اور یہاں مدرسہ شروع کر دیا۔ تادم آخر یہیں تدریس فرمائی۔ آپ کے تلامذہ کی تعداد ہزاروں میں ہے۔ پچاس سے زائد برس پڑھانے کے بعد ۲۴ صفر المظفر ۱۴۲۴ھ کو دنیائے فانی سے رحلت فرمائی۔ آپ کے انتقال سے صرف حقیقی اولاد ہی نہیں بلکہ پورا علاقہ یتیم ہو گیا۔ کیونکہ کیرانوالہ کے تقریباً سبھی مرد و زن، چھوٹے بڑے آپ کو ابا جی کہتے تھے۔ محمد داؤد رضوی، صاحبزادہ، مولانا سید یعقوب شاہ صاحب، مشمولہ رضائے مصطفیٰ ص ۲۲، ج ۴۵، شمارہ ۶

- ☆ مولانا محمد صابر نسیم بستوی ☆ مولانا غلام رسول رضوی، شیخ الحدیث فیصل آباد
- ☆ مولانا عبد الرشید رضوی جھنگوی
- ☆ مولانا سید محمد جلال الدین بھکھی ضلع منڈی بہاؤالدین۔
- ☆ مولانا عنایت اللہ سانگلہ ہل ☆ مولانا پیر محمد فاضل ڈھانگری، آزاد کشمیر۔
- ☆ مولانا سید منصور حسین شاہ۔
- ☆ مولانا مختار الحق صدیقی، ٹوبہ ٹیک سنگھ
- ☆ مولانا مختار احمد دیال گڑھی، فیصل آباد (حالات نہ مل سکے)
- ☆ مولانا محمد نواز شیخ الحدیث بھکھی۔ ☆ مولانا غلام یحیٰی، ہزارہ (۵)

تقسیم ہند کے بعد ہجرت سے پیدا ہونے والے مسائل کو مدِ نظر رکھئے اور اس بے سروسامانی کے عالم میں جامعہ رضویہ مظہر اسلام لائل پور سے فارغ ہونے والے آپ کے تلامذہ کا ایک جائزہ پڑھئے۔ یہ وہ فضلاء ہیں جنہوں نے آپ سے درسِ حدیث لیا۔ وہ علماء جنہوں نے آپ سے دیگر فنون حاصل کئے وہ ان کے علاوہ ہیں۔ ان فضلاء کی تعداد بھی کثیر ہے۔

(۵) حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے تدریس بریلی کے دوران کے طلباء کا فقیر قادری عفی عنہ نے اپنے ایک مقالہ ''فضلائے مظہر اسلام'' میں جائزہ لیا ہے۔

تعداد	سال
15	۱۵/شعبان ۱۳۶۹ھ/۲/جون ۱۹۵۰ء
14	۲۰،۱۹ رجب ۱۳۷۰ھ/۲۶، ۲۷ اپریل ۱۹۵۱ء
15	۲۶،۲۴ جمادی الاخری ۱۳۷۱ھ/۲۱، ۲۳ مارچ ۱۹۵۲ء
9	۱۶،۱۵ شعبان ۱۳۷۲ھ/۳۰ اپریل یکم مئی ۱۹۵۳ء
23	۱۳۷۳ھ / ۱۹۵۴ء
17	۱۳۷۴ھ / ۱۹۵۵ء
22	۱۳۷۵ھ / ۱۹۵۶ء
28	۱۳۷۶ھ / ۱۹۵۷ء
24	۱۳۷۷ھ / ۱۹۵۸ء
28	۱۳۷۸ھ / ۱۹۵۹ء
47	۱۳۷۹ھ / ۱۹۶۰ء
6(۶)	۱۳۸۰ھ / ۱۹۶۱ء
113(۷)	۱۳۸۱ھ / ۱۹۶۲ء

آپ کے وصال کے بعد بھی آپ کے قائم کردہ جامعہ رضویہ سے ہر سال ایک کثیر تعداد فضلاء کی سند فراغت سے مشرف ہوتی ہے۔ یہ فضلاء اپنے اپنے علاقوں میں آپ کے مسلک کی بھرپور تبلیغ و تعلیم کرتے ہیں۔

(۶) مذکورہ بالا کوائف رجسٹر اسماء فضلاء جامعہ رضویہ مظہر اسلام، لائل پور سے لئے گئے ہیں۔

(۷) ۱۳۸۱ھ/ ۱۹۶۲ء میں درجہ حدیث سے فارغ ہونے والے فضلاء کے اسماءِ گرامی اس سال کے اشتہار جلسہ تقسیم اسناد (48`x36) میں درج کر دیئے گئے تھے۔

نوٹ: ہفت روزہ (اب ماہنامہ) رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ کے درج ذیل شماروں میں بھی فضلاء جامعہ رضویہ کی تفصیل درج ہے۔

(ا) شمارہ مجریہ ۲۵/شعبان المعظم ۱۳۷۸ھ (ب) شمارہ مجریہ، ۲۱/شعبان المعظم ۱۳۷۹ھ

(ج) شمارہ مجریہ ۳۰/شعبان المعظم ۱۳۸۰ھ

مذکورہ بالا شماروں میں جامعہ رضویہ سے درجہ حفظ قرآن اور درجہ قرات و تجوید کے فارغ ہونے والوں کے کوائف بھی موجود ہیں۔ فقیر قادری عفی عنہ

تاجدار اقلیم علوم

پیکر علم و فضل حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کی شخصیت ہر پہلو سے ممتاز تھی۔ علم و فضل میں آپ کا پایہ اتنا بلند تھا کہ معاصرین اکابر علماء نے اس کا کھلے دل سے اعتراف کیا ہے۔ دور طالب علمی میں ہی آپ کی بلند علمی استعداد کے جوہر کھلنے لگے۔ اساتذہ کرام نے اس جوہر کو تابدار بنانے میں پوری کوشش فرمائی، تا آنکہ جب علوم سے فراغت حاصل کی تو امتحان لینے والے نقاد علماء نے آپ اور آپ کے دیگر ہم سبق ساتھیوں کے امتحان کا بڑا اہتمام کیا۔ حضرت صدر الافاضل (م ۱۳۶۷ھ/ ۱۹۴۸ء) علامہ معین الدین اجمیری، مولانا شاہ سلیمان اشرف (م ۱۳۵۲ھ/ ۱۹۳۳ء) اور دیگر علماء کی موجودگی میں حضرت مولانا علامہ فضل حق رامپوری (م ۱۳۶۱ھ/ ۱۹۴۰ء) نے اس جماعت کا امتحان لیا۔ ممتحن علماء نے حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کی پوری جماعت کو علم و فضل میں ممتاز پایا۔ پوری جماعت کی نمایاں اور شاندار کامیابی پر آپ کے استاذ گرامی حضرت صدر الشریعہ مولانا امجد علی (۱۳۶۷ھ/ ۱۹۴۸ء) کو خصوصی طور پر مبارک باد دی گئی۔ اس امتحان میں سرفہرست حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کی ذات گرامی تھی۔ (۱)

کسی طالب علم کی ذہنی استعداد سے ہی اس کے مستقبل میں علمی پایہ کا اندازہ کر لیا جاتا ہے۔ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ نے منظر اسلام بریلی میں اسلامیات کی تعلیم شروع کی۔ دو سال میں ظاہر ہے ابھی ابتدائی کتابیں پڑھی ہوں گی۔ مگر آپ کی علمی استعداد کا چرچا ہونے لگا۔ اس دور میں حضرت صدر الافاضل مرادآبادی علیہ الرحمۃ کی زیر سرپرستی ماہنامہ السواد الاعظم مرادآباد میں علمی مضامین شائع ہوتے تھے۔ ان مضامین میں ایک باب فقہ کے سوالات اور جوابات کا ہوتا تھا۔ اس خالص علمی مذہبی جریدہ میں حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کے دور طالب علمی کسی مضمون کا شائع ہونا آپ کے بلند پایہ علمی استعداد کی سند شمار ہوتا ہے۔ آپ کی طرف سے السواد الاعظم مرادآباد میں شائع ہونے والا

(۱) ہفت روزہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ، ۲/ذی قعدہ ۱۳۷۹ھ ص ۵

ایک سوال نامہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ سوال نامہ کی عبارت اس بات کی غماز ہے کہ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ طالب علمی کے دور میں ہی کس عمیق ووسیع مطالعہ کے مالک ہیں۔

فقہی معمے

1 وہ کون مسلم عاقل بالغ ہے کہ اس کو نماز نہ ادا کرنی لازم اور نہ قضا واجب

2 وہ کیا صورت ہے کہ ادا کرنا دو واجب اور قضا چار

3 وہ کونسی نماز ہے کہ آج اس کا ادا کرنا لازم ہے اور کل اس کی قضا واجب نہیں۔ (علاوہ صلوٰۃ عید و جنازہ و جمعہ کے)

4 (ا) وہ کونسی تکبیر ہے علاوہ چھ تکبیرات عیدین کے کہ اس کے ترک سے سجدہ سہو لازم آتا ہے۔

(ب) اور وہ کونسی تکبیر ہے کہ جس کے عوض اللہ اجل و اعظم کہا تو سجدہ سہو واجب ہوتا ہے۔

5 وہ کون سا موزہ ہے کہ تین انگلی کی مقدار پھٹا ہے اور بدن اتنا بھی ظاہر ہوتا ہے مگر پاؤں دھونا لازم نہیں۔

6 وہ کیا صورت ہے کہ متنفل نے چار رکعت کی نیت کی پھر پہلے شفع میں نماز کو فاسد کر دیا۔ اب اس پر قضا چار رکعت ہی واجب ہے۔

7 وہ کیا صورت ہے کہ نفل کی نیت سے نماز قصداً شروع کی پھر فاسد کر دی اور اب اس پر قضا لازم نہیں۔

8 وہ کیا صورت ہے کہ قضا پڑھنے والے کی نماز ادا پڑھنے والے کے پیچھے صحیح ہے۔

9 وہ کون ہے کہ جس نے آیت سجدہ تلاوت کی مگر اس پر سجدہ تلاوت واجب نہیں، نہ حال میں نہ استقبال میں (علاوہ حیض و نفاس والی عورت و کافر و مجنون و جنبی کے) (۲)

صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی اور حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا بریلوی نے شہنشاہ ولایت علوم امام احمد رضا قدس سرہم کے واسطہ سے حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کو جن علوم کی اجازت بخشی ان کی تفصیل الاجازات المتینۃ لعلماء مکۃ و المدینہ اور اس کتاب کے باب الاسناد میں موجود ہے۔ ایک ذات میں اتنے علوم کا اجتماع بہت کم دیکھنے میں آیا ہے۔

(۲) ماہنامہ السواد الاعظم مراد آباد۔ جلد ۳، نمبر ۳، شعبان ۱۳۴۵ھ، ص ۲

علامۃ العصر جلالۃ العلم مولانا حافظ عبد العزیز شیخ الحدیث دار العلوم اشرفیہ مبارک پور (اعظم گڑھ) نے ایک مرتبہ آپ کی جلالت علمی کو ان الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا۔

''مولانا سردار احمد صاحب عِدلُ العلم (علم کی گٹھڑی) ہیں۔ آپ کے علم و فضل کا بلند مینارہ اتنا درخشاں تھا کہ اپنے تو اپنے غیروں نے بھی احترام کی نگاہ سے دیکھا'' (۳)

زینت العلم استاذ العلماء علامہ عطا محمد بندیالوی فرماتے ہیں۔

''علمی حیثیت سے شیخ الحدیث مرحوم کا جو پایہ تھا وہ کسی سے مخفی نہیں ہے، مجھے آج بھی خواب کی طرح یاد آتا ہے، کوئی بتیس سال پہلے کی بات ہے (اندازاً ۱۹۳۰ء سن ہوگا) میں اس وقت دینیات کی ابتدائی کتابیں پڑھتا تھا، ضلع سرگودھا کے قریب ایک قصبہ سلاں والی میں مناظرہ منعقد ہوا تھا۔ بے شمار علماء کا اجتماع تھا۔ طرفین کے بڑے بڑے علماء موجود تھے۔ اہل سنت کی طرف سے مولانا حشمت علی مرحوم کو مناظر مقرر کیا گیا تھا اور اہل تنقیص کی نمائندگی مولوی منظور احمد نعمانی کر رہے تھے۔ اس دوران میں جب علماء کے درمیان کسی مسئلہ پر بحث ہوتی، شیخ الحدیث باوجود صغرسنی کے سب پر چھائے ہوئے ہوتے۔ ایک مرتبہ کسی مخالف نے آپ کی کسی دلیل کو یہ کہہ کر رد کر دیا کہ یہ قضیہ شخصیہ ہے۔ اور قضیہ شخصیہ استدلال میں معتبر نہیں ہوتا۔ آپ نے برجستہ فرمایا کہ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اور اَللّٰہُ وَاحِدٌ بھی قضایا شخصیہ میں سے ہیں۔ چاہئے کہ پھر یہ بھی معتبر نہ ہوں۔ (۴)

کسی عالم کے علمی کمالات کا پتہ درس و تدریس، وعظ و تبلیغ، تصنیف و تالیف اور مناظرہ وغیرہ کے مقامات پر چلتا ہے۔ حضرت شیخ الحدیث کو ابھی علوم سے فراغت حاصل کئے ایک سال کا عرصہ گذرا تھا اور آپ ابھی منظر اسلام میں مدرس دوم تھے۔ شیخ الحدیث نہیں کہلائے تھے۔ (ظاہر ہے ابتدائی سالوں میں علم میں وہ پختگی متوقع نہیں ہوتی جو تجربہ

(۳) ماہنامہ نوری کرن بریلی، مارچ اپریل ۱۹۶۳ء ص ۳۲

(۴) ہفت روزہ محبوب حق لائل پور، ۱۳ دسمبر ۶۳ء۔ ص ۲۸، ۳۲

کے بعد حاصل ہوتی ہے) تاہم مکتبہ دیوبند کے مایہ ناز مناظر مولوی منظور احمد سنبھلی سے بریلی میں ۱۳۵۴ھ/۱۹۳۵ء کو آپ کا مناظرہ ہوا۔ دیوبندی مناظر نے اپنے علم کا رعب جمانے کے لئے ایک موقعہ پر کہہ دیا کہ ''یہ کار جہالت ہے کیونکہ تعلیق بالمحال ہے'' حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ نے اس پر جو علمی گرفت فرمائی وہ پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ آپ نے فرمایا۔

''آپ نے اس تحریر میں اپنی منطق دانی کا بھی اظہار کیا ہے۔ آپ نے تعلیق بالمحال کو ناجائز بتایا ہے تو بتایئے کہ

۱ کس کتاب میں لکھا ہے کہ یہ ناجائز ہے؟

۲ اس محال سے آپ کی مراد محال بالذات ہے یا محال بالغیر؟

۳ محال بالذات ہے تو ثبوت دیجئے اور محال بالغیر ہے تو وہ غیر کیوں ہے؟

۴ تعلیق بالمحال کی صورت میں قضیہ شرطیہ منعقد ہوتا ہے۔ قضیہ شرطیہ کے اطراف قضایا ہوتے ہیں یا نہیں؟ اگر قضایا ہوتے ہیں تو بیان کیجئے کہ یہاں کون کون سے ہیں؟

۵ آپ نے تعلیق بالمحال کے ناجائز ہونے پر جو دلیل بیان کی ہے وہ اشکال اربعہ میں سے کون سی شکل پر ہے۔ اس کا صغریٰ و کبریٰ بیان کیجئے۔

ان سوالات کا جواب دیجیے، دیکھیئے ابھی آپ کے منطق دانی کے دعاوی خاک میں ملائے دیتا ہوں۔ آپ بھی کیا کہیں گے کہ کس کرّے سے پالا پڑا تھا۔ نیز آپ نے بیان کیا ہے کہ ''یہ کار جہالت ہے کیونکہ تعلیق بالمحال ہے۔''

تو مولوی صاحب! قرآن پاک میں تعلیق بالمحال موجود ہے۔

پہلی آیت کریمہ۔ ''لَوْ کَانَ فِیْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا''

ترجمہ: اگر آسمان و زمین میں اللہ عزوجل کے سوا اور خدا ہوتے تو البتہ آسمان و زمین تباہ ہوجاتے۔

دوسری آیت کریمہ۔ ''قُلْ اِنْ کَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِیْنَ''

ترجمہ: فرمادیجئے کہ اگر رحمٰن کے لئے ولد ہوتو میں سب سے پہلا عبادت کرنے والا ہوں۔

تیسری آیت کریمہ۔ ''لَئِنْ اَشْرَکْتَ لَیَحْبَطَنَّ عَمَلُکَ''

ترجمہ: اگر آپ شرک کریں گے تو آپ کے عمل البتہ حبط ہوجائیں گے۔

حدیث شریف میں تعلیق بالمحال ہے۔

'' لَوْ کَانَ بَعْدِیْ نَبِیٌّ لَکَانَ عُمَرُ ''

ترجمہ۔ اگر میرے بعد نبی ہوتا تو البتہ عمر ہوتے (مگر میرے بعد نبوت کا سلسلہ منقطع ہے)

کیا آپ کے نزدیک اللہ تبارک وتعالیٰ نے تعلیق بالمحال بیان فرما کر کار جہالت کیا ہے۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰهِ مِنْ ذٰلِکَ

کیا آپ کے نزدیک مدنی تاجدار احمد مختار حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے تعلیق بالمحال بیان فرما کر کار جہالت کیا ہے۔'' کَذٰلِکَ یَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰی کُلِّ قَلْبِ مُتَکَبِّرٍ جَبَّارٍ ''(۵)

یہ طویل اقتباس منطقی اصطلاحات پر مشتمل ہے۔ مناظرہ چونکہ خالص اعتقادی نوعیت کا تھا۔ اس میں دیوبندی علماء کی بعض عبارات پر اعتقادی حیثیت سے گفتگو متوقع تھی۔ مگر حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کے کمال علمی کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ اس منطقی مسئلہ پر بغیر کسی سابقہ تیاری کے قرآنی آیات واحادیث سے اپنے موقف کے حق میں دلائل دیئے اور مخالف مناظر پر اس طرح علمی و تحقیقی گرفت فرمائی کہ مخالف کو سوائے خاموشی کے کوئی چارہ کار نہ تھا۔ مناظرہ کے عینی شاہدوں کے مطابق مولوی منظور احمد دیوبندی کو اپنے کہے ہوئے سے جان چھڑانا مشکل ہوگیا۔

علم کلام کا مشہور مسئلہ ہے کہ باری تعالیٰ کی صفات اس کی ذات کے نہ عین ہیں اور نہ غیر ۱۳۷۳ھ/

(۵) نصرت خداداد معروف بہ مناظرہ بریلی کی مفصل روئداد۔ مرتبہ مولانا محمد حامد شافعی، مطبوعہ نوری کتب خانہ لاہور (۱۹۵۸ء) ص ۴۳۔۴۴

۱۹۵۳ء کو مولانا محمد صدیق فانی خانیوال نے شرح عقائد نسفی کی تدریس کے دوران یہ اعتراض پیش کیا کہ صفات باری اگر ذات باری تعالیٰ کے نہ عین ہیں اور نہ غیر .... تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ارتفاع نقیضین ہے۔ حالانکہ منطقیوں کی اصطلاح کے مطابق ارتفاع نقیضین اور اجتماع نقیضین دونوں محال ہیں۔ مولانا محمد صدیق فانی فرماتے ہیں۔

''محدث اعظم پاکستان رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا جو جواب بیان فرمایا تو وہی منظر اور جواب بندہ کے ذہن میں آج تک گھوم رہا ہے۔ ایسے معلوم ہوتے تھے کہ علامہ بحر العلوم، علامہ میر زاہد، علامہ مولانا عین القضاۃ بیان فرما رہے ہیں۔'' (۶)

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کی علمی عظمت کا اظہار ہر جگہ ہوتا۔ تقریر ہو یا تدریس، بڑے بڑے علماء جن طویل بحثوں کے بعد جس نتیجہ پر پہنچتے ہیں آپ کے ایک جملہ میں وہ مفہوم ادا ہو جاتا۔

مولانا منظور احمد شیخ الحدیث شمس العلوم جامعہ رضویہ نواں جنڈانوالہ، ضلع بھکر فرماتے ہیں، ایک مرتبہ علم کلام میں صفات باری لاعین ولاغیر کے مسئلہ پر آپ نے فرمایا۔

هِیَ لَاعَیْنٌ مِنْ حَیْثُ الْمَعْنٰی وَلَا غَیْرٌ مِنْ حَیْثُ الْمِصْدَاقِ" (۶.۱)

یہی مولانا منظور احمد فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ دوران تدریس تحذیر الناس کی مشہور متنازعہ عبارت (جس میں حضور خاتم الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد بھی اجراء نبوی کا دعوت کیا گیا ہے) کے بارے میں فرمایا۔

''اس عبارت میں بالفرض بمعنی تقدیر عقلی نہیں بلکہ تجویز کے معنی میں ہے۔''

آپ نے اپنے استدلال کے ثبوت میں آیات کریمہ۔

اِنْ کَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ ...... الخ اور لَئِنْ اَشْرَکْتَ ...... الخ

پیش کر کے فرمایا کہ دیو بندیوں کے پاس اس کا کوئی جواب نہیں۔ جاؤ گورو نانک پورہ (لائل پور) کے مشہور

(۶) ہفت روزہ سواد اعظم لاہور، ۲۱ شعبان المعظم ۱۳۸۲ھ، ص ۳

(۶۔ا) قلمی یادداشت مولانا منظور احمد، محررہ ۲۶/ذی قعدہ ۱۴۰۴ھ

دیو بندی منطقی مولوی عبد الرحمٰن سے پوچھو۔ ہم اس کے پاس گئے اور حضرت کی تقریر دہرا کر اس سے اس کا جواب طلب کیا۔ وہ کوئی تسلی بخش جواب نہ دے سکا۔ (۶۔ب)

مولانا غلام رسول رضوی، شیخ الحدیث جامعہ رضویہ فیصل آباد فرماتے ہیں کہ میرے اساتذہ میں بعض دیو بندی بھی ہیں۔ دیو بندیوں کا عقیدہ ہے کہ کذب باری تعالیٰ اگرچہ ممکن بالذات ہے مگر ممتنع بالغیر ہے۔ قیام بریلی کے دوران ایک مرتبہ مجھ سے فرمایا کہ اپنے دیو بندی استاذ مولوی عبد الرحمٰن امرتسری کو یہ سوال لکھ بھیجو اور اس سے مطالبہ کرو کہ اس کا جواب لکھے۔

سوال ہر ممتنع بالغیر کا سلسلہ ممتنع بالذات پر ختم ہوتا ہے۔ اگر ایسا نہ ہو یعنی کذب ممکن بالذات ہو اور ممتنع بالغیر ہو تو غیر کیا ہے؟۔ آخر کہنا پڑے گا کہ وہ کلام ہے۔ پھر اس میں کلام کریں گے۔ بالآخر تسلیم کرنا پڑے گا کہ کذب ممتنع بالذات ہے۔ ورنہ تحقیق ما بالعرض بدون ما بالذات لازم آئے گا''

پھر فرمایا کہ یہی سوال علماء دیو بند کے ممتاز مولوی خیر محمد جالندھری کو بھی لکھو۔ میں نے یہ سوال لکھ کر امرتسر اور جالندھر روانہ کئے۔ مگر آج تک جواب نہ آیا۔ کذب باری تعالیٰ کو ممکن بالذات اور ممتنع بالغیر ماننے والے قیامت تک جواب نہیں دے سکتے۔ (۶۔ج)

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ نے عشق و عرفان کے غلبہ کے باعث فیض رساں طبیعت پائی۔ یہی وجہ ہے کہ آپ اپنے علم و فضل کا مظاہرہ کرنے کے بجائے ہر شعور اور ہر سطح کے آدمی کو بات سمجھانا زیادہ پسند کرتے۔ یہی کوشش فرماتے، کہ مسئلہ کو آسان سے آسان تر انداز میں بیان کیا جائے تاکہ بات ذہن نشین ہو جائے۔ فخر المدرسین مولانا محمد معراج الاسلام بھیرہ لکھتے ہیں۔

''آپ سے سوال کیا گیا۔ کسی چیز کو حلال و حرام، جائز و ناجائز یا فرض قرار دینا صرف اللہ تعالیٰ کے اختیار میں

(۶۔ب) قلمی یادداشت مولانا منظور احمد، محررہ ۲۶/ذی قعدہ ۱۴۰۴ھ

(۶۔ج) مولانا غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ نے یہ روایت ۱۷/جمادی الاولیٰ ۱۴۰۶ھ کو فقیر قادری عفی عنہ سے بیان فرمائی۔

ہے۔اس کے سوا ان تشریعی امور میں کوئی بندہ دخل نہیں دے سکتا۔اگر یہ منصب عظیم کسی نبی کے لئے بھی ثابت کہا جائے تو شرک ہو جائے گا۔جیسا کہ دور جاہلیت کے لوگوں نے یہی منصب اپنے من گھڑت شریکوں کو دیا تو وہ مشرک ہو گئے؟

فرمایا۔جواب کے تین حصے ہیں۔

ا کتاب وسنت سے ثابت ہوتا ہے کہ تشریعی امور واحکام کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ ہی کو حاصل ہے کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ کسی کے لئے کوئی چیز حلال یا حرام یا فرض ولازم قرار دے۔جیسا کہ ارشاد ہے۔

(الف) شَرَعَ لَكُمْ مِنَ الدِّيْنِ مَاوَصّٰى بِهٖ نُوْحًا

(اس نے تمہارے لئے وہی دین مشروع کیا جس کی حضرت نوح کو وصیت کی تھی)

(ب) اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ (خبردار، دین خالص اللہ ہی کا ہے)

۲ قرآن وحدیث ہی سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کے نبی کو حلال وحرام، جائز و ناجائز یا فرض وواجب کرنے کا اختیار حاصل ہے اور وہ بڑی کثرت کے ساتھ اپنا یہ اختیار استعمال کرتے ہیں۔مثلاً

(الف) وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ"

(اور وہ ان کے لئے طیبات کو حلال اور گندی اشیاء کو حرام فرماتے ہیں)

(ب) قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَاحَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ

(ان لوگوں سے لڑو جو اللہ تعالیٰ اور روز قیامت پر ایمان نہیں لاتے اور جن چیزوں کو اللہ اور اس کے رسول نے حرام کیا ہے وہ انہیں حرام نہیں سمجھتے)

(ج) مَااٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَانَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا

(رسول کریم جو حکم تمہیں دیں وہ لے لو اور جس سے روکیں اس سے رک جاؤ)

(د) وَمَاكَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ

(جب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کریم کوئی حکم فرمادیں تو مومن مرد و عورت کو اس معاملہ میں کوئی اختیار نہیں رہتا)

(ھ) قربانی کے لئے ضروری ہے کہ بکرے کی عمر ایک سال ہو مگر حضور علیہ السلام نے ابو بردہ بن نیار کو اجازت دی کہ چھوٹے میمنے کی قربانی کرلے۔

(و) نوحہ کرنا ممنوع اور حرام ہے مگر آپ ﷺ نے ام عطیہ کو ایک دفعہ نوحہ کرنے کی خصوصی اجازت دے دی۔

(ز) کسی نے پوچھا، ہر سال حج فرض ہے؟ آپ نے فرمایا۔اگر ہم ہاں کہہ دیتے تو ہر سال حج فرض ہو جاتا۔

(ح) اگر امت کی پریشانی کا خیال نہ ہوتو ہم لازم کردیں کہ عشاء کی نماز آدھی رات کے وقت پڑھا کریں۔

(ط) اسی طرح ہر نماز کے وقت مسواک کرنا بھی لازم کردیں، مگر اس کی مشکل کے خیال سے یہ حکم نہیں دیتے۔

اسی طرح اور بھی بے شمار مثالیں ہیں۔

تشریعی احکام کے یہ دونوں پہلو ہمارے سامنے ہیں اور دونوں برحق ہیں۔پہلے نمبر میں مذکورہ آیات سے پتہ چلتا ہے، کہ تشریعی امور کا اختیار صرف اللہ کے پاس ہے۔دوسرے نمبر کی آیات واحادیث سے پتہ چلتا ہے کہ نبی کے پاس بھی ہے۔دونوں پر ایمان لانا واجب ہے۔تطبیق یوں ہو گی کہ اللہ کو کسی نے یہ اختیار نہیں دیا یہ اس کا ذاتی اختیار ہے، مگر اپنے نبی کو خود اس نے یہ اختیار دیا ہے، وہ اس کے عطا کردہ اختیار سے کسی کو حرام، کسی کو حلال، کسی کو لازم اور کسی کو ممنوع قرار دیتے ہیں۔اس واسطے نبی کے لئے اختیار ثابت کرنا اور ماننا شرک نہیں بلکہ اس اختیار کا انکار کرنا قرآن سنت کا انکار ہے۔

۳۔ اس کے برعکس کافروں، کاہنوں اور بتوں کے لئے یہ اختیار ثابت کرنا شرک ہے۔اس لئے کہ خدا نے انہیں یہ اختیار دیا ہی نہیں وہ تو مبغوض اور ناپسندیدہ ہستیاں ہیں۔انہیں اختیار ملنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَالَمْ يَاْذَنْ بِهِ اللّٰهُ (الآیہ)

کیا ان کے لئے شریک ہیں جنہوں نے ان کے لئے دین مشروع کیا ہے جس کا اذن اللہ پاک نے ان کو نہیں دیا۔

اس لئے ان بتوں کے لئے اختیار ثابت کرنے کے شرک ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اللہ کے نبی کے لئے اختیار ثابت کرنا بھی شرک ہو۔" (۷)

(۷) ماہنامہ ضیائے حرم لاہور، مارچ ۱۹۸۱ء ص ۶۳۔۶۴

اس ایک سوال اوراس کے محققانہ جواب سے حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کے علمی پایہ کا اندازہ ہو جاتا ہے۔ آپ جب بھی کسی سوال کا جواب عطا فرماتے تو اپنے مؤقف کو آیات واحادیث اوراقوال علماء سے ثابت کرتے۔ آپ کے فتاویٰ کے مطالعہ سے یہ حقیقت اور بھی نکھر کر سامنے آتی ہے۔

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ تمام اصناف علوم میں یکساں مہارت رکھتے تھے۔ تفسیر، فقہ، وراثت، ادب، اصول، کلام، منطق اور فلسفہ غرضیکہ ہر علم میں آپ کی مہارت کے جوہر تدریس وتقریر کے دوران کھلتے۔ مگر علوم حدیثیہ سے آپ کا شغف اتنا گہرا تھا کہ یہ حیثیت غالب اور نمایاں تھی۔ یہاں تک کہ اگر صرف ''شیخ الحدیث'' یا ''محدث اعظم'' کہا جاتا تو آپ ہی کی ذات سمجھی جاتی۔ گویا۔ یہ وصف آپ کے بمنزلہ ''علم'' کے تھا۔

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کے درس حدیث کے انداز اور امتیاز کو مولانا مفتی محمد عبدالقیوم شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور کے الفاظ میں پڑھیے۔

''درس حدیث کے دوران جب مضمون حدیث سے کسی مسئلہ کا استنباط واستخراج فرماتے تو طالب علم، جو کہ فاضل ہوتے تھے، اس استخراج سے محظوظ ہوتے اوراس کو علمی نکتہ قرار دیتے۔ اس استنباط واستخراج میں طرز استدلال ایسا انوکھا ہوتا کہ حاضرین علماء کرام اس متخرجہ مسئلہ کو حدیث کی زیر عبارت قرار دیتے۔ مگر جب مجلس ختم ہونے کے بعد اس حدیث میں اس نکتہ کی تلاش کرتے تو عبارت سے حاصل نہ ہوسکتا۔ جب تک کہ اس کو وقت بیان نوٹ نہ کرلیا جاتا۔ اس لئے آپ فوری نوٹ کرنے کی ہدایت فرماتے۔''(۸)

دارالافتاء بریلی کے مفتی مولانا محمد شریف الحق امجدی آپ کے علمی مقام کا اعتراف یوں کرتے ہیں۔

''عام حدیث پڑھانے والے اپنا سارا زور بخاری وترمذی میں دکھاتے ہیں وہ بھی چند موضوع پر، مگر آپ کا دستور یہ تھا کہ صحاح ستہ میں جو حدیث پہلے آجاتی اس پر سیر حاصل تقریر فرماتے۔

(۸) قلمی یادداشت مفتی محمد عبدالقیوم، مخزونہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

بامحاورہ ترجمہ، لغات کی تشریح، مطلب باب کے ساتھ مطابقت، حدیث کی کیفیت صحیح ہے کہ حسن ہے، کہ ضعیف، متخرجہ مسائل کی تشریح اپنے مذہب کے مطابق ہے تو اس کی تائید مزید، ورنہ پھر اپنے مسلک کا اثبات وخلاف دلائل کے جو جوابات، راویوں کی ضروری تعدیل وتجریح، نکات ودقائق، تعارض کی صورت میں تطبیق اور دل نشیں تاویل، طلبہ کے مختلف سوالات کے جوابات، خصوصیت کے ساتھ آپ کے ذہن رسا کی نکتہ آفرینی کا جوہر اس وقت کھلتا جبکہ مسائل اختلافیہ میں مذہب اہل سنت وجماعت وحنفی مسلک کی تائیدی تقریر فرماتے۔ بخاری ومسلم میں کتنے ایسے مقامات ہیں جہاں متصلب حنفی کے لئے سخت نزاکت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ میں نے بعض کم ظرف قلیل البضاعت کو سنا کہ ان مواقع پر ان ائمہ کرام کو بڑے ناروا الفاظ سے یاد کرتے ہیں۔ لیکن حضرت ان مرحلوں سے ایسے دامن بچالیتے کہ مذہب حنفیہ کی راجحیت کالشمس والامس ثابت ہوجاتی اوران حضرات کے دامن عزت پر گرد تک نہیں پڑتی۔''(۹)

درس حدیث کی اس خوبی نے آپ کو دیگر علماء سے ممتاز اوران میں مقبول بنادیا۔

ایک موقعہ پر حکیم الامت مولانا مفتی احمد یار خاں علیہ الرحمۃ (م ۳ر رمضان المبارک ۱۳۹۱ھ/ ۲۴ اکتوبر ۱۹۷۱ء) ملاقات کے لئے فیصل آباد تشریف فرما ہوئے۔ اس وقت حدیث کا سبق جاری تھا۔ سبق ختم ہونے تک مفتی صاحب، بیٹھے حدیث کا سبق سنتے رہے۔ سبق سے فراغت کے بعد حسب عادت حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ نے مفتی صاحب، سے ملاقات کی، چائے وغیرہ بطور ناشتہ سے خدمت کی۔ دوران ناشتہ مفتی صاحب نے آپ کے درس حدیث سے متاثر ہوکر کہا۔

''میری خواہش ہے کہ میں بھی آپ کے حلقہ درس میں طلباء کی صف میں شامل ہوجاؤں''(۱۰)

(۹) ماہنامہ نوری کرن، بریلی۔ مارچ اپریل ۱۹۶۳ء ص ۳۸

(۱۰) قلمی یادداشت مولانا محمد اقتدار احمد خاں گجراتی مخزونہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

حالانکہ خود حضرت مفتی صاحب مفسر، محدث، فقیہ، مصنف، مدرس وغیرہ حیثیتوں میں ممتاز مقام سے سرفراز تھے۔

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ درس وتدریس، وعظ وتبلیغ، دعوت وارشاد میں کثیر مصروفیات کے باوجود تقریباً ۰۷ کتابوں کے مصنف ہیں۔ ان تصانیف کا تفصیلی تذکرہ اس کتاب میں موجود ہے۔ صحاح ستہ پر گراں قدر حواشی افادات اور محققانہ تصانیف میں بے شمار مضبوط تحقیقی دلائل آپ کے بلند علمی مقام کے شاہد عادل ہیں۔

شیخ الحدیث قدس سرہ علوم دینیہ میں مہارت تامہ کے اس مقام پر فائز تھے کہ برصغیر کے اکابر علماء آپ کی اس حیثیت کے معترف تھے۔ انہیں آپ کی اعلیٰ علمی حیثیت پر کامل اعتماد اور ناز تھا۔

۱۳۶۶ھ/ ۱۹۴۷ء میں کانگریس نے مسلمانوں کے خالص دینی وعلمی معمولات میں بھی دخل اندازی شروع کر دی اور شوشہ چھوڑا کہ مروجہ درس نظامی میں ہم ترمیم کریں گے۔ حساس علماء و مدرسین نے اسے دینی امور میں رخنہ اندازی کے مترادف سمجھا اور مروجہ درس نظامی کی حفاظت کا از سر نو عزم کیا۔ نیز واضح کیا کہ مروجہ درس نظامی میں اگر ترمیم کی ضرورت پیش آئی تو ہمارے معتمد علماء ہی اس فریضہ کو سرانجام دیں گے۔

دین پور ضلع مراد آباد میں ہونے والے اجلاس منعقدہ مئی ۱۹۴۷ء میں اس امر کا اعادہ کیا گیا اور جن علماء کرام پر اعتماد کا اظہار کیا گیا کہ وہ درس نظامی میں ترمیم کا حق رکھتے ہیں ان میں حضرت شیخ الحدیث صدر المدرسین مدرسہ مظہر اسلام بریلی کا اسم گرامی نمایاں حیثیت سے شامل ہے۔ (۱۱)

(۱۱) تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ہفت روزہ الفقیہ امرتسر۔ ۱۴/۷ مئی ۱۹۴۷ء ص ۱۰/۹

ممتاز مفتی

دورِ آخر کے علماء عموماً ایک آدھ وصف میں ممتاز ہوئے ہیں۔ اگر کوئی مدرس ہے تو تقریر پر قدرت نہیں رکھتا۔ واعظ ہے تو تدریس وتصنیف کا ملکہ نہیں رکھتا۔ تدریس اور تقریر میں کمال ہے تو فتویٰ نویسی کی مشق حاصل نہیں۔ اگر کوئی مناظر ہے تو تدریس کبھی نہ کی .... مگر قدرت کی فیاضی سے حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ بیک وقت اعلیٰ پایہ کے مدرس، بے مثال محدث، خوش بیان مقرر، محقق، مصنف اور متین ومتدین مفتی ہیں۔ اور ہمہ علوم وفنون میں مہارت تامہ رکھتے ہیں۔ آپ نے تھوڑی سی مدت میں ایسی ترقی کی جہاں ترقی کرنے والے برسوں کے بعد پہنچ پاتے ہیں۔

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کی ذاتی کوششوں کے علاوہ آپ کو ان اساتذہ کرام سے استفادہ کا موقع ملا جن کی فقاہت وثقاہت آج کے دور میں بھی دورِ اول کی یاد تازہ کر دیتی ہے۔ حضرت مولانا امجد علی اعظمی قدس سرہ سے آپ نے اجمیر مقدس میں سات آٹھ سال درس لیا اور پھر فراغت کے بعد بھی منظر اسلام بریلی کی تدریس کے دوران ان کی سرپرستی حاصل رہی۔ مولانا امجد علی اعظمی کی فقاہت کا اعتراف اس سدی کے مجدد امام احمد رضا قدس سرہ نے بھی کیا ہے اور اس اعتراف کے طور پر آپ کو "صدر الشریعہ" کا لقب عطا فرمایا۔ حضرت صدر الشریعہ کی ایک تصنیف بہار شریعت اردو زبان میں فقہ اسلامی کا دائرۃ المعارف (انسائیکلوپیڈیا) ہے۔ اردو زبان میں فقہ اسلامی پر اس سے بہتر کوئی کتاب اب تک تصنیف نہ ہوسکی۔ مصنف بہار شریعت حضرت صدر الشریعہ نے جو فتاویٰ جاری کئے وہ فتاویٰ امجدیہ کے نام سے جمع ہوئے اور جن کا کچھ حصہ شائع ہوا ہے۔ فتاویٰ امجدیہ کی نقل کا کام بھی حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ نے کیا۔ (۱)

علاوہ ازیں تدریس کے ابتدائی دور میں حضرت مفتی اعظم مولانا محمد مصطفیٰ رضا (خلف اصغر وخلیفہ امام احمد رضا) قدس سرہما سے آپ نے فقہ پڑھی اور تدریس سے فراغت کے بعد حضرت مفتی اعظم قدس سرہ کے پاس افتاء کا کام شروع کیا۔ فتویٰ نویسی اور ردِ مرتدین آپ نے حضرت مفتی اعظم کی زیر نگرانی حاصل کئے۔ (۲)

(۱) دیباچہ فتاویٰ امجدیہ جلد اول از مولانا عبد المصطفیٰ الازہری

(۲) ماہنامہ نوری کرن، بریلی، مارچ واپریل ۱۹۶۳ء، ص ۱۷، مضمون حضرت مولانا حسنین رضا خان بریلوی، ابن حسن رضا بریلوی قدس سرہما

فن سوانح نگاری کے ماہرین سوانحی مواد میں مکاتیب اور تصانیف کا ذکر تو کرتے ہیں مگر فتویٰ نویسی کا تذکرہ نہیں کرتے۔ حالانکہ فتویٰ نویسی کی اہمیت مکاتیب اور تصانیف کی طرح بلکہ ان سے بڑھ کر ہے۔ مجیب و مفتی کے حالات کی تدوین میں اس کی شخصیت اور اندازِ فکر معلوم کرنے کے لئے ضروری ہے کہ اس کے فتاویٰ کا ہوش مندی سے مطالعہ کیا جائے۔

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ فقیہ النفس تھے۔ فتویٰ نویسی میں آپ کو یدِ طولیٰ حاصل تھا۔ منظر اسلام بریلی، مظہر اسلام بریلی اور مظہر اسلام فیصل آباد کے دارالافتاء برصغیر کے مسلمانوں کا مرجع نظر اور مرکز نگاہ ہیں دور دراز علاقوں سے استفتاء آتے۔ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ ان کا جواب لکھتے۔ اختلاف رائے کے باوجود اپنے اور بیگانے سب آپ کے تعمقِ نظر اور تفقہ فی الدین کے معترف تھے۔ آپ کے فتاویٰ خواص و عوام میں قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔

عام طور پر اردو میں مقالہ نگاری کو علی گڑھ تحریک کا مرہون منت تصور کیا جاتا ہے۔ حقائق اور واقعات اس کی تصدیق نہیں کرتے۔ اس تحریک سے پہلے اور بعد، مجموعہ ہائے فتاویٰ میں ایسے فتاویٰ ملتے ہیں جن کو اردو کے بہترین مقالات میں شمار کیا جاسکتا ہے۔ باوجودیکہ ان فتاویٰ کے مجیب و مفتی اس تحریک کے مخالف رہے۔ فتاویٰ رضویہ اور فتاویٰ امجدیہ اور فتاویٰ مصطفویہ کا ذکر اس ضمن میں دلچسپی سے خالی نہیں۔ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کے بہت سے فتاویٰ اردو کے بہترین مقالات ہیں۔

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کے فتاویٰ کا اندازِ تفہیم و تحقیق بڑا فاضلانہ ہے۔ **بیشتر فتاویٰ مفصل و محقق ہیں۔** اگرچہ آپ اس مقام فقاہت پر فائز تھے کہ آپ کا قول خود دلیل تھا اور عموماً مستفتی کو کسی **استدلال کی ضرورت نہیں ہوتی۔** اس کے باوجود آپ بلاغت و جامعیت کے ساتھ دلائل کو ضرور بیان فرماتے۔ اس کے **برعکس آپ کے اکثر معاصر** مفتیان عظام جواب فتویٰ میں صرف ایک حرف ہاں یا نہ، جائز یا ناجائز.......... **یا ایک ہی جملہ لکھنا کافی سمجھتے تھے۔** فتاویٰ رشیدیہ، فتاویٰ دیوبند، فتاویٰ امدادیہ وغیرہ اس ضمن میں دیکھے جاسکتے ہیں۔

نظریاتی اختلاف کے باعث آپ نے بتقاضائے غیرت مذہبی یا **ردِّعمل** کے طور پر بعض فتاویٰ لکھے ہیں۔

گستاخانِ خدا و مصطفیٰ (جل وعلاو ﷺ) کی تردید میں لکھے گئے فتاویٰ غیرت مذہبی اور ردِّعمل کا نمونہ ہوتے ہیں۔ اس کے باوجود ان ناقدانہ فتاویٰ کا انداز بھی متین ہے۔ ان میں حق کی طرف رجوع کی دعوت بھی ہے اور ''انا'' پر قائم رہنے پر سوز دروں بھی.......... ردِّعمل کے اس تلخ فریضہ کی انجام دہی میں سوقیانہ اندازِ تخاطب سے قطعاً اجتناب کیا گیا ہے.......... ہاں یہی ایک مفتی کی شان ہے۔

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ فتویٰ جاری کرنے سے پہلے مسئلہ کے مختلف پہلوؤں پر اچھی طرح غور فرمالیتے۔ دلائل و براہین کے پیش نظر موقف متعین اور واضح فرماتے۔ ایسا ہرگز نہ ہوتا کہ موقف متعین کر کے اس کے لئے دلائل کی تلاش کی جاتی.......... ایسا کرنا تو کسی طرح بھی جائز نہیں۔

مسلمانوں کی سیاسی تحریکات میں فتویٰ کی اہمیت کسے معلوم نہیں۔ غیر متدیّن رہبروں کی ہزاروں تقریریں وہ انقلاب برپا نہیں کرسکتیں جو ایک متدین، متقی مفتی کے ایک فتویٰ سے برپا ہو جاتا ہے۔ تاریخ میں اس نوعیت کی بے شمار مثالیں موجود ہیں۔

۱۸۵۷ء کے جہاد آزادی، تقسیمِ ہند سے قبل تحریکِ آزادی ہند کے زمانہ میں، خود تحریکِ پاکستان کے زمانہ میں اور تقسیمِ ہند کے بعد.......... فتووں کی بدولت بے شمار تحریکات پروان چڑھیں اور مسلمانوں میں مذہبی و سیاسی جوش اُبھرا.......... آج کے گئے گزرے دور میں بھی کوئی مخلصانہ سیاسی فتویٰ دیا جائے تو اس کا اثر ''محسوس'' کیا جاسکتا ہے۔ تحریکِ پاکستان کے دوران مسلمان ایک نازک دور سے گزر رہے تھے۔ ایک طرف انگریز مسلمانوں کو ہمیشہ غلام رکھنے پر مُصر تھا۔ دوسری طرف ہندوؤں کے خطرناک عزائم تھے جو مسلمانوں کا ملی وجود ہی ختم کرنے پر تلا ہوا تھا۔ ان حالات میں مسلمان راہنماؤں نے الگ وطن کا مطالبہ کر رکھا تھا۔ مسلمان کا مقابلہ حکمران طبقہ انگریز اور اپنے سے کئی گنا طاقتور اور مال دار ہندوؤں سے تھا۔ ان حالات میں سنی علماء عظام اور مفتیان کرام نے تجویز پاکستان کی حمایت میں فتاویٰ جاری کئے۔ علماء کے ایک مشترکہ فتویٰ میں جو بریلی سے شائع ہوا، حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ بحیثیت مفتی شامل تھے۔ (۳)

---

(۳) تفصیل کے ملاحظہ ہو۔

(ا) دبدبہ سکندری رامپور۔ مجریہ ۲۴ ربیع الاخر ۱۳۶۵ھ / ۲۹ مارچ ۱۹۴۶ء

(ب) خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس۔ مرتبہ محمد جلال الدین قادری۔ مطبوعہ مکتبہ رضویہ گجرات

ان مخلصانہ فتاویٰ نے مسلمانانِ برصغیر میں جوش وجذبہ پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ صحیح سمت کی طرف راہنمائی کی اور مسلمانوں میں ایک انقلاب برپا کر دیا۔تحریکِ پاکستان کی تاریخ کا طالب علم ان حقائق سے واقف ہے۔

قیام پاکستان کے بعد ۱۹۵۲ء میں قادیانیوں کے خلاف تحریک چلی۔بعض سنی علماء نے دیوبندی، وہابی، شیعہ وغیرہ تمام فرقوں کے لوگوں سے مل کر تحریک ختم نبوت میں حصہ لیا۔حالانکہ انہی سنی علماء کے عقیدہ کی رو سے باقی فرقوں کے لوگ اپنے کفریہ اقوال کے باعث دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔اس سے پہلے وہ بارہا فتویٰ دے چکے تھے کہ ان کے ساتھ مذہبی اتحاد اور میل جول ناجائز ہے۔حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ اور چند دیگر متدین متقی علماء اس اتحاد میں شریک نہ ہوئے۔

ان کا فتویٰ تھا کہ مسلمانوں پر لازم ہے کہ بے دینوں اور بدمذہبوں اور اللہ و رسول کے دشمنوں سے اس قسم کا میل جول اور اتحاد روا نہیں۔حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ نے ان متدین و متقی مفتیانِ عظام سے مل کر الگ تحریک چلائی۔ان حالات میں بیگانوں کے علاوہ بعض اپنوں نے بھی آپ کے اس طرزِ عمل کی مخالفت کی۔شدید مخالفت کے باوجود آپ کے پائے ثبات میں تزلزل نہ آیا۔بالآخر جب مخالفت کا طوفان تھما تو لوگوں نے دیکھا کہ حق وہ تھا جو حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ نے کہا اور کیا۔

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ نے محض دینی و مذہبی فریضہ کی خاطر بغیر کسی معاوضہ کے ساری عمر فتاویٰ جاری کئے۔ہر شخص خواہ وہ مظلوم ہوتا یا سائل۔کسی وقت بھی آپ سے فتویٰ لے سکتا تھا۔اسی للّٰہیت کی برکت تھی کہ آپ کے فتاویٰ خواص و علماء میں مقبول تھے۔فتویٰ پر کبھی کوئی معاوضہ نہ خود قبول کیا اور ہمیشہ اپنے تلامذہ و متوسلین کو یہ نصیحت فرماتے کہ فتویٰ، وعظ یا تقریر پر کوئی معاوضہ طلب نہ کریں۔اس دور میں جب کہ بات پوچھنے کا بھی مول ہے......
......یہ طرزِ عمل کتنا دل نواز ہے۔حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کی صحبت میں بیٹھنے والے جانتے ہیں کہ حق بات واضح ہو جانے پر جو فتویٰ جاری فرماتے۔اس میں ترمیم و تنسیخ کبھی نہ فرماتے۔خواہ اس کے لئے کتنا ہی دباؤ کیوں نہ پڑتا۔

۱۹۵۶ء میں، اس سے پہلے اور بعد......رؤیت ہلال کے معاملہ میں، قرآن و حدیث اور فقہاء کے اقوال کی

روشنی میں جو موقف آپ نے اختیار فرمایا وہ آپ کے عزم راسخ کا بین ثبوت ہے۔عوام الناس اور خود بعض سنی علماء کا اصرار، اس پر حکومت کا دباؤ مستزاد ہوتا۔مگر کیا مجال مردِ حق حکم شرعی میں ذرا بھی تبدیلی کریں۔

۱۰ اگست ۱۹۵۳ء بروز پیر ۲۹ ذی قعدہ کو چاند بصیر پور ضلع ساہیوال میں چند متدین لوگوں اور مدرسہ کے طلباء نے دیکھا۔ان شہادتوں کی بنا پر حضرت مولانا نور اللہ نعیمی (م ۱۴۰۳ھ/۱۹۸۳ء) نے فتویٰ دیا کہ عید بقر جمعرات کو ہوگی۔مگر بعض لوگوں نے محض اخبار اور ریڈیو کی خبر پر اعتماد کرتے ہوئے جمعہ کو عید بقر کی اور بصیر پور کے اکثر لوگوں نے جمعہ کو ہی قربانی دی۔اس صورت حال کو پیش کر کے ان لوگوں کے طرزِ عمل پر حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ سے استفتاء کیا گیا۔آپ نے فتویٰ دیا کہ شرعی شہادت کی موجودگی میں بصیر پور میں عید بقر جمعرات کو تھی۔مولانا نور اللہ بصیر پوری کا فتویٰ درست تھا۔مگر جن لوگوں نے مولانا کے فتویٰ پر عمل نہیں کیا وہ گنہگار ہوئے۔اس فتویٰ کے یہ الفاظ کتنی دل سوزی کا اظہار کرتے ہیں۔

> ’’حسد بہت بری بلا ہے۔حسد کی وجہ سے مسائل شرعیہ پر عمل کرنے میں ہرگز تکاسل نہ چاہئے۔اللہ تعالیٰ حسد سے محفوظ رکھے۔‘‘ (۴)

متدین، متقی مفتی کا کمال یہ ہے کہ جو کچھ وہ اپنے قلم سے لکھے یا زبان سے کہے اگر وہ خود ان حالات سے دوچار ہو تو اس پر سختی سے عمل پیرا ہو اور اس کا ہر ہر عمل اس کے قول پر گواہ ہو۔درحقیقت یہی طرزِ عمل افضلیت و امتیاز کا باعث بنتا ہے۔قول و فعل کی یکسانیت کے اعتبار سے جب بھی آپ کی حیات مبارکہ پر نظر پڑتی ہے تو آپ کے اعمال اپنے اقوال کی تصدیق کرتے ہیں۔اس سلسلہ کی چند مثالیں ملاحظہ کیجئے۔

(۱)

اکابر علماء کے متفقہ فتویٰ کے مطابق آپ کا بھی فتویٰ تھا کہ فوٹو بنانا، بنوانا اور تصویر سازی (خواہ عکسی ہو یا دستی) ناجائز و حرام ہے۔۱۹۴۵ء میں آپ نے پہلا حج کیا تو پاسپورٹ کے لئے تصویر نہیں بنوائی۔

(۴) قلمی رجسٹر نقول فتاویٰ حضرت شیخ الحدیث بانی جامعہ رضویہ مظہر اسلام فیصل آباد
حضرت مولانا مفتی ابوسعید محمد امین مدظلہ مہتمم جامعہ امینیہ رضویہ، فیصل آباد کی معرفت اس رجسٹر سے استفادہ کا موقع ملا۔حضرت مولانا موصوف حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کے ارشد تلامذہ و خلفاء میں سے ہیں اور آپ کی حیاتِ مبارکہ میں جامعہ رضویہ فیصل آباد میں فتویٰ نویسی کرتے تھے۔
فقیر قادری عفی عنہ

﴿ب﴾

۱۹۴۷ء تقسیم ہند کے بعد آپ پاکستان آگئے۔ ان دنوں ابھی تک ایک دوسرے ملک میں آنے جانے کے لئے پاسپورٹ اور ویزا کی پابندی نہ تھی۔ ۱۹۴۸ء کو آپ دوبارہ بریلی تشریف لے گئے اور وہاں مظہرِ اسلام میں طلبہ کو سبق پڑھانے شروع کر دیئے۔ تھوڑے ہی عرصہ بعد جب پاسپورٹ اور ویزا کی پابندی لازمی ہوگئی تو آپ واپس پاکستان آگئے۔ باوجود انتہائی خواہش کے پھر بریلی نہ جاسکے۔ کیونکہ اس کے لئے فوٹو بنوانا پڑتا تھا۔

﴿ج﴾

۱۹۵۶ء کو دوبارہ حج کے لئے درخواست دی مگر درخواستِ حج میں وضاحت فرمادی کہ وہ اس کے لئے فوٹو نہیں بنوائیں گے۔ چنانچہ خصوصی شناختی سرٹیفکیٹ کے ہمراہ آپ کو حج پاسپورٹ جاری ہوا۔ اس طرح آپ نے اپنے فتویٰ کی تصدیق اپنے عمل سے کردی۔ (۵)

﴿د﴾

آپ نے ہمیشہ فتویٰ دیا کہ اہانت رسول کے مرتکب لوگوں، بے دینوں، بدمذہبوں اور اللہ اور رسول کے دشمن فرقوں سے کسی قسم کا میل جول نہ رکھا جائے۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت کی مجلس عمل چونکہ سنی، دیوبندی، وہابی، شیعہ وغیرہ علماء پر مشتمل تھی۔ اس لئے باوجود بار بار کے استدعاء کے آپ اس مجلس عمل میں شامل نہ ہوئے اور خود اپنے طور پر علیحدہ ختم نبوت کے منکرین کے خلاف جہاد کیا۔ مولانا قاری محبوب رضا قدسی، کراچی اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں۔

''بعض جوشیلے نوجوان بضد ہیں کہ دوسری جماعتوں کے ساتھ مل کر تحریک چلائی جائے مگر شیخ الحدیث اپنے اٹل فیصلہ پر نہایت خود اعتمادی کے ساتھ عمل پیرا ہیں اور فرماتے ہیں کہ ہم غیروں کے ساتھ اشتراک عمل کو مناسب نہیں خیال کرتے۔ ہم مطالبات کی پوری حمایت کرتے ہیں مگر گرفتاریاں اپنے پلیٹ فارم سے دیں گے۔ دوسرے اپنے پلیٹ فارم سے گرفتاریاں دیں۔

(۵) ۱۹۴۵ء اور ۱۹۵۶ء کے حج وزیارت مدینہ منورہ کے دونوں پاسپورٹ حضرت مولانا قاضی محمد فضل رسول مدظلہ فیصل آباد کے پاس محفوظ ہیں۔ انہی کی مہربانی سے ان کے عکس اس کتاب میں شامل کردیئے گئے ہیں۔ فقیر قادری عفی عنہ

ناموس رسالت کی حفاظت کے لئے اپنے خون کا آخری قطرہ بہانا ہمارے واسطے فخر ومباہات ہے مگر ہم اہانت مصطفیٰ ﷺ کرنیوالوں سے اشتراکِ عمل کسی طرح بھی پسند نہیں کریں گے۔ چنانچہ اپنے اس صحیح فیصلہ پر آخر دم تک ڈٹے رہے۔ اور جامعہ رضویہ کے پلیٹ فارم سے گرفتاریاں جاری رہیں۔'' (۶)

اس دور میں آپ کے فقہی موقف کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ اس دور میں آپ کے تحریر کردہ فتویٰ کے چند اقتباسات پیش کئے جائیں۔ چنانچہ جناب نیاز محمد زرگر مقیم محلہ ہرچیرن پورہ، فیصل آباد کے ایک استفتاء کے جواب میں لکھتے ہیں۔

''مرزائی قادیانی اسلام کے دشمن، کافر ومرتد ہیں۔ وزیر خارجہ (ظفر اللہ خاں) مرزائی کو وزارت سے علیحدہ کیا جاوے۔ اس میں کسی مسلمان کو اختلاف کرنے کی گنجائش نہیں۔ ہر مسلمان کا یہ مطالبہ ہونا چاہئے کہ وزیر خارجہ کو علیحدہ کیا جاوے۔ مگر وہابیوں، دیوبندیوں، شیعہ رافضیوں سے میل جول، ان سے اتحاد ہمارے نزدیک درست نہیں۔'' (۷)

تحریکِ ختم نبوت کے دوران کچھ لوگوں نے مالی جانی ہر قسم کی قربانیاں پیش کیں۔ دیوبندی، وہابی علماء نے بھی اس میں اپنا حصہ بتایا کہ ہمارے فلاں فلاں صاحب نے ختم نبوت پر اپنا مال جان قربان کردیا ہے۔ ختم نبوت کے تحفظ کی اس تحریک کے حوالے سے ان علماء نے عوام الناس میں اپنا مقام بنانے کے لئے حیلے حوالے کئے۔ اس صورت حال پر حضرت شیخ الحدیث اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

''وہابی دیوبندی چونکہ شانِ نبوت وشانِ رسالت میں بے ادب گستاخ ہیں لہٰذا وہ بغیر توبہ کئے شانِ رسالت پر کیسے قربان ہوسکتا ہے۔ مرنا اور چیز، اور عزتِ نبوت پر قربان ہونا اور چیز ہے۔ ہم سب اہلِ سنت مرزائیوں کو کافر مرتد جانتے ہیں اور مطالبہ کرتے ہیں کہ حکومت کو ضرور چاہئے کہ وزیرِ خارجہ کو علیحدہ کردے۔'' (۸)

(۶) ماہنامہ نوری کرن، بریلی۔ مارچ اپریل ۱۹۶۳ء۔ ص ۲۳
(۷) قلمی رجسٹر نقول فتاویٰ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ
(۸) قلمی رجسٹر فتاویٰ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ (دور فیصل آباد)

مجلس عمل کے سنی اور غیر سنی اتحاد سے الگ رہ کر آپ نے تحریک ختم نبوت میں نمایاں کردار ادا کیا۔ مجلس عمل سے عدمِ اشتراک پر آپ کے خلاف وہ طوفان برپا کیا گیا۔ الامان والحفیظ ۔آپ کے مقابل مرزائی، حکومت اور مجلسِ عمل کی انگیخت پر بعض اپنے اور بیگانے سب تھے۔ آپ کی جگہ اگر کوئی اور ہوتا تو نہ معلوم اس کے طرز عمل میں کیا تبدیلی آتی .... مگر دورِ عزیمت کی کیفیت خود آپ کے الفاظ میں پڑھئے اور کردار کی عظمت کا اندازہ کیجئے۔

''دورِ حاضر میں یہ چند روز عجیب گذرے۔ اپنی زندگی کی تاریخ میں ایسے دن گذارنے کا پہلا اتفاق ہوا۔ نہ اٹھتے چین نہ بیٹھتے چین ۔نہ بولتے چین، نہ چپ رہتے چین۔ کہیں تو کیا کہیں، چپ رہا جائے تو کیونکر۔ امام اہلِ سنت مجددِ دین وملّت اعلیٰ حضرت عظیم البرکت قدس سرہ العزیز کے فیض سے چین ملا۔ ان کے بیان فرمودہ طریقہ پر قائم رہنے سے تسکین ہوئی۔ خلافت کمیٹی گاندھویت کے دور اور ندوہ کے نشو ونما کے زمانہ میں سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کا جو لائحہ عمل رہا اس پر استقامت سے، انہیں کے صدقہ سے باعث قرار وسکون ہوا۔ فقیر تقریباً نو ماہ سے متواتر تقریر و تحریر میں، جمعہ کے خطبات، اجلاس میں بغیر خوف لومۃ لائم یہ بیان کرتا رہا کہ بد مذہبوں، وہابیوں، دیوبندیوں، غیر مقلدوں، شیعہ رافضیوں، مودودیوں، تبلیغی جماعت والوں، مرزائیوں قادیانیوں سے میل جول، سلام وکلام شرعاً منع اور ناجائز ہے۔ مجلس عمل میں چونکہ دین کے دشمن، ملک کے دشمن، غدار لوگ بھی شامل ہیں، لہٰذا فقیر اس میں شامل نہیں۔ رہے حکومت سے مطالبات تو وہ مطالبات کرنا جائز وصحیح ہے۔ چنانچہ ہماری طرف سے بھی وہ مطالبات کئے گئے۔ مگر ملک میں امن عامہ کو خطرے میں ڈالنا، عام مسلمانوں کے جذباتِ ایمانی کو غلط طریقہ سے استعمال کرنا، لوٹ گھسوٹ اور غدر کی صورتیں نکالنا شرعاً ہرگز درست نہیں۔ لائل پور میں بارہا تقریروں میں اپنے مسلک کو واضح کیا۔ لاہور کے جلسہ حزب الاحناف میں، جلسہ گڑھی شاہو میں اور کراچی جلسہ عرس مبارک اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز میں بھی اور اور مقامات میں بھی اپنا مسلک اہل سنت واضح کیا۔ کھلے اور صاف الفاظ میں واضح کیا۔ یہاں پر مجلس عمل کے بعض ذمہ داروں نے جلسہ عام میں یہ علانیہ بیان کیا کہ اگر سردار احمد ہمارے ساتھ مل

جائے تو ہم سب اس کو اپنا امام بناتے ہیں اور ہم سب (دیوبندی، غیر مقلد، مودودی، تبلیغی جماعت والے) اس کے پیچھے لگنے کو تیار ہیں۔ وہ ہمارے امام اور ہم ان کے مقتدی۔ بلکہ مجلس عمل کے ذمہ دار ایک وفد لے کر فقیر کے پاس آئے اور انہوں نے کہا کہ ہم آپ کو سارے شہر لائل پور کا صدر اور امیر بناتے ہیں۔ لہٰذا آپ سارے شہر لائل پور والوں کے امیر اور امام بن جائیں۔ مگر فقیر نے ان سے یہ کہا کہ مجھے نہ امارت کی حرص ہے۔ نہ صدر وامام بننے کا لالچ۔ دیوبندی وہابی مولویوں کے پیشواؤں نے جو عبارتیں شانِ الوہیت وشانِ رسالت وشانِ صحابہ کرام وشانِ اہلِ بیتِ اطہار وشانِ بزرگانِ دین کے خلاف صریح بے ادبی وگستاخی کی لکھی ہیں ان عبارتوں سے دیوبندی وہابی توبہ کرلیں۔ تو امامت تو امامت، فقیر تو ان کا مقتدی بننے کو تیار ہے۔ اور اسی طرح جتنے گمراہ بے دین فرقے مجلس عمل میں داخل ہیں جب تک وہ گمراہی بے دینی سے توبہ نہ کریں فقیر ان کے ساتھ ملنے کو ہرگز تیار نہیں ....

یہاں جب مجلس عمل والوں نے جلسے وجلوس کے سلسلہ شروع کئے اور فقیر کے متعلق بے دینوں نے غلط پروپیگنڈے کئے تو بے دین تو دشمن تھے ہی اپنے بھی ان کے اثر میں آ کر مخالف ہو گئے۔ حتی کہ سوائے چند گنتی کے افراد کے، سارا شہر مخالف ہو گیا۔ تقریباً ایک ماہ تک عجیب مخالف ہوا چلی۔ ایک ہفتہ بہت نازک فضا رہی۔ مگر حضرت داتا صاحب، حضور غوثِ اعظم، حضور خواجہ غریب نواز اور اعلیٰ حضرت امامِ اہلِ سنت رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے صدقہ سے فقیر امامِ اہلِ سنت قدس سرہ العزیز کے فرمودہ طریق پر قائم رہا اور مسلمانوں کو جلسہ وجلوس میں نہایت امن سے رہنے کی تبلیغ بلیغ کی۔ ایک ماہ کے بعد فضا کا ایسا رخ بدلا کہ اکثر لوگ موافق ہوئے اور مخالفین نے بھی استقامت کی داد دی اور یہ کہلایا کہ پبلک کے جذبے میں نہ بہنا اور اپنے نصب العین پر قائم رہنا اور ملامت کرنیوالوں کی پرواہ نہ کرنا یہ بڑا مشکل کام ہے مگر اس نے (سردار احمد نے) کر دکھایا۔ اب فضا بحمدہٖ تعالیٰ اچھی ہے۔ اس نازک دور میں سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز اور حضرت حجۃ الاسلام اور حضرت صدر الشریعہ قدست اسرارھم کے فیض نے بڑی دستگیری فرمائی اور حضرت مفتی اعظم قبلہ کی خدمت کی برکت سے بہت نفع پہنچا۔'' (۹)

(۹) رجسٹر نقول فتاویٰ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ

تحریک ختمِ نبوت (۱۹۵۲ء) میں حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کا وہی طرزِ عمل رہا جو تحریکِ خلافت وترکِ موالات میں امام احمد رضا قدس سرہ اور آپ کے ہم نوا اکابر کا رہا۔ جوش وجنون کے عالم میں تو ان حضرات کے خلاف ہر قسم کا مکروہ پروپیگنڈا کیا گیا۔ انگریز کے پٹھو، آزادی کے دشمن، مسلمانوں کے غدار.......... وغیرہ۔ مگر جب طوفان تھما تو معلوم ہوا کہ حق ان کے ساتھ تھا اور یہ حق کے ساتھ تھے۔ یہی حال ختم نبوت کی تحریک کے دوران حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے ساتھ گذرا۔ مخالفت، مخالفانہ پروپیگنڈا، اشتہار بازی، غلط بیانات..........اور سفید جھوٹ.......... کاش اس وقت اہل سنت وجماعت جماعتی اور انفرادی امتیازی حیثیت سے تحریک میں حصہ لیتے تو آج تاریخ مختلف ہوتی۔ بعض راز افشا کرنے والوں کے طرز عمل سے جو نقصان اٹھانا پڑا اس سے حفاظت رہتی .... تاریخ شاہد ہے کہ جب بھی حق نے باطل سے اشتراکِ عمل کیا' ہمیشہ حق پر چلنے والوں کو نقصان اٹھانا پڑا۔

منظر اسلام بریلی میں تدریس کے ابتدائی ایام میں ہی (۱۳۵۲ھ/۱۹۳۴ء) آپ نے فتویٰ نویسی کا کام شروع کر دیا۔ فی الحال اس کا تعین تو مشکل ہے کہ آپ نے پہلا فتویٰ کب لکھا۔ مگر منظر اسلام بریلی میں مدرس دوم کی حیثیت سے حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ نے جو فتاویٰ لکھے ہیں وہ آپ کی فقاہت، ثقاہت اور کمالِ علمی پر بین دلیل ہیں۔ ۲۴ شوال المکرّم ۱۳۵۳ھ/۳۰ جنوری ۱۹۳۵ء کو راجکوٹ کاٹھیاواڑ (انڈیا) سے سید عبدالاول میاں قادری نے ایک استفتاء پیش کیا جس میں تراویح کے ایک مسئلہ کے بارے میں بہار شریعت اور امداد الفتاویٰ (مولفہ مولوی اشرف علی تھانوی) کے اختلاف کے بارے میں پوچھا گیا۔ استفتاء میں یہ بھی لکھا گیا تھا کہ مولانا حشمت علی خاں کے سامنے بھی یہ مسئلہ پیش کیا گیا (جب وہ اس علاقہ میں تبلیغ کے لیے تشریف لے گئے) تو آپ نے مسئلہ سے متعلقہ کتابیں پاس نہ ہونے کے باعث جواب دینے سے معذوری ظاہر کر دی اور آپ کی طرف رجوع کرنے کو کہا۔ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ نے منظر اسلام بریلی میں جو فتویٰ لکھا وہ دلائل قاہرہ سے مزین ہے۔ فتویٰ کے آخر میں آپ لکھتے ہیں۔

''پھر کسی مسئلہ کے جواب میں روایت نقل کرنا اور بات ہے اور صحیح ومفتیٰ بہ ومختار قول بتانا اور بات۔ مولوی اشرف علی نے مسئلہ مذکورہ کے متعلق ایک روایت نقل کی ہے اور حضرت استاذ محترم صدر

المدرسین مفید الطالبین مدظلہ العالی نے بہار شریعت میں مسئلہ کا جواب صحیح وصواب مفتی بہ ومختار تحریر فرمایا ہے۔ **وشتا ن مابیھنما فا فھم واللہ تعالیٰ اعلم**۔'' (۱۰)

تیس سال سے کم عمر اور دو سال سے کم تجربہ تدریس کے باوجود حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کے فتویٰ کے انداز ظاہر کرتے ہیں کہ آپ نہ صرف مفتی ہیں بلکہ دو مفتیوں کے درمیان اختلاف کی صورت میں ایک قول کو دلائل سے ترجیح دے سکتے ہیں۔ اس مقام کی عظمت کا اندازہ صاحبانِ علم خوب کر سکتے ہیں۔

فیصل آباد کے قیام کے دوران آپ کے سامنے نکاح کے محرمات کے بارے میں ایک فتویٰ پیش ہوا۔ مفتی جامعہ رضویہ نے بڑی محنت سے اس کا جواب لکھا۔ جب تصدیق کے لئے حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کے سامنے آیا تو آپ نے جو لکھا اس کے آخری جملے یوں ہیں۔

''بخاری شریف کتاب النکاح جلد دوم، صفحہ ۷۶۵ میں ہے۔

"وجمع عبداللہ بن جعفر بین ابنۃ علی (ای زینب بنت فاطمۃ) **وامرأۃ علی** (ای لیلی بنت مسعود)"

لیجئے صورت سوال کا جزئیہ بخاری شریف سے مل گیا۔

والحمدللہ واللہ تعالی ورسولہ الاعلی اعلم واحکم بالصواب،، (۱۱)

جواب فتویٰ کے تیور بتاتے ہیں کہ آپ کی نگاہ نہ صرف کتبِ فقہ پر حاوی ہے بلکہ احادیثِ طیبہ میں موجود فقہی جزئیات بھی آپ کی نظر سے پوشیدہ نہیں۔ جلیل القدر مفتی کی یہی شان ہے۔

ایسا تو اکثر ہوتا ہے کہ مفتیانِ عظام ایک دوسرے کے فتاوی کی تصدیق وتصویب کرتے ہیں۔ مگر ایسا کم دیکھنے میں آیا ہے کہ ایک جلیل القدر مفتی، نے جس کا قول خود فتویٰ ہو، کسی دوسرے مفتی سے استفتاء کیا ہو۔ بالخصوص ان

(۱۰) قلمی رجسٹر نقول فتویٰ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ (عرصہ بریلی)
رجسٹر نقول فتاویٰ میں اس سے پہلے کے بھی فتاویٰ موجود ہیں۔ مگر ان کی تاریخ کا تعین ابھی تک نہ ہوسکا۔ اس رجسٹر نقول فتاویٰ سے استفادہ حضرت مولانا محمد فضل رسول مدظلہ خلف اکبر حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کی کرم نوازی سے ہوا۔ کاش کوئی اشاعتی ادارہ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کے فتاویٰ کو شائع کر کے ان کے افادہ کو عام کرے۔

(۲) رجسٹر نقول فتویٰ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ

حالات میں جب مفتی، مستفتی سے سند اور عمر میں دوسرے درجہ پر ہو۔ مگر حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ سے جلیل القدر مفتیانِ عظام نے بھی استفتاء کر کے اپنے فتاویٰ کی تصدیق وتصویب چاہی ہے۔ اس سلسلہ میں چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

ملک العلماء مولانا محمد ظفر الدین فاضل بہار (م ۱۹ جمادی الاخری ۱۳۸۲ھ/ ۱۸ نومبر ۱۹۶۲ء) امام احمد رضا بریلوی کے ارشد تلامذہ اور اعظم خلفاء سے ہیں۔ ان کی فقاہت وثقاہت خود مسلم ہے۔ مگر انہوں نے حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ سے ایک فتویٰ طلب کیا کہ مقتدیوں کو اقامت کے کس مرحلہ میں کھڑا ہونا چاہئے۔

حضرت ملک العلماء قدس سرہ نے یہ فتویٰ ۱۳۷۱ھ/ ۱۹۵۲ء سے ۱۳۸۰ھ/ ۱۹۶۲ء کے درمیان کسی وقت طلب کیا۔ جب کہ آپ جامعہ لطیفیہ کٹھیار (بہار) میں صدر مدرس تھے۔ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ نے فقہ وحدیث کے دلائل سے استفتاء کا مدلل جواب لکھا۔ (۱۲)

ایک مرتبہ حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا قدس سرہ (م ۱۹۴۳ء) خلف اکبر وخلیفہ اعظم امام احمد رضا بریلوی نے ایک فتویٰ لکھا۔ ان دنوں وہ دار العلوم منظر اسلام بریلی کے مہتمم تھے۔ ان دنوں حضرت شیخ الحدیث، دار العلوم مظہر اسلام بریلی کے شیخ الحدیث تھے۔ حجۃ الاسلام اپنے فتویٰ کی تصدیق وتصویب کے لئے مظہر اسلام بریلی میں تشریف لائے اور اپنا فتویٰ دکھا کر حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ سے فرمانے لگے۔

''مولانا! میں نے یہ فتویٰ لکھا ہے۔ کیسا ہے؟ کیا آپ اس کی تصدیق کریں گے''۔ (۱۳)

شیخ الاسلام خواجہ محمد قمر الدین سیالوی (م ۱۴۰۲ھ/ ۱۹۸۲ء) علیہ الرحمۃ نے حرمت مصاہرت کے ایک مسئلہ پر عربی زبان میں فتویٰ لکھا اور تصدیق کے لئے جامعہ رضویہ فیصل آباد کے دار الافتاء میں روانہ فرمایا۔ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کے حکم سے مفتی دار الافتاء مولانا ابو سعید محمد امین مدظلہ نے عربی زبان میں اس کی تصدیق کی۔ (۱۴)

(۱۲) قلمی رجسٹر نقول فتاویٰ (دور لائل پور) حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ

(۱۳) مولانا سید محمد جلال الدین شیخ الحدیث دار العلوم بھکھی ضلع گجرات (م ۴ ربیع النور ۱۴۰۶ھ) نے یہ روایت فقیر قادری عفی عنہ سے دسمبر ۱۹۸۳ء کو بیان فرمائی۔

(۱۴) قلمی رجسٹر نقول فتاویٰ (دور فیصل آباد) حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کی فتاویٰ نویسی کا ادبی پہلو بھی قابلِ قدر ہے۔ آپ کا وطن (متحدہ) پنجاب تھا۔ مادری زبان پنجابی تھی۔ لیکن بریلی کی تعلیم اور پھر تدریس اور محبتِ شیخ کی بنا پر ہمیشہ اردو بولتے اور اردو لکھتے۔ آپ کے فتاویٰ اردو ادب میں قابلِ قدر اضافہ ہیں۔ ان فتووں کے ذریعے اگر آپ کی ادبی خدمات کا جائزہ لیا جائے تو کئی نئے گوشے سامنے آئیں گے۔

آپ نے فتویٰ نویسی کے ذریعے بعض قوانین کو ترتیب دیا ہے۔ اس لحاظ سے آپ کے فتاویٰ قانونی ادب میں بھی قابل قدر سرمایہ ہیں۔ کاش کوئی ادیب اور قانون دان آپ کے فتاویٰ کی اس حیثیت سے افادہ اور استفادہ کا پہلو واضح کرے۔ فتاویٰ کی قانونی اور ادبی حیثیت کو سمجھنے کے لئے صرف ایک فتویٰ پڑھ لیجئے۔

میمن سنگھ (بنگال) کے جناب محمد شمس الحق صاحب نے تقلید پر اہلِ حدیث کے نو سوالات (جنہیں اہلِ حدیث اپنے زعم لاجواب سمجھے بیٹھے تھے) حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کی خدمت میں جواب کے لئے دار العلوم مظہر اسلام بریلی روانہ کئے۔ آپ نے ان کا مفصل اور مدلل جواب لکھا اور ساتھ ہی چند سوالات بھی کئے۔ جن کے جواب سے آج تک اہلِ حدیث حضرات خاموش ہیں۔ ان جوابات کے شروع میں آپ نے ایک مقدمہ لکھا۔ اس کے چند جملے آپ بھی پڑھیں۔

''مذہب ودین دراصل اصول وقواعد ارکان ضروریہ قطعیہ کا نام ہے۔ احکام شرعیہ عملیہ پر عمل کرنے میں جزئی اختلاف فرعی مخالفت سے مذہب کے حقیقی اصول وقواعد سے خروج لازم نہیں آتا۔ سب صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا مذہب اسلام تھا، اس لئے کہ سب کے اصول وقواعد دین متحد تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں آپس میں فرعی اختلاف ضرور ہوا۔ مثلاً بعض نے امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ کو نہ پڑھا اور بعض نے پڑھا۔ بعض نے آمین کو نماز میں آہستہ کہا اور بعض نے جہر سے .... مگر اس اختلاف فرعی کی وجہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی دونوں جماعتوں میں سے کسی جماعت کے تقویٰ وزہد وعدالت ودیانت، ورشد وہدایت ودین ومذہب میں کوئی فرق نہیں آیا۔ اس فرعی اختلاف کی وجہ سے ان پر کوئی اعتراض نہیں ہوسکتا۔ وہ سب کے سب ہدایت کے چمکتے ستارے ہیں۔ اللہ ورسول جل جلالہ و ﷺ کے نزدیک مقرب ومقبول ہیں.........'' (۱۵)

(۱۵) قلمی رجسٹر نقول فتاویٰ (دور بریلی) حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ

جامعہ رضویہ فیصل آباد میں حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ نے تدریس حدیث، تقریر و تبلیغ دعوت وارشاد اور دیگر بے شمار مصروفیات کی وجہ سے فتاویٰ نویسی کی خدمات مولانا ابوسعید محمد امین، مولانا محمد مختار احمد، مولانا نواب الدین اور دیگر اساتذہ جامعہ کے ذمہ سپرد کر رکھی تھیں۔ یہ حضرات آپ سے زبانی ہدایات حاصل کر کے فتویٰ کو ترتیب دیتے اور آپ سے اصلاح لے کر فتاویٰ مستفتی کے حوالہ کردیتے یا پہنچادیتے۔ اکثر فتاویٰ اول الذکر مفتی محمد امین صاحب لکھتے تھے۔

مکتبہ سنی دارالاشاعت علویہ رضویہ ڈجکوٹ روڈ فیصل آباد نے حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کے دور فیصل آباد کے بعض فتویٰ کو (دیگر علماء کے فتاویٰ کے ہمراہ) فتاویٰ حضرت محدث اعظم پاکستان کے نام سے شائع کیا ہے۔ جس سے تاثر ملتا ہے کہ آپ کے صرف یہی فتاویٰ ہیں۔ حالانکہ اس مطبوعہ مجموعہ فتاویٰ میں دور بریلی کے فتاویٰ شامل نہیں اور دور فیصل آباد کے اکثر فتاویٰ اس مجموعہ میں شامل نہ ہوسکے۔ اسی مکتبہ یا کسی اور سنی مکتبہ کو ممتاز مفتی حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کے فتاویٰ کو مرتب کر کے شائع کرنا چاہئے۔

☆☆☆☆☆

مناظرِ اسلام

علماء اصول کے نزدیک مناظرہ کی تعریف یوں کی گئی ہے۔

"اَلْمُنَاظَرَةُ تَوَجُّهُ الْمُتَخَاصِمَيْنِ فِي النِّسْبَةِ بَيْنَ الشَّيْئَيْنِ اِظْهَارًا لِلصَّوَابِ"

دو چیزوں کے درمیان درست نسبت کو ظاہر کرنے کے لئے دو متخاصمین کی توجہ کا نام مناظرہ ہے۔ (۱)

یعنی دو اشخاص (یا دو جماعتوں) کے درمیان جب ایک ہی چیز کے درست یا غلط ہونے (یا کسی اور حکم) میں اختلاف ہوجائے تو اظہارِ صواب کی اس کوشش کا نام مناظرہ ہے۔ اس اعتبار سے مناظرہ ایک ضرورت شرعی ہے۔ ائمہ مجتہدین، مشائخ کرام اور علمائے متقدمین ومتاخرین میں بارہا مناظرے ہوئے۔ اسلامی مناظرہ کی تاریخ اتنی پرانی ہے جتنی کہ خود علومِ دینیہ کی تاریخ۔

مناظرہ کی مذکورہ تعریف اور اسلاف میں اس کے وجود اور وقوع سے یہ امر واضح ہوتا ہے کہ مناظرہ میں طرفین میں سے کسی کا اپنی انانیت قائم رکھنے کے لئے خواہ مخواہ اپنے موقف کو ثابت کرنے کا جذبہ کارفرما نہیں ہوتا تھا۔ بلکہ بحث وتمحیص کے بعد جب حق واضح ہوجاتا۔ فریق مقابل اسے بطیب خاطر قبول کرلیتا۔ (۲)

حق وصداقت پر مبنی، بے لچک موقف (خواہ مذہبی ہو یا دنیوی) رکھنے والوں کو قدم قدم پر اپنے موقف کی وضاحت اور مخالف کے موقف کی تردید کرنا پڑتی ہے۔ اپنے موقف میں ان بے لچک حضرات کو بارہا مناظرہ سے واسطہ پڑتا ہے ایسے وقت میں، اظہارِ حق کی خاطر، ان کا مناظرہ کرنا شرعاً واجب ہے۔ اس سے گریز کسی اعتبار سے روا نہیں۔

---

(۱) لغوی اعتبار سے اس کا معنی یوں بیان کیا گیا ہے۔
"المناظرۃ المباحثۃ والمبارۃ فی النظر واستحضار کل مایراہ ببصیرۃ والنظر البحث وھو اعم من القیاس لان کل قیاس نظر ولیس کل نظر قیاسا کذافی البصائر" (تاج العروس، جلد ۳، ص ۵۷۵)

(۲) دور حاضرہ میں مناظرہ سے نفرت کا باعث یہ ہے کہ فریقین (اکثر وبیشتر) اپنے اپنے موقف کو خواہی نخواہی ثابت کرنے کا تہیہ کئے ہوئے ہوتے ہیں۔ ان کے سامنے بحث وتمحیص کا مقصد اظہارِ صواب نہیں، بلکہ اپنے مقابل کے ہر اعتراض کا رد کرنا یا اس کے موقف کا انکارِ محض ہوتا ہے۔ جو در حقیقت مجادلہ یا مکابرہ ہوتا ہے۔ مجادلہ اور مکابرہ واقعی شریعت میں ناپسندیدہ ہیں۔ فقیر قادری عفی عنہ

مناظر، درحقیقت، ایک جماعت کا نمائندہ اور ترجمان ہوتا ہے۔ مناظرہ میں اس کی کامیابی پوری جماعت کی سرخروئی اور اس کی شکست پوری جماعت کی بدنامی شمار ہوتی ہے۔ اس تناظر میں یہ پہلو روشن ہوتا ہے کہ واضح حق و صداقت کے ترجمان اور نمائندہ مناظر کے سامنے اپنے مقابل کے موقف کو غلط ثابت کرتا ہے۔ بحث و تمحیص کے درمیان اگر وہ کہیں اپنے درست موقف کو ثابت کرنے اور معترض کے اعتراضات کا مسکت جواب دینے میں کامیاب نہ ہو تو اگرچہ اس سے کسی حقیقتِ ثابتہ کی حقانیت میں کوئی فرق نہیں پڑتا مگر کچھ دیر کے لئے اس حقیقت کا عوام الناس کی نگاہوں میں مشکوک ہو جانا ممکن ہوتا ہے۔ اپنی جماعت کے کم علم اور ناپختہ ذہنوں کو اس امکانی تشکیک کی کیفیت سے بچانا بھی مناظر کی ذمہ داری ہے۔

ایک اعتبار سے، مناظر کا کام حقائق کا متعین کرنا نہیں بلکہ حقائق کے ثبوت کے لئے مضبوط دلائل فراہم کرنا اور اس سے متعلق تمام ممکنہ اعتراضات کو دور کرنا ہے۔ اس لئے مناظر کے لئے ضروری ہے کہ

☆ وہ اپنے موقف کو واضح طور پر جانتا ہو۔

☆ اس کی تائید میں دلائل کی تفصیلات، اس کے ماخذ اور تمام ممکنہ اعتراضات کے الزامی اور تحقیقی جوابات سے آگاہ ہو۔

☆ ایسی قوتِ بیانیہ رکھتا ہو کہ اپنے موقف، دلائل اور اعتراضات کے جوابات کو باحسن انداز بیان کر سکتا ہو۔

اس کو اپنے بیان کردہ ایک ایک حرف کے ثبوت کے لئے تیار رہنا ضروری ہے۔ جو کچھ وہ بیان کرے نہایت غور و تدبر کے بعد بیان کرے۔ ایسا نہ ہو کہ جوش یا غضب میں آ کر وہ کچھ کہہ جائے جو خود اس کے موقف کی تضعیف یا تردید کر دے۔

سطورِ بالا میں مناظر کی جن صفات کا بیان ہوا، مختصر ہم اسے یوں کہہ سکتے ہیں کہ مناظرہ کے لئے ضروری ہے علوم عقلیہ و نقلیہ میں حد درجہ امتیاز و اختصاص کا مالک ہو، اس کا علم متحضر ہو، ذہین و فطین ہو، قوتِ استدلال اور مضبوط گرفت والا ہو، ملت کا ہمدرد ہو، اگر اس کے مخالف کا موقف دلائل سے پایہ ثبوت کو پہنچ جائے تو قبولِ حق میں تاخیر نہ کرے۔ مناظر کے لئے ضروری ہے کہ اپنے موقف کے ثبوت اور مخالف کی تردید کے دوران ایسا کوئی کلمہ نہ کہے جو الزامی جواب

کے طور پر تو قبول کر لیا جائے مگر درحقیقت، وہ کلمہ یا دلیل خود اس کے کسی دوسرے موقف کی تردید کرتا ہو۔ ایسا کرنے سے بعض اوقات وہ کلمات کفریہ ہو جاتے ہیں۔ (۱)

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ میں وہ تمام صفات بدرجہ اتم موجود تھیں جو ایک کامیاب مناظرِ اسلام میں ہونی چاہئیں۔ آپ کی مناظرانہ حیثیت پر گفتگو کرنے سے پہلے، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے دور کے مذہبی حالات کا تجزیہ کیا جائے۔ تاکہ معلوم ہو کہ کن شرعی تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے آپ کو اس نازک، مگر اہم مرحلہ سے گزرنا پڑا۔

غلام ہندوستان میں سیاسی افراتفری کے علاوہ مذہبی تفرق و تشتت اپنے نقطۂ عروج پر تھا۔ سفید فام سیاہ دل انگریز اس انتشار و اختلاف کی درپردہ سرپرستی کر رہا تھا۔ اس دور میں

☆ انجاس قادیانی

☆ ارجاس شیطانی

☆ تکذیب رحمانی

☆ نبوت ستانی ......اور......

☆ جنون سگانی قسم کے ناپاک عقائد و کلمات پر اصرار کیا گیا۔ اس دور میں پیدا ہونے والے تمام اختلافات کا فیصلہ حرمین شریفین اور دیگر بلادِ اسلامیہ کے مقتدر علماء اعلام نے متفقہ طور پر فرما دیا۔ (شکر اللہ سعیہم)

تاہم بعض عناصر ابھی تک اس فیصلہ کو ماننے سے انکاری تھے (اور اب بھی ہیں) علماء حرمین شریفین کے اس متفقہ

(۱) مولانا منظور احمد شیخ الحدیث جامعہ شمس العلوم، نواں جنڈانوالہ ضلع بھکر بیان کرتے ہیں۔ کہ ہم ملتان کے مدرسہ خیر المدارس میں پڑھتے تھے۔ دورانِ سبق ایک روز مدرسہ کے مہتمم اور دیوبندیوں کے مایہ ناز عالم مولوی خیر محمد نے اپنا ایک واقعہ بیان کیا کہ ایک مرتبہ میرا مناظرہ ایک عیسائی سے ہوا۔ تعدادِ ازواج کی بحث جاری تھی۔ عیسائی مناظر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نکاح نہ کرنے کی خوبی اور حضور علیہ السلام ﷺ کے کثرت ازواج پر اعتراض کر رہا تھا میں نے اسے خاموش کرانے کے لئے کہہ دیا کہ حضور ﷺ تو مرد قوی تھے۔ اور کثرت ازواج قوی مردوں کی شان ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس صفت سے عاری تھے۔ (العیاذ باللہ) مولوی خیر محمد نے خود بیان کیا کہ یہ کلمہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان سے نہایت فروتر اور توہین آمیز تھا۔ جس کا مجھے بعد میں احساس ہوا۔ بہرحال اس نوعیت کے حادثات انہی مناظروں کو پیش آتے ہیں جو علمی طور پر اپنے موقف کو ثابت کرنے سے قاصر ہوتے ہیں۔ فقیر قادری عفی عنہ

فیصلے موسومہ بہ حسام الحرمین سے انکار وفرار کے طرح طرح کے حیلے حوالے کئے گئے۔ مگر علماءِ مذہبِ حق، اہلِ سنت کا بیک زبان یہی مطالبہ تھا کہ حسام الحرمین کی تصریحات کی روشنی میں شاتمانِ رسول اپنے اقوالِ خبیثہ سے رجوع کرلیں .... یہ مطالبہ کوئی ایسا مطالبہ نہ تھا جس پر ان شاتمانِ رسول کو عمل کرنا ناممکن تھا۔ مگر حسد وعناد اور تکبر وفساد پر مشتمل جذبات وعزائم انہیں ایسا کرنے سے مانع رہے۔

علماء حق کی یہ آواز سوز ودرد مگر پروقار انداز میں ہمیشہ گونجتی رہی۔ مگر مخالفین تھے کہ اپنی ضد پر اڑے رہے۔ نتیجہ ظاہر ہے........ عوام الناس کے جذبہ تلاش حق کی خاطر علماء حق کو اکثر مواقع پر مناظرہ کا نازک مگر اہم فریضہ ادا کرنا پڑا۔

یہاں یہ بات بلاخوفِ تردید کہی جاسکتی ہے کہ جماعتِ علماء کے عظیم فرد حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ نے جب بھی میدانِ مناظرہ میں قدم رکھا آپ کو شاندار فتح اور واضح کامیابی حاصل ہوئی اور مخالف کو ہمیشہ ذلت کا سامنا کرنا پڑا۔ چونکہ قبولیتِ حق تو شاید ان کے نصیب میں نہ تھی اس لئے سوائے فرار کے اور کوئی چارہ کار ان کے لئے نہ رہتا۔

کامیاب مناظر کی ایک اہم صفت ذہانت ہے۔ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ حد درجہ ذہین تھے۔ آپ کی ذہانت کے آثار ابتداء تعلیم سے ہی واضح تھے۔ درسِ نظامی کو شروع کئے ابھی دوسرا یا تیسرا سال تھا کہ آپ نے فقہی سوالات پر مشتمل ایک فقہی معمہ لکھا۔(۱)

طالب علمی کے دور کے یہ فقہی سوالات آپ کی ذہانت اور وسعتِ مطالعہ کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

اجمیر شریف میں دورانِ طالب علمی حسبِ قاعدہ ایک روز اپنے ایک ہم درس ساتھی کے ساتھ مناظرہ کی مشق کر رہے تھے۔ زبردست عقلی ونقلی دلائل سے اپنے موقف کا اثبات اور مقابل کے اعتراضات کا جواب دے رہے تھے۔ اتفاق سے صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی باہر کھڑے یہ دلچسپ منظر دیکھ رہے تھے اور مسرور ہو رہے تھے۔ جب یہ کاروائی ختم ہوئی تو انہوں نے آگے بڑھ کر آپ کو سینے سے لگالیا۔ آپ کی جبیں کا بوسہ لیا۔ دعائیں دیں اور آپ کی قابلیت وذہانت کی داد دی۔(۲)

(۱) تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو۔ ماہنامہ السواد الاعظم، مرادآباد۔ شعبان ۱۳۴۵ھ/ ۱۹۲۷ء

(۲) نائب اعلیٰ حضرت، مرتبہ بشیر احمد سیالوی۔ مطبوعہ فیصل آباد۔

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کی قوتِ حافظہ اس قدر مظبوط تھی کہ جو چیز نظر سے ایک مرتبہ گزر جاتی، عمر بھر یاد رہتی۔ مختلف فنون کی کتابوں کی بے شمار عبارات تک یاد تھیں۔ جب حوالہ میں عبارات زبانی پڑھتے تو حاضرین تعجب کرتے۔ آپ کے ہم درس ساتھی، اسی بناء پر، آپ کو "کتب خانہ" کے نام سے یاد کرتے۔ اعلیٰ حافظہ کی بنا پر آپ کامیاب مناظر تھے۔

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کے مناظرے حظ نفس یا طلبِ شہرت کے لئے نہ ہوتے۔ بلکہ جب بھی اور جہاں بھی ضرورت شرعی پیدا ہوئی، علماءِ سُو نے جہاں کہیں بھی دعوتِ مناظرہ دی۔ آپ نے فرض شرعی کو ادا کرتے ہوئے فوراً اس کی مبارزت طلبی قبول فرمائی اور جس موضوع پر مقابل نے چیلنج دیا، اہلِ سنت کی نمائندگی اور ترجمانی کما حقہ ادا فرمائی۔ بحمدہٖ تعالیٰ ہر میدان میں اہلِ سنت کو شاندار فتح حاصل ہوئی۔ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کے مناظرات دو قسم کے ہیں۔

(۱) تحریری مناظرہ (۲) تقریری مناظرہ

(ل) غیر مقلدین سے سوالات، مشہور غیر مقلد مولوی ثناء اللہ امرتسری سے سوالات، آٹھ رکعت تراویح پر بیس سوالات، علامہ مشرقی سے اس کی تحریک (خاکساریت) سے متعلق سوالات اور علماء دیو بند سے انہی کی عبارات سے ان کے تضادات کے بارے میں مجموعہ مکاتیب موسوم بہ "موت کا پیغام دیوبندیوں کے نام" تحریری مناظرات میں شمار ہوتے ہیں۔ یہ تمام تحریرات مطبوعہ ہیں۔

(ب) تقریری مناظرے آپ نے تمام فرق باطلہ سے کئے۔ مرزائیوں، دیوبندیوں، چکڑالویوں وغیرہ سب نے آپ سے شکست کھائی۔

مخالفینِ اہلِ سنت سے تقریری مناظروں کا سلسلہ آپ کے دورِ طالبِ علمی سے ہی شروع ہوتا ہے۔ آپ کے تقریری مناظروں کا اجمالی تذکرہ یہ ہے۔

﴿۱﴾ آنولہ ضلع بریلی میں صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ نے چکڑالویوں کے خلاف مناظرہ کیا۔ اس وقت حضرت شیخ الحدیث زیر تعلم تھے، مگر اپنے استاذِ گرامی حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ کے ہمراہ بطور معاون مناظر تشریف لے گئے۔ بطور معاون مناظر آپ کا کردار قابلِ داد تھا۔ اس مناظرہ میں چکڑالویوں کو زبردست شکست ہوئی۔(۱)

(۱) براویت بقیہ السلف مولانا مفتی عزیز احمد قادری بدایونی، مقیم لاہور

﴿۲﴾ اسی زمانہ طالبِ علمی میں دیوبندی مولوی یٰسین مقیم خام سرائے بریلی کے ہاں پہنچ کر اس کا چیلنج قبول کیا اور دورانِ تقریر اس پر اس علمی انداز سے مواخذہ فرمایا کہ وہ مبہوت رہ گیا۔ اس کے جسم پر لرزہ طاری ہوگیا۔ عاجز آکر فساد پر اتر آیا۔ بالآخر معافی مانگ کر جان چھڑائی۔

اس مناظرہ کے عینی شاہد مولانا عبدالمصطفیٰ ازہری شیخ الحدیث جامعہ امجدیہ کراچی نے ایک مضمون میں اس مناظرہ کا تذکرہ یوں فرمایا۔

''اسی زمانہ میں ایک دن مولوی یٰسین خام سرا کے دیوبندی نے اہلِ سنت کو چیلنج مناظرہ دے دیا۔ شیخ الحدیث مولانا سردار احمد مع چند طلباء کے، جن میں مَیں خود بھی تھا، خام سرائے بریلی میں، جو وہاں کے دیوبندیوں کا گڑھ تھا، پہنچ گئے۔ یٰسین نے تقریر کی اور حضرت شیخ الحدیث نے اس پر مواخذہ کیا۔ میں نے خود دیکھا کہ یٰسین کانپ رہا تھا اور اُس سے کوئی جواب نہ بن پڑا اور کہنے لگا کہ میں تم کو جواب نہیں دوں گا۔ مولانا حامد رضا خاں کو بلاؤ۔ شیخ الحدیث نے فرمایا کہ تم نے چیلنج کیا اور اب ہم مقابلہ کے لئے آئے ہیں۔ تم سوالوں کا جواب دو۔ لیکن اس سے جواب نہ بن پڑا۔ آخر ان لوگوں نے غنڈوں کے ذریعہ سے جنگ شروع کی، جس میں مولانا غلام جیلانی کے اور میرے سر میں بھی چوٹ آئی تھی۔ لیکن جب مقدمہ کی دھمکی دی گئی تو ان لوگوں نے معافی مانگ لی۔''(۱)

غالباً یہ مناظرہ ۱۹۳۰ء میں ہوا۔

﴿۳﴾ ۱۹۳۰۔۳۱ء میں جب حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ ابھی زیرِ تعلیم تھے۔ سلانوالی ضلع سرگودھا میں شیخ الاسلام خواجہ محمد قمر الدین سیالوی علیہ الرحمۃ کے زیرِ اہتمام مولانا حشمت علی رضوی لکھنوی اور دیوبندی مولوی منظور نعمانی کے درمیان مناظرہ ہوا۔ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ بطور معاون مناظر شریک ہوئے۔ ایک موقع پر آپ نے دیوبندی مناظر سے ایسا مواخذہ فرمایا کہ سوائے خاموشی کے اس کے لئے اور کوئی چارہ کار نہ تھا۔

(۱) مولانا عبدالمصطفیٰ ازہری کا مضمون ''شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کی چند یادیں'' مطبوعہ ہفت روزہ محبوب حق، لائل پور۔ ۱۳ دسمبر ۱۹۶۳ء۔ ص ۳۲۔

اس مناظرہ کے عینی شاہد استاذ العلماء مولانا عطا محمد بندیالوی اس مناظرہ کا تذکرہ اپنے ایک مضمون میں یوں کرتے ہیں۔

علمی حیثیت سے شیخ الحدیث مرحوم کا جو پایہ تھا وہ کسی سے مخفی نہیں ہے۔ مجھے آج بھی خواب کی طرح یاد آتا ہے کوئی بتیس سال پہلے کی بات ہے (یہ مضمون ۱۹۶۳ء میں چھپا تھا) میں اس وقت دینیات کی ابتدائی کتابیں پڑھتا تھا۔ ضلع سرگودھا کے ایک قصبہ سلاں والی میں مناظرہ منعقد ہوا تھا۔ بے شمار علماء کا اجتماع تھا۔ طرفین کے بڑے بڑے علماء موجود تھے۔ اہلِ سنت کی طرف سے مولانا حشمت علی مرحوم کو مناظر مقرر کیا گیا تھا اور اہلِ تنقیص کی نمائندگی مولوی منظور احمد نعمانی کر رہے تھے۔ اس دوران میں جب کبھی علماء کے درمیان کسی مسئلہ پر بحث ہوتی، شیخ الحدیث باوجود صغرسنی کے سب پر چھائے ہوئے ہوتے۔ ایک مرتبہ کسی مخالف نے آپ کی کسی دلیل کو یہ کہہ کر رد کر دیا کہ یہ قضیہ شخصیہ ہے اور شخصیہ استدلال میں معتبر نہیں ہوتا۔ آپ نے برجستہ فرمایا کہ ''مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ'' اور ''اَللّٰہُ وَاحِدٌ'' بھی قضایا شخصیہ میں سے ہیں۔ چاہئے کہ پھر یہ بھی معتبر نہ ہوں۔''(۱)

﴿۴﴾ ۲۰۔۲۳ محرم ۱۳۵۴ھ / ۲۵۔۲۸ اپریل ۱۹۳۵ء کو حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ اور دیوبندی کے مایہ ناز مناظر مولوی منظور احمد نعمانی کے درمیان بریلی میں چار روز مناظرہ ہوا۔ (۲) مناظرہ کا موضوع دیوبندیوں کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی کی کتاب ''حفظ الایمان'' کی ایمان سوز عبارت تھی۔ اہلِ سنت نے مولانا حبیب الرحمٰن صدر المدرسین مدرسہ سبحانیہ، الٰہ آباد کو مناظرہ کا صدر منتخب فرمایا۔ اکبری جامع مسجد (شہر کہنہ) بریلی میں متواتر چار روز مناظرہ ہوتا رہا۔ مناظرِ اہلِ سنت حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کو عظیم الشان فتح و نصرت حاصل ہوئی اور مخالف مناظر کو ایسی عبرت ناک شکست ہوئی کہ اُس نے آپ سے مناظرہ کرنے سے ہمیشہ کے لئے توبہ کر دی۔ چوتھے روز مولوی منظور نعمانی نے بدحواسی کے عالم میں یہ ناپاک الفاظ کہے۔

(۱) ہفت روزہ محبوب حق، لائل پور۔ مجریہ ۱۳ دسمبر ۱۹۶۳ء۔ ص ۲۸، ۳۲

(۲) محدثِ اعظم پاکستان۔ مصنفہ مولانا حسن علی میلسی، مطبوعہ ملتان میں ۱۳۵۶ھ لکھا ہے۔ جو خلاف واقع ہے۔

''میں بھی بھوکا مرتا ہوں اور میرے آقا محمد رسول اللہ بھی بھوکے مرا کرتے تھے۔ جو حشر میرا وہ حشر اُن کا۔'' (العیاذ باللہ)

یہ الفاظ سن کر مجمع میں ہیجان پیدا ہو گیا۔ ہر طرف سے مطالبہ ہونے لگا کہ مولوی منظور نے شانِ رسالت میں توہین آمیز کلمات کہے ہیں۔ اسے فوراً توبہ کرنی چاہئے۔ اس مطالبۂ توبہ میں اہلِ سنت کے علاوہ بعض دیوبندی بھی شامل تھے۔ مگر اسے توبہ نہ کرنا تھی، نہ کی۔

مجمع کے اشتعال کو دیکھ کر مولوی منظور مناظرہ کے وقت سے ایک گھنٹہ قبل ہی اپنا سامان چھوڑ کر بھاگ نکلا۔ بتوفیقہٖ تعالیٰ اہلِ سنت کو جو روشن فتح ہوئی اس کی مثال مشکل سے ملے گی۔

اس شاندار کامیابی پر شہر کے مختلف مقامات اور ہندوستان کے دوسرے شہروں میں تہنیتی اجلاس ہوئے۔ حضرت شیخ الحدیث اور آپ کے استاذ گرامی حضرت صدر الشریعہ علیہا الرحمۃ کی خدمت میں مبارک باد پیش کی گئی، حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا، مفتی اعظم مولانا مصطفیٰ رضا کے علاوہ برصغیر کے بے شمار اکابر علماء نے مبارک بادی کے خطوط لکھے اور حضرت حجۃ السلام نے آپ کو تاج الفتح پہنایا۔

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ اس مناظرہ سے قبل صرف ایک ہی سال اپنی تعلیم سے فارغ ہوئے تھے۔ آپ اس وقت مدرسہ منظر اسلام بریلی میں مدرس دوم تھے۔ اس منظرہ میں کامیابی کی دھوم پورے برصغیر میں پھیل گئی۔ مولوی منظور سے کامیاب مناظرہ کے بعد آپ کی کنیت ''ابوالمنظور'' تجویز ہوئی۔ یہی کنیت صاحبزادہ محمد فضل رسول کی ولادت تک لکھی اور بولی جاتی رہی۔ اس مناظرہ نے ثابت کر دیا کہ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ صحیح معنوں میں ''نائب اعلیٰ حضرت'' ہیں۔

مولانا محمد حامد فقیہ شافعی نے اس مناظرہ کی مفصل روئیداد ''مناظرہ بریلی کی مفصل روئیداد'' (۱۹۳۵ء) اور ''نصرتِ خداداد'' (۱۳۵۴ھ) کے تاریخی ناموں سے مرتب کی اور جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی نے ۱۹۳۵ء میں اسے شائع کیا۔ بعد میں حضرت سید محمد معصوم جیلانی نے اسے نوری کتب خانہ لاہور سے ۱۳۷۷ھ میں شائع کیا۔ مناظرہ کی تفاصیل اسی

کتاب سے ماخوذ ہیں۔ (۱)

﴿۵﴾ مناظرہ بریلی کے تھوڑے عرصہ بعد اُناؤ (بھارت) میں مناظرہ ہوا۔ مولانا حبیب الرحمٰن، مولانا حشمت علی اور حضرت شیخ الحدیث مدعو تھے۔ (۲)

اس مناظرہ کے تفصیلی حالات تاحال دستیاب نہ ہو سکے۔

﴿۶﴾ مناظرہ بریلی کے کچھ عرصہ بعد بمبئی (بھارت) میں دیوبندیوں کے مولوی مرتضٰی حسن دربھنگی نے اہلِ سنت کو مناظرہ کا چیلنج دے دیا۔ اہلِ بمبئی نے شیر بیشہ اہلسنت مولانا حشمت علی کو مناظرہ کی دعوت دی۔ ان کے آتے ہی مولوی مرتضٰی حسن دربھنگی خاموش ہو گیا۔ بار بار کے اعلان کے باوجود اسے مناظرِ اہلِ سنت کے سامنے آنے کی ہمت نہ ہوئی۔ دیوبندیوں نے اپنی خفت مٹانے کے لئے مولوی منظور احمد سنبھلی کو بلا لیا۔ بمبئی کے اہلِ سنت نے ابوالمنظور حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کو تار دے کر بلا لیا۔ آپ کے بمبئی پہنچنے کے قبل مولوی منظور احمد اپنی تعریف میں انا ولاغیری کا دعویٰ کر رہا تھا۔ لیکن جب اسے خبر پہنچی کہ ابوالمنظور مولانا سردار احمد بمبئی پہنچ چکے ہیں تو دوسرے روز خفیہ طور پر رات کی گاڑی سے راہِ فرار اختیار کر گیا۔ بمبئی میں حضرت شیخ الحدیث کی ایمان افروز تقاریر ہوتی رہیں اور مشکوک و مشتبہ قلوب ایمانِ کامل کی تجلیوں سے پرنور اور راسخ الایمان ہو گئے۔ (۳)

﴿۷﴾ ۵۔۳ شوال ۱۳۶۱ھ/۱۷۔۱۵ اگست ۱۹۴۲ء مدرسہ محمدیہ رضویہ بھکھی ضلع منڈی بہاؤالدین کے سالانہ اجلاس میں حضرت شیخ الحدیث اور دیگر علماء اہلِ سنت شریک ہوئے۔ علاقہ کے دیوبندی مولویوں بالخصوص مولوی سلطان

(۱) دیوبندیوں نے بھی اس مناظرہ کی ''روئیداد ''فتح بریلی کا دلکش نظارہ'' کے نام سے شائع کی۔ یہ کتاب کذب و افتراء کا عمدہ نمونہ ہے۔ مناظرِ اسلام مولانا سردار احمد علیہ الرحمہ نے جن امور پر اپنے مقابل مناظر پر گرفت فرمائی اُن کے تذکرہ سے یہ کتاب خالی ہے۔ موجودہ دور کی سہولتیں تو اس وقت میسر نہ تھیں جس سے طرفین کی گفتگو محفوظ رہ سکتی۔ تاہم تحریریں تو آج بھی موجود ہیں۔ چند تحریروں کا عکس اس میں شامل کر دیا گیا۔ دیوبندی مناظر کی ان تحریروں کو کتاب سے حذف کر دیا گیا ہے۔ فقیر قادری عفی عنہ

(۲) ماہنامہ نوری کرن، بریلی۔ مارچ، اپریل ۱۹۶۳ء۔ ص ۱۹

(۳) تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیں۔

(ا) امید رضوی کا مضمون، مندرجہ ماہنامہ نوری کرن۔ بریلی۔ مارچ، اپریل ۱۹۶۳ء۔ ص ۴۶

(ب) مولانا حبیب الرحمٰن کا مضمون، مندرجہ نوری کرن۔ بریلی۔ ص ۱۹

محمود سابق صدر مدرس فتح پوری، دہلی، مشہور منطقی مولوی ولی اللہ انّھی (گجرات) اور مولوی غلام محمد مانگٹ (ضلع گجرات) نے علماءِ اہلِ سنت کو مناظرہ کا چیلنج دے دیا اور کوشش کی کہ علماءِ اہلِ سنت بغیر تیاری کے مناظرہ نہیں کریں گے۔ اس سے ہماری فتح مشہور ہو جائے گی، مگر حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ نے بلا شرائط دعوت مناظرہ فوراً قبول فرمالی۔ مناظرہ میں آپ نے استمداد، استعانت، علم غیب، ندا یا، حاضر و ناظر وغیرہ موضوعات پر ایسے دلائل دیئے کہ دیوبندی مولوی سلطان محمود (جسے اپنی چھبیس سالہ تدریس پر ناز تھا) اور علوم عقلیہ کا ماہر مولوی ولی اللہ (دیوبندی) لاجواب ہو گئے۔ ان کی شکست فاش کا منظر علاقہ بھر کے لوگوں نے دیکھا۔ دیوبندیوں کی عبرتناک شکست کو دیکھ سکھوں نے اُن سے کہا کہ جب تمہیں اپنے نبی سے نفع کی امید نہیں اور نہ انہیں اپنے انجام کی خبر تھی۔ (العیاذ باللہ) تو ہمارے ساتھ آملو۔ اگر تمہیں اپنے نبی سے نفع کی امید نہیں تو ہمارے گرو کو مان لو۔ مناظرِ اسلام حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کی شاندار فتح اور دیوبندیوں کی شکست فاش کی روائیداد انہی ایام میں بصورت اشتہار طبع ہوئی۔ (۱)

﴿۸﴾ احمد آباد (بھارت) میں مخالفینِ اہلِ سنت نے سادہ لوح سنیوں کو خواہ مخواہ مرعوب کرنے کے لئے مناظرہ کا چیلنج دے دیا۔ حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمۃ نے مولانا حشمت علی اور شیخ الحدیث علیہما الرحمۃ کو سنیوں کی نمائندگی اور تحفظِ عقائد کے لئے احمد آباد روانہ فرمایا۔

۴ربیع الاول ۱۳۶۲ھ/ ۱۱ مارچ ۱۹۴۳ء کو مسجد پتھر والی میں علم غیب کے موضوع پر دیوبندیوں کے مایہ ناز مناظر مولوی سلطان حسن سنبھلی سے مناظرہ ہوا۔ مخالف مناظر نے چند رٹے ہوئے اعتراضات کئے۔ لیکن حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ نے علمی جلالت سے اس کی جہالت کا پردہ چاک کر دیا۔ قرآن و حدیث، کتبِ تفسیر

(۱) مناظرہ کی مطبوعہ کاروائی کا اشتہار حضرت مولانا سید محمد جلال الدین شیخ الحدیث مدرسہ محمد یہ رضویہ بھکھی کی وساطت سے دستیاب ہوا۔ جس کے لئے یہ فقیر ان کا شکر گزار ہے۔

نوٹ: ۔ توہینِ مصطفیٰ ﷺ پر مشتمل اہلِ دیوبند کے عقائد کے پیش نظر بارہا ہندوؤں سکھوں وغیرہ غیر مسلموں نے انہیں اپنے ساتھ مل جانے کی دعوت دی۔ یہ دعوت ان کے باطل عقائد پر ایک طنز اور زناٹے دار طمانچہ ہے۔ حال ہی میں سیالکوٹ کے عیسائی پادری ولیم مسیح نے ایک اشتہار میں علماءِ دیوبند کے عقائد نقل کر کے، بطور غلط، مسلمانوں کو دعوت دی ہے کہ بے اختیار نبی کا کلمہ پڑھنے والو! ہماری طرح عیسائی بن جاؤ۔

(تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو۔ ماہنامہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ۔ رجب ۱۴۰۵ھ)

و شروحِ احادیث کے مستند اور ناقابلِ تردید حوالوں سے زیرِ بحث مسئلہ کو واضح کیا اور جملہ اعتراضات کا دندان شکن جواب دیا۔ مخالف مناظر آپ کے تحقیقی و علمی انداز کے مقابل عاجز اور خاموش ہو گیا۔ اس طرح زیرِ بحث مسئلہ بے غبار ہو گیا۔ (۱)

فلک دار اس پہ تیرا ظل ہے یا غوث   رضا کے سامنے کی تاب کس میں

﴿۹﴾ احمد آباد کے مذکورہ مناظرہ کے بعد حضرت شیخ الحدیث اور دیگر علماءِ اہلِ سنت کی ایمان افروز تقاریر کا سلسلہ کئی روز تک جاری رہا۔ چونکہ بد مذہبیت کا زور تھا اس لئے حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ نے کئی روز تک وہاں قیام فرمایا۔ تاکہ مخالفین اہلِ سنت کے عقائد کو واضح طور پر عوام کے سامنے بیان کر دیا جائے۔ دیوبندیوں نے اپنے شکست خوردہ مولوی سلطان حسن کو دوبارہ مناظرہ کے لئے بہ ہزار منت آمادہ کیا۔ لیکن اب وہ پبلک جلسہ میں مناظرہ کے لئے تیار نہ ہوا۔ چنانچہ اسی کی خواہش کے مطابق ۲۰/ربیع الاول ۱۳۶۲ھ/ ۲۷ مارچ ۱۹۴۳ء کو جناب حاجی احمد کے مکان پر تحریری مناظرہ ہونا طے پایا۔ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ نے اس تحریری مناظرہ میں مولوی سلطان حسن کو اس طرح عاجز کر دیا کہ سوائے خاموشی کے اس کے پاس اور کوئی جواب نہ تھا۔ احمد آباد کے اس مناظرہ کے بعد اہلِ سنت کا سر فخر سے بلند ہو گیا۔ اور وہاں کے بندگانِ خدا نے اظہارِ تہنیت کے لئے مختلف جلسے کئے۔ (۲)

﴿۱۰﴾ سُورت (بھارت) میں دیوبندیوں کی وجہ سے صورت حال یہ تھی کہ وہاں کسی سنّی عالم کا وعظ اور جلسہ تو در کنار، اس کی شکل تک گوارا نہ ہوتی۔ مناظرہ احمد آباد کے بعد حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ نے حضرت شیخ الحدیث اور مولانا حشمت علی کو پیدا شدہ صورت حال کا مقابلہ کرنے کے لئے سورت روانہ فرمایا۔

(۱) (ا) قلمی یاداشت حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ، مخزونہ کتب خانہ شیخ الحدیث، فیصل آباد

(ب) روزنامہ عوام، لائل پور ۸ مارچ ۱۹۶۳ء

نوٹ: ۔ مولانا حسن علی رضوی نے اپنے مرتبہ تذکرہ محدثِ اعظم پاکستان حصہ اول مطبوعہ ملتان میں احمد آباد کے مناظرہ کا سن ۱۳۶۶ھ لکھا ہے۔ جو خلاف واقع ہے۔ فقیر قادری عفی عنہ

(۲) قلمی یاداشت حضرت شیخ الحدیث، مخزونہ کتب خانہ حضرت شیخ الحدیث، فیصل آباد۔

نوٹ: ۔ مولانا قاضی محمد فضل رسول کے ہم شکر گزار ہیں کہ انہوں نے اس قلمی یاداشت سے استفادہ کا موقع فراہم فرمایا۔

علماءِ اہلِ سنت تانگہ میں سوار جب سورت کے بازار سے گزر رہے تھے کہ مخالفین نے پتھراؤ شروع کر دیا۔ یہی بدسلوکی اور تشدد ان کی موت اور شکست کا باعث بنا۔ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ نے وہیں جلسہ شروع کر دیا۔ عظمتِ شانِ مصطفیٰ کا ایسا علمی بیان ہوا کہ مخالفینِ اہلِ سنت میں اس کی دھوم مچ گئی۔ باوجود بار بار کے چیلنج کے کوئی بھی آپ کے سامنے نہ آسکا۔ اس طرح علماء کا یہ وفد عظمت و رفعتِ مصطفیٰ ﷺ کا بیان کرتا ہوا کامیاب واپس آیا۔ (۱)

﴿۱۱﴾ جگ سکانوں ضلع بدایوں میں قادیانیوں نے اپنے عقائد کی تبلیغ کر کے عوام الناس کے ذہنوں کو مسموم کرنے کی کوشش کی۔ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ وہاں پہنچے اور مرزائی قادیانی مناظر سے مناظرہ کیا۔ مرزائی مناظر نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ثابت کرنے کے لئے آیت کریمہ "اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّاِنَّھُمْ مَّیِّتُوْنَ" سے استدلال کیا۔ لیکن حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ نے علمی وقار سے حیاتِ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ثبوت قرآن واحادیث سے دیا اور مخالفین کے لچر اعتراضات کا دندان شکن جواب دیا۔ الحمد للہ اہلِ سنت اس مناظرہ پر مسرت کناں آپ کی دست بوسی کرنے لگے۔ مرزائیت کا زور ٹوٹ گیا۔ (۲)

اس مناظرہ کی صحیح تاریخ کا تعین نہ ہوسکا۔ بہر حال قیام بریلی کے عرصہ میں یہ مناظرہ ہوا۔

﴿۱۲﴾ میانی ضلع سرگودھا میں دیوبندیوں سے اختلافی مسائل پر آپ نے کامیاب مناظرہ فرمایا۔ (۳)

اس مناظرہ کی صحیح تاریخ کا تعین نہ ہوسکا۔

﴿۱۳﴾ ذی الحجہ ۱۳۷۵ھ/ جون ۱۹۵۶ء دوسرے حج کے موقع پر پاکستان کے بعض وہابیوں نے مکہ معظمہ میں آپ کو پریشان کرنے کا منصوبہ بنایا۔ چونکہ یہ لوگ پاکستان میں آپ کے علمی مقام سے اس قدر مرعوب اور عاجز تھے کہ مقابلہ کی تاب نہ تھی۔ ان کی کوشش تھی کہ نجدی حکومت ہماری بے جا شکایت پر آپ کے لئے مشکلات پیدا کردے گی اس طرح ہماری بات بن جائے گی۔

(۱) تذکرہ محدثِ اعظم پاکستان، مصنفہ مولانا حسن علی رضوی، ص ۱۷

(۲) مولانا مفتی عزیز احمد بدایونی۔ مقیم گڑھی شاہو، لاہور نے شریک مناظرہ کی حیثیت سے یہ روایت بیان کی۔

(۳) قلمی یاداشت حضرت شیخ الحدیث، مخزونہ کتب خانہ حضرت شیخ الحدیث، فیصل آباد

منصوبہ کے مطابق محکمہ امورِ شرعیہ، مکہ معظمہ میں انہوں نے شکایت کردی کہ پاکستان کے ایک حاجی مولانا سردار احمد یہاں مکہ معظمہ میں اپنی نماز الگ پڑھتے ہیں۔ مقررہ نجدی امام کی اقتداء میں نماز نہیں پڑھتے۔ استمداد، استعانت، ندا یارسول اللہ، حیاتِ انبیاء، حاظر و ناظر وغیرہ مسائل میں اس کے عقائد مشرکانہ ہیں۔

محکمہ امورِ شرعیہ میں آپ کو بلایا گیا کہ وہ حاضر ہوکر اپنے عقائد بیان کریں۔ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ نہایت علمی وقار اور نورانی وجاہت سے امیر امورِ شرعیہ کے ہاں تشریف لے گئے۔ وہ آپ کا نورانی اور پُر وقار چہرہ دیکھ کر مرعوب ہوگیا۔ پوچھنے لگا آپ کیسے تشریف لائے ہیں۔؟ آپ نے فرمایا۔ آپ کے بلانے پر۔ تب اسے اپنی بوکھلاہٹ کا احساس ہوا۔ اس کے بعد اس نے اپنے مخصوص عقائد دہرائے اور کہاں ان کو نہ ماننے والا مشرک و کافر ہے۔ آپ نے قرآن واحادیث کے حوالوں سے نجدی عقائد کی تردید کی اور ثابت کیا کہ استمداد، استعانت، علم غیب، توسل وغیرہ مسائل میں ہم اہلِ سنت کا موقف درست ہے۔

امیر محکمہ امورِ شرعیہ آپ کی مدلل گفتگو سن کر لاجواب ہوگیا اور آپ کو باعزت رخصت کیا۔ (۱)

یہ واقعہ معروف معنوں میں مناظرہ تو نہ تھا۔ لیکن احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کا بہترین موقعہ تھا۔ اس لئے اس کو آپ کے مناظرات میں ذکر کردیا گیا ہے۔

﴿۱۴﴾ ۲۹ ربیع الثانی ۱۳۶۵ھ/ ۹ جولائی ۱۹۳۷ء بروز جمعۃ المبارک ریاست نانپارہ میں دیوبندی علماء مولوی عبد الشکور لکھنوی، مولوی منظور نعمانی اور عبد الحکیم لکھنوی سے انجمن حنفیہ نانپارہ کے زیر اہتمام ہونے والی مجلس مناظرہ میں حضرت شیخ الحدیث کے علاوہ مولانا حشمت علی رضوی شریک ہوئے۔ (۲)

دیوبندی عقائد زیر بحث آئے، مسلک اہل سنت و جماعت نکھر کر واضح ہوگیا۔ ہر خاص و عام دیوبندیوں کے عقائد باطلہ پر واقف ہوگیا۔ صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی اعظمی نے اپنے تلمیذ رشید حضرت شیخ الحدیث کو اس مناظرہ کی کامیابی پر مبارک باد دی اور آپ کے علم وعرفان کی ترقی کے لئے دعائیں کیں (۳)

(۱) قلمی یادداشت مولانا معین الدین شافعی، شریک حج اور امیر مذکور سے گفتگو کے عینی شاہد۔ مخزونہ کتب خانہ حضرت شیخ الحدیث، فیصل آباد۔

(۲) مکتوب جناب حاجی محمد احمد خان صدر انجمن حنفیہ نانپارہ۔ بنام حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ۔ محررہ ۳ جولائی ۱۹۳۷ء

(۳) ملاحظہ ہو مکتوب صدر الشریعہ بنام شیخ الحدیث، محررہ ۲۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۶ھ

﴿۱۵﴾ ریاست رامپور کی اکثر آبادی اہل سنت کی تھی۔ چند مفسد عناصر نے اہل سنت کے مذہبی امن وامان کو منتشر کرنے کے لئے باطل عقائد کی کھلم کھلا تبلیغ شروع کردی۔ علماء حق اس صورت کو کس طرح برداشت کر سکتے تھے۔ تصفیہ حق وباطل کے لئے مناظرہ طے پایا، رامپور کے مفتی مولانا ابوالنصر شاہ محمد عابد مجددی نے حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کو بطور صدر مناظرہ منتخب کیا۔

جمادی الاخری ۷ ۱۳۵ھ/ اگست ۱۹۳۸ء میں رامپور میں ہونے والے مناظرہ میں آپ سنیوں کی طرف سے بطور صدر مناظرہ منتخب ہوئے۔ مولا کریم نے حق کا بول بالا کردیا اور اہل سنت کو فتح عظیم نصیب ہوئی۔(۱)

﴿۱۶﴾ آگرہ (بھارت) میں دیوبندیوں کے مایہ ناز مولوی سلطان حسن نے مذہبی ماحول کو پراگندہ کر رکھا تھا، بار بار وہ اہل سنت کو چیلنج کرتا۔ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کو، قیام بریلی کے دوران، آگرہ کی اس صورت حال کا علم ہوا تو آپ فوراً وہاں پہنچے اور مولوی سلطان حسن کو مقابلہ کے لئے پکارا، مولوی سلطان حسن آپ کی علمی جلالت کی تاب نہ لاسکا، بالآخر اسے لاجواب ہونا پڑا۔ آگرہ کے عوام کو جب مولوی سلطان حسن کے پوشیدہ عزائم اور عقائد کا علم ہوا تو انہوں نے اسے اپنے شہر سے نکل جانے پر مجبور کردیا، اس کی جگہ، آپ کے مشورہ سے مولانا عبدالحفیظ حقانی کا تقرر ہوا۔(۲)

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ نے اہل باطل کو ہر میدان میں للکارا، اکثر وبیشتر خود اہل باطل سے مناظرہ کیا، کبھی ایسا بھی ہوا کہ اپنے کسی شاگرد کو یا مدرسہ کے کسی دوسرے استاذ کو مناظرہ کے لئے روانہ فرمایا۔ ایسی صورت میں مناظرہ کی تیاری آپ خود اپنی ذاتی نگرانی میں کرواتے۔ کتب حوالہ اپنے کتب خانہ سے عطا فرماتے، آپ کے فرستادہ مدرسہ کے کسی استاد یا شاگرد نے جب بھی اور جہاں بھی مناظرہ کیا ہمیشہ کامیاب ہوا، اس سلسلہ میں چند مناظرات کا ذکر دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔

بریلی کے ایک نواب اور اس کے زیر اثر ایک اور لڑکا قادیانی دجال کے دعویٰ مثیل عیسیٰ کو مان چکے تھے، اُن

(۱) مکتوب مولانا محمد عابد مجددی بنام شیخ الحدیث، محررہ ۸/ اگست ۱۹۳۸ء

(۲) روایت مولانا مفتی تقدس علی بریلوی، شیخ الجامعہ جامعہ قادریہ راشدیہ پیر گوٹھ (سندھ)

کا کہنا تھا کہ نزول عیسیٰ (علیہ السلام) کا عقیدہ اب کچھ چالیس برس سے سنیوں نے گھڑا ہے۔ ہاں اگر ہمیں کوئی ایسی کتاب دکھادے جو آج سے چالیس برس پہلے کی لکھی ہو جس میں نزول عیسیٰ کا اثبات ہو تو ہم مان جائیں گے۔ یہ خبر حضرت شیخ الحدیث تک پہنچی۔ آپ نے اپنے تلمیذ رشید مولانا عبدالرشید رضوی جھنگوی (جو اس وقت آپ کے پاس دورہ حدیث پڑھ رہے تھے) کو امام ابوبکر احمد بیہقی (م ۴۵۸ھ) کی کتاب "الاسماء والصفات" دے کر نواب اور اس کے لڑکے کے پاس روانہ فرمایا، مولانا عبدالرشید رضوی نے بطرز مناظران سے گفتگو کی اور صدیوں پرانی مصنفہ کتاب جو حُسنِ اتفاق سے نصف صدی پہلے کی مطبوعہ تھی، دکھا کر اپنا موقف بیان کیا، نتیجہ یہ ہوا کہ آپ کی یہ کوشش کامیاب ہوئی۔ وہ لڑکا نزول عیسیٰ علیہ السلام کے عقیدہ کا قائل ہوگیا۔(۱)

ایک مرتبہ جامعہ رضویہ مظہر اسلام بریلی کے استاذ مولانا وقارالدین کو ضلع اعظم گڑھ میں کہیں مناظرہ پر جانا تھا۔ مناظرہ کی مکمل تیاری حضرت شیخ الحدیث نے کروائی۔(۲)

مناظر اسلام حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ جہاں محسوس کرتے کہ میرے تلامذہ بھی مقابل پر غالب آجائیں گے وہاں اپنے طلباء کو بطور مناظر روانہ فرماتے، تدریس کے علاوہ آپ کی تربیت سے آپ کے تلامذہ بڑے بڑے تجربہ کار مناظرین پر فتح حاصل کرلیتے جو درحقیقت آپ ہی کی فتح متصور ہوتی۔ تلامذہ میں سے بطور مناظر انتخاب خود فرماتے اور پھر متعلقہ مناظرہ کی تیاری میں اصول مناظرہ بتاتے، حوالہ جات کی فراہمی میں ذاتی دلچسپی لیتے اور ضروری ہدایات دیتے۔ آپ کی ہدایات اس نوعیت کی ہوتیں۔

﴿۱﴾ مناظرہ میں حوالہ کے لئے اصل کتاب حاصل کرو۔ اور موقعہ پر اصل کتاب سے حوالہ پیش کرو۔

﴿۲﴾ اصل کتاب سے حوالہ پڑھ کر حوالہ حاضرین کو دکھادو۔ کتاب حوالہ مخالف مناظر کے ہاتھ میں ہرگز نہ دو کہ وہ متعلقہ ورق پھاڑ دیتے ہیں۔

﴿۳﴾ مخالف مناظر سے شرائط مناظرہ یا دوران مناظرہ بات منوا کر لکھوالو۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ وہی مناظر اپنی مانی

(۱) بروایت مولانا محمد عبدالرشید رضوی جھنگوی، شیخ الحدیث جامعہ شیخ الاسلام رضویہ جھنگ

(۲) قلمی یادداشت مولانا سید جلال الدین، شیخ الحدیث دارالعلوم محمدیہ نوریہ رضویہ بھکھی، ضلع گجرات

ہوئی بات سے انکار کر دیتا ہے۔ اگر اس کی دستخط شدہ تحریر آپ کے پاس ہوگی تو اس کے لئے انکار مشکل ہو جائے گا۔

﴿۴﴾ وقت مقررہ سے پہلے ہی مقام مناظرہ پر پہنچ جائیں۔

﴿۵﴾ مناظرہ میں اپنے ساتھ مضبوط اعصاب والا آدمی ہونا چاہیئے۔ بعض اوقات معاملہ تنازع تک پہنچ جاتا ہے۔ اس وقت اکیلا آدمی زیادہ پریشان ہوتا ہے۔ مضبوط ساتھی کی موجودگی میں مخالف حملہ سے ڈرتا ہے۔ اس طرح امن برحال رہتا ہے۔

تلامذہ کو مناظرہ پر بھیجنے سے پہلے حوصلہ افزا کلمات سے تعریف فرماتے۔ عموماً پیش آنے والے واقعات بھی بیان فرمادیتے۔ آپ کے بیان کے مطابق جب واقعات پیش آتے اور بالآخر فتح حاصل ہوتی تو تلامذہ کے حوصلے بلند ہوجاتے۔ یہ آپ کی کرامت تھی۔

آپ کی نیابت میں آپ کے تلامذہ کے چند مناظروں کا تذکرہ دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے تلامذہ کے ذریعہ مذہب حق اہل سنت کو فتح مبین سے سرفراز فرمایا۔

نیالاہور

فیصل آباد اور جھنگ کے درمیان نیالاہور کے سنی حضرات جمعہ کے موقعہ پر آپ کے پاس حاضر ہوئے۔ بعد جمعہ انہوں نے اپنے علاقہ کے دیوبندی علماء کا تذکرہ کیا اور درخواست کی کہ اپنا کوئی عالم ہمارے ہاں روانہ فرمائیں جو ہمارے علاقہ کے دیوبندی مولوی سے مناظرہ کر کے ثابت کر سکے کہ اُن کی اقتدا میں نماز جائز نہیں۔ اور اس سلسلہ میں عوام الناس کے شکوک کو زائل کر سکے۔ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ نے جامعہ رضویہ کے درس نظامی کے طالب علم سید حبیب الرحمٰن شاہ (عرف ردِّ وہابیہ) (حال ضلع قاضی راولاکوٹ آزاد کشمیر) کو طلب فرمایا اور نیالاہور میں مناظرہ کرنے کے لئے تیاری کا حکم فرمایا۔ آئندہ منگل کو حسب دستور شاہ صاحب موصوف کو بلا کر تیاری کے بارے میں پوچھا۔ شاہ صاحب نے بتایا کہ اصل کتابوں کے حصول میں دشواری ہے۔ چنانچہ آپ نے اپنے ذاتی کتب خانہ سے

کتابیں نکال کر دیں اور ساتھ ہی متعلقہ حوالوں کی نشاندہی فرمائی۔ شاہ صاحب موصوف فرماتے ہیں کہ وقت مقررہ پر میں مقام مناظرہ پر پہنچا۔ وہاں کا مناظر خیر المدارس ملتان کا سند یافتہ ادھیڑ عمر تھا۔ نماز جمعہ سے پہلے جامع مسجد نیالاہور میں مناظرہ ہوا۔ حیات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام، امکانِ کذب، امتناعِ نظیر اور اکابر علماء دیوبند کی متنازع فیہ عبارات وغیرہ موضوعات پر مناظرانہ گفتگو ہوئی۔ مولانا سید حبیب الرحمٰن شاہ موصوف فرماتے ہیں کہ امکانِ نظیر کی بحث کے دوران جب میں نے "ھدایت الحکمۃ" کی یہ عبارت پیش کی۔

"کل مایمکن للواجب یجب وجوده له"

اس اصول کی روشنی میں بتایا کہ کذب باری تعالیٰ کو اگر ممکن تسلیم کرلیا جائے تو باری تعالیٰ کے لئے اس کا وجود تو واجب اور ضروری ماننا پڑے گا جو صریحاً کفر ہے۔

اس پر دیوبندی مناظر مبہوت رہ گیا۔ علماء دیوبند کی متنازع فیہ عبارات کو اصولی طور پر توہین آمیز تسلیم کر کے کہنے لگا کہ "یہ تو بڑوں کی باتیں ہیں"

مناظر اہل سنت طالب علم جامعہ رضویہ شاہ صاحب مذکور کے دلائل حقہ کو سُن کر ثالثوں نے فتح کا اعلان کر دیا۔ اور دیوبندی خطیب کو اسی وقت برطرف کر دیا، اس کی جگہ مولانا سید حبیب الرحمٰن شاہ نے جمعہ کی نماز پڑھائی۔

لالیاں ضلع جھنگ

۱۳۷۳ھ/۱۹۵۴ء اہل سنت لالیاں کی دعوت پر خیر المدارس ملتان کے فارغ التحصیل دیوبندی عقائد کے مولوی سے مناظرہ کے لئے جامعہ رضویہ کے درس نظامی کے طالب علم مولانا سید حبیب الرحمٰن حال ضلع قاضی راولاکوٹ آزاد کشمیر کا انتخاب فرمایا۔ حسب عادت مناظرہ کی تیاری ذاتی نگرانی میں کروائی۔ کتب حوالہ ذاتی کتب خانہ سے مہیا فرمائیں۔ مولانا بشیر احمد، رڈیالہ ضلع گوجرانوالہ اور مولانا صاحبزادہ محمد حبیب اللہ خطیب سرائے عالم گیر، تلامذہ جامعہ رضویہ کو نعت خوانی کے لئے ہمراہ فرمایا۔

دیوبندی مولوی اپنے علاقہ میں برادری کے اعتبار سے بااثر تھا، وہ خطیب شہر اور علاقہ کا نمبردار بھی تھا۔

گیارہویں شریف کے جواز اور حدیث "لولاک لماخلقت الافلاک" کی صحت معنوی پر مناظرہ ہوا۔

ابتدائی طور پر گفتگو جمعرات نمازِ عشاء کے بعد ہی شروع ہو گئی۔ صبح جمعہ کو اصل مناظرہ شروع ہوا۔ مناظرِ اہل سنت مولانا سید حبیب الرحمٰن نے دورانِ مناظرہ جو دلائل اپنے موقف میں دیئے، حاضرین نے ان کی صحت وحقانیت کو قبول کیا اور اسی وقت مسجد کے بااثر دیوبندی خطیب کو مسجد کی امامت خطابت سے ہٹا دیا۔ اہل سنت کو کامیابی ہوئی۔

کامونکی

۱۳۷۴ھ/۱۹۵۵ء اہل حدیث مولوی سید عبدالغنی نے کامونکی کے مسلمانوں کے عقائد حقہ کو کفریہ ثابت کرنے کی مہم جاری کر رکھی تھی، وہاں کے سنی عوام کی دعوت پر حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ نے اپنے ممتاز تلمیذ مولانا سید حبیب الرحمٰن کو وہاں بطور مناظر اہل سنت روانہ فرمایا۔ گیارہویں کے جواز اور حضور ﷺ کے حاضر وناظر ہونے کے بارے میں غیر مقلد مولوی عبدالغنی سے مناظرہ ہوا۔ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ نے جو راہنما اصولِ مناظرہ جامعہ رضویہ کے طالب علم کو دیئے تھے ان کے مطابق اہل سنت کو فتح مبین ہوئی۔

کروڑ پکا

۱۳۷۵ھ/۱۹۵۶ء کو دیوبندی مولوی غلام خاں، راولپنڈی والا دو روز کروڑ پکا میں تقریر کے دوران اہل سنت کے علماء کو مناظرہ کے لئے چیلنج کرتا رہا۔ جناب محمد صدیق نقشبندی ہیڈ ماسٹر، مرید حضرت امیر ملت محدث علی پوری رحمۃ اللہ علیہ کی درخواست پر حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ نے جامعہ رضویہ سے اسی سال فارغ ہونے والے فاضل مولانا سید حبیب الرحمٰن کو سنیوں کا مناظر بنا کر روانہ فرمایا۔ شاہ صاحب موصوف نے آپ کی ہدایات کے مطابق مناظرہ کی تیاری کی اور کروڑ پکا میں تشریف لے گئے۔ مولوی غلام خاں ابھی تک وہاں موجود تھا، شاہ صاحب کے جاتے ہی وہاں سے چلا گیا۔ دیوبندیوں نے بڑا شور مچایا کہ ہم خیر المدارس ملتان سے کوئی مناظر لا رہے ہیں، مولانا سید حبیب الرحمٰن وہاں چالیس روز ٹھہرے رہے مگر کوئی مقابل نہ آیا۔(۱)

(۱) نیلا لاہور، لالیاں، کامونکی، کروڑ پکا وغیرہ مناظرات کی تفصیل حضرت مولانا سید حبیب الرحمٰن ضلع قاضی راولاکوٹ آزاد کشمیر نے فقیر خانہ پر ۲۷ ربیع الآخر ۱۴۰۶ھ کو تشریف لا کر خود بیان فرمائی۔ فقیر قادری عفی عنہ

ستیانہ بنگلہ

ستیانہ میں اہل حدیث مولوی احمد علی کے مقابل میں حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ نے مناظر اہل سنت مولانا شمس الزماں قادری طالب علم جامعہ رضویہ کو مناظرہ کے لئے روانہ فرمایا۔ مناظر اہل سنت کے مضبوط دلائل کے مقابل مخالف مبہوت اور لاجواب ہو کر رہ گیا۔ اہل سنت کو فتح مبین نصیب ہوئی۔(۱)

مناظرِ اسلام حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ حاضر جوابی اور مخالف پر مضبوط علمی گرفت میں اپنی نظیر آپ تھے۔ آپ کے تمام مناظرات اس امر کی شہادت فراہم کرتے ہیں۔ مولانا حشمت علی لکھنوی (م ۸ محرم ۱۳۸۰ھ/ جولائی ۱۹۶۰ء) اہل سنت کے قابلِ فخر مناظر تھے۔ اپنے مخصوص اوصاف کے باعث "شیر بیشہ اہل سنت" کے لقب سے ملقب تھے۔ مولوی منظور احمد دیوبندی سے آپ نے متعدد مناظرے کئے اور ان میں کامیابی حاصل کی۔ لیکن حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ سے مولوی منظور احمد نے صرف ایک ہی مناظرہ کر کے مناظرہ سے دستبرداری کر دی۔ دوران مناظرہ مولوی منظور احمد نعمانی نے آپ کی مضبوط علمی گرفت کا اعتراف یوں کیا۔

"آپ مولانا حشمت علی صاحب سے بھی بڑھ گئے"۔(۲)

مولوی منظور احمد جسے اپنی منطق دانی پر ناز تھا، مناظرہ بریلی کے دوران ایک موقعہ پر کہنے لگا:

"آپ کے مطالبہ میں تعلیق بالمحال ہے اور وہ ناجائز ہے میں نے دلیل سے ثابت کیا ہے جیسا کہ میری تحریر سے ظاہر ہے۔"(۳)

تعلیق بالمحال کی منطقی اصطلاح کے سہارے مولوی منظور احمد نعمانی نے چاہا کہ مناظرِ اسلام مولانا محمد سردار احمد کو علمی اعتبار سے مرعوب کرے۔ مگر اسے کیا خبر کہ اس کا اپنا کہا ہوا اسی کے لئے وبال بن جائے گا کہ اس سے جان چھڑانا

(۱) قلمی یادداشت مولانا شمس الزمان قادری، مخزونہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

(۲) مناظرہ بریلی کی مفصل روئیداد، مطبوعہ نوری کتب خانہ، لاہور (مطبوعہ ۱۳۷۷ھ) ص ۳۹

(۳) ایضاً ص ۴۳

مشکل ہوجائے گا۔ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ نے دیوبندی مناظر پر ایسی علمی گرفت فرمائی کہ اسے اپنے مایہ ناز سہارے منطق سے پہلوتہی کرنا پڑی۔ آپ نے فرمایا۔

’’آپ نے اس تحریر میں اپنی منطق دانی کا اظہار بھی کیا ہے۔ آپ نے تعلیق بالمحال کو ناجائز بتایا ہے۔ تو بتایئے کہ

۱ کس کتاب میں لکھا ہے کہ یہ ناجائز ہے۔

۲ اس محال سے آپ کی مراد محال بالذات ہے یا محال بالغیر؟

۳ محال بالذات ہے ثبوت دیجئے اور محال بالغیر ہے تو وہ غیر کیوں ہے۔

۴ تعلیق بالمحال کی صورت قضیہ شرطیہ منعقد ہوتا ہے۔ قضیہ شرطیہ کے اطراف قضایا ہوتے ہیں یا نہیں۔ اگر قضایا ہوتے ہیں تو بیان کیجئے کہ یہاں کون کون سے ہیں۔

۵ آپ نے تعلیق بالمحال کے ناجائز ہونے پر جو دلیل بیان کی وہ اشکال اربعہ میں سے کون سی شکل ہے۔ اس کا صغریٰ وکبریٰ بیان کیجئے۔

ان سوالات کے جوابات دیجئے۔ دیکھئے ابھی آپ کے منطق دانی کے دعاوی خاک میں ملائے دیتا ہوں۔ آپ بھی کیا کہیں گے کہ کس کترے سے پالا پڑا تھا۔ نیز آپ نے بیان کیا ہے کہ

’’یہ کارِ جہالت ہے کیونکہ تعلیق بالمحال ہے‘‘۔

تو مولوی صاحب قرآن مجید میں تعلیق بالمحال موجود ہے۔

پہلی آیت کریمہ: ’’لَوْ کَانَ فِیْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا‘‘

اگر آسمان وزمین میں اللہ عزوجل کے سوا اور خدا ہوتے تو البتہ آسمان وزمین تباہ ہوجاتے۔

دوسری آیت کریمہ: ’’قُلْ اِنْ کَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِیْنَ☆

فرمادیجئے کہ اگر رحمٰن کے لئے ولد ہوتو میں سب سے پہلے عبادت کرنے والا ہوں۔

تیسری آیت کریمہ: ’’لَئِنْ اَشْرَکْتَ لَیَحْبَطَنَّ عَمَلُکَ‘‘

اگر آپ شرک کریں گے تو آپ کے عمل البتہ حبط ہوجائیں گے۔

حدیث شریف میں تعلیق بالمحال موجود ہے۔

’’لَوْ کَانَ بَعْدِیْ نَبِیٌّ لَکَانَ عُمَرُ‘‘

اگر میرے بعد نبی ہوتا تو البتہ عمر ہوتے۔ (مگر میرے بعد نبوت کا سلسلہ منقطع ہے)

کیا آپ کے نزدیک اللہ تبارک وتعالیٰ نے تعلیق بالمحال بیان فرما کر کارِ جہالت کیا ہے۔ والعیاذ باللہ من ذالک

کیا آپ کے نزدیک مدنی تاجدار احمد مختار حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے تعلیق بالمحال بیان فرما کر کارِ جہالت کیا ہے۔ ’’کذلک یطبع اللہ علی کل قلب متکبر جبار.‘‘ (۱)

مناظرہ بریلی (۱۳۵۴ھ/۱۹۳۵ء) کا موضوع حفظ الایمان مصنفہ مولوی اشرفعلی تھانوی (۱۳۶۲ھ/۱۹۴۳ء) کی ناپاک عبارت تھی۔ اس عبارت کی توہین مصطفی ﷺ پر مشتمل وجوہ آپ نے مولوی منظور احمد سے بیان کر کے ایسی علمی گرفت فرمائی کہ وہ عاجز ومبہوت رہ گیا۔ بدزبانی اور فرار کے سوا اس کے لئے اور کوئی چارہ کار نہ تھا۔

تقریری مناظرہ کے بعد آپ نے مناسب سمجھا کہ حفظ الایمان کی ایمان سوز عبارت کی توہین آمیز وجوہات اکابر علماء دیوبند کے سامنے بیان کردی جائیں۔ دیوبندی علماء جو آپ سے تقریری مناظرہ کی تاب نہ رکھتے تھے، کم از کم تحریری طور پر وہ گھر بیٹھے، مشورہ کرکے، ان اعتراضات کا جواب دے سکیں اور اگر خدا توفیق دے تو ان کفری کلمات سے توبہ اور قائل سے برات کا اعلان کریں۔ اس مقصد کے لئے آپ نے وکلائے مولوی اشرفعلی تھانوی، مولوی حسین احمد صدر المدرسین دیوبند، مولوی مرتضیٰ حسن در بھنگی ناظم شعبہ تبلیغ دیوبند، مولوی عبدالشکور لکھنوی، ایڈیٹر النجم اور خود

(۱) ایضاً ص ۴۴-۴۳

نوٹ: مناظرہ بریلی میں دیوبندی مناظر مولوی منظور احمد کی بدحواسیاں اور مذبوحی حرکات دیکھنے کے لئے مناظرہ بریلی کی مفصل روئداد، مرتبہ مولانا محمد حامد شافعی ملاحظہ کریں۔

جناب مولانا اشرفعلی تھانوی کو الگ الگ خطوط لکھے اور بذریعہ رجسٹری روانہ کئے، مگر دیو بندی علماء آج تک ان خطوط کے جوابات سے عاجز ہیں۔(۱)

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ نے خود دیو بندی اکابر کی تحریرات سے حفظ الایمان کی ناپاک عبارت پر علمی گرفت فرمائی اوران کی خانہ ساز تاویلات سے تضادات پیش کر کے ان کے لئے فرار کے تمام راستے مسدود کر دیئے۔ اب سوائے توبہ کے اور کوئی چارہ نہ رہا۔

ان تضادات کو بیان کرنے سے پہلے حفظ الایمان کی متنازع فیہ عبارت کو پڑھیں۔

''آپ کی ذاتِ مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب۔ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید وعمرو بلکہ ہر صبی ومجنون بلکہ جمیع حیوانات وبہائم کے لئے بھی حاصل ہے۔'' (۲)

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ نے اس عبارت پر چند وجہ سے گرفت فرمائی۔

۱ لفظ ''ایسا'' جو عبارت مذکور میں ہے وہ مقدار کے لئے ہے یا تشبیہ کے لئے۔ بہر حال توہین پر مشتمل ہے۔

۲ حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے لئے علم غیب ماننے سے عبارت توہین پر مشتمل ہے یا نہ ماننے سے۔

﴿۱﴾

اس اجمال کو ذرا تفصیل سے ملاحظہ ہو۔

مولوی حسین احمد صدر مدرس دیو بند نے عبارت متنازع فیہ کو توہین سے بچانے کے لئے جو توجیہ اور توضیح کی اس میں لکھا۔

(۱) خطوط کی نقل کے لئے ملاحظہ ہو۔

(ا) ہفت روزہ الفقیہ، امرتسر (ب) موت کا پیغام دیو بندی مولویوں کے نام، مطبوعہ لائل پور (۱۹۶۸ء) ص ۸۳۔۷۰

(۲) حفظ الایمان: مصنفہ مولوی اشرفعلی تھانوی۔ص ۶

''حضرت مولانا (اشرفعلی تھانوی) عبارت میں لفظ ''ایسا'' فرما رہے ہیں لفظ ''اتنا'' تو نہیں فرما رہے ہیں۔ اگر لفظ ''اتنا'' ہوتا تو اس وقت البتہ یہ احتمال ہوتا کہ معاذ اللہ حضور علیہ السلام کے علم کو اور چیزوں کے علم کے برابر کر دیا''۔(۱)

مولوی مرتضیٰ حسن در بھنگی ناظم شعبہ تبلیغ، دیو بند نے حفظ الایمان کی عبارت مذکورہ کی توجیہ وتوضیح میں لکھا۔

''عبارت متنازعہ فیہا میں لفظ ''ایسا'' بمعنیٰ ''اس قدر واتنا'' ہے۔''

نیز لکھا۔

''واضح ہو کہ ''ایسا'' کا لفظ فقط مانند اور مثل ہی کے معنی میں مستعمل نہیں ہوتا بلکہ اس کے معنی اس قدر اور اتنے کے بھی آتے ہیں جو اس جگہ متعین ہیں۔''(۲)

مولوی منظور احمد سنبھلی نے عبارت کی توجیہ وتوضیح میں کہا۔

''حفظ الایمان کی اس عبارت میں بھی ایسا تشبیہ کے لئے نہیں ہے بلکہ وہ بدوں تشبیہ کے ''اتنا'' کے معنی میں ہے۔''

نیز کہا۔

''حفظ الایمان کی عبارت میں بھی جیسے کہ میں بدلائل قاہرہ ثابت کر چکا ہوں بغیر تشبیہ کے اتنا کے معنی میں ہے۔''

نیز کہا۔

''ایسا تشبیہ کے علاوہ اور کئی معنوں میں بھی مستعمل ہوا ہے۔ اور حفظ الایمان کی عبارت میں وہ بلا تشبیہ کے اتنا کے معنی میں مستعمل ہے''۔(۳)

(۱) الشہاب الثاقب، مصنفہ مولوی حسین احمد، مطبوعہ کتب خانہ اعزازیہ دیو بند، ص ۱۰۲۔

(۲) توضیح البیان، مصنفہ مولوی مرتضیٰ حسن، ص ۱۷،۸۔ (۳) فتح بریلی کا دلکش نظارہ، ص ۳۴،۴۰،۴۸

خلاصہ توضیحات یہ ہے کہ مولوی حسین احمد کے نزدیک ایسا اگر بمعنی اس قدر اور اتنا (مقدار کے لئے) ہو تو توہین کا پہلو نکلتا ہے۔ عبارت متنازعہ فیہ میں ایسا تشبیہ کے معنوں میں ہے۔

مولوی مرتضیٰ حسن اور مولوی منظور احمد کی توجیہات کے مطابق (عبارت متنازعہ فیہ میں) ایسا اگر بمعنی تشبیہ کے ہو تو توہین اور کفر ہے۔ یہاں بمعنی اتنا اور اس قدر ہے۔

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ ان تضادات کو بیان فرما کر لکھتے ہیں۔

''کیا فرماتے ہیں علماءِ دیوبند اس مسئلہ میں کہ صدر دیوبند اور اس کے مقابل دونوں دیوبندیوں میں سے بیان بالا میں کون سچا ہے اور کون جھوٹا۔''(۱)

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کا کمال علمی یہ تھا کہ مشکل مسئلہ کو بھی آسان پیرائے میں بیان فرماتے۔ حفظ الایمان کی متنازع فیہ عبارت پر کتنے سہل پیرائے میں مضبوط گرفت ہے۔ اس سوال کا جواب علماءِ دیوبند سے نہ ہوسکا اور نہ ہوسکے گا۔ ان شاء اللہ العزیز

﴿ب﴾

حفظ الایمان کی مذکورہ عبارت کی توضیحات اور توجیہات سے علمائے دیوبند کے ایک اور تضاد کو یوں بیان فرمایا۔

مولوی عبدالشکور لکھنوی ایڈیٹر النجم نے لکھا۔

''جس صفت کو ہم مانتے ہیں اس کو رذیل چیز سے تشبیہ دینا یقیناً توہین ہے اور رسولِ خدا ﷺ کی ذات والا میں صفت علم غیب ہم نہیں مانتے اور جو مانے اس کو منع کرتے ہیں۔ لہٰذا علمِ غیب کی کسی شق کو رذیل چیز میں بیان کرنا توہین نہیں ہوسکتی۔''(۲)

اسی عبارت کی توضیح مولوی مرتضیٰ حسن، ناظم شعبۂ تعلیمات دیوبند یوں لکھتے ہیں۔

(۱) موت کا پیغام دیوبندی مولویوں کے نام، ص ۵۳۔

(۲) نصرت آسمانی، معروف بہ مباحثہ مونگیر کی روئداد۔ ص ۲۷۔

''بیان بالا سے یہ ثابت ہو گیا کہ سرور عالم ﷺ کو جو علم غیب حاصل تھا نہ اس میں گفتگو ہے نہ یہاں ہو سکتی ہے۔''

نیز لکھا۔

''حفظ الایمان میں اس امر کو تسلیم کیا گیا ہے کہ سرور عالم ﷺ کو علمِ غیب باعطائے الٰہی حاصل ہے۔''(۱)

صدر مدرس دیوبند مولوی حسین احمد نے اس کی توضیح میں لکھا۔

''غرض کہ لفظ عالم الغیب کے معنی میں دو شقیں فرمائی ہیں اور ایک شق کو سب میں موجود مانتے ہیں۔ یہ نہیں کہہ رہے ہے کہ جو علمِ غیب رسول علیہ السلام کو حاصل تھا وہ سب میں موجود ہے، بلکہ اس معنی کو سب میں موجود مانتے ہیں۔''(۲)

مولوی منظور احمد سنبھلی نے اس کی توضیح میں کہا۔

''تمام کائنات حتی کہ نباتات و جمادات کو بھی مطلق بعض غیوب کا علم حاصل ہے اور یہی حفظ الایمان کی عبارت کا پہلا اہم جزو ہے۔''

نیز کہا۔

''حفظ الایمان کی عبارت میں توہین کا شائبہ بھی نہیں اور اس میں زید وعمرو اور صبیان و مجانین اور حیوانات و بہائم کے لئے مطلق بعض غیب کا علم تسلیم کیا گیا ہے، نہ کہ وہ علم جو واقع میں سرورِ کائنات ﷺ کو حاصل ہے۔''(۳)

مولوی عبدالشکور لکھنوی کے بیان کا ماحاصل یہ ہے کہ اگر مولوی اشرف علی صاحب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے علمِ غیب مانتے تو عبارت حفظ الایمان میں یقیناً توہین ہوتی۔

(۱) توضیح البیان مصنفہ مولوی مرتضیٰ حسن، ص ۱۳،۸۔

(۲) الشہاب الثاقب مصنفہ مولوی حسین احمد، مطبوعہ کتب خانہ اعزازیہ دیوبند۔ ص ۱۰۶۔ (۳) فتح بریلی کا دلکش نظارہ، ص ۸۱، ۸۹۔

صدر دیو بند اور ناظم شعبہ تبلیغ دیو بند اور مولوی منظور احمد سنبھلی سب کے بیان کا حاصل یہ ہے کہ مولوی اشرف علی تھانوی صاحب تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے علم غیب مانتے ہیں۔

اب علماء دیو بند ہی بتائیں کہ مولوی اشرف علی تھانوی کے وکلاء میں سے کون حق پر ہے اور کون باطل پر۔ کون سچا ہے اور کون جھوٹا۔

اس کے علاوہ اور طرح سے بھی حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ نے علماء دیو بند کے تضادات بیان فرما کر ان کو اس حالت میں چھوڑا کہ "نہ جائے ماندن و نہ پائے رفتن"۔

مناظرِ اسلام حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کی علمی گرفت اور حاضر جوابی کا اعتراف اپنوں بیگانوں سب نے کیا۔ خالص علمی و تحقیقی انداز میں آپ کی گرفت ایسی مضبوط ہوتی کہ اس سے فرار ممکن نہ رہتا۔ ۱۳۷۵ھ/۱۹۵۶ء میں دوسرے حج کے موقع پر امیر محکمہ امورِ شرعیہ مکہ سے آپ کی گفتگو اس کا بین ثبوت ہے۔ استمداد، استعانت بالغیر، توسل وغیرہ کے بارے میں امیر نے کہا کہ یہ شرک ہے۔ آپ نے اپنے تفصیلی جواب میں فرمایا کہ غزوہ ہوازن میں خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وفد ہوازن کی دلجوئی کے لئے فرمایا تھا کہ نمازِ ظہر کے بعد تم کھڑے ہو کر یوں کہنا۔

"نحن نستعین برسول اللہ علی المومنین او المسلمین فی نسائنا و ابنائنا...... الحدیث(۱)

گویا استعانت بالغیر کی تعلیم تو خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دی۔ اس پر امیر نے کہا کہ یہ واقعہ تو حضور کی زندگی کا ہے اب تو (معاذ اللہ) آپ فوت ہو چکے ہیں۔ یہ کلمات سنکر حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ نے فرمایا۔

" اَلْحَمْدُلِلّٰهِ اَلْاٰنَ نَبِيُّنَاحَيٌّ"...... حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود ارشاد فرمایا۔

"نَبِیُّ اللّٰهِ حَیٌّ یُرْزَقُ فِیْ قَبْرِہٖ اَوْكَمَاقَالَ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ"(۲)

(۱) نسائی جلد ثانی، ص ۱۳۶

(۲) قلمی یادداشت شریکِ حج مولانا معین الدین شافعی، فیصل آباد، مخزونہ کتب خانہ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ، فیصل آباد۔

نوٹ: مفصل حالات سفرِ حج کے باب میں ملاحظہ فرمائیں۔

اس پر نجدی امیر لا جواب ہو گیا۔

علاوہ ازیں حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ نے اپنے آبائی گاؤں دیال گڑھ میں مرزائیوں سے مناظرہ کیا اور شکستِ فاش دے کر فرار پر مجبور کر دیا۔ ہوا یوں کہ دیال گڑھ کے ایک مرزائی نے آپ کو مناظرہ کا پیغام بھیجا۔ آپ نے قبول کر لیا اور کہلا بھیجا کہ اپنی مرضی کے مناظر مرزائیوں کو بلا لو۔ چنانچہ اس نے اپنے معتمد مرزائی مناظر اکٹھے کر لئے اور کہلا بھیجا کہ ہمارے مناظر آپ کی مسجد میں آ کر آپ سے مناظرہ کرنا چاہتے ہیں۔ آپ نے جواب دیا کہ مرزائی چونکہ دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ اس لئے ہم انہیں اپنی مسجد میں داخل نہیں ہونے دیں گے۔ اس کے ساتھ ہی آپ نے مسجد سے قریب ہی ایک کھلے میدان کو جائے مناظرہ قرار دیا اور مرزائیوں کو بلا بھیجا۔ مرزائی مناظر بڑے طمطراق سے آئے۔ کافی کتابیں اپنے ساتھ لائے تھے۔ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ نے بطور حوالہ ایک کتاب پیش کی اور مرزائی مناظرین کو دعوت دی کہ کم از کم اس حوالہ کو صحیح پڑھ دو۔ چنانچہ ان میں کوئی بھی حوالہ کی عبارت کو نہ پڑھ سکا۔(۱)

اس طرح انہیں انتہائی ذلت و رسوائی اٹھانا پڑی۔ مجمع پر واضح ہو گیا کہ مرزائی باطل پر ہیں اور حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ حق پر ہیں۔ شکست خوردہ مرزائی مناظر بھاگ گئے اور جا کر گاؤں کے باہر کماد کی فصل میں چھپ گئے۔ وہاں بیٹھ کر گفتگو کرنے لگے کہ مولوی محمد سردار احمد تو جادوگر معلوم ہوتا ہے۔ اس کا جادو ہم پر ایسا چلا کہ ہم قطعاً لا جواب ہو گئے۔ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کا ایک مرید وہاں بیٹھا ان کی یہ گفتگو سن رہا تھا۔ اس نے آ کر آپ کو ان کے درمیان ہونے والی ساری گفتگو سنائی۔ یہ مناظرہ غالباً ۱۳۶۴ھ/۱۹۴۵ء کو ہوا۔(۲)

اسی طرح اس مناظرہ کے بعد آپ کے گاؤں کے دیو بندی مولوی فرزند علی اور مولوی ابراہیم (حال مقیم ماہل چک، نزد شاہ کوٹ) نے آپ سے تحریری مناظرہ کی ناکام کوشش کی۔ مذکورہ مولویوں نے اپنے اعتراضات لکھ کر آپ کو

(۱) چوہدری محمد اسمٰعیل برادر خورد حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ مقیم فیصل آباد نے یہ روایت ۱۰ ربیع الاول ۱۴۰۵ھ کو بیان کی۔ حوالہ کی کتاب غالباً کوئی حدیث کی کتاب تھی۔ فقیر قادر عفی عنہ

(۲) قصبہ دیال گڑھ اور اس کے مضافات میں آپ کے بہت سے مرید تھے۔ بلکہ آپ کے خاندان کے افراد بھی آپ سے بیعت تھے اور یہ لوگ آپ کو پیر صاحب کہتے تھے۔ روایت چوہدری محمد اسمٰعیل برادر خورد حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ

پیش کئے۔آپ نے ایسا مسکت جواب دیا کہ ان کے پاس سوائے خاموشی کے اور کوئی جواب نہ تھا۔ بے شمار مطالبات کے باوجود وہ دیوبندی آپ کی تحریر کا جواب نہ دے سکے، نہ تحریری نہ تقریری۔ اس تحریری مناظرہ کے بعد آپ کے علاقہ میں دیوبندیت کو کافی ذلت اٹھانا پڑی۔(۱)

تحریک خاکسار (بیلچہ پارٹی) اگرچہ ایک نیم فوجی اور سیاسی تحریک تھی، مگر یہ لوگ اپنے بانی علامہ مشرقی کے زیر اثر عقائد حقہ سے بھی برگشتہ ہوگئے تھے۔ دھاری وال ضلع گورداسپور میں خاکساریوں نے سیاست کے روپ میں اپنے عقائد کی تبلیغ شروع کردی۔ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ خود وہاں پہنچے تا کہ وہاں کے سادہ لوح مسلمانوں کو ان کے باطل نظریات سے آگاہ کریں۔ خاکساریوں نے آپ کو مناظرہ کا چیلنج دیا۔ آپ نے فوراً قبول کیا۔ وہیں مناظرہ منعقد ہوگیا۔ اس مناظرہ میں انہیں شکست فاش ہوئی۔ جب لوگوں پر ان کے عقائد واضح ہوئے تو وہ ان سے متنفر ہوگئے۔ اس طرح خاکساریوں نے وہاں سے چلے جانے میں عافیت دیکھی۔ یہ مناظرہ بھی غالباً ۱۹۴۶ء میں ہوا۔(۲)

(۱) روایت چوہدری محمد اسمٰعیل مقیم چک ۲۰۸ فیصل آباد۔

(۲) ایضاً

تاجدارِ کشورِ ولایت

ایمان وایقان کی ایسی پختگی کہ اعمالِ صالحہ بلا تکلف صادر ہوں، کے نتیجے میں حاصل ہونے والا عرفان اور قلبِ صافی پر اللہ کریم جل وعلا اور مصطفیٰ کریم ﷺ کی جناب سے وارد ہونے والا فیضان جس قدر عام اور متواتر ہوگا درجہ ولایت اسی قدر بلند ہوگا۔ مگر ولی کے قلبِ صافی کے واردات اور احوال کا علم وادراک درجہ ولایت سے کم کسی شخص کے لئے ممکن نہیں۔ عنوان مذکور پر درج ذیل سطور ایک ظاہر بین طالب علم کی کوشش ہے۔

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کو نہ صرف اقلیم علوم میں اقتدار حاصل تھا بلکہ کشورِ طریقت کے بھی آپ تاجدار تھے۔ احکامِ شریعت اور سنتِ نبوی پر عمل سب سے بڑی کرامت ہے اور اسی کا نام ولایت اور طریقت ہے۔ حضور اقدس سیّد عالم ﷺ کے اقوال کا نام شریعت ہے۔ آپ کے اقوال وارشادات پر عامل شریعت پر عامل ہے۔ طریقت حضور ﷺ کے افعال ہیں۔ آپ کی اتباع میں آپ کے افعال کا ادا کرنا طریقت کا حاصل کرنا ہے۔ حقیقت حضور ﷺ کے احوال کا نام ہے۔ جو احوالِ مصطفیٰ کے کسی حصہ سے بہرہ ور ہوا وہ اسی مناسبت سے حقیقت کی منازل طے کر گیا اور بے مثال علومِ مصطفیٰ کا نام معرفت ہے۔ اگر کسی خوش بخت کو ان علوم سے کچھ حصہ ملا ہو تو وہ معرفت کے مقام پر فائز ہوگیا۔ الحمد للہ ولایت کے تمام مراتب حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کو حاصل تھے۔

شریعت، طریقت، حقیقت اور معرفت میں باہم تخالف نہیں۔

غوث الامت، اسی صدی کے مجدد، امام احمد رضا قدس سرہ نے اس بارے میں اپنے رسالہ ''مقال العرفاء'' میں جو کچھ لکھا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے۔

''شریعت اصل ہے اور طریقت فرع، شریعت منبع ہے اور طریقت اس سے نکلا ہوا دریا، شریعت پر ہی طریقت کا مدار ہے۔ شریعت سے دوری اللہ سے دوری ہے، بے دینی ہے اور زندقہ ہے''

''حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

قَصَمَ ظَهْرِیْ رَجُلَانِ جَاهِلٌ مُتَنَسِّکٌ وَعَالِمٌ مُتَهَتِّکٌ

دو شخصوں نے میری پیٹھ توڑ دی، جاہل عابد اور عالم بے عمل"

"حضور غوث پاک فرماتے ہیں۔

"ولی کی کرامت یہ ہے کہ اس کا فعل نبی ﷺ کے قول کے قانون پر ٹھیک اترے۔"

اکابر صوفیہ کرام کے ان ارشادات کی روشنی میں جب حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کی مبارک زندگی کی طرف دیکھتے ہیں تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ اس دور میں آپ بے مثال صاحبِ طریقت ولی اللہ تھے۔ زہد و تقویٰ اور اتباع سنت آپ کی طبیعت ثانیہ تھا، آپ کے تمام اقوال وافعال، حرکات وسکنات اور نشست وبرخاست میں اتباع سنت کی جلوہ گری ہوتی۔ اور بلا تکلف اتباعِ سنت کی یہ کیفیت زمانہ طالب علمی سے ہی ضرب المثل بن گئی تھی۔

حافظ الحدیث مولانا عبدالعزیز شیخ الحدیث مبارک پور، اعظم گڑھ (انڈیا) آپ کے ہم درس ساتھی ہیں، وہ آپ کے بارے میں فرماتے ہیں۔

"اجمیر مقدس کا پورا دورِ طالب علمی میرے سامنے ہے۔ زمانہ طالب علمی میں پاک اور ستھری زندگی ہے جو ریاضت ومجاہدہ کے بعد بھی دشوار ہے۔ کم کھانا، کم بولنا، کم سونا، شب وروز تحصیلِ علم میں مصروف رہنا، آپ کا معمول تھا۔ سلسلہ کے وظائف اور نماز باجماعت کے پابند تھے۔ خشیت ربانی کا یہ عالم تھا کہ نماز میں جب امام سے آیت ترہیب سنتے تو آپ پر لرزہ طاری ہو جاتا حتیٰ کہ پاس والے نمازی کو محسوس ہوتا تھا۔ یہ طالب علمانہ مقدس زندگی کی کیفیات ہیں۔ اس سے آپ کی روحانیت کا اندازہ ہو سکتا ہے اور آپ کے مقامِ رفیع کا پتہ چل سکتا ہے۔ بلاشبہ حضرت موصوف مجمع البحرین تھے۔ جامع منقول ومعقول تھے۔ علم وعمل کے جامع تھے۔ کمالات ظاہری وباطنی سے آراستہ تھے۔ بزرگان دین سلف صالحین کے نمونہ تھے۔ الباقیات الصالحات سے تھے۔"(۱)

(۱) ماہنامہ نوری کرن بریلی۔ مارچ واپریل ۱۹۶۳ء، ص ۲۸

مشہور دانشور جناب پروفیسر جناب محمد اسحٰق گورنمنٹ کالج لائل پور نے کچھ عرصہ آپ کی زندگی کے معمولات کو دیکھا۔ انہوں نے جو کچھ آپ کے بارے میں تاثر لیا اس کا ایک حصہ یہ ہے۔

"مولانا مرحوم (حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ) صرف ایک عالم دین ہی نہ تھے، بلکہ بہت بڑے صوفی بھی تھے۔ ان کے الفاظ تصوف کی چاشنی سے مزین ہوتے تھے۔ موجودہ ماحول میں جبکہ اکثر صوفی شریعت مطہرہ کی لفظی پابندیوں کے قائل نہیں ہوتے۔ مولانا کی شخصیت علم وعمل اور قول وفعل میں ایک حسین امتزاج تھی۔ ان کی شخصیت کا تصور کرتے ہوئے مجھے امام مالک علیہ الرحمۃ کے وہ الفاظ نہیں بھولتے جو انہوں نے ایک مکمل صوفی اور باکمال فقیہ کے بارے میں ارشاد فرمائے تھے۔ فرماتے ہیں۔

"مَنْ تَصَوَّفَ وَلَمْ تَفَقَّهْ فَقَدْ تَذَنْدَقَ وَمَنْ تَفَقَّهَ وَلَمْ تَصَوَّفْ فَقَدْتَفَسَّقَ وَمَنْ جَمَعَ بَيْنَهُمَا فَقَدْ تَحَقَّقَ"

فرمایا جو انسان تصوف کا دعویدار تو ہو گیا مگر تفقہ فی الدین کی منزل طے نہ کی تو بے شک اس نے زندقہ کی روش اختیار کی اور جو صرف فقیہ ہو گیا فقہ میں مہارت تامہ حاصل کر گیا مگر تصوف کی آمیزش سے سوز دروں حاصل نہ کر سکا تو یقیناً فاسقوں کی راہ چلا۔ مگر جو انسان تصوف کی حلاوت اور فقہ کی ملاحت کو پا لیتا ہے اور تصوف وفقہ کا امتزاج حاصل کر لیتا ہے تو صحیح معنوں میں محقق ہو جاتا ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا تھا۔

"اَلْعَمَلُ بِدُوْنِ الْعِلْمِ ضَلَالٌ وَالْعِلْمُ بِدُوْنِ الْعَمَلِ وَبَالٌ"

حقیقت ہے کہ علم اور عمل دونوں ہی معرفتِ خداوندی کے لئے ضروری ہیں، کہا جاتا ہے کہ تصوف وفقہ کا امتزاج ایسا ہیولیٰ ہے جس کا اس مادیت کے دور میں متشکل ہونا محال ہے۔ مگر مولانا مرحوم (حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ) کی شخصیت اس کلیہ سے ایک اہم استثناء ہے۔ آپ کا وجود اس مادیت کے دور میں علم وعمل کے اجتماع کا حسین مظہر تھا۔

اللہ اللہ! سارا دن قال اللہ تعالیٰ اور قال رسول اللہ ﷺ کہنے ولی زبان ساری ساری رات سراپا نیاز ہوکر اپنی عبدیت کا نہایت خشوع وخضوع سے اظہار کیا کرتی تھی۔ دیکھنے والے حیران و پریشان تھے کہ انتھک انسان کیا آرام کے مفہوم سے بھی شناسا ہے یا نہیں اور یہی پیہم مشقت اور عشقِ نبوی کی شدت آخری ایام تک قائم رہی۔" (۲)

اولیاء اللہ کی کرامت اور استقامت حضور اقدس سلطان رسالت ﷺ کی اتباع سے ہوتی ہے حضور اکرم ﷺ نے سلطان عالم ہونے کے باوجود ہمیشہ آخرت کو دنیا پر ترجیح دی۔ دنیا سے بے رغبتی اور توشۂ آخرت کی فکر اولیاء اللہ کی سب سے بڑی ممتاز نشانی ہے۔ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ ہمیشہ اسی طریق پر قائم رہے۔ خاندانی طور پر زمیندار تھے مگر کبھی بھی اس طرف توجہ نہ دی۔ آپ کے بھائی ہی زمین کا انتظام واہتمام کرتے۔ اعراض عن الدنیا اور اقبال علی العقبیٰ کے ایسے کمال مرتبہ پر فائز تھے کہ شاید و باید۔ ۱۹۴۷ء میں بے سروسامانی کے عالم میں ہجرت فرمائی۔ ہجرت کے بعد نانِ شبینہ اور اہلِ خانہ کے سر چھپانے کے لئے معمولی مکان مہیا کرنا ہر مہاجر کی سب سے بڑی ضرورت ہوتی ہے۔ سالہا سال اس کے حصول میں صرف ہو جاتے ہیں۔ مگر اللہ اللہ! حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ نے پاکستان میں آتے ہی بھکھی شریف (ضلع منڈی بہاؤالدین) اور پھر ساروکی (ضلع گوجرانوالہ) میں درس وتدریس کا سلسلہ شروع فرما دیا۔ صبح وشام قال اللہ وقال الرسول کا وظیفہ رہا، اس افراتفری، بے سکونی اور اضطرابی حالات میں بھی بھکھی شریف جمعرات کو پہنچ کر دوسرے روز کمال اطمینان سے جمعہ کا خطبہ دیا۔

اہلِ کمال کے لئے یہ ایک مشکل نمونہ ہے، اہل وعیال کی گذراوقات کے لئے مکان اور زمین کی الاٹ منٹ کے لئے کبھی خود کوشش نہ فرمائی جو میسر آیا اسی پر قناعت فرمائی۔ ہجرت کے چند ماہ بعد جب خونی فسادات میں کمی آئی تو اہل وعیال کو پاکستان چھوڑ کر مرکز علم وعرفان بریلی میں دوبارہ تشریف لے گئے اور وہاں اسی طرح درس حدیث شروع کر دیا جیسا کہ تقسیم سے چند ہفتے پہلے تک جاری تھا۔ کچھ وقت کے بعد پاکستان وہندوستان کی حکومتوں نے آزادانہ

(۲) ماہنامہ نوری کرن، بریلی، مارچ واپریل ۱۹۶۳ء۔ ص ۵۰

آمدورفت پر ویزا کی پابندی عائد کردی۔ اس طرح آپ کو مجبوراً پاکستان واپس آنا پڑا۔ مفتی اعظم مولانا مصطفیٰ خاں بریلوی اور صدر الشریعۃ مولانا محمد امجد علی اعظمی علیہما الرحمۃ کے ایماواشارہ پر لائل پور کو مستقل طور پر مرکز علم وعرفان بنایا۔ فیصل آباد (لائل پور) کے قیام کے ابتدائی ایام میں کرایہ کے معمولی مکان میں اہل وعیال کو ٹھہرایا اور خود محلّہ سنت پورہ اور پھر گول باغ میں تدریس شروع فرما دی۔ طبیعت میں کمال استغناء تھا، بے سروسامانی کا عالم، اجنبی ماحول اور غیروں کی بھرپور رکاوٹوں کے باوجود توکلاً علی اللہ کام شروع کر دیا۔ ان دنوں نہ طلباء کی رہائش اور خوراک کا معقول بندوبست تھا اور نہ دیگر اساتذہ کے مشاہرہ کا خاطر خواہ انتظام ہو سکا تھا۔ بعض اساتذہ اپنی مجبوریوں سے بغیر مشاہرہ کے کام نہ کر سکے اور رخصت واجازت لے کر دیگر مقامات کو چلے گئے۔ اگر آپ چاہتے تو ابتداء سے ہی حالات بہتر ہو سکتے تھے۔ مگر طبیعت کا استغناء دست سوال کرنے سے منع کرتا تھا۔ (۳)

اعراض عن الدنیا اور اقبال علی العقبیٰ کے صلہ میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر جو انعامات فرماتا ہے وہی انوار وبرکات آپ پر بھی وارد ہوئے اور تھوڑے ہی عرصہ بعد لوگوں نے دیکھا کہ مخلوق سے اعراض کرنے والا یہ بندۂ خدا مخلوق کا مخدوم بنا۔ عزت ودولت اس کے قدموں پر نثار تھی۔ مگر اس حال میں بھی وہ اللہ کی طرف متوجہ رہا۔

علوم ظاہری سے ممتاز علماء نے آپ کو اپنا ماویٰ وملجا بنا لیا اور اس دور کے سربرآوردہ مشائخ عظام نے آپ کے وجود مسعود کو نشانِ کرامت سمجھا۔ اپنی نجی مجالس میں اور اجلاس عام میں اس امر کا اظہار فرمایا کہ شیخ الحدیث مولانا محمد سردار

(۳) مولانا عبدالکریم سابق مدرس جامعہ رضویہ فیصل آباد، حال خطیب راولپنڈی کینٹ اپنے ایک مکتوب محررہ ۸ رمضان مبارک ۱۴۰۴ھ/ ۸ جون ۱۹۸۴ء میں لکھتے ہیں۔

"جب یہ ناچیز شروع شروع میں حضرت صاحب (شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ) کے پاس بطور مدرس حاضر ہوا حضرت صاحب نے میری تعلیم، عقیدہ، استاد صاحب کے بارے میں پوچھا۔ یقین آنے پر مجھے مدرس کی حیثیت سے رکھ لیا گیا۔ نہ تو میں نے تنخواہ کی مقدار کا ذکر کیا اور نہ ہی حضرت صاحب نے تنخواہ کا تعین فرمایا۔ چونکہ بندہ عیال دار تھا اور مدرسہ، مسجد اور طلباء کے خرچ اخراجات سے بھی واقف تھا اور اپنے بچوں کا میں خود کفیل تھا۔ ذریعہ معاش اور کوئی نہیں تھا، شرم کے مارے ان حالات میں حضرت صاحب سے کچھ عرض بھی نہ کر سکا۔ آخر ایک روز رہا نہ گیا حضرت صاحب سے عرض کر دیا۔ مجھے حضرت صاحب نے بیس روپے عطا فرمائے اور سارے حالات بھی بیان فرمائے، مگر میرے اخراجات کے لئے اتنی رقم کافی نہ تھی۔ لہٰذا مجبوراً میں نے ساری کیفیت عرض کر کے رخصت لے لی۔"

احمد اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہیں۔علم وعمل کے حسین امتزاج ،شریعت وطریقت کے مرج البحرین اور سب سے بڑھ کر اپنے آقا ومولا جناب رسالت مآبﷺ کے عاشق صادق اپنے دور میں بے مثیل وبے عدیل تھے۔

حکیم الامت مولانا مفتی احمد یار خاں بدایونی (م ۱۳ رمضان ۱۳۹۱ھ ر نومبر ۱۹۷۱ء) علیہ الرحمۃ نے اپنے صاحبزادہ مولانا اقتدار احمد خاں کو وصیت فرمائی۔

''.........تمہارے ہاتھ میں دو دامن ہوں گے اور تم دونوں کے قدموں سے لگے رہو گے تو کامیاب ہو گے۔شریعت میں ہمارے حکم پر عمل کرنا اور طریقت میں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد سردار احمد مدظلہ کے طریقہ پر عمل کرنا.........'' (۴)

شیخ الاسلام خواجہ محمد قمر الدین سیالوی (م ۱۷ رمضان ۱۴۰۱ھ/۲۰ جولائی ۱۹۸۱ء) نے بھی دیگر اکابر کی طرح کوشش کی کہ پاکستان بننے کے بعد حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ سیال شریف میں رہ کر تدریس کا کام شروع کریں۔لیکن آپ نے فیصل آباد کو اپنی توجہ کا مرکز بنا لیا۔اس کے بعد جب بھی حضرت شیخ الاسلام فیصل آباد تشریف لاتے تو فیصل آباد والوں کو ہمیشہ حضرت کی عظمت کا احساس دلاتے اور فرماتے۔

''لائل پور والو! تم بڑے خوش قسمت ہو کہ تمہارے شہر میں شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سردار احمد مدظلہ جیسی علم وعرفان کی جامع ہستی موجود ہے۔تمہیں اس پر فخر کرنا چاہیئے۔''

ایک مرتبہ دن کو حضرت شیخ الاسلام علیہ الرحمۃ جامعہ رضویہ فیصل آباد میں تشریف لائے۔مدرسہ میں اسباق شروع تھے۔آپ نے مدرسہ میں داخل ہونے سے پہلے ہی اپنا جوتا اتار لیا۔خدام نے عرض کیا کہ حضور! مدرسہ تو ابھی آگے ہے۔آپ نے فرمایا۔

''تمہیں معلوم نہیں ،یہ وہ مقام ہے جہاں ہمیشہ قال اللہ اور قال رسول اللہ کی صدائیں بلند ہوتی ہیں۔یہاں عشقِ مصطفیٰﷺ کی لازوال دولت تقسیم ہوتی ہے۔دیکھو تو سہی اور ذرا غور سے سنو۔اس

(۴) قلمی یادداشت مفتی اقتدار احمد خاں نعیمی، مخزونہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

وقت بھی یہی آواز پہنچ رہی ہے۔یہ آواز عاشق رسول، اللہ کے ولی حضرت مولانا محمد سردار احمد مدظلہ کی ہے۔ہر مسلمان پر ان کی توقیر وتعظیم واجب ہے۔'' (۵)

اولیاء اللہ عموماً اپنی کرامات کو حتی المقدور مخفی رکھتے ہیں۔کسی خاص موقعہ پر غیروں پر اتمامِ حجت، اپنوں کی تسکینِ خاطر یا مناسب مصلحت کے تحت ہی ان سے کرامات کا ظہور ہوتا ہے۔یہی حال اور مسلک حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کا تھا۔آپ کی انتہائی کوشش ہوتی کہ شریعت پر استقامت رہے (اگرچہ یہ خود بہت بڑی بلکہ سب سے بڑی کرامت ہے) تاہم بعض مواقع پر آپ سے دیگر کرامات کا صدور بھی ہوا۔

مولانا سید محمد جلال الدین شیخ الحدیث دار العلوم محمدیہ نوریہ رضویہ بھکھی شریف ضلع منڈی بہاؤالدین بیان کرتے ہیں۔کہ میرے طالب علمی کے دور میں ہمارے استاد جامع معقول ومنقول علامہ سلطان احمد مدظلہ نے شرح ملا جامی کی تدریس کے دوران مجھ سے فرمایا کہ تم اپنے پیرومرشد حضرت سید نور الحسن شاہ صاحب کیلانوالہ سے عرض کرنا کہ سماعِ موتی سے کلام باری کا مسئلہ کس طرح حل ہوتا ہے۔ان کا اشارہ اس طرف تھا کہ جس طرح کلام ذات باری بے مثل اور بے صوت ہے۔کچھ ایسا ہی معاملہ سماع موتی سے ہے۔یہاں کلام اور سماعت اسبابِ عادی پر موقوف ہوتے ہیں۔عرض کرنے پر حضرت پیرومرشد نے فرمایا کہ مسئلہ سمجھنے کے لئے مولانا خود تشریف لائیں۔حضرت شاہ صاحب کا بیان ہے جب میں دورہ حدیث پڑھنے بریلی حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کے حضور حاضر ہوا تو ایک روز دورانِ سبق سماع موتی کی بات چل نکلی۔آپ نے اس پر قرآن وحدیث اور کلمات علماء سے بے شمار دلائل دیئے۔میں نے عرض کیا۔

''یہ تو قال تھا۔حال سے مسئلہ کی وضاحت فرمائیں''

اس پر حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ نے تبسم کناں صرف اتنا فرمایا کہ ''پھر کسی وقت.....''

(۵) ا قلمی یادداشت مولانا بشیر احمد مالک رضی کتب خانہ ارشد مارکیٹ فیصل آباد، مخزونہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور۔

ب مکتوب مولانا علی احمد سندیلوی، لاہور بنام فقیر قادری عفی عنہ محررہ ۳۰ نومبر ۱۹۸۵ء

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ بریلی سے فیصل آباد آ گئے۔ اکثر ملاقات ہوتی مگر یہ مسئلہ سامنے نہ آیا۔ آپ کے وصال کے چھ ماہ بعد میں آپ کے مزار پرانوار پر حاضر ہوا۔ مراقبہ کیا۔ مراقبہ میں آپ نے مجھ سے کافی دیر تک کلام فرمایا اور پھر مجھے یاد دلایا کہ شاہ صاحب! دیکھئے یہ آپ کے اس سوال کا جواب ہے جو آپ نے آج سے پندرہ سال پہلے بریلی میں دورہ حدیث پڑھتے ہوئے کیا تھا۔''

پھر فرمایا۔

''اولیاء اللہ زندہ ہوتے ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے توسل سے ان پر احوال پیش کئے جاتے ہیں۔ اس کی نشانی یہ ہے کہ چند ماہ ہوئے کیا آپ کو وہ فلاں واقعہ پیش نہیں آیا۔''

شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ جس واقعہ کی طرف حضرت نے اشارہ فرمایا وہ آپ کے صال کے بعد مجھے پیش آیا تھا۔

اس کے بعد آپ نے فرمایا۔

''اَلْاٰنَ کَمَا کَانَ ۔ یعنی جس حالت میں ہم اولیاء اللہ وصال سے پہلے ہوتے ہیں وہی حالت بعد وصال ہوتی ہے۔'' (۶)

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کی عادت یہ تھی کہ جس جگہ بھی جاتے وہاں کے اولیاء اللہ کے مزارات پر ضرور حاضری دیتے۔ لاہور میں حضور داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ تو اکثر حاضری ہوتی۔ مہینے میں دو تین بار تو معمول کی حاضری تھی۔ ایسا محسوس ہوتا تھا صاحبان مزار بالخصوص حضور داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ سے آپ کو ایک خاص نسبت قلبی تھی۔ اہلِ نظر کا کہنا ہے کہ داتا گنج بخش علیہ الرحمۃ کے حضور مراقبہ میں آپ پر عجیب روحانی کیفیات وارد ہوتیں۔ ایسا محسوس ہوتا کہ آپ اپنی معروضات پیش کر رہے ہیں۔

(۶) حضرت مولانا سید محمد جلا الدین (بھکھی) نے یہ واقعہ فقیر غفرلہ القدیر سے ۲۲ ربیع الاول ۱۴۰۴ھ کو محبت بھرے لہجہ میں یوں بیان فرمایا کہ حاضرین کی آنکھوں سے آنسو آ گئے۔

نوٹ: افسوس کہ ۴ ربیع النور ۱۴۰۶ھ/ ۲۷ نومبر ۱۹۸۵ء کو شاہ صاحب موصوف کا انتقال ہو گیا ہے۔ فقیر قادری عفی عنہ

بقیہ السلف مولانا مفتی عزیز احمد بدایونی مقیم گڑھی شاہو لاہور اپنے ایک بیان میں فرماتے ہیں۔

''داتا دربار میں آپ خاص مراقبہ فرماتے۔ وہیں سے فیض لیتے۔ انہی کے اشارہ سے جامعہ رضویہ قائم ہوا۔'' (۷)

حضرت مفتی صاحب یہ حقیقت بیان کرتے ہوئے بڑے محتاط معلوم ہوتے تھے۔ نہ معلوم ان الفاظ کے پس پردہ کتنے حقائق پوشیدہ ہیں۔

اسی سلسلہ میں صوفی محمد قمر الدین فیصل آباد کا بیان بھی قابل توجہ ہے۔

''حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ داتا دربار میں ایسے مودب کھڑے ہوتے کہ گویا ان سے ہم کلام ہو رہے ہیں۔'' (۸)

اسی تعلق قلبی اور روحانی نسبت کی پختگی کے سبب حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کے جنازہ مبارکہ میں جہاں ہزاروں علماء و مشائخ اور لاکھوں مسلمانوں نے شرکت فرمائی وہاں اہلِ نظر نے اکثر اولیاء اللہ کو بھی آپ کے جنازہ مبارکہ میں تشریف فرما پایا۔ مولانا صاحبزادہ سید فیض الحسن زیب سجادہ آلومہار (ضلع سیالکوٹ) نے بیان کیا۔

''آپ کے جنازہ میں حضور داتا گنج بخش علیہ الرحمۃ بھی تشریف فرما ہوئے۔'' (۹)

(۷) حضرت عزیز احمد قادری بدایونی نے یہ واقعہ مولانا عبدالحکیم شرف قادری علیہ الرحمہ کی موجودگی میں ۲۱ صفر ۱۴۰۴ھ کو فقیر غفرلہ القدیر سے بیان فرمایا۔

(۸) قلمی یادداشت صوفی قمر الدین فیصل آباد۔ مخزونہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

(۹) روزنامہ غریب، لائل پور ۹ مارچ ۱۹۶۳ء، ص ۳

نوٹ: حضور داتا گنج بخش قدس سرہ کی جنازۂ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ میں بطور برکت، شرکت اور جنازہ پر بارش انوار محسوس کرنے کی خبر جب مشہور ہوئی تو بعض احباب نے اسے حیرت انگیز نگاہوں سے دیکھا اور اس کو بصورت استفتاء علماء کے سامنے پیش کیا کہ کیا ایسا ممکن ہے؟ مولانا ابوسعید محمد امین سابق مفتی جامعہ رضویہ لائل پور نے شرعی دلائل سے ثابت کیا کہ ایسا ممکن ہے، بلکہ واقع ہے اور بعض اولیاء اللہ سے ایسا منقول ہے۔ تفصیلی فتویٰ ملاحظہ ہو۔ (ہفت روزہ محبوب حق لائل پور، مجریہ ۳ جنوری ۱۹۶۴ء۔ ص ۵

اولیاء کاملین اکثر و بیشتر اپنے حالات و مقامات سے متعلق سکوت اختیار فرمایا کرتے ہیں، لیکن گاہے گاہے ان کی زبان فیض ترجمان سے حقیقت کے بارے میں چند واضح اشارات مل جاتے ہیں۔ ایسا ہی ایک مرتبہ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ سے ہوا۔ مشہور محقق اور دانشور چوہدری مختار احمد انور ایڈووکیٹ (حال مقیم اسلام آباد) اپنے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں۔

''ایک وقت ایسا آیا کہ آپ نے خطبہ جمعہ میں فرمایا کہ وہ تو داتا صاحب کی طرف سے چوکیدار مقرر ہیں اور چوکیدار کا فرض ہے کہ بتائے، فلاں دین کا چور ہے، اس سے بچو۔'' (۱۰)

عشقِ مصطفیٰ ﷺ کی دولت وہ نعمت ہے جس کی بدولت عاشقانِ مصطفیٰ بارگاہِ مصطفیٰ ﷺ کے حضوری بنتے ہیں اور اصطلاح صوفیہ کے مطابق انہیں فنافی الرسول کا عظیم مقام و منصب نصیب ہوتا ہے۔ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کا آقائے کون و مکان جناب رحمۃ للعالمین ﷺ سے عشق محبت ضرب المثل بن چکا تھا۔ دوست و دشمن سبھی اس کے معترف تھے۔ اسی عشق مصطفیٰ ﷺ کی برکت سے آپ فنافی الرسول کی منزل پر فائز تھے۔

چنانچہ آپ کے معاصر جلیل القدر مشائخ عظام نے اس کا اعتراف کیا ہے۔ اسی سلسلہ میں حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالوی حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری، حضرت مولانا سید احمد سعید کاظمی، حضرت مولانا ابو البرکات سید احمد قادری، مولانا سید زاہد علی لائل پوری اور مولانا مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی وغیرہ مشائخ و علماء کا متفقہ بیان ہے کہ

''حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ فنافی الرسول کے مقام پر فائز تھے۔'' (۱۰۔۱)

عشقِ مصطفیٰ ﷺ میں آپ کو ایسی فنائیت حاصل تھی کہ اس کے اثرات آپ کی مجلس کے حاضرین پر محسوس ہوتے۔ حدیث پاک کی تدریس کے وقت طلباء اور علماء اور جلسہ عام میں ذکر مصطفیٰ ﷺ کی مجلس میں عوام الناس پر وہی اثرات مرتب ہوتے جو آپ کے قلب مبارک پر وارد ہوتے۔ یہ عشق مصطفیٰ ﷺ کی برکت ہے کہ سنت مصطفیٰ پر عمل نہ صرف

(۱۰) مکتوب چوہدری مختار احمد انور ایڈووکیٹ۔ بنام فقیر قادری عفی عنہ محررہ ۱۲ مئی ۱۹۸۵ء

(۱۰۔۱) تفصیل کے لئے مذکورہ اکابر کے قلمی بیانات مخزونہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور دیکھے جاسکتے ہیں۔

آسان ہوتا ہے بلکہ ان کی ادائیگی میں لذت بھی محسوس ہوتی ہے۔ آپ کی مجلس کے حاضرین اور سفر و حضر کے خدام کا بیان ہے کہ

''حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ شریعت کی اس قدر پاسداری فرماتے کہ مستحبات تک کو یوں ادا فرماتے کہ گویا ضروری ہیں۔'' (۱۱)

مولانا سید حسین الدین شاہ مہتمم جامعہ غوثیہ رضویہ سبزی منڈی راولپنڈی نے ۸ ربیع الاول ۱۴۰۴ھ کو ایک ملاقات میں فرمایا۔

''حضرت قبلہ شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ سنت کی ادائیگی بلا تکلف اور بلا تصنع فرماتے۔ یوں محسوس ہوتا تھا کہ فعل سنت آپ کی طبیعت کا حصہ بن چکا ہے۔ شعوری اور غیر شعوری طور پر آپ کے تمام کام سنت کے مطابق ہوتے۔''

سنت مصطفیٰ ﷺ کی بلا تکلف مکمل اتباع صرف اولیاء اللہ کو حاصل ہوتی ہے۔

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کے انہی بلند پایہ علمی و روحانی کمالات سے نہ صرف برصغیر کے مسلمان مستفیض ہوئے بلکہ عالم اسلام کے علماء نے آپ کو قبولیت کی نگاہوں سے دیکھا اور آپ سے استفاضہ کیا۔ مولانا محمد معین الدین شافعی مہتمم جامعہ قادریہ رضویہ فیصل آباد فرماتے ہیں۔

''۱۹۵۶ء میں جب آپ دوسری مرتبہ حرمین شریفین میں حاضر ہوئے تو مصر، حجاز، اور شام وغیرہ کے علماء نے آپ سے سند حدیث اور سلاسل طریقت میں اجازت حاصل کی۔'' (۱۲)

سوانح نگاری میں محض خواب کی بنیاد پر کسی واقعہ یا حقیقت کا تعین نہیں کیا جاسکتا تاہم نیک لوگوں کے خواب مبشرات کا درجہ رکھتے ہیں۔ ایسے خواب کسی حقیقت کے تعین میں دیگر خارجی دلائل کے ساتھ بطور شواہد پیش ہوسکتے ہیں۔

(۱۱) قلمی یادداشت مولانا شمس الزمان قادری، مخزونہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

(۱۲) قلمی یادداشت مولانا محمد معین الدین شافعی، مخزونہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ ایک کامل ولی اللہ تھے۔ یہ بات شک سے وراء ہے۔ گذشتہ سطور میں آپ نے اس بارے میں جو پڑھا۔ وہ اس سلسلہ میں کافی ہے۔ تاہم اس مقام پر ان چند خوابوں کا تذکرہ دلچسپی سے خالی نہ ہوگا جن کا تعلق آپ کی ذات سے ہے۔

جناب بابا کریم بخش مقیم گئوشالہ کچی آبادی، فیصل آباد نے مولانا مفتی محمد امین مہتمم جامعہ امینیہ رضویہ فیصل آباد سے بیان کیا کہ میں نے خواب میں ایک شخص کو تانگے پر کچھ اعلان کرتے دیکھا۔ جب میں تانگے کے قریب ہوا تو اعلان کرنے والے نے نیچے اتر کر مجھے کہا کہ

"بابا! تو بھی اعلان سن لے کہ جو شخص نجات چاہتا ہے مولانا محمد سردار احمد صاحب کا دامن تھام لے۔" (۱۳)

جناب صوفی عبدالخالق مقیم خانیوال کا بیان ہے کہ جب میں حضرت قبلہ محدث اعظم دامت برکاتہم العالیہ کا مرید ہوا تو آپ نے مجھے مذہب اہل سنت و جماعت پر قائم رہنے اور مذاہب باطلہ سے کلیتہً مجتنب رہنے کی تلقین فرمائی ...... مرید ہونے کے کچھ عرصہ بعد میں نے خواب میں دیکھا کہ جامعہ رضویہ لائل پور میں بھاری اجتماع ہے۔ حضرت محدث اعظم مدظلہ کی نشست گاہ میں دو بزرگ حضرت جنید بغدادی اور حضرت ابوبکر شبلی جلوہ گر ہیں۔ میں نے ان دونوں بزرگوں سے عرض کی کہ آپ صاحبان تو اولیاء سابقین میں تھے۔ زمانہ حال کے ایک بزرگ حضرت مولانا سردار احمد مدظلہ کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے .... دونوں بزرگوں نے بیک زبان فرمایا۔

"مولانا سردار احمد حق پر ہیں۔ حق پر ہیں۔ حق پر ہیں۔" (۱۴)

مولانا محمد سلیم ناظم مکتبہ اویسیہ حامد آباد بہاولپور اپنے ایک دوست کا خواب بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے خواب میں حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کو دیکھا کہ حضور نبی کریم ﷺ نے آپ کو اپنی گود میں لیا ہے۔ اور آپ کی ڈاڑھی کو اپنا دست مبارک لگا کر صحابہ کرام علیہم الرضوان سے تعارف کرا رہے ہیں اور صحابہ کرام بہت خوش ہو رہے ہیں۔" (۱۵)

---

(۱۳) ماہنامہ نوری کرن بریلی، مارچ و اپریل ۱۹۶۳ء ص ۱۰۴

(۱۴) ماہنامہ نوری کرن بریلی، مارچ و اپریل ۱۹۶۳ء ص ۱۰۴

(۱۵) ماہنامہ نوری کرن بریلی، مارچ و اپریل ۱۹۶۳ء ص ۸۵ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

اولیاء اللہ کی بعض باطنی کیفیات کا ظہور ان کے وصال کے بعد ہوتا ہے۔ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کے وصال پر بھی بعض کرامات کا ظہور ہوا۔ جن کا مشاہدہ کرنے والے بیان کرتے ہیں کہ عاشق رسول اکرم، نبراس المحدثین حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کا جنازہ مبارکہ کچہری بازار (فیصل آباد) (۱۵۔ا) سے بطور جلوس پورے جاہ وجلال کے ساتھ خراماں خراماں گذر رہا تھا کہ خاص کیفیت نے لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کر لیا۔ عقیدت سے نظریں جھکا کر چلنے والے بھی تابوت کی طرف دیکھنے لگے اور اپنے پرائے سب اس نورانی منظر کو دیکھ کر رقت اور عجیب تاثر کے ساتھ عش عش کرا ٹھے کہ حضرت کے تابوت پر "محسوس نور" کی چھما چھم بارش ہو رہی تھی۔ دن کے اجالے اور سورج کی روشنی میں عقیدت مند اور بیگانے سب اس نورانی پھوہار سر کی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔ اس نظارے سے متاثر ہو کر سبھی کہہ رہے تھے۔ "سبحان اللہ! کیا نور برس رہا ہے"

قریب کے ساتھیوں نے نہایت عجیب حقیقت افروز جواب دیا۔

"اوپر سے نور برس رہا ہے تو اس میں حیرت کی کیا بات ہے۔ اندر بھی نور ہی ہے۔" (۱۶)

(بقیہ ۱۵) نوٹ: اسی نوعیت کا ایک خواب حضور داتا گنج بخش علیہ الرحمۃ نے حضرت امام اعظم علیہ الرحمۃ کے متعلق دیکھا اور اپنی مبارک کتاب کشف المحجوب میں درج فرمایا۔ اس خواب کی تعبیر حضور داتا گنج بخش علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ حضرت امام اعظم قدس سرہ فنافی الرسول کے مرتبہ پر فائز تھے...... اور کیا بعید ہے کہ ان ائمہ ذی شان اور اولیاء کاملین کی محبت و خدمت کے صدقہ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ بھی ان مقامات پر فائز ہوں۔

ایں سعادت بزور بازو نیست ۔۔۔ تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

(۱۵۔ا) جنازہ کا جلوس کئی فرلانگ لمبا تھا۔ دور سے دیکھنے والے اس نورانی فوار کو دیکھ کر معلوم کرتے تھے کہ جنازہ کہاں ہے، چنانچہ میں کمیٹی ہال کے پاس سے معلوم کر رہا تھا کہ اس وقت جنازہ گھنٹہ گھر کے پاس ہے، کیونکہ نورانی فوار آسمان سے چارپائی تک باران نور بنی ہوئی تھی۔ دور میرے پاس ارد گرد تمام لوگ یہی تعجب انگیز منظر دیکھ رہے تھے۔ میں اسٹیشن تا کمیٹی ہال تک چارپائی کے نیچے تھا۔ کمیٹی ہال کے پاس میں ایک طرف ہوا تو پیچھے رہ گیا۔ کیونکہ بھیڑ تھی۔ پیچھے والے تمام یہ نظارہ دیکھ رہے تھے۔ چنانچہ تمام اخباری رپورٹروں نے اس منظر کو نوٹ کیا اور اخبارات میں شائع کیا۔

(مولانا مفتی) عبدالقیوم (ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ)

(۱۶) تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو۔

(ا) روزنامہ سعادت لائل پور ۳۱ دسمبر ۱۹۶۲ء ۔۔۔ (ب) روزنامہ عوام لائل پور ۳۱ دسمبر ۱۹۶۲ء

(ج) ماہنامہ نوری کرن بریلی، مارچ و اپریل ۱۹۶۳ء ۔۔۔ (د) ہفت روزہ محبوب حق لائل پور ۳ جنوری ۱۹۶۳ء

آسمان سے نور افشانی ہوئی تابوت پر
کیا مقدس بندہ غفار تھے شیخ الحدیث
دیکھ کر منظر جنازہ کا یہ ظاہر ہو گیا
اہل حق کے سید و سردار تھے شیخ الحدیث
عرش پر دھومیں مچیں وہ مومن صالح ملا
فرش سے ماتم اٹھا وہ طیب وطاہر گیا

اولیاء اللہ کے سینے علم وعرفان کے ایسے خزینے ہوتے ہیں جن تک رسائی ہر کس وناکس کا کام نہیں۔قدرت کاملہ کے رازہائے سربستہ ان سینوں میں محفوظ ہوتے ہیں۔گہرے سمندر کی طرح معرفت سے بھرپور وجودوں میں ٹھہراؤ ہوتا ہے۔سکون وخاموشی ہوتی ہے۔دعویٰ سے بے نیاز ہوتے ہیں۔لیکن کبھی کبھار ان کی زبانوں پر کچھ ایسے کلمات جاری ہوجاتے ہیں، جوان کے مراتب ولایت کے غماض ہوتے ہیں۔حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ سے متعلق ایک واقعہ اسی نوعیت کا مولانا اسد نظامی (جہانیاں منڈی) نے ۲۸ ذی قعدہ ۱۴۰۳ھ کو حکیم اہل سنت الحاج محمد موسیٰ امرتسری ضیائی مدظلہ کی موجودگی میں بیان کیا۔

''۱۹۵۸ء میں حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کے ہمراہ مولانا محمد حنیف فیصل آباد، مولانا حسن علی رضوی میلسی اور میں نے جہانیاں سے میلسی تک سفر کیا۔میلسی سے ادھر کوئی پانچ چھ میل کے فاصلہ پر ڈھمکی نہر کے پل کے قریب بس خراب ہوگئی۔سواریاں نیچے اتر آئیں۔مولانا حسن علی رضوی نے کمبل بچھادیا۔اس پر حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ بیٹھ گئے۔تھوڑی دور ایک جاٹ ہل چلارہا تھا۔

آپ نے دوران گفتگو اس جاٹ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔کہ

''وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حضوری ہے۔''

وہ جاٹ ہل چھوڑ کر آگیا اور آتے ہی پنجابی زبان میں کہنے لگا کہ

''مولوی صاحب! آپ نے میرا پردہ فاش کردیا ہے۔لیکن اپنے بارے میں بھی کہئے۔آپ تو مجھ

سے بھی پہلے وہاں دربار رسالت میں حاضر ہوتے ہو۔''

زمیندار کے چلے جانے کے بعد ہم نے آپ کو مزید کریدنا چاہا لیکن آپ خاموش ہوگئے۔

اسی نوعیت کا ایک واقعہ مولانا بشیر احمد سیالوی بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ نے دور سے آنے والے اجنبی کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ

''آنے والا بندہ وقت کا ولی ہے''

جب وہ پاس آیا تو اس نے عرض کیا۔

''حضرت! کسی کا راز فاش نہیں کرنا چاہئے۔'' (۱۷)

کسی مشہور ومعروف خانوادہ کا سجادہ نشین ہوکر کسی اعلیٰ مقام پر پہنچنا اتنا کمال نہیں۔علمی خاندان کے کسی فرد کا علمی اعتبار سے بلند مرتبہ پالینا اتنا بڑا کمال نہیں، خاندانِ سادات سے ہوکر قبولیتِ عامہ حاصل کرلینا کوئی بڑا کمال نہیں۔کیونکہ انہیں بہت سی چیزیں پہلے ہی حاصل ہوتی ہیں، جس میں ان کی محنت کا کوئی عمل دخل نہیں ہوتا۔ان کی شہرت پہلے سے موجود ہوتی ہے۔ہزاروں ان کے چاہنے والے پہلے سے موجود ہوتے ہیں۔اس ابتدائی بنیادی پس منظر میں ان کے کردار وعمل کا کوئی حصہ نہیں ہوتا۔بلکہ ان کے اسلاف کی برکت سے ان کا وہ سفر طے ہوتا ہے جو اوروں کو ابھی طے کرنا ہوتا ہے، ان کی طرف سے تھوڑی سی محنت بہت کچھ پیدا کردیتی ہے .... درحقیقت کمال تو اس کا ہے جو نہ سادات کے گھرانے سے متعلق ہو، نہ کسی پیر طریقت کے اخلاف سے ہو، نہ کسی علمی خاندان کا فرد ہو، نہ سرمایہ دار یا جاگیر دار ہو، نہ صاحبِ اقتدار کے خاندان سے متعلق ہو، بلکہ متوسط زمیندار گھرانے میں پیدا ہوا اور وہ اتنے بڑے منصب پر فائز ہو کہ بڑے بڑے مشائخ عظام اس سے اظہارِ عقیدت کریں۔مقتدر علماء اس کی زیارت باعثِ برکت جانیں۔وہ مخلوقِ خدا کی رشد وہدایت کے لئے سلسلہ بیعت شروع کرے تو اس کے مریدوں کی تعداد بڑے صاحبان طریقت کے مریدوں سے کہیں بڑھ جائے۔فنون کی تعلیم دے تو بڑے بڑے علماء اسے فخر المدرسین کہہ کر پکاریں، درسِ حدیث کی

(۱۷) قلمی یادداشت مولانا بشیر احمد سیالوی۔مخزونہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

مسند پر تشریف فرما ہو تو جلیل القدر محدث اسے علی الاطلاق محدث اعظم اور شیخ الحدیث کے پیارے القاب سے یاد فرمائیں۔

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ ان پیروں سے قطعاً مختلف تھے جو صرف مریدوں کی تعداد کی کثرت پر فخر کریں۔ انہیں اپنے مریدوں کی اصلاح و تربیت سے کوئی دلچسپی نہیں ہوتی، بلکہ آپ ایسے شیخ کامل تھے جو صاحبِ حال تھے، صاحبِ کردار و عمل تھے، جن کی زیارت سے ہی انقلاب آجاتا کہ گناہوں سے نفرت پیدا ہو جاتی ......اور یہی بہت بڑا کمال ہے۔

عام طور پر یہ تاثر ہے کہ تقسیمِ ملک کے بعد جب آپ پاکستان تشریف لائے تو آپ نے سلسلہ بیعت شروع کیا۔ حقیقت حال یہ ہے کہ آپ کا یہ سلسلہ تقسیم ملک سے بہت پہلے، بریلی شریف کے قیام کے دوران ہی شروع ہو چکا تھا۔ ماسوائے رمضان المبارک کی سالانہ تعطیلات کے آپ اپنے وطن مالوف میں کبھی کبھی تشریف فرما ہوتے۔ آپ کا اکثر وبیشتر وقت بریلی شریف میں تدریس میں گذر جاتا۔ تاہم آپ کے وطن کے لوگ اور بالخصوص آپ کے گاؤں کے بہت سے لوگ آپ سے باقاعدہ بیعت ہو چکے تھے۔ آپ کے ان ارادت مندوں میں خوش حال متوسط اور غریب، سبھی شامل تھے۔ (۱۸)

(۱۸) بروایت قاری غلام نبی دیال گڑھی، حال مقیم فیصل آباد
قاری غلام نبی، حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کے تقسیم ہند سے قبل کے حالات بیان کرتے ہوئے بڑے محتاط معلوم ہو رہے ہے۔۔۔۔مگر آپ سے عقیدت ومحبت کی فراوانی نے آپ کو گلوگیر کر رکھا تھا۔ فقیر قادری عفی عنہ

﴿ہجرت﴾

رمضان المبارک ۱۳۶۶ھ جولائی، اگست ۱۹۴۷ء کے موقعہ پر دارالعلوم مظہر اسلام بریلی کے شیخ الحدیث (حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ) اپنے وطن مالوف دیال گڑھ ضلع گورداسپور تشریف فرما تھے۔ آپ نے حسبِ عادت سابقہ رمضان المبارک دیال گڑھ میں ذکر و تبلیغ عبادت و ریاضت میں گذرا۔ رمضان المبارک کی آمد سے پہلے آپ نے نمازِ تراویح میں قرآن مجید کی تلاوت کے لئے مولانا سید محمد جلال الدین بھکھی ضلع گجرات کو خط لکھ کر دیال گڑھ بلا بھیجا، لیکن ان دنوں فسادات کی آگ بھڑک اٹھی تھی۔ حضرت شاہ صاحب قرآن سنانے کے لئے دیال گڑھ نہ جا سکے۔ (۱)

دیال گڑھ میں آپ ہر سال رمضان المبارک کے عشرہ اخیرہ میں سنت اعتکاف ادا فرماتے۔ اس سال بھی آپ نے اعتکاف ادا فرمایا۔ (۲)

برصغیر کی تقسیم کے اعلان (۱۴ اگست ۱۹۴۷ء) سے پہلے عام طور پر مشہور ہو گیا تھا کہ متحدہ پنجاب کے اضلاع امرتسر اور گورداسپور وغیرہ علاقے پاکستان کی حدود میں شامل ہوں گے۔ اس لئے ان اضلاع کے باشندے اپنے آپ کو ہجرت کے پُر خطر مصائب سے محفوظ سمجھتے تھے۔ وہ مطمئن تھے کہ بغیر کسی پریشانی کے ہم پاکستان کے باسی شمار ہوں گے۔

رمضان المبارک کے جمعہ کے خطبات میں آپ نے قیام پاکستان پر اطمینان کا اظہار فرمایا اور لوگوں کو نئے اسلامی ملک کے قیام پر مبارک باد دی۔ (۳)

(۱) قلمی یادداشت مولانا سید جلال الدین بھکھی، مخزونہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور
(۲) روایت مولانا مفتی محمد مختار احمد دیال گڑھی حال مقیم جامعہ قادریہ رضویہ فیصل آباد۔ ۹ ربیع الاول ۱۴۰۵ھ
(۳) قلمی یادداشت صوفی اللہ رکھا دیال گڑھی حال مقیم فیصل آباد۔ مخزونہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

اعلانِ تقسیمِ برصغیر سے قبل ہی سکھوں کی طرف سے قتل وغارت کے واقعات اتنے بڑھ چکے تھے کہ پورا متحدہ پنجاب اور دیگر علاقے ان کی لپیٹ میں تھے۔ کوئی بستی بھی ان کے حملہ سے محفوظ نہ تھی۔ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ نے اپنے قصبہ کی حفاظت کے لئے اذانیں دلوائیں۔ خود گھوڑی پر سوار ہوکر قصبہ کے گرد گشت فرماتے اور قصبہ کو کلام الٰہی سے حصار کردیا۔ جس کے نتیجے میں آپ کا قصبہ ہر قسم کے فسادات اور حملوں سے محفوظ رہا۔ سکھ اگر حملہ آور ہوتے تو ہنسی والی نہر کے پار آتے ہی اندھے ہوجاتے۔ پل پار نہ کرسکتے۔ سکھوں نے دیال گڑھ پیغام بھیجا کہ پیر صاحب (شیخ الحدیث) نے قصبہ کو دم کر رکھا ہے، اس لئے ہمارے حملے ناکام ہوجاتے ہیں۔ آپ کی برکت وکرامت سے اہلِ قصبہ ہر قسم کے فسادات سے حفاظتِ الٰہی میں رہے۔ (۴)

قیامِ پاکستان کے اعلان کے ساتھ ہی فسادات کا خطرہ بھی کھل کر سامنے آگیا۔ گورداسپور اور امرتسر کے اضلاع کے بھارت میں شامل ہوجانے سے فسادات کے پیشِ نظر، ہجرت کے سوا اور کوئی چارہ کار نہ رہا۔ چنانچہ ۲ شوال المکرّم ۱۳۶۶ھ بمطابق ۲۰ اگست ۱۹۴۷ء کو آپ نے اپنے وطن مالوف کو ہمیشہ کے لئے خیرباد کہہ دیا اور پاکستان میں نامعلوم منزل کی طرف سفر اختیار فرمایا۔ آپ کے ہمراہ آپ کے اہلِ خانہ، آپ کے بھائی، خاندان والے اور دیگر اہلِ قصبہ تھے۔ دیال گڑھ سے قلعہ گلاں والی ہوتے ہوئے بٹالہ میں غازی شمشیر خاں کے مزار کے قریب انارکلی تالاب کے کنارے کیمپ میں آپ نے قیام فرمایا۔ اس وقت آپ کے ہمراہ ایک سو دس افراد تھے۔ اگلے روز ۴ شوال المکرّم ۱۳۶۶ھ/۲۲ اگست ۱۹۴۷ء جمعۃ المبارک کا خطبہ کیمپ میں دیا۔ اس جمعہ کے اجتماع میں علاوہ مہاجرین کے فوجی محافظ دستہ کے سپاہی اور افسر بھی تھے۔ آپ نے کیمپ میں جمع شدہ مہاجرین، سپاہیوں اور بلوچیوں کو اخوتِ اسلامیہ کا درس یاد دلا کر صبر وتحمل، اجتماعی شکل میں آنے والی مشکلات سے نپٹنے کے لئے آمادہ کیا۔ تمام حاضرین آپ کے وعظ سے متاثر ہوئے۔ ہجرت کے اس قیامت نما ماحول میں آپ نے جس صبر وتحمل اور ایثار کا مظاہرہ کیا، وہ تاریخِ عالم میں ایک مثال ہے۔ (۴)

(۴) روایت قاری غلام نبی دیال گڑھی مقیم غلام محمد آباد فیصل آباد۔ ۷ رجب ۱۴۰۵ھ

(۴) روایت مولانا قاری غلام نبی دیال گڑھی، مقیم فیصل آباد۔ ۷ رجب ۱۴۰۵ھ

جمعہ کے بعد قافلوں کو نوزائیدہ اسلامی ملک پاکستان روانہ کرنے کے لئے آپ نے فوجی افسروں سے مل کر پروگرام بنایا۔ طے پایا کہ کل ہفتہ ۵ شوال المکرّم ۱۳۶۶ھ/۲۳ اگست ۱۹۴۷ء کو علی الصبح قافلے براستہ ڈیرہ بابانانک، جسڑ، نارووال، روانہ ہوں۔ دوسرے روز آپ نے قافلوں کو نہایت محبت آمیز انداز میں روانہ فرمایا۔ یہ قافلے آپ کے نام سے موسوم ہوئے۔ کیمپ میں آپ کی ملاقات ایک مدنی سے ہوئی۔ انہوں نے اس پُرخطر سفر کے بخیر وعافیت مکمل کرنے کے لئے دعا فرمائی۔ روانہ ہونے والے قافلوں نے پل ڈیرہ بابانانک سے دریائے راوی کو پار کیا اور پاکستان کی سرحد میں داخل ہوگئے ان قافلوں میں آپ کے بھائی ان کی اولاد اور دیگر اہلِ قصبہ شامل تھے۔

فوجی حفاظتی دستہ میں حسنِ اتفاق سے آپ کا ایک ہم وطن، آپ کا ہم نام سردار محمد ڈرائیور آپ کا مرید بھی تھا۔ جب اُسے اس کیمپ میں آپ کی موجودگی کا علم ہوا تو حاضر ہوا اور ایک فوجی ٹرک آپ کے اہل وعیال کو پاکستان پہنچانے کے لئے پیش کیا۔ چنانچہ آپ اپنے اہل وعیال سمیت اس فوجی ٹرک میں سوار ہوکر بحفاظت پاکستان کی سرحد پار کرکے لاہور تشریف لے آئے۔ مولانا عبدالقادر احمد آبادی (م ۱۷ رمضان المبارک ۱۳۸۳ھ/۲ فروری ۱۹۶۴ء) جو اس وقت جامعہ رضویہ مظہر اسلام بریلی میں آپ کے پاس زیرِ تعلیم تھے اور رمضان المبارک کی تعطیلات میں دیال گڑھ میں آپ کے پاس مقیم تھے، کو آپ نے اپنے ٹرک میں سوار کرلیا۔

لاہور پہنچ کر آپ نے بھکھی، ضلع گجرات میں مولانا سید محمد جلال الدین کو پیغام بھیجا کہ میں مع اہل وعیال لاہور پہنچ چکا ہوں، حضرت شاہ صاحب نے اپنے چند آدمیوں کو لاہور روانہ کیا تاکہ وہ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کو بھکھی لے آئیں۔ شاہ صاحب نے علاقہ کے معززین کے ہمراہ آپ کا استقبال کیا۔ تمام افراد کو نہایت عقیدت ومحبت سے بھکھی ٹھہرایا۔ رہائش کے لئے مکانات پیش کئے اور خورد ونوش کی جملہ ضروریات مہیا کیں۔ (۵)

ہجرت کے بعد عارضی قیام کے لئے آپ نے بھکھی کا انتخاب اس لئے کیا کہ قیامِ بریلی کے زمانہ میں آپ اس علاقہ میں ہر سال دعوت وارشاد کے لئے تشریف لاتے۔ مزید برآں اس سال بھکھی کے مولانا سید محمد جلال الدین،

(۵) قلمی یادداشت مولانا سید محمد جلال الدین بھکھی، مخزونہ جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

مولانا محمد نواز اور کیراں والا سیداں کے مولانا سید محمد یعقوب نے دارالعلوم مظہر اسلام بریلی میں آپ سے دورہ حدیث مکمل کیا تھا۔ اس سے پہلے اسی علاقہ کے موضع مانگٹ کے مولانا محمد سعید اور مولانا غلام قادر نے آپ سے دورہ حدیث مکمل کیا تھا اور ان کی دعوت پر آپ متعدد بار اس علاقہ میں وعظ کے لئے تشریف لائے تھے۔ اس اعتبار سے بھکھی آپ کے لئے مانوس جگہ تھی۔

بھکھی، ضلع منڈی بہاؤالدین پہنچ کر آپ نے اپنے دیگر اعزا و اقارب کی خیریت معلوم کرنے کے لئے مولانا عبدالقادر احمد آبادی اور بھکھی کے جناب بہادر خاں کو ضلع سیالکوٹ کے علاقہ نارووال روانہ کیا۔ تاکہ وہ انہیں تلاش کر کے اپنے ساتھ بھکھی لے آئیں یا علی پور سیداں ضلع سیالکوٹ میں مولانا عبدالرشید رضوی صدر المدرسین جامعہ نقشبندیہ کے سپرد کر آئیں۔ چنانچہ آپ کے بھائی جناب دین محمد ان کے اہل خانہ اور دیگر چند خاندانوں کو مولانا عبدالرشید رضوی کے سپرد کیا گیا۔ اور دوسرے بھائیوں اور ان کے اہل خانہ کو لے کر بھکھی آگئے۔ یہ حضرات، سیالکوٹ سے بذریعہ ریل بھکھی کے قریب آہلہ سٹیشن پر پہنچے۔ وہاں سٹیشن پر حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ موجود تھے۔ (٦)

چونکہ درس وتدریس آپ کی روحانی غذا تھی، اس لئے بھکھی پہنچ کر ہجرت سے پیدا شدہ صورتِ حال کا مقابلہ کرنے کی بجائے آپ نے دارالعلوم محمدیہ نوریہ رضویہ بھکھی کے طلباء کو پڑھانا شروع کر دیا۔ تقریباً چار ماہ آپ نے فوقانی درجہ کی متعدد کتابیں (توضیح تلویح، میر زاہد، مختصر معانی وغیرہ) کے اسباق پڑھائے (٧)

ہجرت کے بعد پاکستان کے متعدد مقتدر علماء مشائخ نے خواہش ظاہر کی کہ آپ مستقل طور پر ان کے ہاں قیام فرمائیں اور درس وتدریس ان کی سرپرستی میں جاری فرمائیں۔ اسی سلسلہ میں مولانا محمد عبدالغفور ہزاروی خطیب جامع مسجد وزیر آباد ضلع گوجرانوالہ (م ١٣٩٠ھ / ١٩٧٠ء) نے آپ کو وزیر آباد آنے کی دعوت دی کہ ایک جمعہ کے موقعہ پر آپ خطبہ ارشاد فرمائیں۔ ساتھ ہی مولانا موصوف نے وزیر آباد کے تحصیل دار کو، جو ان کا عقیدت مند تھا، جمعہ میں بلا

(٦) روایت جناب محمد اسمٰعیل برادر خورد حضرت شیخ الحدیث، مقیم فیصل آباد۔ ١٠ ربیع الاول ١٤٠٥ھ

(٧) روایت مولانا سید محمد جلال الدین، بھکھی۔ ٢٢ صفر ١٤٠٥ھ

بھیجا۔ آپ نے وعظ فرمایا۔ تحصیل دار وعظ سنتے ہی آپ کا گرویدہ بن گیا۔ مولانا عبدالغفور نے تحصیل دار مذکور کو فرمایا کہ مولانا کا وزیر آباد کے قریب قیام اسی صورت میں ممکن ہے کہ انہیں اور ان کے خاندان کے لئے یہاں مکان اور زمین الاٹ کر دی جائے۔ تحصیل دار مذکور نے نہایت عقیدت وچاہت سے سارو کی نزد وزیر آباد ضلع گوجرانوالہ میں آپ اور آپ کے خاندان کے لئے مکان اور زمین الاٹ کر دی۔ اس طرح سارو کی میں آپ کے قیام کی صورت پیدا ہوئی (٨)

١٧ محرم الحرام ١٣٦٧ھ / یکم دسمبر ١٩٤٧ء سے پہلے آپ سارو کی میں تشریف لا چکے تھے (٩)

چونکہ آپ کے خاندان کے کچھ افراد ابھی تک بھکھی میں مقیم تھے، اس لئے آپ اس دوران بھکھی بھی آتے جاتے رہے۔ ١٢ صفر المظفر ١٣٦٧ھ / ٢٦ دسمبر ١٩٤٧ء کو آپ نے منڈی بہاؤالدین، ضلع گجرات میں الجمهورية الاسلامية (سنی کانفرنس) کے ایک اجلاس سے خطاب فرمایا۔ (١٠)

٦ ربیع الاول ١٣٦٧ھ / ١٩ جنوری ١٩٤٨ء بروز شنبہ اور ٥ ربیع الاخر ١٣٦٧ھ / ١٦ فروری ١٩٤٨ء کو بھی آپ بھکھی آئے۔ (١١)

ہجرت کے چند دنوں بعد آپ نے صوفی اللہ رکھا دیال گڑھی کو جو اس وقت سوہدرہ ضلع گوجرانوالہ میں آ کر مقیم ہو گئے تھے، بلا بھیجا۔ اور ایک قرآن مجید مترجم (کنز الایمان) دے کر فرمایا کہ ہجرت سے قبل، مجھے قصبہ یوسف والا کے برکت علی نے اس کا ہدیہ دیا تھا کہ میرے لئے خرید لینا۔ چنانچہ میں نے اس کے لئے قرآن مجید اس وقت خرید لیا تھا۔ اب اس کی امانت اس کے حوالہ کر کے سبکدوش ہو جانا چاہتا ہوں۔ جناب برکت علی مذکور تک اس قرآن مجید کو پہنچا آئیں۔ صوفی اللہ رکھا نے یہ امانت برکت علی تک پہنچائی۔ (١٢)

(٨) روایت صوفی اللہ رکھا دیال گڑھی، مقیم فیصل آباد

(٩) صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی اعظمی نے ١٧ محرم ١٣٦٧ھ کو آپ کے نام آپ کی خیریت معلوم کرنے کے لئے ایک مکتوب روانہ کیا تھا۔ اس مکتوب گرامی پر سارو کی کا پتہ درج ہے۔ فقیر قادری عفی عنہ

(١٠) روایت مولانا سید محمد جلال الدین بھکھی ٢٢ صفر ١٤٠٥ھ

(١١) ملاحظہ ہو بیاض حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ، مخزونہ کتب خانہ حضرت شیخ الحدیث فیصل آباد

(١٢) روایت صوفی اللہ رکھا دیال گڑھی، مقیم جامعہ قادریہ رضویہ، فیصل آباد۔ ٩ ربیع الاول ١٤٠٥ھ

نوٹ: صوفی اللہ رکھا بیان کرتے ہیں کہ ہجرت کے وقت آپ کے پاس آپ کا مجموعہ وظائف اور دو قرآن مجید تھے، ایک اپنے تلاوت کے لئے اور دوسرا جناب برکت علی کے لئے۔ فقیر قادری عفی عنہ

آل انڈیا سنی کانفرنس کے مقاصد میں سے ایک مقصد استخلاصِ وطن اور قیام پاکستان کا مطالبہ تھا۔ بنارس میں آل انڈیا سنی کانفرنس کے عظیم الشان اجلاس میں علماء اہل سنت نے متفقہ طور پر کانگرس کی مخالفت کی تھی اور قیام پاکستان کے مطالبہ کی پر جوش حمایت کی تھی۔ اب قیام پاکستان اور ہندوستان میں کانگرس کی حکومت بن جانے کے بعد ہندوستان میں آل انڈیا سنی کانفرنس کی بقا ممکن نہ رہی تھی۔ آل انڈیا سنی کانفرنس کی پاکستان میں اس کی تشکیل جدید، نئے انتظامات اور نئے حالات سے مقابلہ کے لئے نئے لائحہ عمل مرتب کرنے کے لئے ۱۵۔۱۷ اجمادی الاولی ۱۳۶۷ھ/۲۵۔۲۷ مارچ ۱۹۴۸ء کو دار العلوم انوار العلوم ملتان کے سالانہ جلسہ کو بہترین موقعہ سمجھا گیا۔ علماء و مشائخ اہل سنت کی کثیر تعداد اس اجلاس میں شریک ہوئی اور سنی کانفرنس کو نئے لائحہ عمل کے تحت جمعیت علماء پاکستان کے نئے نام سے منظور کیا گیا۔ جمعیت کے اس تاسیسی اجلاس میں حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ بھی شریک تھے۔ (۱۳)

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ اپنی علمی ثقاہت اور روحانی عظمت کے باعث ایسی پُر کشش شخصیت تھی کہ جس نے بھی آپ کو دیکھا وہ آپ کا گرویدہ ہو گیا۔ ساروکی پہنچ کر اس نئے ماحول میں بھی لوگ آپ کے گرد پروانہ وار جمع ہونے شروع ہوئے۔ ساروکی کے نمبردار چوہدری غلام حیدر اس علاقہ کے پیر بھلے شاہ اور نادر شاہ وغیرہ معززین نے خوب چاہت کا مظاہرہ کیا۔ ان لوگوں نے آپ کے آرام وسکون کے لئے ممکنہ حد تک کوشش کی۔ آپ نے مولانا عبد القادر احمد آبادی نمبردار غلام حیدر اور چند سر برآوردہ حضرات پر مشتمل، مہاجرین کی فلاح و بہبود کے لئے ایک اصلاحی کمیٹی بنادی۔ جس کے ذمہ علاقہ بھر میں ٹھہرے ہوئے مہاجرین کی دیکھ بھال خوردونوش اور رہائش وغیرہ ضروریات کو حتی الامکان پورا کرنا تھا۔ اور جن معاملات میں حکام کا عمل دخل ہوتا وہ معاملات حکام تک پہنچا کر مناسب حل کرواتے۔ اس اصلاحی کمیٹی کا فائدہ یہ ہوا کہ علاقہ بھر کے مہاجرین کی مشکلات بہت حد تک کم ہو گئیں۔ انہیں مناسب مکان اور زمینیں الاٹ ہو گئیں۔ اس طرح یہ لوگ معاشی طور پر جلد ہی اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے کے قابل ہو گئے۔ (۱۴)

(۱۳) روایت مولانا مفتی عبد اللطیف سابق مدرس انوار العلوم ملتان

(۱۴) روایت مولانا معین الدین شافعی، مہتمم جامعہ قادریہ رضویہ، فیصل آباد، ۹ ربیع الاول ۱۴۰۵ھ

ساروکی کے قیام کے ساتھ ہی آپ نے درس وتبلیغ کا سلسلہ شروع کر دیا۔ لیکن بریلی شریف کی یاد نے آپ کو بے چین کر رکھا تھا۔ ان دنوں بغیر پاسپورٹ کے پاکستان اور ہندوستان کی سرحد پار کرنا ممکن تھا۔ چنانچہ آپ جمادی الاخری ۱۳۶۷ھ کے اواخر میں براستہ سندھ بونی جنکشن ہوتے ہوئے عازم بریلی ہوئے۔ چونکہ ان دنوں میں اجمیر مقدس کا سالانہ عرس (۴۔۶ رجب) بھی قریب تھا۔ اس لئے آپ نے پہلے اجمیر مقدس حاضری دی اور عرس میں شرکت فرمائی۔ آپ کے استاذ مکرم صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی اعظمی نے اپنے ایک مکتوب میں مفتی اعظم مولانا مصطفیٰ رضا بریلوی کو لکھا۔

''...... عزیزم مولوی سردار احمد صاحب سلمہ کا بھی کل ہی ایک خط آیا ہے جس سے معلوم ہوا کہ وہ غالباً کل ہی بریلی کے ارادہ سے روانہ ہو گئے ہوں گے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ سندھ کے راستے سے بونی جنکشن ہوتا ہوا آؤں گا۔ میرا خیال ہے کہ وہ اجمیر شریف ضرور اتریں گے اور عرس کر کے وہاں سے بریلی آئیں گے۔ میرا یہ خط محفوظ رکھئے۔ جب وہ آجائیں تو انہیں دکھایا جائے......'' (۱۵)

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ نے دار الخیر اجمیر پہنچ کر اپنے استاذ گرامی حضرت صدر الشریعہ کو خط لکھا۔ جس میں اپنے آئندہ بریلی آنے کے پروگرام کا لکھا۔ اس کے جواب میں حضرت صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی اعظمی نے (غالباً) ۱۳ رجب ۱۳۶۷ھ/۲۲ مئی ۱۹۴۸ء کو بریلی کے پتہ پر آپ کو خط لکھا جس میں تحریر تھا۔

''عزیزم سلمہ۔ دعا۔ تمہارا ایک خط پنجاب سے آیا تھا۔ جس میں تم نے بریلی کی روانگی کا قصد ظاہر کیا تھا۔ اب یہ دوسرا خط اجمیر شریف سے آیا۔ خیریت معلوم ہوئی۔ غالباً اب تم بریلی پہنچ گئے ہو گے۔ پہلے خط کے آنے کے بعد میں نے ایک خط چھوٹے مولانا صاحب (مفتی اعظم مولانا محمد مصطفیٰ رضا بریلوی) کے نام روانہ کیا، جس میں تمہیں بھی کچھ لکھ دیا تھا۔ غالباً انہوں نے وہ خط تمہیں دکھایا ہوگا۔ میں نے ایک سخت غلطی کی کہ اپنا پرانا مکان گروا کر از سر نو تعمیر کرانا شروع کر دیا۔

(۱۵) مکتوب صدر الشریعہ بنام مفتی اعظم مصطفیٰ رضا بریلوی محررہ ۲۲ جمادی الاخری ۱۳۶۷ھ/۳ مئی ۱۹۴۸ء۔

نہ عمارتی سامان دستیاب ہوتا ہے اور نہ معمار و مزدور آسانی سے ملتے ہیں۔ اس غلطی پر سخت نادم ہوں اور نہایت درجہ پریشان۔ دیواریں آج کل مکمل ہوگئی ہیں۔ اب ڈاٹ لگنا اور اوپر کا کام باقی ہے، دعا کرو کہ جلد اس سے فرصت ملے اور میں کہیں آنے جانے کے قابل ہو جاؤں۔ اگر یہ دشواری نہ ہوتی تو اجمیر شریف حاضر ہوا ہوتا۔ اور پالی بھی جاتا اور ممکن تھا کہ بریلی بھی آتا۔ تمہارے دیکھنے کو بہت جی چاہتا ہے اور یہاں کے سب لوگ تمہارے مشتاق ہیں۔ یہ تحریر کرو کہ تم کب یہاں آؤ گے۔ نہایت خلوص کے ساتھ دعا کرو کہ مولیٰ تعالیٰ افکار حاضرہ سے مجھے جلد اطمینان دے کر نجات بخشے۔ چھوٹے حضرت صاحب کو سلام کہہ دو۔۔ فقط'' (۱٦)

متحدہ ہندوستان کی تقسیم کے وقت جو فسادات شروع ہوئے انہوں نے پورے برصغیر کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا۔ بالخصوص وہ علاقے فسادیوں کے زیرِ عتاب تھے، جن کے رہنے والوں نے قیامِ پاکستان کی کھل کر حمایت کی تھی چنانچہ بریلی بھی ان فساد زدہ علاقوں میں سرِفہرست تھا۔ ان خونی فسادات کے نتیجے میں یہاں دینی درس گاہوں کے طلباء اور مدرسین اپنے اپنے وطن کو تشریف لے جا چکے تھے۔

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ نے بریلی پہنچ کر مظہرِ اسلام میں تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا۔ چند ہی دنوں میں آپ کی تدریس کی خبر ملک بھر میں پھیل گئی۔ طلباء دوبارہ جمع ہونے شروع ہو گئے۔ مولانا تحسین رضا بریلوی اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں۔

''ابتدائی دور میں دونوں ملکوں کے درمیان پاسپورٹ کی پابندی نہ تھی اہل و عیال کو چھوڑ کر پھر ایک مرتبہ بریلی آئے، آپ کے آتے ہی طلبہ بھی جمع ہو گئے۔ اور تعلیم شروع ہو گئی، اسی زمانہ میں میں نے آپ سے شرح عقائد کے کچھ اسباق بھی پڑھے تھے۔ مگر یہ سلسلہ زیادہ دن نہ چل سکا۔ جلد ہی

(۱٦) مکتوب صدر الشریعہ بنام حضرت شیخ الحدیث، بریلی۔ محررہ ۱۳ رجب ۱۳٦۷ھ ۲۲ مئی ۱۹۴۸ء

نوٹ: صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ کے یہ مکتوب مولانا سبحان اللہ امجدی کے قلم سے لکھے ہوئے ہیں۔

آپ کو واپس پاکستان جانا پڑا، آپ کو گئے ہوئے کچھ عرصہ گزرا ہوگا کہ حکومت نے پرمٹ کی پابندی لگادی جو بعد میں پاسپورٹ کی شکل میں باقی رکھی گئی۔ آپ نے جب بریلی آنے میں دشواریاں دیکھیں تو وہیں تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا۔'' (۱۷)

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ نے بریلی پہنچ کر اپنے استاذِ مکرم صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی اعظمی کو یہاں پہنچنے، تدریس شروع کرنے اور اپنے آئندہ کے پروگرام سے متعلق ایک عریضہ لکھا۔ اس کا جواب استاذِ محترم نے یوں لکھا۔

''عزیزم سلمہ۔ ادعیہ وافرہ کے بعد واضح ہو کہ تمہارا خط بریلی کا بھیجا ہوا وصول ہوا، خیریت معلوم ہوئی کہ تم مع الخیر بریلی پہنچ گئے، تمہارے ہر خط کا جواب میں نے روانہ کیا ہے۔ پاکستان سے جو خط تم نے بھیجا تھا اس کا جواب چھوٹے مولانا صاحب کے خط میں لکھ دیا تھا۔ اجمیر شریف سے جو خط بھیجا اس کا جواب بریلی محلہ سوداگراں کے پتہ سے تمہارے نام روانہ کیا۔ پچھلے خط کا جواب آج روانہ کرتا ہوں۔ مکان کی وجہ سے اتنی زیادہ مشغولیت ہے کہ فرصت نہیں ملتی اور پریشانی اتنی کہ عمر بھر کبھی اتنا پریشان نہ ہوا۔ میں بالکل تنہا اور مجبور۔ ایسی حالت میں اس کام کو شروع کر دینا یہ (میری) سخت غلطی ہے۔ جس پر میں نادم ہوں۔ دعا کرو کہ جتنا ضروری کام ہے جلد انجام پا جائے، تاکہ اطمینان حاصل ہو۔ بریلی شریف ہم تمام اہل سنت کے لئے مرکز ہے اور وہ تقریباً کام کرنے والے سے خالی ہے۔ وہاں کسی بلکہ کئی اچھے کارکنان کی سخت ضرورت ہے، میرا خیال ہے کہ چھوٹے مولانا صاحب ہرگز تمہیں نہیں چھوڑیں گے۔ پہلے تم گورداسپور میں رہتے تھے اور اب گوجرانوالہ میں رہو

(۱۷) ماہنامہ نوری کرن، بریلی (محدث اعظم نمبر) مارچ اپریل ۱۹٦۳ء ص ۴۲

اسی سلسلہ کی اخبار دبدبہ سکندری رامپور کی ایک خبر ملاحظہ ہو۔

''معلوم ہوا ہے کہ ستمبر ۴۸ء کے وسط میں ہندوستان سے پاکستان جانے والوں کے لئے حکومت پاکستان پرمٹ سسٹم جاری کر دے گی۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ پاکستان کے ہائی کمشنر متعینہ دہلی کو اس قسم کے پرمٹ دیئے جانے کا اختیار دے دیا جائے گا۔ مشرقی پاکستان جانے والوں کے لئے پرمٹ جاری کرنے کا انتظام کلکتہ میں کیا جائے گا۔'' (اخبار دبدبہ سکندری، رامپور۔ مجریہ ۱۳ ستمبر ۴۸ء۔ ص ۸)

گے۔ کچھ بہت زیادہ فرق نہیں صرف راستہ کی بے امنی ہے۔ جس کی وجہ سے وہ جگہ دور ہو گئی۔ کچھ دنوں کے بعد یہ بات جاتی رہے گی۔ مسبب الاسباب کوئی سبب پیدا فرما دے گا۔ یہ تو ظاہر ہے کہ بال بچوں کے پاس رہنا یا قریب رہنا ہر شخص پسند کرتا ہے مگر دیندار کے لئے خدمت دین و ضروریاتِ دین کا خیال سب پر مقدم ہوتا ہے۔ میں مجبور نہیں کرتا مگر اتنا ضرور کہوں گا کہ تم خود غور کرو اور جو صورت زیادہ تر دین کے لئے مفید ہو اسے اختیار کرو۔ فقیر تمہارے دیکھنے کا بہت زیادہ مشتاق ہے۔ دیکھنا چاہئے کہ کب تم سے ملاقات ہوتی ہے۔ مفتی اعظم کی خدمت میں میرا اسلام عرض کر دینا اور جملہ مدرسین وطلبہ کو سلام ودعا۔" (۱۸)

پاکستان و ہندوستان کی حکومتوں نے بغیر پرمٹ اور پاسپورٹ آمدورفت کی سہولتیں جلد ہی ختم کر دیں۔ اس لئے حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کی دوبارہ بریلی کی تدریس کا سلسلہ زیادہ عرصہ جاری نہ رہ سکا۔ چند ماہ بعد ۸ رمضان المبارک ۱۳۶۷ھ/۱۵ جولائی ۱۹۴۸ء آپ کو اہل وعیال کے پاس واپس ساروکی آنا پڑا۔ (۱۸۔ا)

ساروکی میں واپس آکر پڑھانا شروع کیا۔ طلبہ جمع ہو گئے۔ استاذ محترم حضرت صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی اعظمی (م ۲ ذی قعدہ ۱۳۶۷ھ/۷ ستمبر ۱۹۴۸ء) اور صدر الافاضل حضرت مولانا سید محمد نعیم الدین (م ۱۸ ذی الحجہ ۱۳۶۷ھ/۲۲ اکتوبر ۱۹۴۸ء) قدس سرہما کے وصال پر ملال کی اطلاعات آپ کو ساروکی میں ملیں۔ ان جاں گداز خبروں نے آپ کو نڈھال کر دیا۔ مگر سرحدوں پر پابندیوں کے باعث آپ دوبارہ ہندوستان نہ جا سکے۔ (۱۹)

مولانا سید محمد جلال الدین، شیخ الحدیث دار العلوم جامعہ محمدیہ نوریہ رضویہ بھکھی ضلع گجرات کے عقد مسنون کے موقعہ پر آپ ساروکی سے بھکھی تشریف لائے تھے۔ (۲۰)

---

(۱۸) مکتوب صدر الشریعہ بنام شیخ الحدیث، بریلی۔ محررہ ۲۰ رجب ۱۳۶۷ھ/۳۰ مئی ۱۹۴۸ء بقلم مولانا سجان اللہ امجدی

(۱۸۔ا) روایت مولانا عبد الرشید رضوی جھنگوی۔ ۱۴ ربیع الآخر ۱۴۰۶ھ

(۱۹) روایت مولانا معین الدین شافعی، مہتمم جامعہ قادریہ رضویہ فیصل آباد۔ ۹ ربیع الاول ۱۴۰۵ھ

(۲۰) روایت صوفی اللہ رکھا دیال گڑھی، مقیم فیصل آباد۔ ۹ ربیع الاول ۱۴۰۵ھ

رمضان المبارک ۱۳۶۷ھ/جولائی اگست ۱۹۴۸ء میں نماز تراویح کے لئے مولانا حافظ محمد عبد الرشید رضوی جھنگوی (سابقہ خطیب سنی رضوی جامع مسجد فیصل آباد) کو بلا بھیجا۔ چنانچہ ساروکی میں نماز تراویح میں انہوں نے قرآن مجید پڑھا۔ (۲۱)

مولانا عبد الرشید رضوی بیان فرماتے ہیں کہ استاذ محترم حضرت شیخ الحدیث قبلہ علیہ الرحمۃ ۸ رمضان المبارک ۱۳۶۷ھ کو بریلی سے واپس ساروکی تشریف لائے۔ اس وقت تک میں نماز تراویح میں سورہ انفال سے پہلے کی منزل پڑھ چکا تھا، ۹ رمضان المبارک کی شب کو میں نے سورہ انفال شروع کی۔ منزل ہوتی رہی۔ کچھ دنوں بعد مجھے فرمایا کہ

"مولانا! رمضان المبارک کی تراویح میں ختم قرآن مجید سے سورہ انفال سے میری پہلی منزل باقی رہ گئی ہے۔ اگر یہ بھی مکمل ہو جائے تو خوب ہوگا۔"

مولانا عبد الرشید رضوی فرماتے ہیں کہ روز کی معمول کی منزل کے علاوہ میں نے ابتداء سے روزانہ تھوڑی سی منزل اور پڑھنی شروع کر دی تا آنکہ آپ کی باقی ماندہ منزل بھی تراویح میں مکمل ہو گئی۔

۲۷ رمضان المبارک، لیلۃ القدر کو فرمایا کہ کیا ہی اچھا ہو کہ

"کچھ منزل اور ہو جائے ایک رکعت میں نصف پارہ یا تین چوتھائی پڑھا جائے۔ ایک رکعت میں ایک پارہ سے زیادہ نہ ہو، کہ لوگ تھکن محسوس کریں گے۔ اس طرح لطف نہیں رہتا۔"

نوافل میں، میں نے سوا سولہ پارے پڑھے۔ آپ بڑے خوش ہوئے۔ دوسرے روز ۲۸ رمضان المبارک کو پانچ پارے اور پڑھے۔ ۲۹ رمضان المبارک کو فرمایا۔ "اگر میرا دوسرا ختم قرآن مجید بھی مکمل ہو جائے تو کیا ہی اچھا ہو۔"

چنانچہ میں نے باقی پارے ۲۹ رمضان المبارک کو پڑھے۔ مہاجرت کے اس دور میں جبکہ بیشمار مشکلات کا سامنا ہوتا تھا۔ عبادات میں ایسا انہماک کم دیکھنے میں آیا۔ (۲۲)

---

(۲۱) روایت مولانا معین الدین شافعی، فیصل آباد۔ ۹ ربیع الاول ۱۴۰۵ھ

نوٹ: مولانا محمد عبد الرشید رضوی نے ساروکی میں نماز تراویح میں قرآن پڑھنے کی تصدیق ۱۴ ربیع الآخر ۱۴۰۶ھ کو فرما دی۔ فقیر قادری عفی عنہ

(۲۲) یہ واقعات مولانا محمد عبد الرشید رضوی مدظلہ نے ۱۴ ربیع الاخر ۱۴۰۶ھ کو فقیر سے بیان فرمائے۔

رمضان المبارک ۱۳۶۷ھ کے عشرہ اخیرہ میں آپ نے ساروکی میں سنت اعتکاف ادا فرمائی، اس دوران ذکرو فکر، خشیتِ الٰہی اور حسنِ عبادت کا یہ عالم ہوتا تھا کہ مصلّٰی مبارک آنسوؤں سے تر ہو جاتا۔ (۲۳۔ا)

دوران اعتکاف آپ نے ایک روز دن کو غسل فرمایا۔ یہ غسل للتبرید و النظافۃ تھا۔ صحن مسجد سے متصل وضو کی جگہ اس کے لئے استعمال کی۔ اس خدشہ سے بچنے کے لئے کہ پانی کی چھینٹیں صحن مسجد میں نہ پڑیں وہاں صحن مسجد میں گدا بچھوا لیا۔ (۲۳ب)

حکیم اہل سنت الحاج حکیم محمد موسیٰ امرتسری ضیائی بیان کرتے ہیں کہ تقسیم برصغیر سے پہلے ایک مرتبہ میں امرتسر سے دیال گڑھ حاضر ہوا۔ یہ زمانہ رمضان المبارک کا تھا۔ چونکہ سال کا باقی عرصہ آپ بریلی میں تدریس میں صرف فرماتے۔ رمضان المبارک میں آپ کا قیام دیال گڑھ ہوتا۔ میں نے مشاہدہ کیا کہ ضروری امور کی ادائیگی کے علاوہ آپ کا اکثر حصہ مسجد میں ذکرواذکار میں گزرتا۔ ملاقاتیوں سے گفتگو فرماتے، مگر نہایت مختصر، مدرسین، واعظین، علماء میں ایسا ذوق عبادت، آپ جیسا، نظر نہ آیا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ شریعت وطریقت کے جامع تھے۔ مقبول ومحبوبِ الٰہی بنے۔ مقتدر مشائخ عظام کی صف اول میں آپ کا شمار ہوا۔ آپ نے اپنے عمل سے ثابت فرمادیا کہ ایک عالم کی وفات کے بعد بھی اس کا مزار اسی طرح مرجع خلائق بن سکتا ہے، جس طرح ایک پیر طریقت کا مزار۔ طریقت، شریعت سے علیحدہ کوئی اور شے نہیں۔ شریعت مطہرہ کی پابندی کا نام ہی طریقت ہے۔ مزار مقدس حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ پر زائرین کی کثرت سے حاضری اس امر کا بین ثبوت ہے کہ آپ ولایت کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے۔ (۲۳ج)

ساروکی میں قیام کے دوران تھوڑے ہی عرصہ میں آپ مرجع خلائق بن گئے۔ طلبہ کی تعلیم وتدریس، وعظ وتبلیغ، دعوت وارشاد کے علاوہ علاقہ بھر کے لوگ بکثرت آپ سے دینی مسائل دریافت کرنے کے لئے حاضر ہوتے اور روحانی

(۲۳۔ا) روایت مولانا مفتی محمد مختار احمد دیال گڑھی، حال مقیم فیصل آباد۔ ۹ ربیع الاول ۱۴۰۵ھ

(۲۳ب) روایت مولانا محمد عبدالرشید رضوی جھنگوی، ۱۴ ربیع الآخر ۱۴۰۶ھ

(۲۳ج) روایت حکیم محمد موسیٰ امرتسری ضیائی رحمۃ اللہ علیہ۔ مدفون لاہور۔ ۱۵ ربیع الآخر ۱۴۰۶ھ

فیوضات وبرکات سے متمتع ہوتے۔ آپ کی بارونق محفل اور مقبولیت عامہ کو دیکھ کر کچھ لوگوں نے حسد شروع کردیا۔ ان حاسدین کو اپنی جھوٹی شہرت خطرے میں دکھائی دے رہی تھی۔ مگر یہ لوگ عملاً کچھ نہ کرسکتے تھے۔ آپ کی جلالت علمی، تقویٰ وورع، حسنِ سیرت اور حسنِ صورت کا ان کے پاس کوئی جواب نہ تھا۔ چنانچہ ان لوگوں نے آپ کو ستانے کے لئے آپ کے ہاں چوری کرادی۔ سامان مسروقہ میں آپ کی وہ شیروانی بھی شامل تھی جس پر مسلم لیگ کا بیج لگا ہوا تھا۔ (۲۴) سرقہ کا یہ واقعہ گرمیوں میں پیش آیا۔ ان دنوں چھوٹے صاحبزادہ محمد فضل احمد بیمار تھے۔

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کو اپنے علمی، تحقیقی، تدریسی وتبلیغی عزائم عالیہ کو پورا کرنے کے لئے ایک وسیع میدان درکار تھا۔ ساروکی کا دیہاتی ماحول آپ کے مقاصد عظیمہ کو پورا نہ کرسکتا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ متعدد آستانوں کے، زیب سجادہ مشائخ کرام اور مدارس کے مہتمم علماء عظام نے بارہا کوشش کی کہ آپ ان کے ہاں آکر تدریس کا کام شروع کریں۔ مگر آپ اپنے اساتذہ کرام کی اجازت اور مشورہ کے بغیر کوئی کام نہ کرنا چاہتے تھے۔ مفتی اعظم مولانا محمد مصطفیٰ رضا بریلوی (م ۱۴۰۲ھ/۱۹۸۲ء) ان دنوں بغرض حج وزیارت حرمین شریفین زادھما اللہ شرفاً وتعظیماً میں موجود تھے۔ آپ نے اس صورتِ حال کے پیشِ نظر ان سے استصواب فرمایا کہ ساروکی رہ کر خدمتِ دین کا کام جاری رکھوں یا لائل پور کو مرکز بنالوں۔ چنانچہ دیارِ حبیب سے حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمۃ نے جو جواب لکھا۔ اس میں ساروکی کے پتہ کو دائرہ میں کردیا۔ جس کا مفہوم یہ تھا کہ ساروکی کی بجائے آپ لائل پور قیام کریں۔ (۲۵)

یاد رہے علماء بریلی کا دستور ہے کہ جس لفظ کو کاٹنا منظور ہو اس پر لکیر پھیرنے کی بجائے اس پر دائرہ لگادیتے ہیں۔ گویا دائرہ کے اندر کا لفظ اب مراد نہیں۔ علماء بریلی کی قلمی تحریروں میں اس کی بے شمار امثال موجود ہیں۔

حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمۃ کے حکم نامہ کے مطابق آئندہ آپ نے لائل پور میں دینی خدمات کے لئے کوشش شروع کردی۔

(۲۴) روایت مولانا قاضی محمد فضل رسول حیدر رضوی، فیصل آباد۔ ۱۰ ربیع الاول ۱۴۰۵ھ

(۲۵) (ا) ہفت روزہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ۔ ۱۳ شعبان ۱۳۸۵ھ۔ ص ۶

(ب) قلمی یادداشت حاجی شمس الدین بریلوی۔ مخزونہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

رمضان المبارک ۱۳۶۸ھ/جولائی ۱۹۴۹ء سے قبل ہی سنت پورہ لائل پور میں صاحبزادہ ظہور الحق خلف حضرت خواجہ سراج الحق گورداسپوری سے رابطہ کرلیا کہ ابتدائی طور پر آپ ان کے ہاں قیام کریں گے۔ آپ کا منصوبہ یہ تھا کہ نئے تعلیمی سال (شوال ۱۳۶۸ھ/اگست ۱۹۴۹ء) سے لائل پور میں ایک مدرسہ قائم کردیا جائے جو مظہر اسلام بریلی کی یادتازہ کردے۔

اس مقصد کے لئے آپ نے رمضان المبارک ۱۳۶۸ھ/جولائی ۱۹۴۹ء کراچی اور حیدر آباد میں گزارا، تاکہ اہل ثروت مخیّر سنی حضرات سے رابطہ کیا جاسکے اور انہیں نئے قائم ہونے والے دارالعلوم کی امداد کی طرف متوجہ کیا جاسکے۔ کراچی میں آپ کا قیام مولانا محسن فقیہ شافعی جمشید روڈ کے ہاں تھا۔(۲۶)

پھلیلی بازار حیدر آباد کے اس قیام کے دوران آپ نے صوفی اللہ رکھا کو خط لکھا کہ جامعہ رضویہ مظہر اسلام لائل پور کے نام کی رسید بکیں چھپوا کر حیدر آباد پہنچو۔(۲۷)

صوفی اللہ رکھا حیدر آباد پہنچے، آپ نے انہیں اندرون سندھ چند مخیّر حضرات کا پتہ دے کر روانہ کیا تاکہ انہیں جامعہ رضویہ لائل پور سے تعاون کے لئے دعوت دیں۔

صوفی اللہ رکھا اندرون سندھ کے کامیاب سفر کے بعد ۲۴ رمضان المبارک ۱۳۶۸ھ/۲۲ جولائی ۱۹۴۹ء کو حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کے پاس حیدر آباد واپس پہنچے۔ جامعہ رضویہ کا زراعانت ڈیڑھ سو روپیہ پیش کیا۔(۲۸)

حیدر آباد میں آپ کے نام حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمۃ کا تازہ مکتوب مدینہ منورہ سے شرف صدور لایا۔ جس میں لائل پور کو دینی خدمات کا مرکز بنانے پر اظہار مسرت فرمایا۔(۲۸)

لیلۃ القدر ستائیسویں رمضان المبارک ۱۳۶۸ھ آپ واپس سنت پورہ لائل پور پہنچ گئے۔ اور نماز عید لائل پور ہی میں ادا کی۔

(۲۶) روایت مولانا معین الدین شافعی، فیصل آباد۔ ۹ ربیع الاول ۱۴۰۵ء

(۲۷) روایت صوفی اللہ رکھا دیال گڑھی۔ مقیم فیصل آباد، ۔ ۹ ربیع الاول ۱۴۰۵ء

(۲۸) مکتوب حضرت شیخ الحدیث بنام مولانا معین الدین کراچی۔ محررہ ۲۴ رمضان ۱۳۶۸ھ (۲۸) مکتوب ایضاً

۴ شوال المکرّم ۱۳۶۸ھ/ آواخر جولائی ۱۹۴۹ء میں مولانا غلام رسول رضوی، فیصل آباد (سابق مدرس شرقپور) کے ایما پر جامعہ رضویہ کے اولین طالب علم مولانا محمد امین، شرقپور سے سنت پورہ لائل پور حاضر ہوگئے۔ چند دنوں بعد مولانا معین الدین، کراچی سے، مولانا عبدالقادر احمد آبادی، بھیرہ سے اور دیگر طلباء بھی حاضر ہوگئے۔ درس حدیث کے اسباق جاری ہوگئے۔ اس وقت آپ کا قیام سنت پورہ، لائل پور میں تھا۔(۲۹)

(۲۹) ا روایت مولانا مفتی محمد امین مہتمم جامعہ امینیہ رضویہ فیصل آباد ۱۰۔ ربیع النور ۱۴۰۵ھ

ب ہفت روزہ محبوب حق، لائل پور، مجریہ ۱۳ دسمبر ۱۹۶۳ء ص ۲۴

تبلیغی سفر

تذکرہ نویس، عموماً کسی شخصیت کے تذکرہ سوانح میں سفر کو کوئی اہمیت نہیں دیتے۔ ممکن ہے کہ تمام شخصیات کے تذکروں میں اس کی ضرورت اور اہمیت محسوس نہ کی جاتی ہو، مگر حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کا تذکرہ اور سوانح آپ کے سفروں کے بغیر نامکمل رہے گا۔ اس لئے آپ کے چند سفر بقید تاریخ ومقام آپ آئندہ صفحات میں ملاحظہ فرمائیں گے۔

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کی درس و تدریس کی زندگی انتہائی مصروف گزری ...... بالخصوص حدیث کی تدریس کا دور...... یہ حیثیت تو آپ کی زندگی پر ہمیشہ غالب رہی، مگر اس کے ساتھ ساتھ آپ نے تبلیغ کی اہمیت کو ہمیشہ مدنظر رکھا اور جہاں کہیں ضرورت محسوس ہوئی یا احباب کا تقاضا ہوا، آپ نے تبلیغی سفر اختیار فرمایا۔

اکثر و بیشتر درج ذیل اغراض کی خاطر آپ نے تبلیغی سفر کئے۔

☆ میلاد، معراج اور ذکر مصطفیٰ ﷺ کے عام اجلاس سے خطاب

☆ مشائخ عظام کے آستانوں پر اعراس کی محفل میں خطاب

☆ سنی کانفرنس اور دیگر سنی انجمنوں میں شرکت

☆ عشرہ محرم، ذکر اولیاء کے عام اجلاس سے خطاب

☆ علماء و مشائخ کی ملاقات، تیمارداری

☆ مزارات اولیاء اللہ پر حاضری

☆ دینی معظم شخصیت کے انتقال پر اظہار تعزیت

☆ حرمین طیبین کی زیارت، حج

☆ سنیوں کی ناچاقی ختم کرانے اور صلح کے لئے

☆ مناظرانہ اجلاس میں شرکت وخطاب

☆ ایام علالت میں صحت افزا مقامات پر قیام اور علاج کے لئے ......وغیرہ

آپ نے برصغیر کے دور و نزدیک، بے شمار مقامات پر جا کر تبلیغ کی، مگر تبلیغ کو کبھی نہ بیچا، بلکہ آپ ہمیشہ اپنے تلامذہ اور دیگر علماء سے وعدہ لیا کرتے تھے کہ جہاں کہیں بھی وعظ و تبلیغ کی ضرورت ہو، وہاں بخوشی جاؤ، تبلیغ کرو۔ لوگوں کو نذرو نیاز اور زادِ راہ کے لئے مجبور نہ کرو۔ بارہا ایسا ہوا کہ دور دراز کے تبلیغی سفر سے آپ واپس ہوئے اور وہاں کے منتظمین جلسہ نے زادِ راہ تک نہ دیا۔ باوجود اس کے آپ بہ طیب خاطر وہاں دوبارہ جاتے۔ اس موقعہ پر دو ایک واقعات کا بیان دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔

ایک مرتبہ آپ بمبئی میں ۱۳۵۸ھ/۱۹۳۹ء میلاد مصطفیٰ ﷺ کے جلسوں سے خطاب فرما کر واپس بریلی آگئے۔ اس سفر سے واپسی پر بمبئی کے منتظمین جلسہ نے کوئی زادِ راہ نہ دیا۔ مطالبہ کرنا تو آپ کے نزدیک جائز ہی نہ تھا۔ بعد میں بمبئی والوں کو احساس ہوا کہ آپ نے اتنا طویل سفر ان کے لئے اختیار فرمایا۔ جسمانی مشقت کے علاوہ آپ کو مالی طور پر بھی نقصان اٹھانا پڑا۔ چنانچہ بمبئی کے جناب محمد ہاشم گولی نے ایک مکتوب بریلی حاضر کیا، جس میں انہوں نے اظہار ندامت کے ساتھ ساتھ طلب معذرت بھی کی تھی۔ (۱)

ایک اور سفر کے ہمراہی مولانا حافظ احسان الحق قادری مدرس جامعہ رضویہ فیصل آباد بیان فرماتے ہیں کہ شعبان ۱۳۷۸ھ/مارچ ۱۹۵۸ء میں حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ ہر سال کی طرح نواب شاہ جلسہ میں خطاب کے لئے تشریف لے گئے۔ حاجی عبدالرحیم اجمیری، مٹھائی والے نواب شاہ میں آپ کے میزبان تھے۔ اس سفر میں ہمارے ساتھ مولانا سید غلام محی الدین گیلانی، اوکاڑوی بھی تھے۔ حسب دستور سابق حاجی عبدالرحیم اجمیری نے علماء میں سے (بشمول حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ) کسی کی خدمت میں نذرانہ یا زادِ راہ پیش نہ کیا۔ واپسی پر جب خانیوال سے مولانا سید غلام محی الدین گیلانی گاڑی بدلنے لگے اور حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ سے رخصت ہونے کے لئے حاضر

(۱) ملاحظہ ہو: مکتوب محمد ہاشم گولی، بمبئی بنام حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ، محررہ ۸/مارچ ۱۹۳۹ء

ہوئے تو آپ نے ان کی نقدی خدمت نہ ہونے کے باعث ہونے والے دلی قلق کو محسوس کرتے ہوئے کچھ اس قسم کے ارشادات فرمائے جس سے سید موصوف علیہ الرحمۃ کا غبار خاطر دور ہو گیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔

''شاہ صاحب! علماء پر تبلیغ فرض ہے۔ لوگ جلسوں کا انتظام کر کے علماء کو تبلیغ کی دعوت دیتے ہیں۔ اگر عوام جلسوں کا اہتمام نہ کریں تو بھی خود علماء پر جلسوں کا اہتمام کر کے تبلیغ کرنا ضروری ہے۔ عوام کا یہ تھوڑا کام ہے کہ وہ جلسوں کے انتظام کی ذمہ داری ادا کرتے ہیں۔ عوام سے نقدی خدمت کی توقع نہ رکھو۔ بلکہ غنیمت جانو کہ وہ ایک گونہ آپ کا بار اٹھائے ہوئے ہیں۔''

سید موصوف یہ سن کر آبدیدہ ہو گئے۔ مولانا احسان الحق فرماتے ہیں کہ حضرت صاحب ہر سال نواب شاہ (سندھ) تشریف لے جاتے اور حاجی عبدالرحیم یا کوئی اور آپ کی نقدی خدمت نہ کرتے۔ (۲)

ایک اور واقعہ مولانا محمد الیاس ہزاروی مہتمم جامعہ رضویہ مصباح العلوم، جڑانوالہ ضلع فیصل آباد کے الفاظ میں سنئے۔

''ایک مرتبہ حضرت علیہ الرحمۃ فیصل آباد ہی میں تقریر کے لئے ایک جگہ تشریف لے گئے۔ انتظامیہ کے افراد جلسہ کے اختتام پر سامان وغیرہ محفوظ کرنے میں مصروف ہو گئے۔ حضرت ان کا انتظار کئے بغیر پیدل ہی جامعہ رضویہ کی طرف چلنے لگے۔ راستہ میں کسی نے کہہ دیا۔ حضرت! یہ کیسے لوگ ہیں۔ تانگے کا بھی انہوں نے انتظام نہیں کیا۔ حضرت نے خفگی کا اظہار فرماتے ہوئے فرمایا۔

''بندہ خدا کیا کہا؟ انہوں نے میلاد النبی ﷺ کے جلسے کا انتظام کیا اور رسول اللہ ﷺ کے ذکر خیر کے لئے اس فقیر کو بلایا۔ یہ ان کا تھوڑا احسان ہے؟۔ اگر وہ چاہتے تو آپ کے ذکر خیر کے لئے کسی اور کو بلا لیتے۔''

جملہ ''یہ ان کا تھوڑا احسان ہے'' سن کر احقر کی خوشی کی انتہا نہ رہی۔ (۳)

---

(۲) یہ روایت مولانا احسان الحق نے اس فقیر قادری سے ۲۲ر صفر ۱۴۰۶ھ کو جامعہ رضویہ فیصل آباد میں بیان فرمائی۔

(۳) قلمی یادداشت مولانا علی احمد سندیلوی، لاہور، محررہ۔ ۳۰ر نومبر ۱۹۸۵ء

مولانا علی احمد سندیلوی، لاہور اس واقعہ پر اپنے تاثرات بیان کرتے ہیں۔ چونکہ ان کے تاثرات نہایت حسین ہیں اس لئے ان کے الفاظ پڑھیے۔

''............ کیونکہ جو مسئلہ کئی سال سے حل نہیں ہو رہا تھا ''یہ ان کا تھوڑا احسان ہے'' نے حل کر دیا۔ وہ یوں کہ عاشق محبوب کے ذکر کی فیس نہیں چکاتا۔ بلکہ وہ محبوب کا ذکر کرنے اور کرانے والے کا شکریہ ادا کرتا ہے اور ان کا اپنے اوپر اتنا بڑا احسان جانتا ہے جس کا بدلہ کسی صورت میں ادا نہیں ہو سکتا۔ اس پر مجھے حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کا فرشتہ سے اللہ کی تسبیح سن کر سب کچھ اللہ کے نام پر قربان کرنے والا واقعہ بھی یاد آ گیا۔ ان دو عملوں سے مجھے پتہ چلا کہ عاشق کون ہوتا ہے؟ اور عشق کیا چاہتا ہے؟ اور سچا عاشق کون ہے؟ یہ کہ......

☆ عاشق کی محبت میں اس کی اپنی خواہشات کا دخل نہیں ہوتا۔

☆ عاشق اپنے محبوب کا نام بغیر معاوضہ و بدلہ کے لیتا ہے۔

☆ کوئی شخص اگر محبوب کا نام لے تو اس سے بھی لطف اندوز ہوتا ہے۔

☆ عاشق اپنے محبوب کی ذات بلکہ اس کے نام پر سب کچھ قربان کر دیتا ہے۔

☆ عاشق محبوب کی بات مانتا ہے۔ اپنی نہیں منواتا۔

عاشق و فاسق میں بڑا فرق ہے۔ فاسق محبوب کو اپنے تابع رکھنا چاہتا ہے۔ جبکہ عاشق محبوب کے تابع ہوتا ہے۔ فاسق محبوب سے اپنی اطاعت کراتا ہے اور عاشق محبوب کی اطاعت کرتا ہے۔ فاسق کو اصل میں اپنی خواہشات سے محبت ہوتی ہے۔ اس لئے جب اس کی خواہش پوری نہ ہو تو محبوب کو قتل بھی کر دیتا ہے۔ عاشق کا مقصود صرف اور صرف محبوب کی رضا ہوتی ہے، اس لئے وہ وہی کام کرتا ہے جس سے محبوب راضی ہو جائے۔ اس کی اپنی خواہشات تو ہوتی ہی نہیں۔ وہ چلتا ہے تو محبوب کی چال۔ وہ کھاتا ہے تو محبوب کی طرح۔ وہ سوتا ہے تو محبوب کی طرح اور اس کی وضع

ہوتی ہے تو محبوب کی سی۔

☆ اس کے ہاں مشن کی بات ہوتی ہے کمیشن کی نہیں۔ عقیدت کی بات ہوتی ہے، فیس کی نہیں۔

☆ عاشق باکردار ہوتا ہے، اس کی زندگی جہد مسلسل سے عبارت ہوتی ہے اور فاسق بے کردار اور ناکارہ ہوتا ہے۔

☆ ہزاروں تقریریں وہ انقلاب پیدا نہیں کرسکتیں جو کردار کی ایک جھلک پیدا کردیتی ہے۔ (۴)

ایک معمولی سے واقعہ پر ایک عاشق کے تاثرات کا ایک ایک لفظ اس امر کی گواہی دے رہا کہ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کی زندگی منشاء الٰہی اور رضائے مصطفیٰ کی کس قدر آئینہ دار تھی۔ آپ کا ایک ادنیٰ سا عمل بھی ایک بڑے انقلاب کا باعث تھا۔

تبلیغی سفر کے لئے آپ نے کبھی یہ نہ سوچا کہ وہاں کیسے جانا پڑے گا۔ بلکہ ہمیشہ یہی مدنظر رہتا کہ وہاں جانا کتنا اہم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جہاں آپ بڑے بڑے شہروں میں خطاب فرمانے کے لئے تشریف لے جاتے وہاں دور دراز علاقوں میں پیدل بھی سفر کر کے وعظ و تبلیغ کے لئے پہنچتے۔ آپ نے کبھی مدعوین سے یہ نہ فرمایا کہ میرے لئے سواری کا بندوبست کردو، یا زادِراہ دے دو۔

تبلیغی سفر کے دوران بھی کبھی آپ نے تبلیغ کا موقعہ ضائع نہ ہونے دیا۔ اپنے ہمراہیوں، سواری پر دیگر سوار افراد سبھی آپ کے مخاطب ہوتے۔ اس سلسلہ کا صرف ایک واقعہ مولانا حافظ احسان الحق فیصل آبادی کی زبانی سنیئے۔

"ایک مرتبہ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ دربار حضرت داتا گنج بخش قدس سرہ کی حاضری کے لئے لاہور بذریعہ ریل جارہے تھے، میں ہمراہ تھا۔ گاڑی کے ڈبہ میں ایک نوجوان سوار ہوگیا۔ حضرت صاحب نے اس سے پوچھا کہ وہ کہاں کا رہنے والا ہے۔ اس نے بتایا کہ چک جھمرہ کے نزدیک لوہاریاں کا رہنے والا ہے۔ آپ نے اس سے پوچھا۔ ریلوے سٹیشن (چک جھمرہ) سے اپنے گاؤں

(۴) قلمی یادداشت مولانا علی احمد سندیلوی، لاہور، محررہ ۳۰ نومبر ۱۹۸۵ء

کس طرح جائے گا؟ اس نے بتایا کہ وہاں سٹیشن پر میرا بائیسکل ہے۔ بائیسکل پر جاؤں گا۔ آپ نے پوچھا۔ کتنا وقت لگے گا۔ اس نے بتایا۔ کوئی آدھ گھنٹہ۔ آپ نے فرمایا کہ آج کل سفر کتنا آسان ہوگیا ہے۔ پہلے لوگ پیدل سفر کرتے تھے۔ آج کل بے شمار سواریاں بن چکی ہیں۔ بائیسکل، گاڑی، کار، ہوائی جہاز وغیرہ۔ طویل سفر اب تو چند گھنٹوں، بلکہ منٹوں میں طے ہو جاتا ہے۔ جب یہ تیز رفتار سواریاں نہ تھیں اگر اس وقت یہ کہہ دیا جاتا کہ ہزاروں میل کا سفر چند گھنٹوں میں طے ہو جانا ممکن ہے تو اس وقت عام آدمی اسے ماننے کے لئے تیار نہ ہوتا۔ لیکن آج یہ ممکن بلکہ واقع ہو رہا ہے۔ اسی طرح اگر نبی اکرم، رسول معظم، شفیع معظم، شب اسریٰ کے دولہا، اللہ تعالیٰ کے محبوب و محب اور ہمارے آقا ﷺ کے بارے میں یہی کہہ دیا جائے کہ آپ نے شب معراج مکہ معظمہ سے بیت المقدس اور وہاں سے ساتوں آسمانوں عرش، کرسی اور لامکان تک، آن واحد میں سیر فرمائی، عجائبات عظمیٰ کا مشاہدہ فرمایا۔ آج سے پہلے اس کو وہی تسلیم کرتا جو ایمان بالغیب کا قائل ہوتا۔ مگر تیز رفتار ایجادات نے آج اس کو سمجھنا آسان کردیا ہے۔" (۵)

مولانا حافظ احسان الحق فرماتے ہیں کہ بائیسکل کی معمولی سی بات سے آپ نے بات کو یہاں تک پہنچایا کہ فضائل مصطفیٰ ﷺ کے بیان کا اچھا خاصا جلسہ بن گیا، اور آپ نے سفر میں تبلیغ کا حق ادا کردیا۔ بلکہ ہمارے لئے نمونہ قائم فرما دیا۔

دورانِ سفر نماز کے اوقات کا بڑا خیال رکھتے۔ جہاں بھی وقت ہو جاتا، سواری سے اتر کر نماز باجماعت ادا فرما لیتے اور پھر سفر جاری فرما دیتے۔ اکثر و بیشتر آپ کے ہمراہ علماء یا طلبا خدام ہوتے، جن کی موجودگی کا ایک فائدہ نماز باجماعت ادا کر لینے سے ظاہر ہوتا۔ دوران سفر مختصر سامان، لوٹا، مصلّی، چادر، شیروانی، وغیرہ ساتھ ہوتا۔ دوران سفر گاڑی، بس، تانگہ پر بیٹھے اپنے ہم سفر ساتھیوں سے مسائل ہی کا تبادلہ ہوتا۔ بس یا گاڑی میں تاخیر ہوتی تو قصیدہ بردہ یا

(۵) مولانا احسان الحق نے یہ روایت اس فقیر قادری عفی عنہ سے ۲۲ صفر ۱۴۰۴ھ کو جامعہ رضویہ، فیصل آباد میں بیان فرمائی

نعت شریف پڑھوانا شروع کروادیتے۔ یہ محفل ذکر حبیب کا جلسہ بن جاتی۔ حاضرین محظوظ ہوتے، عشق ومحبت کا سامان بہم پہنچ جاتا۔

جس جگہ پہنچنے کا وعدہ فرمالیتے، وہاں لازمی طور پر پہنچتے، وعدہ فرما کر یا ذمہ داری قبول فرما کر نہ پہنچنے کی مثال آپ کی پوری زندگی میں نہیں ملتی۔ بزم غلامان مصطفیٰ راولپنڈی نے ۱۳۷۹ھ/۱۹۵۹ء میں آپ کی اجازت اور مشورہ کے بغیر آپ کا نام جلسہ کے اشتہار میں شائع کروادیا۔ انہی ایام علالت طبع کے باعث آپ بہت کم سفر فرماتے۔ جلسہ کے بعد منتظمین جلسہ سے لوگوں نے پوچھا کہ آپ خلاف توقع کیوں جلسہ میں تشریف نہ لائے۔ حالانکہ ایسا کبھی نہ ہوا۔ منتظمین جلسہ، اراکین بزم غلامان مصطفیٰ راولپنڈی کو وضاحت کرنا پڑی کہ آپ نے بوجہ علالت ونقاہت جلسہ میں آنے کا وعدہ ہی نہیں کیا تھا۔ ہم نے غلطی کی کہ آپ کا نام آپ سے پوچھے بغیر اشتہار میں شائع کردیا۔"(٦)

ماسوائے حج اور ایام علالت کے، آپ نے پاکستان میں قیام کے دوران سنی رضوی جامع مسجد لائل پور کے خطبہ جمعہ کا کبھی ناغہ نہ فرمایا۔ کہیں بھی سفر پر ہوں، جمعہ کو ہر حال میں لائل پور پہنچتے تا کہ آپ کا وعظ اور خطبہ سننے کے شائق حضرات جو دور ونزدیک سے آکر مسجد میں جمع ہوتے وہ مایوس نہ جاتے۔

ایک مرتبہ صفر ۱۳۷۵ھ/اکتوبر ۱۹۵۵ء میں جمعرات کو آپ دربار داتا گنج بخش قدس سرہ لاہور حاضر ہوئے۔ اتفاق کہ متواتر بارش کی وجہ سے سیلاب آگیا۔ لاہور سے لائل پور کا راستہ مسدود ہوگیا۔ مگر آپ کو جمعہ کے لئے لائل پور پہنچنا ضروری تھا۔ چنانچہ آپ براستہ خانیوال لائل پور پہنچے۔ سفر کی طوالت اور زائد اخراجات آپ نے محض اس لئے برداشت کئے تا کہ سنی رضوی جامع مسجد میں آئے ہوئے نمازی مایوس نہ ہوں۔(٧)

آپ کی عادت مبارکہ تھی کہ جس شہر میں تشریف لے جاتے حتی الامکان وہاں کے مزارات کی زیارت ضرور فرماتے۔ وہاں ایصال ثواب کرتے اور مراقبہ فرماتے۔

(٦) تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: ہفت روزہ سواد اعظم، لاہور۔ ٢٧ ربیع الثانی ۱۳۷۹ھ ص ٦

(٧) مکتوب حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ بنام مولانا تقدس علی بریلوی۔ محررہ ٢٧ رجب ۱۳۷۵ھ

آپ کے تبلیغی سفر کا ایک فائدہ یہ بھی ہوتا کہ دور دراز کے لوگوں کو موقع مل جاتا کہ وہ آپ کی زیارت کریں، آپ کی سیرت وکردار کا مشاہدہ کریں اور آپ کے سلسلہ طریقت سے منسلک ہوں۔ سنت مصطفیٰ پر عمل اور آپ کے کردار کی عظمت نے بے شمار لوگوں کو آپ کا گرویدہ اور شیدائی بنا دیا تھا۔ اس سلسلہ کا صرف ایک واقعہ پیش خدمت ہے۔

حافظ محمد سلیمان، خانیوال والے بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ (غالباً ۱۹۵۲ء) حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ خانیوال تشریف لائے۔ آپ نے شیروانی زیب تن فرما رکھی تھی۔ مسجد میں بیٹھے ہوئے آپ کو محسوس ہوا کہ شیروانی پر خشک مٹی پڑی ہوئی ہے۔ چنانچہ آپ اسے جھاڑنے کی غرض سے مسجد کے صحن سے باہر تشریف لے گئے۔ مسجد سے باہر مٹی جھاڑ کر آپ واپس آگئے۔ آپ نے ایسا اس لئے کیا تا کہ مسجد ملوث نہ ہو۔ مسجد کا یہ احترام دیکھ کر حاضرین نہایت متاثر ہوئے اور بہت سے حضرات نے آپ سے اسی مجلس میں شرف بیعت حاصل کرلیا۔

آئندہ صفحات میں حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے چند سفر کو یکجا جمع کردیا گیا ہے۔ ان سفروں، آپ کی تدریس، جامعہ رضویہ سنی رضوی جامع مسجد اور دیگر مساجد و مدارس کی تعمیر وترقی اور انتظامات وغیرہ کی مصروفیات کو سامنے رکھتے ہوئے یہ فیصلہ کرنا نہایت آسان ہے کہ آپ کو تصنیف وتالیف کا وقت بہت کم ملا۔ بایں ہمہ آپ کی ستر سے زائد چھوٹی بڑی تصانیف آپ کی جلالت علمی پر دال ہیں۔ ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَاءُ وَاللّٰہُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ

سفروں کے جمع کرنے میں ہمیشہ اس امر کا اعتراف ہے کہ قیام بریلی کے عرصہ کے زیادہ سفروں کی تفصیل دستیاب نہ ہوسکی۔ وجہ ظاہر ہے کہ تقسیم برصغیر سے قبل کا تمام ریکارڈ محفوظ نہ رہ سکا۔ قیام پاکستان کے بعد بھی کوئی ایسا معقول انتظام نہ تھا (بلکہ یوں کہیے کہ ارادہ بھی نہ تھا) کہ آپ کے تمام سفروں کا ریکارڈ محفوظ رکھا جاتا۔

مولانا قاضی محمد فضل رسول خلف اکبر حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ سے معلوم ہوا کہ عام واعظین کی طرح آپ کے پاس سفر کے یادداشت کے لئے کوئی ڈائری بھی نہ تھی۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے تمام تبلیغی سفر کا ریکارڈ محفوظ نہ رہ سکا۔ البتہ اس دور میں بعض رسائل وجرائد میں تبلیغی جلسوں کی کاروائی شائع ہوتی جن میں آپ کی شمولیت کا علم ہوجاتا۔ اس

طرح آپ کے بعض سفروں کا ریکارڈ محفوظ ہوگیا۔ بعض سفروں کے مطبوعہ اشتہارات بھی آپ کے سفر کا ماخذ بنے (مگر یہ تعداد میں بہت کم ہیں) ہم نے ان اشتہارات پر اس لئے اعتماد کیا ہے کہ آپ کا وعدہ فرما کر پہنچنے کی عادت گویا مسلم تھی۔ سفر میں آپ کے ہمراہی کی سعادت رکھنے والے بعض احباب کی یادداشت اور روایت بھی ہمارا ماخذ ہے۔ علاوہ ازیں چند سفروں کے بارے میں اس فقیر قادری عفی عنہ کا ذاتی مشاہدہ بھی ہے۔

قیام بریلی کے دوران کے چند سفر

☆ ۱۷/ربیع الثانی ۱۳۵۱ھ/۱۰/اگست ۱۹۳۲ء ریاست جے پور حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا بریلوی (م ۱۳۶۲ھ/ ۱۹۴۳ء) کے ہمراہ جناب عبدالرحیم جوہری کے مکان پر قیام رہا۔(۱)

☆ ۱۳۵۱ھ/۱۹۳۲ء میرٹھ میں حضرت حجۃ الاسلام کے ہمراہ تبلیغی جلسہ میں تشریف لے گئے۔ مولانا عارف اللہ میرٹھی نے دعوت دی تھی۔(۲)

☆ ۲۹، ۳۰/رجب المرجب ۱۳۵۵ھ/۱۵، ۱۶/اکتوبر ۱۹۳۶ء جلسہ زیر اہتمام مولانا محمد امانت اللہ رضوی، بیسل پور (ضلع پیلی بھیت) میں دعوت۔(۳)

☆ ۱۲، ۱۳/صفر ۱۳۵۶ھ/۲۴، ۲۵/اپریل ۱۹۳۷ء انجمن مسیح القوم بیل پور ضلع پیلی بھیت کے زیر اہتمام جلسہ کی دعوت۔(۴)

☆ ۲۹ ربیع الثانی ۱۳۵۶ھ/۹/جولائی ۱۹۳۷ء بروز جمعۃ المبارک نانپارہ (بھارت) میں مناظرہ کے لئے دعوت، مولانا حشمت علی رضوی بھی شریک ہوں گے۔ دیوبندیوں کی طرف سے مولوی منظور احمد نعمانی، مولوی عبدالشکور اور مولوی عبدالحکیم لکھنوی کی آمد متوقع ہے۔(۵)

---

(۱) مکتوب حجۃ الاسلام بنام مفتی تقدس علی (بقلم مولانا محمد سردار احمد) محررہ ۱۰ اگست ۱۹۳۲ء

نوٹ: جے پور (بھارت) کے اسی سفر کے دوران حضرت حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ نے حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کو ایک تفصیلی سند عطا فرمائی، جس میں آپ کو جمیع سلاسل طریقت، اوراد و اشغال جمیع سلاسل اور جمیع علوم دینیہ کی اجازت مطلقہ عطا فرمائی۔ سند مذکور کا عکس کتاب ہذا میں شامل کر دیا گیا ہے۔ فقیر قادری عفی عنہ

(۲) ماہنامہ نوری کرن بریلی۔ مارچ اپریل ۱۹۶۳ء (مضمون مولانا عارف اللہ) ص ۹

(۳) مکتوب مولانا محمد امانت اللہ رضوی، بیل پور۔ محررہ رجب ۱۳۵۵ھ

(۴) مکتوب مولانا عرفان علی، بیل پور، محررہ صفر ۱۳۵۵ھ

(۵) مکتوب حاجی محمد احمد خاں، صدر انجمن حنفیہ نانپارہ۔ محررہ ۳/جولائی ۱۹۳۷ء

☆ ۱۵/ جمادی الاولی ۱۳۵۶ھ/ ۲۴/ جولائی ۱۹۳۷ء کے بعد کسی دن نانپارہ (بھارت) میں جلسہ سے خطاب کی دعوت۔(۶)

☆ ۲۵ جمادی الاخری ۱۳۵۶ھ/ ۲/ ستمبر ۱۹۳۷ء بروز پنجشنبہ عرس حاجی میاں صاحب رچھا ضلع بریلی میں شرکت کی دعوت۔(۷)

☆ ۳/ رجب المرجب ۱۳۵۶ھ/ ۹ ستمبر ۱۹۳۷ء رچھا ضلع بریلی میں ایک جلسہ سے خطاب فرمایا۔(۸)

☆ ۲۶ تا ۲۸ شعبان ۱۳۵۶ھ/ ۱ تا ۳/ نومبر ۱۹۳۷ء عرس سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ امرتسر میں شرکت کی دعوت۔(۹)

☆ ۲۱ تا ۲۳ شوال ۱۳۵۶ھ/ ۲۵ تا ۲۷ دسمبر ۱۹۳۷ء عرس حضرت پیر شاہ سراج الحق قدس سرہ، گورداسپور کی اطلاع اور حاضری کے لئے برادر خورد جناب حیات محمد کی دعوت۔(ا۔۹)

☆ ۲۹۔ ذی الحجہ ۱۳۵۶ھ/ ۳۔ مارچ ۱۹۳۸ء بمبئی میں عشرہ محرم کے جلسوں کی دعوت۔(ب۔۹)

☆ ۳۔۷/ رجب المرجب ۱۳۵۶ھ/ ۹ تا ۱۳۔ ستمبر ۱۹۳۷ء کو کسی روز گودھر پور ضلع بریلی میں آپ نے تقریر فرمائی۔(۱۰) رچھا میں احباب اہل سنت کے درمیان موجود ناچاقی کو آپ نے اپنے رسوخ اور حکمت عملی سے ختم کرائیں۔ فَجَزَاهُ اللهُ اَحْسَنَ الْجَزَاء۔(۱۱)

---

(۶) مکتوب مولانا سید نورالحسن نانپارہ۔ محررہ جولائی ۱۹۳۷ء

(۷) مکتوب مولانا سید بندہ علی، رچھا ضلع بریلی۔ محررہ اگست ۱۹۳۷ء

(۸) مکتوب سید بندہ علی رچھا ضلع بریلی۔ محررہ ۱۳ ستمبر ۱۹۳۷ء

(۹) مکتوب محمد الدین شال مرچنٹ، امرتسر۔ محررہ اکتوبر ۱۹۳۷ء

(ا۔۹) مکتوب جناب حیات محمد (برادر خورد حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ) دیال گڑھ (بھارت) محررہ دسمبر ۱۹۳۷ء

(ب۔۹) مکتوب مولانا حشمت علی رضوی۔ محررہ ذی الحجہ ۱۳۵۶ھ

(۱۰) مکتوب مولانا سید بندہ علی رچھا۔ محررہ ۱۳ ستمبر ۱۹۳۷ء

(۱۱) مکتوب مولانا سید بندہ علی رچھا محررہ ۱۳ ستمبر ۱۹۳۷ء

☆ محرم الحرام ۱۳۵۷ھ/ مارچ ۱۹۳۸ء بمبئی عشرہ محرم کے جلسوں میں خطاب کی دعوت۔(۱۲)

حضرت صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی اعظمی قدس سرہ کے مکتوب محررہ ۲۹ محرم ۱۳۵۷ھ/ یکم اپریل ۱۹۳۸ء سے بمبئی ہیں آپ کی تشریف آوری کی تصدیق ہوئی۔

☆ محرم ۱۳۵۷ھ/ مارچ ۱۹۳۸ء عقد نکاح مولانا عبدالعزیز مبارک پوری ضلع اعظم گڑھ مراد آباد میں شرکت کی دعوت۔(۱۳)

☆ ۲۰۔ ربیع الاول ۱۳۵۷ھ/ ۲۱ مئی ۱۹۳۸ء بروز ہفتہ محلّہ بہاری پور مسجد معماراں بریلی میں آپ کا خطاب۔(۱۴)

☆ ۱۹/۲۱ ربیع الاول ۱۳۵۷ھ/ ۱۹ تا ۲۱ مئی ۱۹۳۸ء محلّہ لال قبر فرنگن محل، رامپور میں جلسہ میلاد میں شرکت وخطاب کی دعوت۔(۱۵)

☆ ۲۷ ربیع الثانی ۱۳۵۷ھ/ ۲۷ جون ۱۹۳۸ء بروز پیر محلّہ کنگھی ٹولہ بریلی میں جلسہ میلاد میں خطاب۔(۱۶)

☆ ۱۲/۱۳ جمادی الاولی ۱۳۵۷ھ/ ۱۱/۱۲ جولائی ۱۹۳۸ء مدرسہ بحر العلوم مئو کے سالانہ جلسہ میں شرکت کی دعوت (۱۷)

☆ ۲۷ تا ۲۹ جمادی الاولی ۱۳۵۷ھ/ ۲۶ تا ۲۸ جولائی ۱۹۳۸ء سہ شنبہ تا پنجشنبہ محلّہ چاہ رونق قصبہ کرنپور ضلع بجنور میں جلسہ میں خطاب کی دعوت۔(۱۸)

☆ ۱۲ رجب ۱۳۵۷ھ/ ۸ ستمبر ۱۹۳۸ء پنجشنبہ عرس سید شاہ محسن الدین میاں صاحب تلہر ضلع شاہجہانپور میں شرکت کی دعوت۔(۱۹)

---

(۱۲) مکتوب منشی مصطفیٰ خاں بمبئی۔ محررہ ۸/ فروری ۱۹۳۸ء

(۱۳) مکتوب مولانا عبدالعزیز محررہ ۱۱ محرم ۱۳۵۷ھ

(۱۴) اشتہار مطبوعہ از صوفی فیروز الدین ناظم الطلبہ مدرسہ رضویہ مسجد بی بی جی، بریلی (مطبوعہ مئی ۱۹۳۸ء)

(۱۵) مکتوب مولانا ابوالنصر شاہ محمد عابد مجددی رامپوری۔ محررہ مئی ۱۹۳۸ء

(۱۶) دعوت نامہ

(۱۷) مکتوب سید عبدالرحمٰن مدرسہ بحر العلوم مئو، محررہ جون ۱۹۳۸ء

(۱۸) مکتوب منجانب اسد علی شاہ، محمد اسمٰعیل خاں چوب فروش، محمد شاہ کمبل پوش مولانا حشمت علی رضوی محررہ ۱۸ جمادی الاولی ۱۳۵۷ھ

(۱۹) مکتوب حافظ محمد قائم علی شاہ تلہر۔ محرزہ اگست ۱۹۳۸ء

☆ ۲۵ رجب المرجب ۱۳۵۷ھ/۲۰ ستمبر ۱۹۳۸ء کے بعد کسی روز بنارس تشریف لے گئے۔ (۲۰)

☆ ۲۶/۲۷ رجب المرجب ۱۳۵۷ھ/۲۲/۲۱ ستمبر ۱۹۳۸ء جلسہ معراج رامپور میں دعوت۔ (۲۱)

☆ شعبان ۱۳۵۷ھ/اکتوبر ۱۹۳۸ء سے پہلے آپ مئو تشریف لے گئے۔ مئو میں آپ کی تقریر منیر کا بحمدہ تعالیٰ بہت ہی عمدہ اثر پڑا۔ گلی گلی کوچہ کوچہ یا سردار احمد یا سردار احمد العطش العطش کے نعرے بلند ہوئے۔ لوگوں نے آپ سے مزید بیانات کی درخواست کی۔ (۲۲)

☆ ۲۵/۲۶ شعبان ۱۳۵۷ھ/۲۱/۲۰ اکتوبر ۱۹۳۸ء مدرسہ حمیدیہ رضویہ بنارس کے سالانہ جلسہ میں دعوت۔ (۲۳)

☆ ۴/صفر ۱۳۵۸ھ/۲۶/مارچ ۱۹۳۹ء سے پہلے کسی دن موضع ڈڈوال، دہاریوال ضلع گورداسپور میں جلسوں سے خطاب۔ (۲۴)

☆ ۱۰ تا ۱۲ ربیع الاول ۱۳۵۷ھ/۱۱ تا ۱۳/مئی ۱۹۳۸ء میرٹھ میں میلاد النبی کے جلسوں سے خطاب کی دعوت۔ (۲۵)

☆ ۱۰/ربیع الاول ۱۳۵۸ھ/یکم مئی ۱۹۳۹ء بروز پیر پیلی بھیت میں جلسہ سے خطاب کی دعوت۔ (۲۶)

☆ ۲۶ تا ۲۹ شعبان ۱۳۵۷ھ/۲۱ تا ۲۴/اکتوبر ۱۹۳۸ء عرس امام اعظم رضی اللہ عنہ امرتسر میں شرکت کی دعوت (۲۷)

☆ ۱۶ تا ۱۸ صفر ۱۳۵۸ھ/۷ تا ۹/اپریل ۱۹۳۹ء جمعہ تا یکشنبہ قصبہ چندوس ضلع سنبھل میں اجلاس سے خطاب کی دعوت۔ (۲۸)

---

(۲۰) مکتوب ملک داد خاں، بنارس محررہ ستمبر ۱۹۳۸ء

(۲۱) مکتوب مولانا ابوالنصر محمد عابد شاہ مجددی رامپوری۔ محررہ رجب ۱۳۵۷ھ

نوٹ: مکتوب مولانا محمد عابد مجددی محررہ ۲۴ رجب ۱۹۵۷ء سے معلوم ہوا کہ آپ نے دعوت قبول فرمالی۔

(۲۲) مکتوب مولانا عبدالرحمٰن اعظم گڑھ، محررہ اکتوبر ۱۹۳۸ء

(۲۳) مکتوب: جلال الدین مدرسہ حمیدیہ رضویہ بنارس، محررہ ۹/اکتوبر ۱۹۳۸ء

(۲۴) مکتوب چراغ دین، از زعیہ ضلع امرتسر محررہ ۲۶/مارچ ۱۹۳۹ء

(۲۵) مکتوب جناب محمد حسین میرٹھی، طلسمی پریس میرٹھ۔ محررہ یکم مئی ۱۹۳۸ء

(۲۶) مکتوب محمد ابراہیم و محمد اسمٰعیل، پیلی بھیت۔ محررہ اپریل ۱۹۳۹ء

(۲۷) مکتوب (۲۸) مکتوب مولانا محمد اجمل از سنبھل محررہ مارچ ۱۹۳۹ء

☆ ۲۰ تا ۲۲/ربیع الاول ۱۳۵۸ھ/۱۱ تا ۱۳ مئی ۱۹۳۹ء بنارس میں عید میلاد کے اجلاس سے خطاب، زیر اہتمام انجمن حنفیہ بنارس۔ (۲۹)

☆ ۲۵/ربیع الاخر ۱۳۵۸ھ/۱۴/جون ۱۹۳۹ء گیا عاقل (رامپور) میں جلسہ کی دعوت۔ (۳۰)

☆ ۲۸-۲۹/ربیع الثانی ۱۳۵۸ھ/۱۷-۱۸ جون ۱۹۳۹ء، جنڈانوالہ ضلع گجرات میں انجمن ارشاد الاسلام بیگہ (کھاریاں) کے زیر اہتمام جلسہ میں شرکت اور خطاب۔ حضرت شیخ الحدیث کے علاوہ مولانا ابوالبرکات سید احمد قادری لاہور، مولانا مہر الدین لاہور، مولانا غلام دین لاہور، مولانا احمد دین درگاہی وغیرہ علماء بھی شریک تھے۔ (۳۱)

نوٹ: اہل سنت و جماعت اور دیوبندیوں کے درمیان کھاریاں میں مناظرہ ہونا طے پایا، مناظرہ کا چیلنج علماء اہل سنت نے قبول کیا۔ دیوبندیوں کی طرف سے مولوی منظور نعمانی کی آمد متوقع تھی۔ دیوبندیوں نے حسب عادت اس مناظرہ کو پولیس کی مدد سے رکوادیا۔ اہل سنت نے اس مناظرہ کی بجائے کھاریاں سے دواڑھائی میل دور انہی ایام میں تبلیغی اجلاس کا انعقاد کیا۔ دو دن علماء اہل سنت کی مدلل تقاریر جاری رہیں۔ (۳۲)

اس جلسہ اور مناظرہ کو روکنے کے لئے دیوبندیوں نے نہایت مذموم حربے استعمال کئے۔ دیوبندیوں نے سنیوں کے نام سے حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کے نام بریلی میں ایک جعلی تار دیا جس کا عنوان تھا۔ مناظرہ ملتوی ہو چکا ہے۔ اس لئے تشریف نہ لائیں، اس کے باوجود آپ تشریف لائے اور آپ نے وہ جعلی تار جلسہ عام میں پڑھ سنا کر دیوبندیوں کے مکروہ عزائم سے پردہ ہٹایا۔ (۳۳)

---

(۲۹) مکتوب حاجی محمد احمد صدر انجمن حنفیہ بنارس، محررہ ربیع الاول ۱۳۵۸ھ

(۳۰) مکتوب حکیم عبدالحکیم وغیرہ محررہ ۱۱/مئی ۱۹۳۹ء

(۳۱) ا ماہنامہ عروۃ الوثقیٰ لاہور۔ جلد۔ ا، شمارہ ۵، مجریہ جولائی ۱۹۳۹ء، ص ۱۷

ب مکتوب مولانا ابوالبرکات سید احمد قادری لاہور، محررہ ربیع الثانی ۱۳۵۸ھ

(۳۲) روایت مولانا خواجہ دین والد ماجد فقیر قادری عفی عنہ

(۳۳) روایت چوہدری رشید احمد ارشد ایم اے بی ٹی ۹۔ حال مقیم کھاریاں (مرید مولانا نبی بخش حلوائی)

☆ ۱۶ تا ۱۸ شعبان المعظم ۱۳۵۸ھ/۱ تا ۳/اکتوبر ۱۹۳۹ء یکشنبہ تا سہ شنبہ مراد آباد، جامعہ نعیمیہ کے سالانہ جلسہ میں شرکت (۳۴)

☆ ۲۰۔۲۲ شعبان ۱۳۵۹ھ/۲۳۔۲۵ ستمبر ۱۹۴۰ء جامعہ حمیدیہ رضویہ مدن پور، بنارس کے سالانہ جلسہ میں شرکت اور خطاب۔ دیگر شریک علماء۔ حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا بریلوی، صدر الافاضل مولانا سید نعیم الدین، مولانا قاضی احسان الحق مراد آبادی، مولانا وصیع احمد سہسرامی (بہار)، مولانا محبّ الدین الہ آباد، مولانا عبدالرشید بنارس، مولانا صفی الرحمٰن بنارس، مولانا محمد حسین بنارس وغیرہ (۳۵)

☆ ۳۔۵ شوال ۱۳۶۰ھ/۲۴۔۲۶/اکتوبر ۱۹۴۱ء تحصیل پھالیہ (گجرات) میں بھکھی، دھول، سہنا، مانگٹ میں تبلیغی اجلاس میں شرکت، مولانا محمد سعید (مانگٹ) نے دعوت دی تھی۔ دیگر شرکاء جلسہ۔ مولانا غلام علی اشرفی، مولانا عبدالقادر (مانگٹ) مولانا نیاز احمد، مولانا محمد فاضل۔

انہی ایام میں مولوی سلطان محمود سابق مدرس فتح پوری دہلی، مولوی ولی اللہ انّھی (گجرات) اور مولوی غلام محمد (مانگٹ) سے انہی کے چیلنج پر بھکھی میں حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ نے کامیاب مناظرہ کیا۔ دیوبندی مناظر میدان چھوڑ کر بھاگ گئے۔ (۳۶)

☆ شوال ۱۳۶۱ھ/اکتوبر ۱۹۴۲ء کو دارالعلوم جامعہ محمدیہ نوریہ رضویہ بھکھی (منڈی بہاؤالدین) کے سالانہ جلسہ میں شرکت فرمائی۔ مولانا عنایت اللہ (سانگلہ ہل والے) اور دیگر علماء ہمراہ تھے۔ (۳۷)

☆ ۴/ربیع الاول ۱۳۶۲ھ/۱۰/مارچ ۱۹۴۳ء مسجد پتھر والی احمد آباد (بھارت) میں مولوی سلطان حسن (دیوبندی) سے علم غیب پر مناظرہ اس تحریری مناظرہ میں دیوبندی مولوی لاجواب ہو کر بھاگا۔ (۳۸)

(۳۴) مکتوب مولانا صدر الافاضل مراد آبادی۔ محررہ ۲۴/ستمبر ۱۹۳۹ء (۳۵) ہفت روزہ الفقیہ امرتسر، ۲۸/۲۱/اکتوبر ۱۳۴۰ھ۔ ص ۸

(۳۶) مطبوعہ اشتہار روئداد مناظرہ بھکھی۔ یہ اشتہار حضرت مولانا سید محمد جلال الدین بھکھی کی وساطت سے حاصل ہوا ہے۔ ہم ان کے شکر گذار ہیں۔

(۳۷) روایت مولانا سید محمد جلال الدین بھکھی (منڈی بہاؤالدین) مؤرخہ ۲۰/دسمبر ۱۹۸۳ء

(۳۸) قلمی یادداشت حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ۔ مخزونہ کتب خانہ حضرت شیخ الحدیث۔ فیصل آباد، اس قلمی یادداشت سے حضرت مولانا محمد فضل رسول مدظلہ، کی معرفت استفادہ کا موقعہ ملا۔

☆ جمادی الاخری ۱۳۶۳ھ/۱۹۴۴ء (ضلعی) سنی کانفرنس مین پوری (بھارت) میں مولانا عارف اللہ میرٹھی کی دعوت پر شرکت (ب۔۳۸)

☆ ۱۷۔۱۹ شوال ۱۳۶۳ھ/۶۔۸/۱۹۴۴ء دارالعلوم حزب الاحناف، لاہور کے بیسویں سالانہ جلسہ دستار فضیلت میں شرکت۔ اس جلسہ میں سات طلبہ نے درجہ حدیث مکمل کرنے کی دستار اور سند حاصل کی۔ دیگر شرکاء علماء حضرات۔

پیر سید جماعت علی محدث علی پوری (صدر جلسہ)، صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی، صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی، حضرت سید محمد محدث کچھوچھوی، مولانا عزیز احمد گڑھی شاہو لاہور، مولانا عبدالحفیظ آگرہ، مولانا قطب الدین جھنگ، مولانا سید احمد سعید کاظمی ملتان، مولانا عبدالغفور ہزاروی، مولانا نور اللہ بصیر پوری، مولانا محمد یوسف سیالکوٹ، مولانا محبوب علی خاں، مولانا مفتی احمد یار خاں بدایونی، مولانا محمد عمر اچھروی، مولانا محمد حشمت علی لکھنوی، مولانا عنایت اللہ امرتسر، مولانا محبوب عالم لاہور، مولانا محمد طیب داناپوری، مولانا قاری احمد حسین فیروز پوری، مولانا پیر سید امانت علی لاہور، مولانا غلام دین لاہور، مولانا آل حسن سنبھلی وغیرہ۔ (۳۹)

حضرت مولانا ابوالبرکات سید احمد علیہ الرحمۃ نے اپنے ایک بیان میں فرمایا کہ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ ہر سال حزب الاحناف لاہور کے جلسہ میں شریک ہوتے۔ (۴۰)

☆ ۳۔۵/ذی الحجہ ۱۳۶۳ھ/۲۰۔۲۲/نومبر ۱۹۴۴ء دارالعلوم اشرفیہ مصباح العلوم مبارک پور (بھارت) کے سینتیسویں سالانہ جلسہ دستار فضیلت میں شرکت۔ دیگر شرکاء۔ مولانا سید محمد محدث کچھوچھوی، صدر الشریعہ مولانا امجد علی (شیخ الجامعہ بنارس)، مولانا سید محمد مختار اشرف اشرفی، قاری مصلح الدین حیدر آبادی خطیب ناگپور۔ (۴۱)

(ب۔۳۸) ماہنامہ نوری کرن مارچ اپریل ۱۹۶۳ء۔ ص ۹ (۳۹) مطبوعہ اشتہار جلسہ دارالعلوم حزب الاحناف لاہور (۱۹۴۴ء)

(۴۰) قلمی یادداشت حضرت مولانا ابوالبرکات سید احمد، مخزونہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

(۴۱) ہفت روزہ الفقیہ امرتسر۔ ۲۸/۲۱/نومبر ۱۹۴۴ء، ص ۸

☆ ۲۲۔۲۴ / ذی الحجہ ۱۳۶۳ھ / ۹۔۱۱ / دسمبر ۱۹۴۴ء انوار العلوم ملتان کے تاسیسی اجلاس منعقدہ لانگے باغ ملتان میں شرکت۔

دیگر شرکاء۔ مفتی اعظم حضرت مولانا محمد مصطفیٰ رضا بریلوی، مولانا سید محمد محدث کچھوچھوی، مولانا سید محمد خلیل امروہوی، مولانا ابو یوسف محمد شریف کوٹلی لوہاراں، مولانا سراج احمد (بھاول پور) مولانا ابوالحسنات سید محمد قادری لاہور، مولانا ابوالبرکات سید احمد لاہور، مولانا عبدالحفیظ آگرہ، مولانا فیض محمد شاہ جمالی، مولانا نواب الدین رمداسی، مولانا عبدالغفور ہزاروی، مولانا یار محمد فریدی، مولانا قطب الدین جھنگ، مولانا غلام جہانیاں ڈیرہ غازی خاں، مولانا محمد عمر اچھروی شیخوپورہ، مولانا مظہر الدین رمداسی، مولانا محمد عبداللہ سندھی، مولانا عبدالواحد خانپور، اور دیگر سو کے قریب علماء ومشائخ کرام۔ (۴۲)

☆ ۱۳۶۳ھ / ۱۹۴۴ء احمد آباد، مالیگاؤں، مئوناتھ، بھجن وغیرہ مقامات پر تبلیغی جلسوں سے خطاب، بعض مقامات پر مولانا محمد شفیع حیدری ہمراہ تھے۔ (۴۳)

☆ ۱۳۶۳ھ / ۱۹۴۴ء مدرسہ غوثیہ قادریہ احمد آباد کے تاسیسی اجلاس میں شرکت۔ (۴۴)

☆ ۳ / ربیع الثانی ۱۳۶۴ھ / ۱۸ / مارچ ۱۹۴۵ء سید حسین شاہ عرف نانگے شاہ کے زیر اہتمام میلاد النبی ﷺ کے نویں سالانہ جلسہ میں شرکت۔

دیگر شرکاء۔ مولانا ابوالبرکات سید احمد لاہور، مولانا سید احمد سعید کاظمی ملتان، مولانا سید فیض الحسن آلومہار، مولانا یار محمد بہاول پور، مولانا مفتی احمد یار خاں گجرات، مولانا عزیز احمد لاہور، مولانا عبدالغفور ہزاروی، مولانا محمد عمر اچھروی، مولانا قاری احمد حسین فیروز پوری، مولانا محمد یوسف سیالکوٹ، مولانا سید امانت علی لاہور، مولانا ابوالنور محمد بشیر کوٹلی لوہاراں اور دیگر علماء (۴۵)

---

(۴۲) ہفت روزہ الفقیہ امرتسر، ۲۸ / ۲۱ / نومبر ۱۹۴۴ء، ص ۱۰۔ ۲۸ / ۲۱ / جنوری ۱۹۴۵ء ص ۸۔ ۱۴ / ۷ / فروری ۱۹۴۵ء۔ ص ۱۰

(۴۳) روزنامہ عوام، فیصل آباد ۸ / مارچ ۱۹۶۳ء (۴۴) روزنامہ عوام۔ فیصل آباد ۸ / مارچ ۱۹۶۳ء

(۴۵) مطبوعہ اشتہار جلسہ عید میلاد النبی ﷺ (سال ۱۹۴۵ء) نوٹ: اشتہار میں حضرت شیخ الحدیث کا نام پہلے نمبر پر یوں لکھا ہے۔

”بحر العلوم العقلیہ والنقلیہ، بحر الفنون الفرعیہ والاصلیہ، قاطع شبہات الملحدین، دافع مکائد الغابرین، حاوی الفضائل والفواضل، عمدۃ الاجلہ والاماثل، المتفرد بالعلم الخفی والجلی شیخ التفاسیر والحدیث حضرت مولانا سردار احمد صاحب صدر مدرس مدرسہ منظر اسلام بریلی (مظہر اسلام)

☆ ۳۔۶ شعبان ۱۳۶۴ھ / ۱۴۔۱۷ جولائی ۱۹۴۵ء سنی کانفرنس میں پوری میں شرکت کی۔ (۴۶)

☆ ۳۔۶ شعبان ۱۳۶۴ھ / ۱۴۔۱۷ جولائی ۱۹۴۵ء جامعہ نعیمیہ مرادآباد کے سالانہ جلسہ میں شرکت کی۔ (۴۷)

☆ ذی قعدہ ۱۳۶۴ھ / اکتوبر ۱۹۴۵ء سے صفر ۱۳۶۵ھ / جنوری ۱۹۴۶ء تک پہلا سفر حج وزیارت حرمین طیبین میں گذرا، اس سفر حج میں آپ کے ہمراہ یہ حضرات بھی تھے۔ مفتی اعظم مولانا مصطفیٰ رضا بریلوی، مولانا شاہ عبد العلیم صدیقی میرٹھی، مولانا مفتی محمد مظہر اللہ دہلوی، مولانا ابوالحسنات سید محمد احمد قادری لاہور، مولانا سید عبد الرب جبل پوری، مولانا ابوالحامد سید محمد سید محمد عبدالمسجود جبل پوری (۴۸)

☆ ۱۳۶۶ھ / ۱۹۴۷ء کو بدایوں میں عرس حضرت مولانا شاہ فضل رسول بدایونی میں شرکت کی۔ اس سفر میں مظہر اسلام بریلی کے طلباء مولوی محمد عبداللہ، مولوی محمد نواز اور مولوی سید محمد جلال الدین شاہ ہمراہ تھے۔ (۴۹)

علاوہ ازیں چند اور سفر بھی ہیں جن کی تاریخ صحیح طور پر معلوم نہ ہوسکی۔

☆ ۱۳۵۲ھ / ۱۹۳۳ء اور اس کے بعد بدایوں میں رجبی (معراج) کے اجلاس میں کئی بار شریک ہوئے۔ مولانا ضیاء القادری بدایونی منتظم جلسہ ہوتے۔ مولانا ضیاء القادری نے ایک منقبت میں یوں لکھا۔

میری دعوت پر بدایوں آپ آئے چند بار
میرے محسن تھے مرے غم خوار تھے شیخ الحدیث (۵۰)

☆ مولانا ضیاء القادری بدایونی کی دعوت پر ایک مرتبہ شیخوپور (بھارت) میں تشریف لے گئے۔ (۵۱)

---

(۴۶) دبدبہ سکندری، رامپور۔ مجریہ ۲۵ / جولائی ۱۹۴۵ء

(۴۷) دبدبہ سکندری، رامپور۔ مجریہ ۲۵ / جولائی ۱۹۴۵ء۔ ص ۱۰

(۴۸) دبدبہ سکندری رامپور ۱۵ / فروری ۱۹۴۵ء ص ۹، ۲۸ / فروری ۱۹۴۵ء ص ۹

(۴۹) روایت مولانا سید محمد جلال الدین مہتمم دارالعلوم بھکھی (ضلع منڈی بہاؤالدین)

(۵۰) ماہنامہ نوری کرن بریلی، مارچ اپریل ۱۹۶۳ء، ص ۹، ۳۴

(۵۱) ماہنامہ نوری کرن بریلی، مارچ اپریل ۱۹۶۳ء، ص ۱۰

☆ تیسری مرتبہ جب بدایوں تشریف فرما ہوئے تو آپ کے ہمراہ مولانا محمد نعیم الدین مرادآبادی مولانا محمد اجمل سنبھلی اور مولانا احسان الحق بھڑائچ بھی تھے۔(۵۲)

☆ حضرت مولانا عارف اللہ میرٹھی لکھتے ہیں کہ حضرت شیخ الحدیث کے ہمراہ میں دہلی بمبئی اور مرادآباد کے جلسوں میں شریک ہوا۔(۵۳)

☆ مولانا غلام رسول شیخ الحدیث جامعہ رضویہ فیصل آباد اپنے ایک بیان میں فرماتے ہیں کہ تقسیم سے قبل آپ اجمیر، بمبئی، بہار، بنگال، گجرات، سوات، کاٹھیاواڑ اور دہلی وغیرہ تبلیغی جلسوں میں تشریف لے جاتے۔(۵۴)

☆ مولانا مفتی تقدس علی بریلوی شیخ الجامعہ جامعہ راشدیہ پیر گوٹھ (سندھ) ایک بیان میں فرماتے ہیں۔
جے پور (بھارت) آپ حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا بریلوی اور میرے ہمراہ مولانا عبدالرحمٰن (خلیفہ امام احمد رضا بریلوی) کے ہاں تشریف فرما ہوئے، کھانے کے بعد خلال کی بات چلی تو اسی مادے (خ ل ل) کی مناسبت سے عربی اشعار کا تبادلہ ہوا۔(۵۵)

☆ مولانا محمد مختار احمد جامعہ قادریہ رضویہ فیصل آباد اپنے ایک بیان میں فرماتے ہیں۔ مولانا تقسیم سے قبل حضرت شاہ سراج الحق گورداسپوری علیہ الرحمۃ کے مزار پر اکثر حاضر ہوتے، کئی بار میں بھی ہمراہ ہوتا۔(ب۔۵۵)

☆ مولانا معین الدین شافعی مہتمم جامعہ قادریہ رضویہ فیصل آباد فرماتے ہیں۔ ایک مرتبہ بمبئی میں محرم کے جلسوں میں آپ تشریف لے گئے۔ میں اور مولانا حامد فقیہ بخاری ہمراہ تھے۔ مولانا حکیم فضل رحیم کے مکان پر قیام تھا۔(۵۶)

---

(۵۲) ایضاً (۵۳) ایضاً۔ص۹
(۵۴) قلمی یادداشت مولانا غلام رسول، مخزونہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور
(۵۵) روایت مولانا تقدس علی بریلوی۔۲۰/صفر ۱۴۰۴ھ
(ب۔۵۵) قلمی یادداشت مولانا محمد مختار احمد، مخزونہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور۔
(۵۶) قلمی یادداشت مولانا معین الدین، مخزونہ جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور۔

☆ مولانا مفتی عزیز احمد بدایونی گڑھی شاہو، لاہور فرماتے ہیں کہ آپ ۱۹۴۴ء سے ہر سال یہاں گڑھی شاہو لاہور میری دعوت پر گیارہویں شریف کے جلسہ میں تشریف لاتے۔(۵۷)

☆ مولانا مفتی عزیز احمد بدایونی، مقیم گڑھی شاہو لاہور فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ سے میری پہلی ملاقات آنولہ ضلع بریلی ایک جلسہ میں ہوئی۔ آپ اس وقت طالب علم تھے۔ حضرت صدرالشریعہ مولانا امجد علی کے ہمراہ جلسہ میں آئے تھے۔
اسی طرح آپ نے دور طالب علمی میں جگت سکانوں ضلع بدایوں میں مرزائیوں کے خلاف ایک جلسہ میں تقریر فرمائی۔ موضوع تھا۔"حیات مسیح علیہ السلام"
آپ نے آیت مبارکہ "اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّ اِنَّھُمْ مَّیِّتُوْنَ" سے استدلال فرمایا۔(۵۸)

☆ شعبان ۱۳۶۶ھ/جولائی ۱۹۴۷ء کو جلسہ دستار فضیلت مظہر اسلام بریلی سے فارغ ہو کر علی پور سیداں ضلع سیالکوٹ، امیر ملت پیر سید جماعت علی محدث علی پوری کے ہاں تشریف لائے۔ رات کو مسجد نور علی پور سیداں میں آپ نے تقریر فرمائی۔(۵۹)

مولانا محمد عبدالرشید رضوی سابق صدر مدرس مدرسہ نقشبندیہ جماعتیہ علی پور سیداں بیان فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ بریلی سے اجمیر شریف حاضری دیتے ہوئے علی پور سیداں تشریف لائے۔ اس وقت آپ نے ڈیڑھ انار امیر ملت محدث علی پوری کی خدمت میں پیش کیا۔ امیر ملت نے اس عظیم تحفہ کو قبول کرتے ہوئے خادم سے فرمایا۔
"اس کو میرے کمرے میں میرے پاس ہی رکھنا اور میرے لئے ہی رہنے دینا"

---

(۵۷) روایت مولانا مفتی عزیز احمد بدایونی، ۲۱/صفر ۱۴۰۴ھ
(۵۸) مولانا مفتی عزیز احمد بدایونی نے یہ باتیں ۲۱/ صفر ۱۴۰۴ھ کو ایک انٹرویو میں بیان فرمائیں۔ مولانا عبدالحکیم شرف قادری، لاہور بھی ہمراہ تھے۔
فقیر قادری عفی عنہ
(۵۹) روایت مولانا محمد شریف رضوی، ڈسکہ ضلع سیالکوٹ

رات کو مسجد میں نعت خوانی ہوئی۔ مولانا ابوداؤد محمد صادق، جو اس وقت علی پور سیداں میں زیر تعلیم تھے، نے نعت شریف پڑھی، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی کا کلام بڑے محبت سے پڑھایا گیا۔ آپ نے بھی حاضرین کے ساتھ مل کر نعت شریف کو پڑھا، اس وقت آپ نے فرمایا۔

''اس وقت دلوں کی زمین ہموار ہے، لہٰذا سب مل کر پڑھو'' (٦٠)

بعد ازاں حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ نے نبی اکرم ﷺ کے فضائل کا بیان فرمایا۔ آیت مبارکہ ''اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ'' تلاوت فرمائی تھی۔ اور اسی کے نکات بیان فرمائے تھے۔

اس وقت عجیب کیف کا عالم تھا۔ عظمت مصطفی کے بیان کے وقت یہ احساس بھی جاتا رہا کہ ہم کہاں ہیں۔ کیف و مستی کا ایک انوکھا منظر تھا۔

اختتام جلسہ کے بعد فرمایا۔

''اجمیر شریف میں بھی ایک موقعہ پر ایسا لطف آیا تھا۔ بریلی شریف میں چند بار یہ کیفیت پیدا ہوئی تھی اور آج پھر وہ لطف و ذوق لوٹا ہے۔'' (٦١)

☆ ٢٠۔٢٢/رجب المرجب ١٣٦٥ھ/٢١۔٢٣/جون ١٩٤٦ء جامع مسجد شمسی بدایوں میں رجبی (معراج شریف) کے اجلاس زیر اہتمام مولانا عبدالحامد بدایونی (م ١٥/جمادی الاولی ١٣٩٠ھ/٢٠/جولائی ١٩٧٠ء) ہوئے۔ حضرت شیخ الحدیث کے علاوہ دیگر شرکاء جلسہ سے چند اسماء گرامی یہ ہیں۔

صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی، مولانا صبغت اللہ فرنگی محلی، مولانا مفتی قدیر بخش، مولانا ظہور الاسلام، مولانا ہاشم میاں فرنگی محلی، مولانا عبدالعزیز محدث، مولانا صوفی آفاق احمد۔ (٦٢)

(٦٠) روایت مولانا عبدالرشید رضوی جھنگوی۔ ١٤/ربیع الاخر ١٤٠٦ھ

(٦١) روایت مولانا محمد عبدالرشید رضوی۔ ١٤/ربیع الاخر ١٤٠٦ھ

(٦٢) دبدبہ سکندری، رامپور۔ مجریہ ٣/جولائی ١٩٤٦ء ص ٨

☆ ٢٧/رمضان ١٣٦٢ھ/٢٧/ستمبر ١٩٤٣ء مراڑ ضلع گورداسپور میں شب قدر کے جلسہ میں شرکت فرمائی۔ منتظم جلسہ مولانا محمد یعقوب حال ساکن بٹالہ کالونی فیصل آباد تھے۔ رات گئے تک بیان فرمایا۔ شب بیداری فرمائی اور فجر کی نماز کے بعد درس قرآن مجید دیا۔ اس کے علاوہ گورداسپور، بٹالہ، امرتسر وغیرہ مقامات میں تبلیغی جلسوں سے خطاب فرمایا۔ (٦٣)

☆ آخر شعبان ١٣٦٦ھ/جولائی ١٩٤٧ء دھام پور (انڈیا) میں جلسہ میں شرکت اور خطاب۔ مولانا محمد معین الدین مہتمم جامعہ قادریہ رضویہ فیصل آباد ہمراہ تھے۔ (٦٤)

(٦٣) مولانا محمد یعقوب مقیم فیصل آباد نے یہ باتیں ٢٢/صفر ١٤٠٤ھ/٢٨/نومبر ١٩٨٣ء کو بیان کیں۔ انہوں نے یہ بھی بتایا کہ ١٣٦١ھ/١٩٤٢ء میں نے آپ سے بخاری شریف پڑھی۔ ان کا سابقہ وطن مراڑ ضلع گورداسپور ہے۔ فقیر قادری عفی عنہ

(٦٤) روایت مولانا محمد معین الدین شافعی

قیام پاکستان کے بعد کے چند سفر

☆ ۳ر شوال ۱۳۶۶ھ/۲۰ر اگست ۱۹۴۷ء کو اپنے آبائی گاؤں دیال گڑھ ضلع گورداسپور سے ہجرت کی۔ لاہور میں چند روز قیام کے بعد بھکھی (منڈی بہاؤالدین) میں تشریف لے آئے اور نومبر ۱۹۴۷ء (چار ماہ) تک بھکھی رہے۔

۱۷ر محرم ۱۳۶۷ھ/یکم دسمبر ۱۹۴۷ء آپ ساروکی ضلع گوجرانوالہ میں حضرت مولانا عبد الغفور ہزاروی کے اصرار پر آ گئے۔

۵ر رجب ۱۳۶۷ھ/۱۴ر مئی ۱۹۴۸ء کو آپ دوبارہ بریلی حاضر ہوئے۔ اور منظر اسلام بریلی میں دورۂ حدیث شروع کروادیا۔

۱۴ر مئی اور ۸ر جون ۱۹۴۸ء کے درمیان ایک مرتبہ اجمیر مقدس حاضر ہوئے۔ چند ماہ کے بعد آپ دوبارہ واپس آ گئے اور ساروکی میں قیام رہا۔

شوال ۱۳۶۸ھ/اگست ۴۹ء آپ مستقل طور پر فیصل آباد میں رہائش پذیر ہو گئے۔ (۱)

☆ ۱۲ر صفر ۱۳۶۷ھ ۲۶ر دسمبر ۱۹۴۷ء کو منڈی بہاؤ الدین میں الجمعیۃ العالیہ الاسلامیہ (آل انڈیا سنی کانفرنس) کے اجلاس زیر صدارت امیر حزب اللہ پیر فضل شاہ جلال پور (جہلم) میں شریک ہوئے۔ (۲)

☆ ۸۔۹ جمادی الاول ۱۳۶۷ھ/۲۰۔۲۱ر مارچ ۱۹۴۸ء انجمن ارشاد الاسلام بیگہ (ضلع گجرات) کے زیر اہتمام میلاد النبی ﷺ کے پندرھویں سالانہ اجلاس میں شرکت فرمائی۔ دیگر شرکاء یہ تھے۔

---

(۱) یہ تمام تفصیلات مولانا سید جلال الدین بھکھی (منڈی بہاؤالدین)، صوفی اللہ رکھا حال مقیم جامعہ قادریہ رضویہ فیصل آباد کے زبانی بیانات اور مکتوبات حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ محررہ ۳۰ر رجب ۱۳۶۷ھ، ۱۷ر محرم ۱۳۶۷ھ کی روشنی میں مرتب ہوئیں۔

(۲) مطبوعہ اشتہار جلسہ الجمعیۃ العالیہ الاسلامیہ منڈی بہاؤالدین (۱۹۴۷ء)

نوٹ: یہ اشتہار ہمیں مولانا سید محمد جلال الدین (بھکھی) مدظلہ کی وساطت سے ملا ہم ان کے شکر گذار ہیں۔

مولانا غلام قادر اشرفی، لالہ موسیٰ، مولانا قاری احمد حسین گجراتی، مولانا محمد دین بھمبروی، مولانا سید فضل شاہ قاضی باقر (گجرات)، مولانا غلام دین، لاہور (۳)

☆ ۱۵۔۱۷ جمادی الاول ۱۳۶۷ھ/۲۵۔۲۷ر مارچ ۱۹۴۸ء انوار العلوم ملتان کے سالانہ اجلاس میں شرکت فرمائی۔ پاکستان بھر کثیر علماء کی موجودگی میں الجمعیۃ العالیہ الاسلامیہ (آل انڈیا سنی کانفرنس) جمعیت علماء پاکستان کے نام سے بدل دیا گیا۔ جمعیت علماء پاکستان کے اس تاسیسی اجلاس میں آپ شریک تھے۔ (۴)

☆ ۱۲ر جمادی الاول/۱۳۶۸ھ/۱۳ر مارچ ۱۹۴۹ء دربار قادریہ گجرات میں میلاد شریف کے بارھویں اجلاس زیر سرپرستی پیر ننگے شاہ میں شرکت فرمائی دیگر شرکاء یہ تھے۔ پیر صاحب مانکی شریف، مولانا ابوالبرکات سید احمد لاہور، مولانا سید احمد سعید کاظمی، مولانا مفتی احمد یار خاں گجرات، مولانا محمد عمر اچھروی، مولانا سید امانت علی لاہور، مولانا قاری احمد حسین گجرات، مولانا غلام دین لاہور، مولانا ابو النور محمد بشیر کوٹلی لوہاراں، مولانا محمد یوسف سیالکوٹ۔ (۵)

☆ ۳۰ر رجب ۱۳۶۸ھ/۲۹ر مئی ۱۹۴۹ء دربار قادریہ گجرات میں پیر حسین شاہ عرف ننگے شاہ کے زیر اہتمام معراج شریف کے بارھویں سالانہ اجلاس میں شرکت کی۔

دیگر شرکاء۔ سید دیوان آل رسول اجمیر، خواجہ محمد قمر الدین سیالوی، پیر ابوالبرکات فضل شاہ جلالپور (جہلم)۔ پیر سید فیض الحسن آلو مہار۔ پیر محمد امین الحسنات مانکی، مولانا ابوالبرکات سید احمد۔ مولانا محمد عبد الغفور ہزاروی۔ مولانا سید احمد سعید کاظمی۔ مولانا مفتی احمد یار خاں گجرات اور دوسرے علماء (۶)

---

(۳) رجسٹر کاروائی اجلاس، انجمن ارشاد الاسلام بیگہ ضلع گجرات

(۴) مولانا مفتی عبد اللطیف سابق مدرس انوار العلوم ملتان، حال مدرس جامعہ نظامیہ لاہور، ۷، ۲۲ر صفر ۱۴۰۴ھ کو یہ تفصیل بیان کی۔ مفتی صاحب اس اجلاس میں علماء کے میزبان تھے۔

(۵) مطبوعہ اشتہار دربار قادریہ گجرات۔ یہ اشتہار حکیم محمد فاروق حسن بیگہ (گجرات) نے مہیا کئے۔ ہم ان کے شکر گذار ہیں۔

(۶) مطبوعہ اشتہار دربار قادریہ گجرات

☆ ربیع الاول ۱۳۷۰ھ/دسمبر ۱۹۵۰ء میں راولپنڈی اور مضافات میں میلاد کے چند جلسوں سے خطاب۔

پہلا خطاب: بزم غلامان مصطفیٰ لال کڑتی کے زیر اہتمام جلسہ میلاد۔ اس اجلاس میں مولانا عارف اللہ میرٹھی، مولانا مطیع الرضا قادری (م ۶ رجمادی الاول ۱۳۹۹ھ/۴ راپریل ۱۹۷۹ء) نے بھی خطاب فرمایا۔

دوسرا خطاب: جامعہ غوثیہ بھابڑا بازار، جامن والی مسجد میں۔ اس جلسہ میں حافظ عبدالغفور خطیب جامع مسجد اور مولانا محبّ النبی موجود تھے۔

تیسرا خطاب: جامع مسجد اٹک آئل کمپنی مورگاہ، زیر اہتمام مولانا مفتی محمد صادق۔ (۶۔ا)

☆ ربیع الاول ۱۳۷۳ھ/نومبر، دسمبر ۱۹۵۳ء، بزم غلامان مصطفیٰ لال کڑتی راولپنڈی کی دعوت پر جلسہ میلاد النبی ﷺ سے خطاب۔ اس اجلاس میں مولانا معین الدین شافعی، مولانا شاہ عارف اللہ، صاحبزادہ اصغر علی مستالوی وغیرہ موجود تھے۔ (۶۔ب)

دوران قیام لائل کے چند سفر

☆ ۱۴۔۱۶ربیع الاول ۱۳۷۱ھ/۱۴۔۱۶ردسمبر ۱۹۵۱ء

مدرسہ احیاء العلوم بورے والا (ضلع ساہی وال) کا اجراء۔ جلسہ میں شرکت فرمائی۔ (۷)

☆ ربیع الاول ۱۳۷۱ھ/دسمبر ۱۹۵۱ء غلہ منڈی ہارون آباد (بہاول پوری ڈویژن) کی انجمن کے زیر اہتمام جلسہ میلاد النبی ﷺ میں شرکت۔ (۸)

(۶۔ا) روایت صوفی فیض احمد قادری لال کڑتی، راولپنڈی۔ ۱۲ررجب ۱۴۰۵ھ

(۶۔ب) ایضاً

(۷) مطبوعہ اشتہار۔ یہ اشتہار حضرت مولانا محمد فضل رسول مدظلہ فیصل آباد کی معرفت دستیاب ہوا۔

(۸) روایت حضرت مولانا محمد فضل رسول، فیصل آباد مؤرخہ ۲۲رصفر ۱۴۰۴ھ

☆ ۱۴۔۱۶شعبان ۱۳۷۱ھ/۱۱۔۱۳مئی ۱۹۵۲ء۔ احباب خانیوال کی دعوت پر معراج النبی ﷺ کے اجلاس میں شرکت وخطاب۔ (۹)

☆ صفر ۱۳۷۲ھ/نومبر ۱۹۵۲ء مدرسہ احیاء العلوم بورے والا کے سالانہ جلسہ میں شرکت اور خطاب۔ اسی دوران آپ چک نمبر ۱۳۷ اپنے بعض اقارب کے ہاں ملاقات کے لئے تشریف لے گئے۔ تانگہ پر سواری فرمائی۔ دوران سفر نعت خوانی ہوتی رہی اور مولانا جامی علیہ الرحمۃ کی مشہور نعت

نسیما جانب بطحا گزر کن
ز احوالم محمد را خبر کن

بھی پڑھی گئی۔ (۱۰)

☆ ۱۳۷۱ھ/۱۹۵۲ء ستیانہ روڈ فیصل آباد پر ایک گاؤں میں دوپہر کے جلسہ میں شرکت اور خطاب۔ منتظمین جلسہ شدت مسرت میں آپ کو کھانا نہ کھلا سکے، انہیں کھلانے پلانے کا یاد نہ رہا۔ واپسی پر آپ نے دورۂ حدیث کے طلباء سے بیان فرمایا کہ آج طبیعت انتہائی انتہائی مسرور ہے کہ ہم وہاں جلسہ میں گئے۔ وعظ ہوا۔ اور واپس آ گئے۔ ان لوگوں نے ہماری کسی طرح کی بھی کوئی مادی خدمت نہیں کی۔ اللہ تعالی نے یہ سفر خالص اپنے لئے قبول فرما لیا۔ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ نے یہ واقعہ اپنے مخصوص انداز میں بیان فرما کر اخلاص اور للّٰہیت کے ساتھ ساتھ تبلیغ کی اہمیت اور آداب بتائے۔ شریک درس طلباء انتہائی متاثر ہوئے۔ (۱۱)

☆ ۱۳۷۲ھ/۱۹۵۳ء سمندری روڈ پر ایک گاؤں میں دعوت میں شرکت۔ چودھری محمد سلیمان ایڈووکیٹ، چودھری مختار انور ایڈووکیٹ۔ جناب محمد حسین حوالدار اور مولانا محمد احسان الحق بھی شریک سفر تھے۔ (۱۲)

(۹) مطبوعہ اشتہار۔ یہ اشتہار حضرت مولانا محمد فضل رسول، فیصل آباد کی معرفت دستیاب ہوا۔

(۱۰) روایت حضرت مولانا محمد فضل رسول، فیصل آباد، مؤرخہ ۲۲رصفر ۱۴۰۴ھ

(۱۱) روایت مولانا احسان الحق مدرس جامعہ رضویہ فیصل آباد، مؤرخہ ۲۲رصفر ۱۴۰۴ھ

(۱۲) روایت ایضاً

☆ ۸؍رجب ۱۳۷۳ھ/۱۴؍مارچ ۱۹۵۴ء دربار قادریہ گجرات میں سید نانگے شاہ کے زیر اہتمام معراج النبی ﷺ کے جلسہ میں شرکت۔ حسب روایت اس جلسہ میں کثیر علماء ومشائخ نے شرکت فرمائی۔ (۱۳)

☆ ۲۔۴ شعبان ۱۳۷۳ھ/۷۔۹؍اپریل ۱۹۵۴ء جامعہ نعیمیہ لاہور کے دوسرے سالانہ جلسہ میں شرکت اور خطاب۔ اس جلسہ میں دیگر علماء کے علاوہ حضرت مولانا سید محمد محدث کچھوچھوی بھی شریک ہوئے۔ (۱۴)

☆ ۱۳۷۲ھ/دسمبر ۱۹۵۳ء علامہ نور بخش توکلی علیہ الرحمۃ (م ۱۳؍جمادی الاول ۱۳۶۷ھ/۲۴؍مارچ ۱۹۴۸ء) کے عرس منعقدہ مزار حضرت علامہ میں شرکت وخطاب۔ (۱۵)

☆ ۱۵ شعبان ۱۳۷۳ھ/۱۷؍مئی ۱۹۵۴ء منڈی ہارون آباد جلسہ سے خطاب (۱۵۔۱)

☆ ۲۲ ذی الحجہ ۱۳۷۳ھ/۲۲؍اگست ۱۹۵۴ء لاہور داتا گنج بخش علیہ الرحمہ پر حاضری۔ لوہاری دروازہ کے سامنے تانگے پر بیٹھے ہوئے مولانا غلام رسول شیخ الحدیث فیصل آباد سے لوہاری دروازہ کی طرف اشارہ کرکے فرمایا۔ یہاں ایک مدرسہ رضویہ ہونا چاہئے۔ چنانچہ آپ کی دعاء برکت سے لوہاری دروازہ کے اندر جامعہ نظامیہ رضویہ قائم ہوا۔ جس نے آج تک شاندار علمی وتحقیقی کام کئے ہیں۔ (۱۶)

☆ صفر ۱۳۷۵ھ/اکتوبر ۱۹۵۵ء دربار حضرت داتا گنج بخش علیہ الرحمہ پر حاضری

نوٹ: دربار حضرت داتا گنج بخش علیہ الرحمہ پر آپ مہینہ میں ایک دوبار ضرور حاضر ہوتے۔ یہ سفر اس لحاظ سے تاریخی ہے کہ دربار میں پہنچے تو سیلاب کی وجہ سے اکثر راستے مسدود ہوگئے۔ دوسرے روز جمعہ میں فیصل آباد پہنچنا ضروری تھا۔ آپ بذریعہ خانیوال فیصل آباد پہنچے۔ اور جمعہ پڑھایا۔ پاکستان میں ہوتے ہوئے آپ نے فیصل آباد کا جمعہ ناغہ کبھی نہ فرمایا۔ (۱۷)

---

(۱۳) مطبوعہ اشتہار۔ دربار قادریہ گجرات۔ یہ اشتہار ہمیں حکیم محمد فاروق حسن درگاہی بیگہ ضلع گجرات نے مہیا کیا ہے۔

(۱۴) مطبوعہ اشتہار جامعہ نعیمیہ لاہور۔ (۱۹۵۴ء) (۱۵) روایت مولانا حافظ محمد احسان الحق، فیصل آباد۔ مؤرخہ ۲۲؍صفر ۱۴۰۴ھ

(۱۵۔۱) قلمی بیاض حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ

(۱۶) (ا) روایت مولانا محمد فضل رسول، فیصل آباد مؤرخہ ۲۲؍صفر ۱۴۰۴ھ (ب) بیاض حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ۔

(۱۷) مکتوب حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ بنام مولانا تقدس علی رضوی، محررہ ۲۷؍صفر ۱۳۷۵ھ

مکتوب کا عکس کتاب میں شامل کردیا گیا ہے۔

☆ ۱۳۷۵ھ/۱۹۵۵ء سرگودہا میں خواجہ محمد قمر الدین سیالوی کی زیر صدارت محمد صدیق بابو کی دکان کے سامنے آپ کا پہلا اور کامیاب تبلیغی جلسہ۔ حاجی امیر صاحب کی دعوت پر آپ نے جلسہ میں شرکت فرمائی اور ایسا ایمان افروز خطاب فرمایا کہ باطل کے تمام منصوبے ناکام رہے۔ (۱۸)

☆ ۱۳۷۴ھ/۱۹۵۵ء جامع مسجد لال کڑتی راولپنڈی میں میلاد النبی ﷺ کے عظیم الشان جلسہ میں شرکت اور ایمان افروز خطاب۔ (۱۹)

☆ ۲۷ شعبان ۱۳۷۵ھ/۲؍اپریل ۱۹۵۶ء کراچی میں خطاب (۲۰)

☆ آخر شعبان ۱۳۷۵ھ/اپریل ۱۹۵۶ء حیدرآباد (سندھ) میں دو جلسوں سے خطاب (۲۱)

☆ رجب ۱۳۷۵ھ/مارچ ۱۹۵۶ء حیدرآباد میں تبلیغی جلسہ سے خطاب (۲۲)

☆ ۱۳۷۶ھ/۱۹۵۷ء جامن والی مسجد، راولپنڈی میں تبلیغی جلسہ سے خطاب۔ اس یادگار تاریخی تقریر کے دوران علم مصطفیٰ ﷺ کے کسی منکر نے قرآنی آیات کو بطور اعتراض لکھ کر پیش کیا۔ ''عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ'' (الآیۃ) معترض کا مدعا یہ تھا کہ قیامت کا علم تو صرف خدا کو ہے کسی اور کو عطا نہیں ہوا۔ آپ کا برمحل جواب آج بھی شرکاء جلسہ کو یاد ہے۔ ''عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ'' آیت سے آپ نے ثابت کیا۔ ''عِنْدَهٗ'' سے کسی شے کا حصر نہیں ہوجاتا۔ اگر ایسا ہو تو ماننا پڑے گا کہ ثواب تو صرف خدا کے پاس ہے کسی اور کو ثواب حاصل نہیں۔ (۲۳)

---

(۱۸) جلسہ کی تفصیلات مولانا سید حسین الدین، راولپنڈی اور مولانا مفتی عبدالقیوم ہزاروی کے بیانات سے ماخوذ ہیں۔

(۱۹) روایت مولانا سید حسن الدین راولپنڈی ۸؍ربیع الاول ۱۴۰۴ھ

(۲۰) مکتوب حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ محررہ، ۲۵؍رمضان ۱۳۷۵ھ/۷؍مئی ۱۹۵۶ء

(۲۱) ایضاً (۲۲) ایضاً

(۲۳) روایت مولانا سید حسین الدین راولپنڈی۔ ۸؍ربیع الاول ۱۴۰۴ھ

☆ ۱۳۷۵ھ/۵۵۔۱۹۵۶ء جامعہ محمودیہ رضویہ پپلاں رمیانوالی کے سالانہ اجلاس سے خطاب۔ اس زمانہ میں مولانا فیض احمد گولڑوی اس مدرسہ میں استاد تھے۔ مولانا فیض احمد محقق استاد بھی حضرت کے بیان سے از حد متاثر ہوئے۔(۲۴)

☆ ۴/شعبان ۱۳۷۵ھ/۱۸/مارچ ۱۹۵۶ء دربار قادریہ گجرات میں معراج النبی ﷺ کے اجلاس زیر اہتمام سید حسین شاہ شرکت اور خطاب۔ حسب روایات جلسہ میں کثیر علماء اور مشائخ نے شرکت فرمائی۔(۲۵)

☆ ۱۲/شعبان ۱۳۷۶ھ/۱۵/مارچ ۱۹۵۷ء سید حسین شاہ عرف ننگے شاہ صاحب کے زیر اہتمام دربار قادریہ گجرات میں معراج شریف کے جلسہ میں شرکت وخطاب۔ روایات کے مطابق نماز کے اوقات کے علاوہ مسلسل آٹھ پہر جاری رہتا تھا۔ حضرت شیخ الحدیث کے علاوہ کثیر مشائخ وعلماء نے شرکت فرمائی۔(۲۶)

☆ ۷/جمادی الاول ۱۳۷۷ھ/۳۰/نومبر ۱۹۵۷ء کو ڈجکوٹ ضلع فیصل آباد میں میلاد شریف کا عظیم الشان جلسہ ہوا۔ اس میں حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کا ایمان افروز خطاب ہوا۔ ڈجکوٹ میں آپ کا شاندار استقبال ہوا۔(۲۷)

☆ ۲۲/جمادی الاول ۱۳۷۷ھ/۱۵/دسمبر ۱۹۵۷ء نظام آباد چک نمبر ۳۸ ضلع شیخوپورہ تبلیغی جلسہ میں شرکت اور خطاب(۲۸)

☆ ۲۸/رجب ۱۳۷۷ھ/۱۸/فروری ۱۹۵۸ء حجرہ شاہ مقیم ضلع ساہی وال میں تبلیغی اجلاس سے ۲۱/۲ اڑھائی گھنٹے خطاب۔(۲۹)

(۲۴) روایت مولانا محمد احسان الحق، فیصل آباد، ۲۲/صفر ۱۴۰۴ھ

(۲۵) مطبوعہ اشتہار جلسہ معراج شریف دربار قادریہ گجرات (۱۹۵۶ء)

(۲۶) مطبوعہ اشتہار جلسہ معراج شریف دربار قادریہ گجرات (۱۹۵۷ء)

(۲۷) ہفت روزہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ ۲۰/جمادی الاول ۱۳۷۷ھ، ص ۶

(۲۸) ہفت روزہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ، ۵/جمادی الاخری ۱۳۷۷ھ ص ۶

(۲۹) ہفت روزہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ ۸/شعبان ۱۳۷۷ھ، ص ۶

☆ ۲۹۔۳۰/رجب ۱۳۷۷ھ/۱۹۔۲۰/فروری ۱۹۵۸ء مدرسہ ضیاء القرآن ڈنگہ تحصیل کھاریاں ضلع گجرات کے چوتھے سالانہ اجلاس میں شرکت اور خطاب۔ اس اجلاس سے آپ کے علاوہ، مولانا عبد الغفور ہزاروی، مولانا محمد عمر اچھروی، مولانا سید محمد جلال الدین بھکھی، مولانا محمد سعید علی پور چٹھہ اور دیگر علماء نے بھی خطاب فرمایا۔(۳۰)

☆ ۱۱۔۱۲ شعبان ۱۳۷۷ھ/۳۔۴ مارچ ۱۹۵۸ء جامعہ محمودیہ رضویہ پپلاں ضلع میانوالی کے عظیم الشان جلسہ سے خطاب۔ آپ کے علاوہ مولانا حافظ احسان الحق فیصل آباد، مولانا احمد سعید کروڑ اور دیگر علماء نے بھی خطاب فرمایا۔(۳۱)

☆ ۲۵/شعبان ۱۳۷۷ھ/۱۷/مارچ ۱۹۵۸ء بروز پیر سدھو پور چک نمبر ۱۲۳ ضلع فیصل آباد تبلیغی جلسہ میں ۳۱/۲ ساڑھے تین گھنٹے بیان۔

واپسی پر تانگے کے سفر میں آپ کے سامنے ایک ایسا آدمی پیش کیا گیا جس کا منہ ٹیڑھا ہو گیا تھا۔ زبان باہر کو نکلی ہوئی تھی۔ چہرے کا رنگ سیاہ ہو چکا تھا اور بہت مشکل سے بات کر سکتا تھا۔ بتایا گیا کہ یہ شخص درود شریف بصیغہ ندا کے بارے میں بدزبانی کرتا تھا اسے یہ سزا ملی ہے۔ بہت سے لوگوں نے اس سے عبرت پکڑی اور بدعقیدگی سے توبہ کر لی۔(۳۲)

☆ ۷۔۸ شوال ۱۳۷۷ھ/۲۷۔۲۸ اپریل ۱۹۵۸ء مدرسہ حنفیہ رضویہ سراج العلوم گوجرانوالہ کے چوتھے سالانہ اجلاس میں شرکت وخطاب، علاوہ آپ کے یہ علماء بھی شریک ہوئے۔ مولانا محمد عمر اچھروی، مولانا محمد بشیر کوٹلی لوہاراں۔(۳۳)

☆ ۱۳۔۱۴ شوال ۱۳۷۷ھ/۳۔۴ مئی ۱۹۵۸ء کو حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ نے سبز منڈی خانیوال میں انجمن حنفیہ رضویہ کے زیر اہتمام مدرسہ عربیہ تعلیم القرآن کا افتتاح فرمایا۔ مدرسہ کے پہلے استاد مولانا قاضی نور احمد (میانوالی) کا تقرر ہوا۔(۳۴)

(۳۰) ہفت روزہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ۔ ۲۲/شعبان ۱۳۷۷ھ ص ۶ (۳۱) ہفت روزہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ ۷/رمضان المبارک ۱۳۷۷ھ، ص ۶

(۳۳) ا ہفت روزہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ ۵ شوال ۱۳۷۷ھ ص ۴ ب ہفت روزہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ ۱۹ شوال ۱۳۷۷ھ ص ۲

(۳۲) ہفت روزہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ ۵/شوال ۱۳۷۷ھ، ص ۶ (۳۴) ہفت روزہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ۔ ۱۷/ذی قعدہ ۱۳۷۷ھ، ص ۶

☆ ۲۴شوال ۱۳۷۷ھ/۱۴رمئی ۱۹۵۸ءسید والہ ضلع شیخوپورہ تبلیغی جلسہ سے خطاب۔(۳۵)

☆ ۲۶۔۲۸شوال ۱۳۷۷ھ/۱۶۔۱۸رفروری ۱۹۵۸ءانجمن خدام المسلمین خانیوال کے زیراہتمام مدرسہ عربیہ جامع العلوم خانیوال کے آٹھویں سالانہ اجلاس میں شرکت اور خطاب۔ دیگر شرکاء۔ مولانا مفتی عبدالحفیظ (ملتان)، مولانا محمد عمر اچھروی، مولانا محمد شریف نوری قصوری، مولانا حافظ منظور احمد ملتان، مولانا قاری غلام رسول لاہور اور دوسرے علماء۔(۳۶)

☆ ۲رذی قعدہ ۱۳۷۷ھ/۲۲رمئی ۱۹۵۸ءصدر بازار لاہور چھاؤنی کے اہل سنت دکاندار حضرات کی دعوت پر تبلیغی جلسہ سے خطاب۔۲،۱/۲ بجے رات تک بیان جاری رہا۔(۳۷)

☆ ۱۲۔ذی قعدہ ۱۳۷۷ھ/۳۰رمئی ۱۹۵۸ءبھکھڑے والی ضلع فیصل آباد میں تبلیغی جلسہ سے خطاب(۳۸)

☆ ۲۵رذی قعدہ ۱۳۷۷ھ/۱۴رجون ۱۹۵۸ءبروز ہفتہ جامعہ غوثیہ رضویہ سکھر کے افتتاحی اجلاس میں شرکت۔ دیگر شریک علماء۔ مولانا سید احمد سعید کاظمی ملتان، مولانا مفتی ظفر علی کراچی وغیرہ(۳۹)

☆ ۲۔۳ذی الحجہ ۱۳۷۷ھ/۲۰/۲۱,جون ۱۹۵۸ءمیلسی میں دو خطاب(۴۰)

☆ ۲۷رذی الحجہ ۱۳۷۷ھ/۲۶,مئی ۱۹۵۸ءبزم رضائے مصطفیٰ ملتان کے زیراہتمام عظیم الشان جلسہ سے خطاب۔ دیگر شریک علماء۔ مولانا محمد عنایت اللہ سانگلہ ہل، مولانا محمد صادق گوجرانوالہ، دوسرے روز علی الصبح مدرسہ عربیہ انوار الابرار ملتان کا سنگ بنیاد رکھا۔(۴۱)

---

(۳۵) ہفت روزہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ ۳رذی قعدہ ۱۳۷۷ھ،ص۶

(۳۶) ہفت روزہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ، ۱۷رذی قعدہ ۱۳۷۷ھ،ص۶

(۳۷) ہفت روزہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ ۲۴رذی قعدہ ۱۳۷۷ھ،ص۶

(۳۸) ہفت روزہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ، ۸رذی الحجہ ۱۳۷۷ھ،ص۶

(۳۹) ہفت روزہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ، ۲۴رذی قعدہ ۱۳۷۷ھ،ص۵

(۴۰) (ا) ہفت روزہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ، ۲ذی الحجہ ۱۳۷۷ھ،ص۶

(ب) ایضاً ۱۵رذی الحجہ ۱۳۷۷ھ،ص۶

(۴۱) ہفت روزہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ، ۷رمحرم ۱۳۷۸ھ،ص۶

☆ ۱۶۔ذی الحجہ ۱۳۷۷ھ/۴رجون ۱۹۵۸ءچک جھمرہ، ضلع فیصل آباد میں جلسہ عام سے خطاب۔ جلسہ سے مولانا محمد بشیر کوٹلی لوہاراں والوں نے بھی خطاب فرمایا۔ ۱۷رذی الحجہ کو مدرسہ نوریہ رضویہ کا آپ نے سنگ بنیاد رکھا۔(۴۲)

☆ ۲۶رصفر ۱۳۷۸ھ/۱۱ستمبر ۱۹۵۸ءجامع مسجد سرگودہا روڈ فیصل آباد میں حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کے عرس سے خطاب۔(۴۲)

☆ ۲۸۔۲۹صفر ۱۳۷۸ھ/۱۳۔۱۴ستمبر ۱۹۵۸ءچک ۲۶۴ فیصل آباد میں تبلیغی جلسہ سے خطاب(۴۳)

☆ ۶۔۱۵ربیع الاول ۱۳۷۸ھ/۲۰۔۲۹ستمبر ۱۹۵۸ءنواب شاہ میں میلاد کے جلسوں میں سے ایک سے خطاب(۴۵)

☆ ۱۸رربیع الاول ۱۳۷۸ھ/۲۔اکتوبر ۱۹۵۸ءفلیمنگ روڈ نزد مسجد ٹھنڈی کھوئی بازار لاہور میں میلاد شریف کے عظیم الشان جلسہ سے خطاب۔(۴۶)

☆ ۲۸۔۲۹رربیع الاول ۱۳۷۸ھ/۱۱۔۱۲نومبر ۱۹۵۸ءچک نمبر ۲۶۴(ا۔ب) ناگ بٹہ والی میں میلاد شریف کے تیسرے سالانہ اجلاس سے خطاب۔ اس موقعہ پر عوام نے آپ کا شاندار استقبال کیا۔(۴۷)

☆ ۱۳رجمادی الاخری ۱۳۷۸ھ/۲۵ردسمبر ۱۹۵۸ءفیکٹری ایریا فیصل آباد میں تبلیغی جلسہ سے خطاب(۴۸)

☆ ۱۷رجمادی الاخری ۱۳۷۸ھ/۲۹ردسمبر ۱۹۵۸ءجامع مسجد بغدادی فیصل آباد میں تبلیغی جلسہ سے خطاب۔(۴۹)

☆ رجب ۱۳۷۸ھ/فروری ۱۹۵۹ءخانیوال میں جلسہ عام سے خطاب(۵۰)

☆ ۲۸رجب ۱۳۷۸ھ/۷رفروری ۱۹۵۹ءانجمن غوثیہ گڑھی شاہو لاہور کی دعوت پر معراج شریف کے موضوع پر ۲،۱/۲اڑھائی گھنٹے کا خطاب۔(۵۱)

---

(۴۲) ہفت روزہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ ۲۹رذی الحجہ ۱۳۷۷ھ،ص۶ (۴۳) ہفت روزہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ ۱۶جمادی الاولی ۱۳۷۸ھ

(۴۴) ہفت روزہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ، ۱۶۔ جمادی الاول ۱۳۷۸ھ

(۴۵) ہفت روزہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ ۲۵رربیع الاول ۱۳۷۸ھ،ص۳

(۴۶) ایضاً۔ص۴ (۴۷) ہفت روزہ سواد اعظم لاہور، ۵ردسمبر ۱۹۵۸ء،ص۶

(۴۸) ہفت روزہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ، ۲۸رجمادی الاخری ۱۳۷۸ھ ص۶ (۴۹) ایضاً۔ مجریہ، ۷۔جمادی الاخری ۱۳۷۸ھ

(۵۰) ہفت روزہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ، ۲۰ررجب ۱۳۷۸ھ،ص۶

(۵۱) ا ایضاً۔ مجریہ، ۴رشعبان ۱۳۷۸ھ ص۶ ب مکتوب شیخ الحدیث قدس سرہ بنام مختار احمد۔ محررہ ۱۹۔رجب ۱۳۷۸ھ

☆ ۲۳۔شعبان ۱۳۷۸ھ/۴/مارچ ۱۹۵۹ء مدرسہ سلطانیہ غوثیہ رضویہ اڈا مرید والا میں ظہر اور عصر کے درمیان جلسہ عام سے خطاب (۵۲)

☆ شعبان ۱۳۷۸ھ/مارچ ۱۹۵۹ء نواب شاہ (سندھ) میں جلسہ عام سے خطاب۔حاجی عبدالرحیم اجمیری مٹھائی والے کی طرف سے دعوت تھی۔مولانا سید غلام محی الدین گیلانی رینالہ خورد اور مولانا محمد احسان الحق فیصل آباد بھی شریک سفر تھے۔حسب دستور سابق حاجی عبدالرحیم اجمیری ءنے علماء میں سے کسی کی نقدی خدمت نہ کی۔راستہ میں جب خانیوال سے مولانا سید غلام محی الدین گیلانی گاڑی بدلنے لگے تو حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ نے ان کی خدمت نہ ہونے کے باعث دلی قلق کو محسوس کرتے ہوئے یوں فرمایا۔جس کا مفہوم یہ تھا۔

''شاہ صاحب! علماء پر تبلیغ فرض ہے۔لوگ جلسوں کا انتظام کر کے علماء کو تبلیغ کی دعوت دیتے ہیں اگر عوام جلسوں کا اہتمام نہ کریں تو خود علماء پر جلسوں کا اہتمام کر کے تبلیغ کرنا ضروری ہے۔عوام سے مالی خدمت کی توقع نہ رکھو۔بلکہ غنیمت جانو کہ وہ ایک گونہ آپ کا بار اٹھائے ہوئے ہیں۔''

شاہ صاحب یہ سن کر آبدیدہ ہوئے اور دلی قلق پر معذرت چاہی۔مولانا محمد احسان الحق،فیصل آباد فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ الحدیث ہر سال نواب شاہ تقریر کے لئے تشریف لے جاتے اور حاجی عبدالرحیم اجمیری نے کبھی بھی نقدی خدمت نہ کی۔(۵۳)

☆ ۹۔۱۰ شوال ۱۳۷۸ھ/۱۸۔۱۹/اپریل ۱۹۵۹ء مدرسہ حنفیہ رضویہ سراج العلوم گوجرانوالہ کے پانچویں سالانہ عظیم الشان اجلاس میں شرکت وخطاب۔جلسہ میں دیگر شریک علماء،مولانا سید فیض الحسن آلومہار،مولانا پیر سید اختر حسین علی پوری،مولانا محمد عمر اچھروی،مولانا محمد عبدالرشید مدرس علی پور سیال،مولانا سید مراتب علی شاہ عارف والا۔(۵۴)

---

(۵۲) ہفت روزہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ ۳/رمضان ۱۳۷۸ھ،ص ۶

(۵۳) روایت مولانا احسان الحق،فیصل آباد۔۲۲/صفر ۱۴۰۴ء

(۵۴) ا ہفت روزہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ،۸ شوال المکرم ۱۳۷۸ھ،ص ۲ ب ایضاً،مجریہ،۲۲/شوال ۱۳۷۸ھ،ص ۴

☆ ۱۶۔۱۷ شوال ۱۳۷۸ھ/۲۵۔۲۶/اپریل ۱۹۵۹ء جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور کے دوسرے سالانہ اجلاس میں شرکت وخطاب۔دیگر علماء جو جلسہ میں شریک ہوئے۔مولانا عبدالغفور ہزاروی،مولانا محمد بشیر کوٹلی لوہاراں،مولانا محمد عمر اچھروی،مولانا غلام دین لاہور،مولانا محمد صادق گوجرانوالہ،مولانا محمد احسان الحق فیصل آباد۔(۵۵)

☆ ۲۳/شوال ۱۳۷۸ھ/۲/مئی ۱۹۵۹ء دار العلوم امجدیہ کراچی میں دورہ حدیث کے طلباء کو خطاب۔دورۂ حدیث مولانا عبدالمصطفیٰ ازہری نے اس سال دار العلوم امجدیہ میں شروع کیا۔(۵۶)

☆ ۲۷/شوال ۱۳۷۸ھ/۶/مئی ۱۹۵۹ء نواب شاہ میں احباب اہل سنت کی دعوت پر مختلف مجالس سے خطاب (۵۷)

☆ ۱۳/ذی قعدہ ۱۳۷۸ھ/۲۱/مئی ۱۹۵۹ء مدرسہ نوریہ رضویہ چک جھمرہ،ضلع فیصل آباد میں گیارہویں شریف کی مجلس سے خطاب (۵۸)

☆ ۲۳/ذی قعدہ ۱۳۷۸ھ/یکم جون ۱۹۵۹ء شرق پور (شیخوپورہ) میں عرس حضرت مولانا غلام اللہ علیہ الرحمۃ میں شرکت وخطاب۔(۵۹)

☆ ۲۷۔۲۹/ذی قعدہ ۱۳۷۸ھ/۵۔۷ جون ۱۹۵۹ء جامعہ شرقیہ رضویہ ساہی وال کے سالانہ جلسہ میں شرکت و خطاب،مولانا محمد ابراہیم خوشتر داعی تھے۔اجلاس میں ان دیگر علماء نے بھی شرکت فرمائی۔مولانا عبدالغفور ہزاروی،مولانا سید احمد سعید کاظمی،مولانا محمد بشیر کوٹلی لوہاراں،مولانا سید فیض الحسن آلومہار،مولانا غلام محی الدین گیلانی (۶۰)

---

(۵۵) ہفت روزہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ ۲۹ شوال ۱۳۷۸ھ/ص ۶،مطبوعہ اشتہار

(۵۶) ہفت روزہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ،۱۳/ذی قعدہ ۱۳۷۸ھ،ص ۶

(۵۷) ایضاً (۵۸) ہفت روزہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ۔۲۷/ذی قعدہ ۱۳۷۸ھ،ص ۶

(۵۹) مطبوعہ اشتہار عرس شرقپور ۱۹۵۹ء

(۶۰) ہفت روزہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ،۱۱/ذی الحجہ ۱۳۷۸ھ،ص ۶،مطبوعہ اشتہار

☆ ۱۴۔ ذی الحجہ ۱۳۷۸ھ/ ۲۱/ جون ۱۹۵۹ء میں مولانا محمد حسن علی رضوی کی دعوت پر میلسی میں خطاب۔ اس کے علاوہ مولانا غلام محی الدین گیلانی نے بھی خطاب فرمایا۔ (۶۱)

☆ ربیع الثانی ۱۳۷۸ھ/ اکتوبر ۱۹۵۸ء گوکھووال (فیصل آباد) میں یوم وصال حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کے موقع پر بڑی گیارھویں کے جلسہ سے خطاب۔

مولانا احسان الحق فیصل آباد شریک جلسہ فرماتے ہیں کہ جلسہ کے دوران بادل گھر آئے دکھائی دیتا تھا کہ بارش کی وجہ سے مجمع منتشر ہو جائے گا۔ اس موقعہ پر آپ نے حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کی اسی نوعیت کی کرامات بیان فرما کر بادل کو انگلی کے اشارہ سے فرمایا غوث پاک کی اتباع اور برکت سے تجھے کہتا ہوں۔ ''اَنَا اَجمَعُ وَ اَنتَ تفرّقُ'' (مخلوق خدا کو ہدایت کے لئے میں جمع کرتا ہوں اور تو برس کر انہیں منتشر کرنا چاہتا ہے۔) آپ کا یہ کہنا تھا کہ بادل پھٹ گیا اور جلسہ کی کاروائی تک ایک بوند نہ گری۔ جونہی جلسہ ختم ہوا، ایسی بارش ہوئی کہ سب کے کپڑے بھیگ گئے۔ آپ کی کرامت اس علاقہ میں کافی شہرت رکھتی ہے۔ (۶۲)

☆ ۱۳۷۸ھ/ ۱۹۵۹ء مولانا تقدس علی قادری بریلوی کے صاحبزادہ میاں اختر رضا کے انتقال پر ملال پر اظہار تعزیت کے لئے پیر گوٹھ (سندھ) تشریف لے گئے۔ (۶۳)

☆ ۲۷۔ ۲۸/ صفر ۱۳۷۹ھ/ ۱۔ ۲ ستمبر ۱۹۵۰ء دار العلوم انوار القرآن ملتان اور دار العلوم انوار الابرار ملتان میں مختلف مجالس سے خطاب (۶۴)

(۶۱) ا۔ ہفت روزہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ، ۱۱/ ذی الحجہ ۱۳۷۸ھ، ص

(۶۲) روایت مولانا احسان الحق، فیصل آباد ۲۲/ صفر ۱۴۰۴ھ
اس واقعہ کی تصدیق مولانا محمد فضل رسول فیصل آباد نے بھی فرمائی۔ فقیر قادری عفی عنہ

(۶۳) روایت مولانا مفتی عبدالرحیم شاہ پورہ پاکر (سندھ) اس سفر کی تصدیق مولانا مفتی تقدس علی خاں نے بھی ۲۰/ صفر ۱۴۰۴ھ کو فرمائی۔ فقیر قادری عفی عنہ
میاں اختر رضا کا وصال ۲۴/ شوال ۱۳۷۷ھ کو ہوا۔

(۶۴) ہفت روزہ سواد اعظم لاہور، ۲۱/ ربیع الاول ۱۳۷۹ھ، ص ۶

☆ ۱۶۔ ربیع الاول ۱۳۷۹ھ/ ۱۹/ ستمبر ۱۹۵۹ء نواب شاہ میں دار العلوم عربیہ رضویہ غوثیہ کے افتتاحی اجلاس میں شرکت وخطاب (۶۵)

☆ ۱۵/ ربیع الاول ۱۳۷۹ھ/ ۱۸ ستمبر ۱۹۵۹ء میلاد شریف کے جلسہ میں خطاب (۶۶)

☆ ۷/ ربیع الثانی ۱۳۷۹ھ/ ۱۰۔ اکتوبر ۱۹۵۹ء دیال گڑھ چک نمبر ۱۱۵ ج۔ ب، فیصل آباد میں تبلیغی جلسہ سے خطاب (۶۷)

☆ ربیع الثانی ۱۳۷۹ھ/ اکتوبر ۱۹۵۹ء جامعہ شرقیہ رضویہ ساہی وال میں عرس حامدی رضوی سے خطاب۔ (۶۸)

☆ ربیع الثانی، جمادی الاول ۱۳۷۹ھ/ اکتوبر، نومبر ۱۹۵۹ء خانیوال، ملتان، پاکپتن میں مختلف اجتماعات سے خطابات اور مزارات مقدسہ پر حاضری (۶۹)

☆ ۱۰۔ ۱۱/ ربیع الثانی ۱۳۷۹ھ/ ۱۳۔ ۱۴/ اکتوبر ۱۹۵۹ء چک نمبر ۶۱ دھروڑ میں میلاد النبی ﷺ کے جلسہ سے خطاب (۷۰)

☆ ۲۹۔ ۳۰/ ربیع الثانی ۱۳۷۹ھ/ ۱۔ ۲/ نومبر ۱۹۵۹ء دار العلوم انوار غوثیہ رضویہ اوکاڑہ کے پہلے سالانہ اجلاس میں شرکت وخطاب۔ اس جلسہ میں مولانا سید غلام محی الدین گیلانی، مولانا سید فیض الحسن آلو مہار نے بھی خطاب فرمایا۔ حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری نے صدارت فرمائی۔ (۷۱)

☆ ۱۲/ جمادی الاول ۱۳۷۹ھ/ ۱۳/ نومبر ۱۹۵۹ء مزنگ لاہور میں تبلیغی جلسہ سے خطاب (۷۲)

☆ ۱۹ جمادی الاول ۱۳۷۹ھ/ ۲۰/ نومبر ۱۹۵۹ء مصری شاہ لاہور میں خطاب (۷۳)

(۶۵) ہفت روزہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ، ۲۶/ ربیع الثانی ۱۳۷۹ھ، ص ۶

(۶۶) مطبوعہ اشتہار جلسہ میلاد شریف (۱۳۷۹ھ)

(۶۷) ہفت روزہ سواد اعظم لاہور، ۲۰/ ربیع الثانی ۱۳۷۹ھ، ص ۶

(۶۸) ہفت روزہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ، ۱۰/ جمادی الاول ۱۳۷۹ھ، ص ۶

(۶۹) ایضاً (۷۰) ہفت روزہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ، ۱۱/ جمادی الاول ۱۳۷۹ھ، ص ۶

(۷۱) ایضاً اور ۲۶/ ربیع الثانی ۱۳۷۹ھ، ص ۲

(۷۲) ہفت روزہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ، ۲/ جمادی الاخری ۱۳۷۹ھ/ ص ۶

(۷۳) ایضاً

☆ ۲۸۔۲۹/رجب، اشعبان ۱۳۷۹ھ/۲۸۔۳۰/جنوری ۱۹۶۰ء مولانا محمد فیض احمد اویسی کے زیر اہتمام دار العلوم منبع الفیوض اویسیہ رضویہ حامد آباد کے پانچویں سالانہ جلسہ دستار فضیلت میں آخری روز شرکت وخطاب۔(۷۴)

☆ ۲۸/رجب ۱۳۷۹ھ/۲۸/جنوری ۱۹۶۰ء ڈجکوٹ ضلع فیصل آباد میں تبلیغی جلسہ سے ۲/۱،۳ ساڑھے تین گھنٹے خطاب فرمایا۔(۷۵)

☆ ۱۹۔۲۰ شوال ۱۳۷۹ھ/۱۶۔۱۷/اپریل ۱۹۶۰ء مدرسہ حنفیہ رضویہ سراج العلوم گوجرانوالہ کے چھٹے سالانہ اجلاس میں شرکت وخطاب۔ دیگر شریک علماء، مولانا محمد عمر اچھروی، مولانا عارف اللہ راولپنڈی، مولانا سید مراتب علی عارف والا (۷۶)

☆ ۲۴ شعبان ۱۳۷۹ھ/۲۲/فروری ۱۹۶۰ء مولانا محمد حسن علی رضوی کی دعوت پر میلسی میں ایک عظیم الشان جلسہ سے خطاب۔ دیگر مقررین۔ مولانا محمد عنایت اللہ سانگلہ ہل، مولانا محمد بشیر منٹگمری، مولانا محمد حنیف جہانیاں،(۷۷)

☆ ۲۵۔۲۶ شعبان ۱۳۷۹ھ/۲۳۔۲۴/فروری ۱۹۶۰ء مدرسہ رضویہ انوار الابرار ملتان کے دوسرے سالانہ اجلاس میں خطاب۔ دیگر مقررین مولانا محمد عنایت اللہ سانگلہ ہل، مولانا سید غلام محی الدین گیلانی اوکاڑہ، مولانا مفتی محمد حسین سکھروی، مولانا عطا محمد فاضل جامعہ رضویہ (۷۸)

☆ ۴ شوال ۱۳۷۹ھ/یکم اپریل ۱۹۶۰ء اسماعیل آباد میں مدرسہ غوثیہ رضویہ کا افتتاح فرمایا۔ بکثرت احباب نے آپ کی بیعت کی۔ بعد ازاں ملتان تشریف لے گئے۔ وہاں مزارات پر حاضری دی۔ پھر وہاں سے خانیوال تشریف لے گئے۔(۷۹)

---

(۷۴) ہفت روزہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ، ۳۱/شعبان ۱۳۷۹ھ/ص ۶، ۱۰/جمادی الاخری ۱۳۷۹ھ

(۷۵) ایضاً

(۷۶) ہفت روزہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ۔ ۱۱ شوال ۱۳۷۹ھ ص ۱، ۹/ذی قعدہ ۱۳۷۹ھ ص ۵

(۷۷) ہفت روزہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ، ۱۲/رمضان ۱۳۷۹ھ/ص ۶ (۷۸) ایضاً

(۷۹) ہفت روزہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ، ۱۸/شوال ۱۳۷۹ھ ص ۶

☆ ۱۱/شوال ۱۳۷۹ھ/۸/اپریل ۱۹۶۰ء دربار قادریہ گجرات میں معراج شریف کے جلسہ زیر سرپرستی سید حسین شاہ عرف نانگے شاہ میں خطاب۔(۸۰)

☆ ۱۲۔۱۳/جمادی الاول ۱۳۷۹ھ/۱۴۔۱۵/نومبر ۱۹۵۹ء شرق پور میں حضرت ثانی لا ثانی کے عرس میں شرکت و خطاب (۸۱)

☆ ۱۹۔۲۰/شوال ۱۳۷۹ھ/۱۶۔۱۷/اپریل ۱۹۶۰ء دار العلوم عزیزیہ رضویہ سمندری ضلع فیصل آباد کے پہلے سالانہ اجلاس میں شرکت وخطاب۔ دیگر مقررین۔ مولانا سید فیض الحسن آلومہار، مولانا حافظ غلام رسول فاضل جامعہ رضویہ فیصل آباد۔ مولانا محمد سردار علی پیر محل، مولانا نذیر احمد فاضل حزب الاحناف، مولانا غلام حسین گوجرہ اور دیگر علماء۔(۸۲)

☆ ۲۳۔شوال ۱۳۷۹ھ/۲۰/اپریل ۱۹۶۰ء مدرسہ نوریہ رضویہ چک جھمرہ (فیصل آباد) کے دوسرے سالانہ اجلاس میں خطاب۔ دیگر مقررین، مولانا منظور احمد فیصل آباد، مولانا عاشق حسین جھنگوی (۸۳)

☆ ۳۔۴ ذی قعدہ ۱۳۷۹ھ/۳۰/اپریل، یکم مئی ۱۹۶۰ء جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور کے سالانہ اجلاس میں خطاب۔ دیگر شریک علماء۔ مولانا سید فیض الحسن آلومہار، مولانا محمد عمر اچھروی، مولانا عبد الغفور ہزاروی، مولانا غلام محی الدین اوکاڑہ، مولانا غلام رسول رضوی داعی تھے۔(۸۴)

☆ ۷/ذی قعدہ ۱۳۷۹ھ/۴/مئی ۱۹۶۰ء کراچی سے واپسی پر حیدر آباد کے احباب اہل سنت کی دعوت پر حیدر آباد میں مختلف مجالس سے خطاب (۸۵)

---

(۸۰) مطبوعہ اشتہار معراج شریف دربار قادریہ گجرات ۱۹۶۰ء

(۸۱) مطبوعہ اشتہار عرس لاثانی شرقپور (۱۳۷۹ھ)

(۸۲) ہفت روزہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ ۹/ذی قعدہ ۱۳۷۹ ص ۶ (۸۳) ایضاً

(۸۴) ہفت روزہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ، ۱۸ شوال ۱۳۷۹ھ، ص ۶، ۲۳/ذی قعدہ ۱۳۷۹ھ

(۸۵) ہفت روزہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ، ۲۳/ذی قعدہ ۱۳۷۹ھ، ص ۶

☆ ۲۔۴ ذی قعدہ ۱۳۷۹ھ/۲۹۔۳۰ اپریل، یکم مئی ۱۹۶۰ء جامعہ شرقیہ رضویہ ساہی وال میں تبلیغی اجلاس سے خطاب۔(۸۶)

☆ ذی قعدہ/ذی الحجہ ۱۳۷۹ھ/مئی/جون ۱۹۶۰ء مدرسہ سعیدیہ مصباح العلوم میلسی میں جلسہ سے خطاب (۸۷)

☆ شوال ۱۳۷۹ھ/اپریل ۱۹۶۰ء جامع مسجد غوثیہ، رام نگر گلی جی لاہور میں مقام مصطفیٰ ﷺ کے موضوع پر خطاب۔ مولانا الٰہی بخش خطیب مسجد مذکور نے جلسہ کا اہتمام کیا تھا۔(۸۸)

☆ محرم/صفر ۱۳۸۰ھ/جولائی اگست ۱۹۶۱ء جامع مسجد مدینہ واربرٹن ضلع شیخوپورہ میں تبلیغی جلسہ سے خطاب۔ مولانا محمد شریف رضوی خطیب مسجد نے جلسہ کا اہتمام کیا تھا۔ نماز عصر آپ نے غلہ منڈی والی مسجد میں ادا فرمائی۔ شیخ نذیر احمد کے ہاں قیام کا انتظام تھا۔(۸۹)

☆ ۱۱۔۱۲ صفر ۱۳۸۰ھ/۴۔۵ اگست ۱۹۶۰ء میلسی میں عرس امام احمد رضا قدس سرہ کی مجلس سے خطاب (۹۰)

☆ ۳ شعبان ۱۳۸۰ھ/۲۱/جنوری ۱۹۶۱ء جامع حنفیہ وسن پورہ لاہور میں معراج النبی ﷺ کے جلسہ سے خطاب (۹۱)

☆ ۱۸ شعبان ۱۳۸۰ھ/۵/فروری ۱۹۶۱ء جامع مسجد فاروقیہ، آخری بس سٹاپ، کرشن نگر لاہور میں معراج النبی ﷺ کے جلسہ سے خطاب گیارہ بجے سے ظہر تک، ظہر سے عصر تک خطاب فرمایا۔(۹۲)

☆ ۲۶۔۲۸ شعبان ۱۳۸۰ھ/۱۳۔۱۵/فروری ۱۹۶۱ء دارالعلوم غوثیہ رضویہ نواب شاہ (سندھ) کا سالانہ جلسہ میں شرکت اور خطاب (۹۳)

---

(۸۶) ہفت روزہ سواد اعظم لاہور، ۲۹/اپریل ۱۹۶۰ء

(۸۷) ہفت روزہ سواد اعظم لاہور ۲۰/۲۸ ذی الحجہ ۱۳۷۹ھ

(۸۸) روایت مولانا الٰہی بخش لاہور ۲۸/صفر ۱۴۰۴ھ

(۸۹) روایت مولانا نور محمد رضوی، واربرٹن۔۲۴/صفر ۱۴۰۴ھ

(۹۰) ہفت روزہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ، ۱۱/صفر ۱۳۸۰ھ ص ۶

(۹۱) ''ریڈیو کے بارے میں ایک مغالطہ کا انکشاف'' ناشر تعمیر ملت وسن پورہ لاہور ص ۳

(۹۲) مطبوعہ اشتہار جلسہ مذکورہ۔۲۸/صفر ۱۴۰۴ھ

(۹۳) ہفت روزہ سواد اعظم لاہور۔۲۹/رمضان ۱۳۸۰ھ

☆ ۳۔۴ شوال ۱۳۸۰ھ/۲۱۔۲۲ مارچ ۱۹۶۱ء مدرسہ حنفیہ رضویہ سراج العلوم گوجرانوالہ کے ساتویں سالانہ اجلاس میں شرکت۔(۹۴)

☆ ۶۔۸ شوال ۱۳۸۰ھ/۲۴۔۲۶ مارچ ۱۹۶۱ء دارالعلوم جامعہ حنفیہ قصور کے سالانہ جلسہ میں شرکت۔(۹۵)

☆ ۱۱۔۱۲ ذی الحجہ ۱۳۸۰ھ/۲۸۔۳۰ مئی ۱۹۶۰ء جامعہ شرقیہ رضویہ ساہی وال کے جلسہ میں شرکت (۹۶)

☆ صفر ۱۳۸۱ھ/۱۹۶۱ء دارالعلوم امجدیہ میں عرس رضوی کے موقعہ پر خطاب، واپسی پر ٹھٹھہ میں مزارات کی زیارت کے لئے بذریعہ کار تشریف لے گئے۔ اس سفر میں مولانا عبدالمصطفیٰ ازہری۔ مولانا مفتی ظفر علی، مولانا عبدالقادر، مولانا معین الدین ہمراہ تھے۔ کراچی میں قیام عبدالشکور، جمال بھائی کے ہاں تھا۔ ان دنوں مولانا ابوالبرکات سید احمد لاہور، حزب الاحناف کے لئے لال کوٹھی کی خریداری کے سلسلہ میں زراعانت کے لئے کراچی موجود تھے۔(۹۷)

☆ ۲۷ ذی قعدہ ۱۳۸۱ھ/۳/مئی ۱۹۶۲ء صحت کے بعد کراچی سے واپسی ہوئی۔ جامعہ رضویہ مظہر اسلام فیصل آباد میں اس مسرت میں جلسہ تہنیت ہوا۔(۹۸)

☆ ذی الحجہ ۱۳۸۱ھ محرم ۱۳۸۲ھ جون، جولائی ۱۹۶۲ء۔ جب آپ کی علالت ونقاہت بڑھ گئی تو احباب کے اصرار پر مری، ایبٹ آباد اور ہری پور، راولپنڈی کے صحت افزا مقامات پر کچھ وقت گذارا۔(۹۹)

---

(۹۴) مطبوعہ اشتہار مدرسہ حنفیہ سراج العلوم گوجرانوالہ (۱۳۸۰ھ)

(۹۵) مطبوعہ اشتہار مدرسہ حنفیہ قصور (۱۳۸۰ھ)

(۹۶) ہفت روزہ سواد اعظم لاہور ۲۳/۶ ذی قعدہ ۱۳۸۰ھ

(۹۷) مولانا حافظ محمد سلیمان خانیوال کی قلمی یادداشت، مخزونہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

(۹۸) مطبوعہ اشتہار جلسہ تہنیت (۱۹۶۲ء)

(۹۹) فقیر قادری عفی عنہ نے دارالعلوم اہل سنت و جماعت جہلم میں تدریس کے دوران جہلم ریلوے سٹیشن پر آپ کی زیارت کی جب کہ آپ مری سے واپس لائل پور بذریعہ ریل تشریف لے جا رہے تھے۔
مولانا مفتی عبدالقیوم اپنی ایک یادداشت میں لکھتے ہیں۔
''میری یاد کے مطابق بیماری کے دوران دو مرتبہ ہری پور تشریف لے گئے۔''

سوئے حرم

محرم الحرام ۱۳۵۴ھ/اپریل ۱۹۳۵ء میں مناظرہ بریلی میں حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کی اپنے مدمقابل پر عظیم اور واضح فتح پر علماء اعلام نے آپ کو کلمات تحسین ودعا سے نوازا آپ کے استاذ گرامی، حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا بریلوی قدس سرہ نے آپ کو تاج الفتح پہنایا اور فرمایا۔

''سردار احمد سُر بدار احمد''

یعنی مولانا سردار احمد اپنے آقا و مولیٰ پیارے احمد مجتبیٰ ﷺ کے گھر (مدینہ منورہ) کی زیارت سے مشرف ہوں۔

یہ دعا ایسی تھی جس میں دو جہاں کی عظیم دولت کی خوش خبری تھی۔ آپ اس دعا سے انتہائی مسرور ہوئے۔ وجد میں آکر فرمایا۔

''استاذ محترم نے دعا دی ہے۔ اب ان شاء اللہ دربار رسالت کی حاضری ضرور نصیب ہوگی۔''

بالآخر وہ مبارک ساعت آگئی جس میں آپ کی روحانی تمنا برآئی اور دعا کی قبولیت کا ظہور ہوا۔ ۲۷ شوال ۱۳۶۴ھ/۱۵ اکتوبر ۱۹۴۵ء کے بعد کراچی سے بذریعہ بحری جہاز آپ عازم حرمین ہوئے۔ (۱)

یہ رضوانی نامی بحری جہاز مغل لائن کمپنی کا تھا۔ (۲)

اس سال حج میں آپ کے ساتھ بیس کے قریب علماء اور بھی تھے۔ چند ایک کے اسماء گرامی یہ ہیں۔

☆ مفتی اعظم مولانا محمد مصطفیٰ رضا نوری بریلوی

(۱) حج پاسپورٹ نمبر ۳۶۷۶، مجریہ کراچی، سال ۱۹۴۵ء۔ آپ کا ٹکٹ نمبر ۸۶۴۷ ہے۔

(۲) روایت حاجی اللہ دتہ (نعت خواں) ستیانہ روڈ فیصل آباد نوٹ: حاجی صاحب مذکور آپ کے ساتھ حج کے سفر میں ہم سفر تھے۔

☆ مولانا مفتی محمد مظہر اللہ امام وخطیب جامع مسجد فتح پوری، دہلی

☆ مولانا محمد عبدالعلیم صدیقی میرٹھی

☆ مولانا ابوالحسنات محمد احمد قادری لاہور

☆ مولانا سید محمد عبدالرب قادری جبل پوری

☆ مولانا ابوالحامد سید محمد عبدالمسجود وجود قادری، جبل پوری (۳)

☆ مولانا عبدالحامد قادری بدایونی

☆ مولانا حمید الدین کوٹ نجیب اللہ (خلیفہ سرکار گولڑوی)

☆ مولانا اشتیاق احمد کانپوری (۴)

☆ مولانا پیر سید مرتضیٰ امرتسری (استاذ جان محمد امرتسری)

☆ جناب حیرت وارثی نعت خواں (مرید بیدم وارثی)

☆ جناب بدیع احمد اسد (نعت خواں امام احمد رضا) (۵)

رضوانی نامی جہاز ۱۰ ذی قعدہ ۱۳۶۴ھ/۱۷ اکتوبر ۱۹۴۵ء کو جدہ پہنچا۔ (۶)

بحری سفر کے دس بارہ دنوں میں جہاز پر اور اس کے بعد حرمین شریفین میں امامت کے فرائض کبھی آپ کے استاذ محترم حضرت مفتی اعظم بریلوی انجام دیتے اور کبھی آپ کو حکم ہوتا کہ امامت کرائیں۔ چنانچہ آپ امامت کراتے۔

(۳) اخبار دبدبہ سکندری، رامپور، ۲۸ فروری ۱۹۴۶ء۔ ص ۹

(۴) ہفت روزہ الفقیہ، امرتسر ۲۱/۲۸ نومبر ۱۹۴۵ء۔ ص ۶

(۵) روایت حاجی اللہ دتہ، ستیانہ روڈ، فیصل آباد

(۶) حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کا حج پاسپورٹ نمبر ۳۶۷۶ مجریہ کراچی۔ سال ۱۹۴۵ء

چونکہ حرمین طیبین میں وہابی عقائد کے نجدی امام مقرر تھے ،اس لئے آپ نے کبھی بھی ان کے اقتداء میں نماز ادا نہ کی ، ہمیشہ اپنی جماعت علیحدہ کرواتے ۔(۷)

حرمین شریفین میں آپ کے دن رات عبادات اور طاعات میں صرف ہوتے ، مناسک حج کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ دوسرے حجاج کرام کی دینی راہنمائی اور مذہبی خدمات بھی بڑے ذوق وانہماک سے سرانجام دیتے ۔عالم اسلام سے آئے ہوئے جلیل القدر مشائخ کرام اور علماء اعلام سے علمی مذاکرات فرماتے ۔طالبانِ مدارسِ حرمین آپ کے پاس حاضر ہوکر علمی استفادہ کرتے ۔آپ کا ایک ایک لحہ یادالٰہی اور کیف وجذب سے معمور رہتا۔

حرم مکی میں آپ کی مصروفیات کا اجمالی تذکرہ شریک حج مولانا اشتیاق احمد کانپوری نے ۴ ذی الحجہ ۱۳۶۴ھ ۱۰/ نومبر ۱۹۴۵ء کو درج ذیل الفاظ میں کیا۔

> ''فاضل اجل حضرت مولانا مولوی سردار احمد خاں صاحب قادری رضوی صدر المدرسین منظر اسلام بریلی مدظلہ العالیٰ تقریباً ہروقت حرم میں حاضر رہتے ہیں۔اور جگہ جگہ لوگوں کو مسائل سمجھاتے رہتے ہیں۔شب میں آپ کے پاس حرم شریف کے مدارس دینیہ کے طلباء جمع ہوجاتے ہیں اور درسیات سے متعلق آپ کے فیوض علمی سے استفادہ کرتے ہیں۔''(۸)

حج ادا کرنے کے بعد آپ نے چند روز مکہ معظّمہ میں قیام فرمایا۔اس عرصہ میں آپ نے یہاں پر موجود عالم اسلام کے علماءِ اعلام سے ملاقاتیں کیں۔ان میں سے بعض سے آپ نے استفادہ بھی کیا اور اکثر نے آپ سے اکتساب فیض کیا۔

---

(۷) روایت حاجی اللہ دتہ،ستیانہ روڈ،فیصل آباد

(۸) ہفت روزہ الفقیہ ،امرتسر ۲۱/۲۸ نومبر ۱۹۴۵ء ۔ص ۶

نوٹ: کاتب کی غلطی کی وجہ سے آپ کے اسم گرامی کے ساتھ ''خاں'' کا لفظ زائد لکھا گیا ہے۔نیز مظہر اسلام کی بجائے منظر اسلام لکھا گیا ہے۔آپ اس وقت مظہر اسلام میں صدر المدرسین تھے۔فقیر قادری عفی عنہ

حرمین شریفین میں آپ نے جن علماء ومحدثین سے ملاقات کا شرف حاصل کیا۔ان میں سے چند ایک کے اسماء گرامی یہ ہیں۔

- ☆ شیخ العلماء مولانا محمد عربی مغربی مالکی۔محدث مدرسہ الفلاح مکہ معظّمہ
- ☆ فاضل جلیل مولانا سید یوسف حمد النیل قادری مدرس مدرسہ الفلاح مکہ معظّمہ
- ☆ فاضل اجل مولانا محمد امین کتبی مدرس مدرسہ الفلاح والمسجد الحرام
- ☆ الشیخ القاری احمد الفقیہ حجازی مکہ مکرمہ
- ☆ الشیخ محمد الحسینی الظواہری من علماء الازہر ومدرس کلیۃ اصول الدین ،مصر
- ☆ شیخ جلیل قاری سید عباس مکی ،مدنی الاصل
- ☆ رئیس المحدثین مولانا عمر حمدان محرسی
- ☆ مولانا الفاضل عبدالرحمٰن محمد عیسیٰ بلہا شرط الرملہ ،مدرس مدرسہ الرملہ قلیوبیہ۔قطر المصر
- ☆ مولانا الفاضل عبدالرب عبدالرحیم کشوہ۔بلدہ رملہ ،مرکز بلہا مدرس القلیوبیہ
- ☆ مولانا الفاضل السید عمر رشیدی المطوف (خلیفہ مجاز امام احمد رضا بریلوی)
- ☆ مولانا الشیخ جعفر الکثیری الشافعی ،مدرس مدرسہ صولتیہ ،مکہ مکرمہ
- ☆ مولانا الشیخ محمد عبدالماجد الغبشاوی شافعی ،مدرس مدرسہ الفلاحیہ مکہ مکرمہ
- ☆ مولانا الشیخ محمد ناجی ابوصالح ۔استاذ فی مدرسہ الخسرویہ ،محلّہ المشارقہ ۔حلب
- ☆ مولانا الشیخ بکری رجب ،مدیر مدرسہ رضائیہ شارع العریان ۔حلب
- ☆ مولانا الشیخ محمد خلیلو امام وخطیب جامع الکبیر ،قریۃ السفیرۃ ۔حلب
- ☆ مولانا الشیخ محمد علی حسین صفیہ ۔قریۃ السفریہ ۔حلب

☆ مولانا الشیخ احمد الصابونی۔ معتمد الجمعیۃ العزا و مدرس جامع بنی امیہ۔ دمشق

☆ مولانا الشیخ محمد یحیٰی امان حنفی۔ مدرس مدرستہ الفلاح مکہ مکرمہ (تلمیذ علامہ صالح کمال)

☆ مولانا الشیخ احمد ابراہیم حمدوہ، مدرس مدرسہ الفلاح۔ مکہ مکرمہ

☆ مولانا الشیخ حسن محمدی، خطیب مسجد سکۃ الحدید۔ مدریہ۔ مصر

☆ مولانا الشیخ مصطفیٰ اسمٰعیل الموظف۔ مجلس المدیریہ۔ مصر

☆ مولانا الشیخ سید ہاشم۔ مدرسہ مشاص الرملہ۔ مصر

☆ مولانا الشیخ محمد منصور قاری مدرس مدرسہ مشاص الرملہ۔ مصر

☆ مولانا الشیخ عبد العزیز آفندی۔ نقشبندی، عیون السود، حمص۔ سوریا

☆ مولانا الشیخ عبد الرحیم آفندی۔ عیون السود، حمص۔ سوریا

☆ مولانا الشیخ السید ابراہیم کوشک، طائف

☆ مولانا الشیخ السید محمد صالح المطوف۔ مکہ مکرمہ

☆ مولانا الشیخ حسن بن صدیق سندھی۔ سابق مدرس مدرسہ صولتیہ، حال مدرس مدرسہ سعودیہ مکہ مکرمہ

☆ مولانا الشیخ محمد صالح ابراہیم خطاب۔ مصر (تلمیذ الشیخ عمر حمدان محرسی)

☆ مولانا الشیخ محمد بن سلیمان الردوانی

☆ مولانا الشیخ احمد محمد بیومی آفندی۔ محکمہ عصر الوطنیۃ۔ باب الحلق۔ القاہرہ

☆ مولانا الشیخ سید حسن بن علوی الجفری۔ جبل الکعبہ۔ حارۃ الباب۔ مکہ مکرمہ

☆ مولانا الشیخ محمد بن عوض بافضل الخضری التریمی۔ حضر موت

☆ مولانا الشیخ فضل بن محمد بن عوض۔ حضرت موت

☆ مولانا الشیخ حسین محمد خضری۔ جدہ

☆ مولانا الشیخ سید عبد الرحمٰن بن محمد بن صالح۔ بلدہ عمد۔ حضر موت

☆ مولانا الشیخ محمد عبد الرحیم الصدیقی۔ دمام

علاوہ ازیں مدارسِ دینیہ کے جو طلباء آپ کے پاس حاضر ہوتے ان میں سے چند ایک کے نام یہ ہیں۔

☆ مولانا مسلم بن ایمان علی منشی متعلم مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ

☆ مولانا عبد الرزاق بن محمد عالی منشی متعلم مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ

☆ مولانا محمد قاسم بن مفیض الدین متعلم مدرسہ صولتیہ، مکہ مکرمہ (۹)

علماءِ اعلام میں سے بعض آپ کی قیام گاہ پر بھی تشریف لائے۔ چنانچہ ۱۷ ذی قعدہ ۱۳۶۴ھ/۲۵ اکتوبر ۱۹۴۵ء بروز جمعرات حضرت استاذ العلماء المحدث الاعلیٰ رئیس المحدثین امام النحویین شیخ عمر حمدان محرسی مدنی قدس سرہ آپ کی قیام گاہ میں تشریف فرما ہوئے۔ علمی وروحانی مسائل پر مذاکرہ رہا۔ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ نے اپنی بیاض میں اس ملاقات کی کیفیت اپنی قلم سے یوں لکھی۔

”۱۷ ذی قعدہ ۶۴ھ جمعرات۔ آج حضرت ممدوح قبلہ اس رباط میں خود تشریف لائے اور مجلس میں برکت وکیف وذوق حاصل ہوا۔ سامعین حاضرین محظوظ ہوئے۔“ (۱۰)

اسی حج کے مبارک موقعہ پر شیخ المحدثین محمد الحافظ التیجانی اور رئیس المحدثین عمر حمدان محرسی نے آپ کو بالترتیب ۱۹ محرم الحرام ۱۳۶۵ھ/۲۳ دسمبر ۱۹۴۵ء اور ۳ صفر ۱۳۶۵ھ/۶ جنوری ۱۹۴۶ء کو جمیع مرویات کی اجازت تامہ عامہ مطلقہ کی سندیں عطا فرمائیں۔ (۱۱)

(۹) یہ تمام تفاصیل حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کی اس بیاض سے اخذ کی گئی ہیں جو اس سفرِ حج میں آپ کے پاس تھی۔ یہ بیاض کتب خانہ شیخ الحدیث میں محفوظ ہے۔

(۱۰) بیاض حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ

(۱۱) ملاحظہ ہو: عکس سندات، جو اسی کتاب میں درج ہیں۔

علمی مذاکرات کے دوران بعض علماء نے آپ سے ہندوستان میں طبع ہونے والی بعض کتب کی فراہمی کے لئے کہا۔ چنانچہ آپ کی بیاض کے مطابق مولانا حسن بن صدیق سندھی، مدرس مدرسہ سعودیہ، مکہ مکرمہ نے الدرالسنیہ اور مولانا محمد صالح ابراہیم مصری (تلمیذ الشیخ عمر حمدان محرسی) نے جمع الفوائد فی جامع الاصول اور مجمع الزوائد کے لئے کہا۔ ممکن ہے کئی اور فرمائشیں بھی ہوئی ہوں۔

حجاج کرام بالعموم مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں قیام کرتے ہیں اور یہیں کے مقدس مقامات کی زیارت پر اکتفا کرتے ہیں۔ کیونکہ حضور اکرم ﷺ کی حیات ظاہری کا اکثر حصہ انہی مقامات پر بسر ہوا۔ اس کے علاوہ حجاز مقدس میں حضور اکرم ﷺ نے بعض اور مقامات کی طرف بھی سفر فرمایا۔

عاشق مصطفیٰ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ حضور اقدس علیہ التحیۃ والثناء کی ہر ادا کو حتی الامکان ادا کرنے کی کوشش فرماتے۔ محبت، اتباع مصطفیٰ ﷺ کی محرک اور باعث ہے۔ محبت، اتباع کرنے میں دلیل کی طالب نہیں ہوتی۔ محبت خود ایک سند اور دلیل ہے۔ اس سلسلہ میں صحابی رسول حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا عمل ہمارے لئے ایک سند ہے۔ بخاری شریف میں ہے۔

"اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ اَنَاخَ بِالْبُطْحَآءِ بِذِی الْحُلَیْفَۃِ فَصَلّٰی بِھَا وَکَانَ عَبْدُاللّٰہِ بْنُ عُمَرَ یَفْعَلُ ذٰلِکَ" (۱۱)

یعنی (حج کے دوران) رسول اللہ ﷺ نے (کسی وجہ سے) وادی ذی الحلیفہ میں اپنے اونٹ کو بٹھایا وہاں آپ نے نماز پڑھی۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی (حضور کی اتباع میں) ایسا ہی کیا کرتے تھے۔

وادی ذی الحلیفہ میں اونٹ سے اترنا اور وہاں نماز پڑھنا مناسک حج میں شامل نہیں، مگر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ذی الحلیفہ میں اترتے اور وہاں نماز پڑھتے، ان کا یہ دوامی فعل حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اتباع میں

(۱۱) بخاری شریف۔ جلد اول۔ صفحہ ۲۰۷

تھا، کمالِ اتباع اسی کا نام ہے۔ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کو حضور کی محبت کے صلہ میں اس اتباع کامل سے وافر حصہ عطا ہوا تھا۔

ایک مرتبہ ابتدائے تبلیغ میں آقائے دوعالم ﷺ بغرض تبلیغ طائف تشریف لے گئے۔ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ نے طائف میں حاضری دی تاکہ سفر طائف کی حضور کی سنت بھی ادا ہو جائے اور ان گلی کوچوں کی زیارت بھی ہو جائے جہاں نبی رؤف ورحیم ﷺ نے تبلیغ حق کی خاطر اذیتیں برداشت کیں۔ اس سلسلہ میں آپ کی بیاض کے ایک صفحہ کی نقل حاضر ہے۔

۹۲/۷۸۶

الطائف الشریف

حضرت المحترم السید ابرہیم کوشک

"۲۹ محرم (۱۳۶۵ھ) طائف حاضر ہوا، آپ نہایت حسن اخلاق سے پیش آئے اور حضرت سید عبداللہ بن عباس وحضرت سیدنا عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی زیارت سے آپ کے توسط سے مشرف ہوا۔ ۳۰ محرم کو زیارت کر کے واپس مکہ معظمہ ہوا۔" (۱۲)

اسی سال آپ نے اپنی والدہ محترمہ، سلطان بی بی مرحومہ، اپنے بھائی علی محمد، اور دونوں بہنوں فاطمہ بی بی اور حیات بی بی کی طرف سے حج بدل کروایا۔ (۱۳)

مناسک حج سے فراغت کے بعد آپ مدینہ منورہ حاضر ہوئے۔ اگرچہ یہ زمانہ انتہائی گرانی کا تھا۔ جنگ عظیم دوم ابھی ابھی ختم ہوئی تھی، تاہم آپ نے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ تک کا سفر لاری میں کیا۔ لاری کا کرایہ ان دنوں ایک ہزار روپے کے لگ بھگ تھا۔ (۱۳۔۱)

(۱۲) بیاض حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ

(۱۳) بیاض حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ

(۱۳۔۱) اخبار دبدبہ سکندری رامپور۔ ۱۵ فروری ۱۹۴۶ء۔ ص ۸

ایک عاشق صادق کی طرح آپ کے مدینہ منورہ کے اوقات گنبد خضراء کی زیارت، مواجہ شریف میں قیام، صلوٰۃ وسلام، ریاض الجنۃ میں وقوف وقیام، جنت البقیع، قبا اور دیگر متبرک مقامات ومشاہدات کی زیارت میں صرف ہوتے۔ زیادہ وقت آپ مسجد نبوی میں گذارتے۔ ہر نماز کے بعد مواجہ شریف میں حاضری اور صلوٰۃ وسلام پیش فرماتے۔

مفتی اعظم مولانا محمد مصطفیٰ رضا بریلوی اور آپ کا قیام محمد علی، شوکت علی، لکھنؤ والوں کے مکان اصطفیٰ منزل میں تھا۔

جنت البقیع میں دیگر مزارات کے علاوہ بالخصوص امہات المومنین، حضرت عثمان ذوالنورین، فرزندان رسول حضرت ابراہیم، طاہر وقاسم، خاتون جنت حضرت فاطمہ اور ائمہ اہل بیت رضی اللہ عنہم کے مزارات پر حاضری دیتے۔ مدینہ منورہ میں آپ کا قیام پچیس روز رہا۔(۱۴)

مدینہ طیبہ کی پہلی حاضری کے موقع پر مقصود کائنات کو پا کر آپ نے جذب وکیف کے عالم میں امام اہل سنت کا یہ شعر پڑھا۔

ہم سے فقیر بھی اب پھیری کو اٹھتے ہوں گے
اب تو غنی کے در پر بستر جما دیئے ہیں.

شاہزادہ امام احمد رضا بریلوی نے جب سنا تو فرمایا۔

''جب غنی سامنے ہو تو اب دیر کا ہے کی۔ اب بستر جما ہی کیوں نہیں دیتے۔''

چنانچہ آپ کیف وسرور کے عالم میں اپنے محبوب آقا کے قدموں میں یوں بیٹھ گئے کہ اب دامن مراد بھر کر ہی اٹھیں گے۔ مولانا محمد معراج الاسلام صدر مدرس مدرسہ محمدیہ غوثیہ بھیرہ نے دامن مراد بھرنے کا نقشہ بڑے محتاط انداز میں یوں بیان کیا ہے۔

(۱۴) مدینہ منورہ کے قیام کے واقعات حاجی اللہ دتہ، ستیانہ روڈ، فیصل آباد نے بیان کئے۔ حاجی صاحب موصوف اس سفر میں آپ کے ساتھ رہے۔

''جب تک حاضری نصیب رہی آپ پر یہی عالم رہا، اور اس دوران وہ سب کچھ پالیا، جس کی حسرت اور تمنا تھی۔ حجابات دور ہوگئے۔ انوار، قلب ونگاہ میں سمٹ آئے اور ایمان نے وہ مقام حاصل کرلیا جسے عین الیقین کہتے ہیں۔''(۱۵)

سنی رضوی جامع مسجد فیصل آباد کے خطیب مولانا محمد عبدالرشید رضوی جھنگوی اپنے ایک مکتوب میں حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کی ایک سند کے ذکر کے ضمن میں آپ کی مدینہ منورہ میں مصروفیات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

''حضور غریب نواز شیخ الحدیث والتفسیر الشاہ ابوالفضل صاحب قبلہ رضی اللہ عنہ ۱۳۶۵ھ میں پہلی مرتبہ زیارت حرمین شریفین کو تشریف لے گئے تھے اور مدینہ منورہ زادھا اللہ شرفاً وعنایۃً کے قیام کے ایام میں اصحاب صفہ کے مقام پر قیاماً بخاری شریف کا مکمل ختم فرمایا تھا۔ کتاب بخاری شریف حضرت قبلہ مولانا محمد ضیاء الدین احمد صاحب قادری سے لی تھی۔ ختم شریف کے دن محدث شامی (غالباً ان کا اسم گرامی الحافظ عبدالقادر صاحب تھا۔(۱۶) نے سند حدیث حضور ممدوح موصوف کو عنایت فرمائی تھی جو بخاری شریف پر تحریر تھی۔ ۱۳۴۶ھ میں فقیر کی حاضری ہوئی، حسب سنت پیرومرشد خود فقیر نے مولانا محمد ضیاء الدین احمد رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھنے کے لئے بخاری شریف طلب کی۔ تو آپ نے وہی نسخہ پڑھنے کے لئے عنایت فرمایا۔ اس پر وہ سند منقول تھی۔ میں نے اسے نقل کر کے حضرت پیرومرشد قبلہ شیخ الحدیث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت اقدس میں حاضر کیا تھا۔''(۱۷)

حاجی اللہ دتہ نعت خواں، ستیانہ روڈ فیصل آباد اس سفر حرمین شریفین میں آپ کے ہمراہ تھے۔ مدینہ طیبہ کے واقعات وہ یوں بیان کرتے ہیں۔

(۱۵) گنبد خضراء، ناشر مکتبہ قادریہ لاہور، ص ۴۵۵

(۱۶) صحیح نام شیخ المحدثین محمد الحافظ التیجانی ہے۔

(۱۷) مکتوب مولانا محمد عبدالرشید رضوی بنام فقیر قادری عفی عنہ۔ محررہ ۲ محرم الحرام ۱۴۰۵ھ

''آپ کی معیت میں مدینہ پاک میں پندرہ محفلیں نعت خوانی کی ہوئیں۔ پہلی محفل مولانا ضیاء الدین مدنی کے گھر میں ہوئی اور آخری محفل رباط بہاول پور میں ہوئی۔ جس میں محدث اعظم پاکستان کی تقریر ہوئی۔''

حاجی اللہ دتہ موصوف مزید بیان کرتے ہیں۔

''ایک دن مسجد نبوی میں میں، حیرت وارثی اور پیر مرتضی امرتسری بیٹھے تھے کہ ہمارے دل میں خیال پیدا ہوا کہ آج آخری دن ہے، ہم محفل میلاد کرلیں۔ چنانچہ ہم تینوں حضرت مولانا سردار احمد صاحب کے ڈیرے پر گئے اور آپ سے کہا۔ آپ نے رضامندی ظاہر کی اور فرمایا کہ تمام حضرات کو مطلع کردو کہ رباط بہاول پور میں حضرت مولانا مفتی ضیاء الدین مدنی صاحب کی صدارت میں رات کو محفل میلاد ہوگی۔ اس محفل میں بے شمار پنجابی، ہندوستانی، بنگالی، مصری اور شامی شامل ہوئے۔ دو اڑھائی ہزار کا مجمع ہوگا، بے شمار علماء کرام اور نعت خواں موجود تھے۔ سب سے پہلے مدینہ منورہ کے نعت خواں مولانا محمد ابراہیم سمان نے عربی میں نعت شریف پڑھی۔ (۱۸)

(۱۸) سمن عربی زبان میں گھی کو کہتے ہیں۔ غالباً یہ صاحب گھی کا کاروبار کرتے تھے۔ ترکوں کے عہد حکومت میں تہجد کی اذان دیا کرتے تھے۔ نعت گو بھی تھے اور نعت خواں بھی۔ عشق رسول ان کی رگ رگ میں بسا ہوا تھا۔ انہوں نے حضرت محدث اعظم پاکستان کو بتایا کہ

''میں روزانہ تازہ نعت لکھتا اور تہجد سے پہلے مواجہ اقدس کے سامنے کھڑے ہوکر حضور اکرم ﷺ کی بارگاہ عالیہ میں وہ نعت عرض کرتا اور پھر تہجد کی اذان دیتا تھا۔ لیکن نجدیوں تسلط کے بعد انہوں نے مجھے نعت پڑھنے سے روکا اور کہا کہ تم صرف اذان دے سکتے ہو، نعت پڑھنے کی اجازت نہیں۔ میں نے جواب دیا کہ جنہیں اذان سناتا ہوں انہیں ہی نعت سنانا ہوتی ہے۔ اگر نعت نہیں پڑھ سکتا تو پھر میں اذان بھی نہیں دوں گا۔''

یہ بزرگ حضرت محدث اعظم پاکستان سے بڑی محبت وعقیدت کا اظہار کیا کرتے تھے۔

درج بالا معلومات مولانا معین الدین قادری فیصل آباد کے ایک بیان پر مشتمل مکتوب مولانا محمد افضل کوٹلوی محررہ ۲۴ مارچ ۱۹۸۶ء سے ماخوذ ہیں۔

نوٹ: اذان سے پہلے یا بعد نعت یا درود شریف پڑھنا عالم اسلام اور خود حرمین شریفین میں (نجدی تغلب سے پہلے تک) مقبول ومعمول بہ رہا ہے۔ ادیب شہیر جناب حسن نظامی دہلوی نے ۱۹۱۲ء میں اپنے سفر حرمین کے بیان میں مدینہ طیبہ اور مسجد نبوی کے تذکرہ جو کچھ لکھا ہے اس کا ایک اقتباس ملاحظہ ہو۔

(بقیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

پھر ایک مصری نے عربی میں نعت شریف پڑھی۔ قصیدہ بردہ شریف بھی پڑھا گیا۔ اس کے بعد حیرت وارثی نے تحت لفظی میں نعت پڑھی۔ پیر سید مرتضی امرتسری نے بھی نعت پڑھی، ان کی نعت کا پہلا شعر یہ تھا۔

مدینہ نگارِ منیرا سراجاً

مدینہ بہار مکہ تجلیٰ

اس کے بعد میں نے نعت رسول مقبول ﷺ پڑھی۔ میری نعت کا پہلا شعر یہ تھا۔

چمک تجھ سے پاتے ہیں سب پانے والے

میرا دل بھی چمکا دے چمکانے والے

اس کے بعد وہاں موجود اٹھارہ علماء نے متفقہ طور پر فیصلہ کیا کہ تقریر حضرت مولانا سردار احمد صاحب کریں۔ چنانچہ آپ نے تین گھنٹے تقریر کی۔ موضوع تھا۔

"وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِیْنَ"

درو دیوار پر وجد تھا۔ تقریر کے دوران حاضرین پر ایک عجیب کیف طاری تھا۔ ہر شخص حضور علیہ السلام کے عشق ومحبت میں آنسو بہا رہا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس محفل پاک میں حضور علیہ الصلوٰۃ

(بقیہ ۱۸) ''قاعدہ ہے کہ جب حرم رسول میں نماز ہو چکتی ہے تو مؤذن میناروں پر چڑھ جاتے ہیں اور بلند آواز سے درود وسلام پڑھتے ہیں۔ قرآن شریف کی تلاوت بھی کرتے ہیں۔ یہ نہایت باثر اور عمدہ دستور ہے۔ پچھلی رات کو یہ صدائیں وہ کیفیت پیدا کرتی ہیں اور سامعین کو ان تجلیات تک پہنچاتی ہیں جن کا اظہار الفاظ میں محال ہے۔ تہجد کے وقت بھی میناروں پر درود خوانی اور قرآن خوانی ہوتی ہے۔ یہ صرف مدینہ منورہ کی نرالی رسم نہیں ہے، دمشق وبیت المقدس میں بھی اس کا رواج ہے۔ اگلے زمانہ میں اہل ہند کے ہاں بھی یہ قاعدہ جاری تھا۔ میرے آقا حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی کے حالات میں لکھا ہے کہ ابتدائی عمر میں سب سے پہلا واقعہ جس نے آپ کے قلب پر الہیت کی پرعظمت کیفیت ڈالی، اسی تلاوت نیم شبی سے تعلق رکھتا ہے۔ ہندوستان کی مساجد میں بھی مؤذن پچھلی رات کو میناروں پر چڑھ کر موزوں ومناسب آیات کی تلاوت کیا کرتے تھے۔ لازم ہے کہ اب پھر ہندوستان میں اس رسم کو زندہ کیا جائے۔ یہی وہ باتیں ہیں کہ جن سے مسلمانوں کے تن مردہ میں از سر نو جان پڑ سکتی ہے۔''

(ماہنامہ صوفی، منڈی بہاؤالدین، جلد ۷، شمارہ ۴ مجریہ اپریل ۱۹۱۲ء۔ ص ۲۳، ۲۴)

والسلام کی جلوہ گری ہے۔ تقریر کے اختتام پر جناب بدیع احمد اسد بریلوی نے امام احمد رضا بریلوی کا مشہور سلام

مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام
شمع بزم ہدایت پہ لاکھوں سلام

پڑھا۔ آخر میں تبرک تقسیم ہوا، تبرک کھجوروں اور کھجوروں کے حلوہ پر مشتمل تھا۔" (۱۹)

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کو واپسی ہندوستان کے لئے ۱۹ محرم الحرام ۱۳۶۵ھ/ ۲۴ دسمبر ۱۹۴۵ء کو جدہ بندرگاہ پر پہنچنا تھا۔ (۲۰)

پروگرام کے مطابق آپ کا قیام حرمین شریفین میں صرف دو ماہ سات دن کا تھا۔ مگر عاشق صادق دیار حبیب میں ساڑھے تین ماہ تک قیام پذیر رہا۔ (۲۱)

آپ جب اپنے استاذ محترم حضرت مفتی اعظم قبلہ کے ہمراہ وطن تشریف لائے تو اکثر سٹیشنوں پر آپ کا شاندار استقبال ہوا۔ بریلی شریف، مضافات بریلی اور آپ کے وطن مالوف میں اس مسرت میں اظہار تبریک وتہنیت کے لئے متعدد استقبالی اجلاس ہوئے۔ (۲۲)

تقسیم ہند کے بعد ۱۳۶۸ھ/ ۱۹۴۹ء میں لائل پور میں قیام کے دوران آپ نے محنت، محبت، للّٰہیت اور ذوق وشوق سے عظمت مصطفیٰ ﷺ کا درس دیا، لیکن اس دوران حضرت جامی قدس سرہ کی یہ دعا جو تمنا بن کر آپ کے لبوں پر آجاتی۔

(۱۹) قلمی یادداشت حاجی اللہ دتہ (شریک سفر)، مخزونہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور
(۲۰) ملاحظہ ہو: پاسپورٹ نمبر ۳۶۷۶، مجریہ کراچی۔ سال ۱۹۴۵ء
(۲۱-ا) روایت حاجی اللہ دتہ، ستیانہ روڈ فیصل آباد
(ب) اخبار دبدبہ سکندری، رامپور، ۱۵ فروری ۱۹۴۶ء۔ ص ۸
(۲۲-ا) اخبار دبدبہ سکندری، رامپور، ۱۵ فروری ۱۹۴۶ء۔ ص ۱۴
(ب) اخبار دبدبہ سکندری، رامپور، ۲۸ فروری ۱۹۴۶ء۔ ص ۹

مشرف گرچہ شد جامی زلطفش
خدایا ایں کرم بار دگر کن

پوری ہوگئی۔ پہلے حج کے گیارہ برس بعد دوبارہ دربار رسالت میں حاضری کی اجازت عطا ہوگئی۔

۵ ذی قعدہ ۱۳۷۵ھ/ ۱۵ جون ۱۹۵۶ء حسب معمول آپ خطبہ جمعہ کے لئے سنی رضوی جامع تشریف لائے۔ حسین عمامہ، فاخرہ جبہ میں آپ کے نورانی چہرہ سے غیر معمولی مسرت کا اظہار ہو رہا تھا۔ اسی بشاشت کے عالم میں آپ منبر پر جلوہ گر ہوگئے۔ تمام حاضرین نہایت مؤدب اپنی اپنی جگہوں پر بیٹھ گئے۔

جمعہ کے خطبہ سے پہلے حسب معمول جامعہ رضویہ کے طلباء باری باری آپ کی تقریر سے پہلے تقریر کرتے۔ اس روز مولانا محمد معراج الاسلام حال صدر مدرس مدرسہ محمدیہ غوثیہ بھیرہ کی تقریر کی باری تھی۔ وہ منبر کے قریب موجود تھے۔ آپ نے انہیں قریب بلا کر فرمایا۔

"تمہیں معلوم ہے ہماری درخواست منظور ہوگئی ہے۔ اس لئے ہماری روانگی کا اعلان کردو، تاکہ احباب بھی خوش ہوجائیں۔" (۲۳)

مولانا محمد معراج الاسلام نے اس انداز میں اعلان کیا۔

"گرامی مرتبت حاضرین! آپ کو یہ سن کر بڑی خوشی ہوگی کہ اس سال حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کی درخواست منظور ہوگئی ہے۔ اور آپ اس سال حج کرنے کے لئے تشریف لے جا رہے ہیں۔" (۲۴)

ابھی اتنا ہی اعلان ہونے پایا تھا کہ آپ نے وہیں روک دیا اور اپنے پاس بلا لیا مولانا موصوف اس پیش آمدہ صورتِ حال کو بڑی عمدگی سے بیان کرتے ہیں۔ ان کے تاثرات انہی کے الفاظ میں پڑھئے۔

"آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرنے کا تو کسی میں یارا ہی نہ تھا۔ خمار ابروؤں کے نیچے لانبی

(۲۳) گنبد خضراء ناشر مکتبہ قادریہ، لاہور۔ ص ۴۵۲
(۲۴) گنبد خضراء ناشر مکتبہ قادریہ، لاہور۔ ص ۴۵۲

پلکوں کے پیچھے سمندر کی گہرائیاں اور شفق کی سرخیاں لئے ہوئے، شفاف بلوریں اور خمار آلود غلافی آنکھیں، دلوں میں دھنس جاتی تھیں اور دیکھنے والوں کو بے خود مسحور کر دیتی تھیں۔ صورتِ حال ایسی تھی کہ وجہ معلوم کرنے کے لئے نہ صرف آپ کی طرف دیکھنا پڑا بلکہ آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرنے کی ضرورت بھی محسوس ہوئی۔ اف خدایا! میں لرز گیا، بے قرار و مضطرب نگاہیں اپنے سرخ ڈوروں اور تمام گہرائیوں سمیت میرے سینے میں اتر گئیں، نہ جانے کیا بات تھی، میں مبہوت ہو گیا۔ اور کچھ بھی نہ سمجھ سکا۔" (۲۵)

آپ نے انہیں فرمایا۔

"تمہیں معلوم ہے کہ ہم فریضہ حج ادا کر چکے ہیں، اب ہمارے ذمہ وہ فرض باقی نہیں، اس دفعہ تو صرف دربار رسالت کی حاضری اور گنبد خضراء کی زیارت پاک کی نیت سے جا رہے ہیں۔ اس مقدس حاضری کے صدقے میں ارکان حج اور دیگر عبادات کی سعادت بھی حاصل ہو جائے گی۔ اس لئے اعلان کرو کہ ہم حضور نبی کریم رؤف ورحیم پیکر نور ورحمت تاجدار عرب وعجم محبوب رب العالمین ﷺ کے دربار کی حاضری کے لئے جا رہے ہیں۔" (۲۶)

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے ان کلمات کی توجیہہ ہر کس و ناکس کے بس کی بات نہیں۔ عشق ومحبت کے نازک تقاضوں سے آگاہی کے بعد ہی یہ عقدہ کھلتا ہے کہ محبوب کی ذات میں فنائیت ہی ذریعہ نجات وسعادت ہے۔ اسی سے قرب وحضور نصیب ہوتا ہے۔ اور محبوب کریم میں کلی فنائیت ہی مولا کریم جل وعلا کی رضا کی علامت با کرامت ہے۔ اس حقیقت کی مزید وضاحت کے لئے عاشق مصطفیٰ امام احمد رضا قدس سرہ کے دوسرے حج ۱۳۲۴ھ کے موقعہ پر کہے ہوئے نعتیہ اشعار پڑھئے۔

(۲۵) گنبد خضراء ناشر مکتبہ قادریہ، لاہور۔ ص ۴۵۲، ۴۵۳

(۲۶) گنبد خضراء ناشر مکتبہ قادریہ، لاہور۔ ص ۴۵۳

اس کے طفیل حج بھی خدا نے کرا دیئے
اصل مراد حاضری اس پاک در کی ہے
کعبہ کا نام تک نہ لیا، طیبہ ہی کہا
پوچھا تھا ہم سے جس نے کہ نہضت کدھر کی ہے
کعبہ بھی ہے انہیں کی تجلی کا ایک ظل
روشن انہیں کے عکس سے پتلی حجر کی ہے
ہوتے کہاں خلیل وبناء کعبہ ومنیٰ
لولاک والے صاحبی سب ترے گھر کی ہے
مولیٰ علی نے وار دی تیری نیند پر نماز
اور وہ بھی عصر سب سے جو اعلیٰ خطر کی ہے
صدیق بلکہ غار میں جاں اس پر دے چکے
اور حفظ جاں تو جان فروض غرر کی ہے
ہاں تو نے ان کو جاں، انہیں پھیر دی نماز
پر وہ تو کر چکے تھے جو کرنی بشر کی ہے
ثابت ہوا کہ جملہ فرائض فروع ہیں
اصل الاصول بندگی اس تاجور کی ہے۔ (۲۷)

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ نے اس جمعہ کے تاریخی خطبہ میں جو کچھ ارشاد فرمایا اس میں آپ کی راہ میں رکاوٹیں ڈالنے والوں کے کردار اور مولا کریم کی طرف سے آپ کی مساعی جمیلہ کی قبولیت کا تذکرہ کچھ اس قدر حقائق

(۲۷) حدائق بخشش، حصہ اول

ومعارف سے لبریز تھا کہ ہر آنکھ آج اشکبار تھی۔ الفاظ کے پیچھے حقائق کو سمجھنے والے آج آپ کے باطنی مقام سے قدرے آگاہی پا رہے تھے۔

آپ کا ارشاد کچھ اس طرح کا تھا۔

''اے لائل پور والو! ہم خوش ہیں کہ آج گھڑی اس سفر کی ہے جس کے لئے کئی راتیں آنکھوں میں کاٹی ہیں، درماندہ راہی کے لئے اس سے بڑا کوئی انعام نہیں کہ حضرت نبی کریم ﷺ اسے اپنے دربار میں یاد فرمالیں۔ ہم جا رہے ہیں اور خوش ہیں کہ تمنا بر آئی۔ تم نے ایڑی چوٹی کا زور لگا کر ہمیں نیچا دکھانے کی کوشش کی، مطعون کرنے کے لئے سازشوں کے جال بچھائے، غلط اور بے بنیاد پروپیگنڈا کا سہارا لیا اور ایسی حرکتیں کیں جو سنجیدہ وفہمیدہ لوگوں کے شایان شان ہی نہیں۔ مگر ہم نے تمہارا ہر وار جگر پر سہا، جہاں تک ہوسکا اپنے نبی ﷺ کی ناموس مبارک کا تحفظ و دفاع کیا۔ بحمد اللہ ہم اپنے مقصد میں سرخرو ہوئے، سرکار نے ہمیں یاد فرمالیا ہے۔ آپ خوش ہیں اس لئے ہمیں کسی کی رنجش، مخالفت، عداوت اور بغض وحسد کی کوئی پروا نہیں۔

تمہارا یہ خیال تھا کہ میں اکیلا ہوں، اس لئے مجھے دبا لو گے، لیکن یہ نہ جانا کہ حضور غوث اعظم، حضرت غریب نواز، حضور داتا صاحب، حضور پرنور فاضل جلیل امام احمد رضا رضوان اللہ علیہم ہمارے معاون ومددگار ہیں، اور ان کی نگاہ کرم اور معاونت کے باعث تم ہمارا کچھ بھی نہ بگاڑ سکو گے۔'' (۲۸)

اگلے روز بروز ہفتہ ۶ ذی قعدہ ۱۳۷۵ھ/۱۶ جون ۱۹۵۶ء کو لائل پور سے روانگی کا پروگرام بن چکا تھا۔ احباب اہل سنت کثیر تعداد میں جامعہ رضویہ میں جمع ہوگئے۔

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ نے درس حدیث دیا جس میں فضائل مدینہ منورہ بیان فرمائے۔ بعدہ مدارس و

(۲۸) گنبد خضراء ناشر مکتبہ قادریہ، لاہور۔ ص ۴۵۲

مساجد اہل سنت کی ترقی اور احباب اہل سنت کی دینی و دنیوی ترقی اور خیر و برکت کے لئے دعائیں فرمائیں۔ شاہی مسجد اور سنی رضوی جامع مسجد میں نوافل ادا فرمائے اور جلوس کی شکل میں اسٹیشن کی طرف روانگی ہوئی۔ اسٹیشن پر پہنچ کر گاڑی کے آنے تک نعت خوانی ہوتی رہی۔ جب گاڑی پلیٹ فارم پر پہنچی، نعرہ ہائے تکبیر، رسالت اور غوثیت گونج اٹھا۔ حضرت اپنے ساتھیوں کے ہمراہ درجہ اول کے ڈبہ میں جلوہ افروز ہوگئے۔ جب گاڑی چلنے لگی تو لوگوں نے زائر مدینہ کو دھڑکتے دلوں کے ساتھ الوداع کہا۔ نعرہ ہائے تکبیر، رسالت، غوثیت اور زائر مدینہ زندہ باد، محدث اعظم زندہ باد سے فضا گونج اٹھی، دوسرے روز جب گاڑی کراچی پہنچی تو کراچی کے احباب اہل سنت سے پلیٹ فارم بھرا ہوا تھا۔ آپ کا شاندار استقبال ہوا۔

کراچی میں ایک ہفتہ قیام رہا۔ یہاں کافی لوگ آپ سے بیعت ہوئے۔ (۲۹)

۱۵ ذی قعدہ ۱۳۷۵ھ/۲۵ جون ۱۹۵۶ء دوشنبہ کو جدہ کے لئے روانگی ہوئی۔ آپ کو الوداع کہنے کے لئے احباب اہل سنت کی کثیر تعداد بندرگاہ پر پہنچ گئی۔ شام چھ بجے جہاز پر سوار ہوئے۔ اور رات گیارہ بجے جہاز نے لنگر اٹھا دیا۔ اس موقعہ پر حضور امام احمد رضا قدس سرہ کا یہ شعر آپ کے حال کی ترجمانی کر رہا تھا۔

آنے دو یا ڈبودو، اب تو تمہاری جانب
کشتی تمہیں پہ چھوڑی لنگر اٹھا دیئے ہیں

پان اسلامک سٹیم شپ کمپنی کے بحری جہاز میں آپ نے درجہ اول میں نشست حاصل کرلی تھی۔ آپ کے پاسپورٹ حج مجریہ کراچی مورخہ ۲۳ جون ۱۹۵۶ء کا نمبر (K-۱۴۷۵ تھا۔ اور ٹکٹ نمبر IR ۱۵۴۲ ہے)

ہوائی جہاز کی سہولت کے باوجود پہلے حج کی طرح آپ نے اس دوسرے حج کے لئے بھی بحری سفر اختیار فرمایا۔ دیار حبیب میں آپ غلامانہ حیثیت سے حاضر ہونے کا عزم کئے ہوئے تھے۔ اور اس کے لئے یہی ذریعہ سفر موزوں تھا۔

(۲۹) بیاض حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ

نوٹ: یہ بیاض محترم محمد انور، توکل ٹریڈنگ کمپنی کراچی نے ۱۲ ذی قعدہ ۱۳۷۵ھ/۲۲ جون ۵۶ء کو پیش کی۔

حرم کی زمیں اور قدم رکھ کر چلنا
ارے سر کا موقعہ ہے او جانے والے

اس حج میں آپ کے ساتھ مولانا محمد معین الدین اور مولانا محمد ابراہیم خوشتر بھی تھے۔

علاوہ ازیں اسی سال جن حضرات نے حج کی سعادت حاصل کی ان میں سے۔

☆ مولانا عبدالباقی برہان الحق جبل پوری (خلیفہ امام احمد رضا)

☆ پیر سید حیدر حسین جماعتی، علی پوری

☆ مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی

☆ سیٹھ عبدالشکور میمن کراچی

☆ صاحبزادہ محمد نقشبند، چورہ شریف

☆ اور میاں محمد محبوب الٰہی، چونیاں

کا علم ہوسکا ہے۔ (۳۰)

جہاز میں دوران سفر میلاد پاک کی محفلیں خوب منعقد ہوئیں۔ (۳۱)

یہ جہاز ۲۲ ذی قعدہ ۱۳۷۵ھ/۲ جولائی ۱۹۵۶ء دوشنبہ کو جدہ پہنچا۔ (۳۲)

چونکہ اس سفر میں آپ کا ارادہ اصالتاً زیارت مدینہ تھا، حج کی سعادت تو حضور کے طفیل ہی نصیب ہوجائے گی۔

(۳۰) (ا) روزنامہ سعادت، فیصل آباد، ۱۹ جون ۱۹۸۳ء

(ب) قلمی یادداشت مولانا محمد معین الدین مملوکہ فقیر قادری عفی عنہ

(۳۱) قلمی یادداشت مولانا محمد معین الدین شافعی مملوکہ فقیر قادری عفی عنہ

(۳۲) پاسپورٹ حج حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ

اس لئے، آپ نے جدہ اترتے ہی مدینہ طیبہ کی حاضری کی کوشش فرمائی۔ چنانچہ اسی شام کو جدہ سے مدینہ منورہ روانگی ممکن ہوگئی۔

۲۳ ذی قعدہ ۱۳۷۵ھ/۳ جولائی ۱۹۵۶ء منگل صبح آپ اپنے آقا و مولیٰ کے حضور حاضر ہوگئے۔ (۳۳)

اب دل کے وہ سارے ارمان پورے ہوگئے جس کے لئے سفر اختیار فرمایا تھا۔

۲۳ ذی قعدہ/۳ جولائی سے ۴ ذی الحجہ ۱۳۷۵ھ/۱۳ جولائی ۱۹۵۶ء تک گیارہ روز مدینہ طیبہ حاضری وحضوری رہی۔ اور آپ نے جنتی فضاؤں میں شب و روز بسر فرمائے۔

ہر دردمند مسلمان کی خواہش ہوتی ہے کہ مولا کریم اگر توفیق دے تو دیار حبیب کی حاضری نصیب ہوجائے۔ اور دیار حبیب میں حاضر ہونے والا ہر عاشق یہی چاہتا ہے کہ اب حضور کے قدموں میں زندگی کی ساعتیں پوری ہوجائیں اور پس مرگ بھی خاک طیبہ میں آسودگی نصیب ہو۔

میری خاک یا رب نہ برباد جائے
پسِ مرگ کردے غبار مدینہ

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کی زندگی کے اکثر اوقات اسی حاضری اور حضوری میں بسر ہوئے، مگر خواص سے بڑھ کر اخص الخواص کی طرح آپ کا طرزِ عمل اس سے بلند ہے۔ آپ کے اس نرالے طرز عمل کو سمجھنے کے لئے آپ کے ایک مکتوب کا اقتباس پڑھئے جو آپ نے مدینہ منورہ پہنچتے ہی حافظ محمد شفیع صدر انجمن فدایان رسول ﷺ لائل پور کو لکھا۔

"دونوں جہاں کے بادشاہ دولھا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دربار میں حاضری ہے۔ انہی کی نظر کرم سے یہ سگ اس در عالی تک پہنچا ہے۔ آقا و مولیٰ کا در مل جائے تو اور کیا چاہئے۔ یہاں تو رحمت ہی رحمت ہے، جنت ہی جنت ہے، برکت ہی برکت ہے، لائل پور سے کراچی وہاں سے جدہ وہاں

(۳۳) مکتوب حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ بنام حافظ محمد شفیع، لائل پور، محررہ یکم ذی الحجہ ۱۳۷۵ھ

سے مدینہ منورہ تک آرام ملا۔ صحت اچھی ہے۔ گرمی اگرچہ ہے، مگر رحمۃ للعالمین کے سایہ میں ہیں۔ جمعہ مبارکہ کو یہاں سے مکہ معظمہ روانگی کا ارادہ ہے۔ تیس کا چاند ہوا۔ آج یکم ہے۔ اگر حکومت نے تاریخ نہ بدلی تو بدھ کا حج ہے۔ آپ کا لفافہ مع اشتہار ملا، جن جن کے آپ نے اس میں نام تحریر کئے، آپ کا روزانہ سب کا سلام دربار رسالت میں عرض کیا۔ اور سب کے واسطے زیارت حرمین وسعادت دارین، دین وایمان، کاروبار میں ترقی کے لئے دعا کی۔ چوہدری محمد کا لفافہ ملا جس میں عبدالحمید کا بھی ذکر تھا۔ ان سب کے لئے دعا کی اور ان کا سلام عرض کیا۔ انجمن کے سب نوجوانوں کے لئے دینی ودنیوی مقاصد کے لئے دعائیں کیں۔ سب عزیزوں پرسان حال کو سلام کہہ دیں محبی جناب غازی محمد حسین صاحب سے سلام کہہ دینا۔ اون کے واسطے بھی دعا کی اور اون کا سلام عرض کیا ہے۔

یہاں سے آنے کو دل نہیں چاہتا۔ موت یہاں آئے تو کیا کہنا۔ زہے نصیب، مگر ہمارا دل ہی کیا ہے اور ہمارا چاہنا کیا ہے۔ چاہنا تو محبوب خدا عزوجل کا ہے۔ اون کے چاہے کو اون کی رضا کو رب تعالیٰ چاہتا ہے۔ اون کی مرضی خدا کی مرضی۔ اگر فقیر پر ہو تو فقیر واپس کبھی نہ آئے مگر ہوگا وہی جو دونوں جہاں کے دولہا چاہیں گے .... (۳۴)

حاضری وحضوری حبیب کی آخری تمنا اور اس کے حصول کے باوجود حبیب کی رضا ہی مقدم رہی تسلیم رضا کا یہ مقامِ رفیع اللہ کے برگزیدہ بندوں کا نصیبہ ہے۔ یہ حبِّ رسول کی معراج ہے اور اسی کا نام فنافی الرسول ہے۔

صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی حَبِیْبِہٖ وَمَحْبُوْبِہٖ وَاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَاَتْبَاعِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّم

ایام حج قریب آگئے۔ آپ ۵ ذی الحجہ ۱۳۷۵ھ/۱۳ جولائی ۱۹۵۶ء جمعہ کو عازم مکہ مکرمہ ہوئے۔ مدینہ منورہ سے ہی حج قران کا احرام باندھ لیا۔ مسنون دعاؤں کے ساتھ درود شریف کے حسین گلدستے بارگاہ رسالت میں پیش کئے۔

(۳۴) مکتوب حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ بنام شفیع محررہ یکم ذی الحجہ ۱۳۷۵ھ

۶ ذی الحجہ/۱۴ جولائی ہفتہ کو مکہ معظمہ پہنچے، طواف قدوم ادا فرمایا۔ دو روز یہیں قیام رہا۔ ۸ ذی الحجہ/۱۶ جولائی کو منی روانگی ہوئی اور ۹ ذی الحجہ کو عرفات میں وقوف فرمایا۔

مکہ مکرمہ سے منیٰ، عرفات تک کا سفر پیدل اختیار فرمایا۔ بعض احباب کا ارادہ تھا کہ سفر سواری پر کر لیں مگر آپ نے فرمایا۔

"میری تحقیق کے مطابق حضور اکرم ﷺ نے سواری ہونے کے باوجود یہ سفر پیدل فرمایا۔ لہٰذا پیدل ہی چلنے کا ارادہ ہے۔ ہاں اگر تھک گئے اور نہ چل سکے تو گاڑی پر سوار ہو جائیں گے۔" (۳۵)

منی سے عرفات راستہ بھر آپ مسائل حج سے آگاہ فرماتے رہے۔ دعائیں پڑھتے اور پڑھاتے رہے۔ یہ سفر بخیر وخوبی پورا ہوا۔ یمنی لوگ جو پیدل سفر کر رہے تھے، ان سے آپ عربی میں گفتگو کرتے رہے۔ بعد عصر جبل رحمت کے پاس آ کر دعائیں کیں۔ اس دعا میں بہت ہی سرور وکیف رہا جو آپ کے ہمراہیوں نے بھی محسوس کیا۔

سفر حج کے ایک شریک میاں محبوب الٰہی انجینئر چونیاں بیان کرتے ہیں۔

"چند مقامات پر پانی کے نلکوں پر "عین الزبیدیه والسعودیه" لکھا ہوا تھا۔ آپ نے مسکراتے ہوئے فرمایا کہ اس پانی کو تو انہوں نے غیر اللہ سے منسوب کر دیا ہے، یہ ان کے لئے کیسے حلال ہے۔" (۳۶)

میاں صاحب اپنے مضمون میں مزید لکھتے ہیں۔

"مکہ شریف میں جہاں بھی آپ قیام پذیر ہوتے وہیں محفل نعت خوانی ہو جاتی۔ گھر میں، عمرہ کے لئے میقات پر جاتے تو وہاں بھی اسی طرح خوب رونق رہتی۔ اکثر اوقات نماز عشاء کے بعد، اذان فجر سے قبل آپ حرم شریف میں معتکف رہتے اور عموماً خانہ کعبہ کا طواف کیا کرتے۔

(۳۵) روزنامہ سعادت فیصل آباد۔ مجریہ ۱۹ جون ۱۹۸۳ء مضمون میاں محمد محبوب الٰہی، چونیاں

(۳۶) روزنامہ سعادت فیصل آباد مجریہ ۱۹ جون ۱۹۸۳ء مضمون میاں محمد محبوب الٰہی، چونیاں

نوٹ: مولانا محمد فضل رسول حیدر فرماتے ہیں نلکوں پر یہ درج تھا "عین الزبیدیة والعزیزیة"

ایک دن دوران طواف میں آپ کے بالکل قریب ہی تھا۔ جب آپ حجر اسود کے نزدیک پہنچے تو میں اس خیال سے کہ آپ حجر اسود کو بآسانی بوسہ دے سکیں، میں نے آگے کھڑے ہوئے آدمیوں کو ہٹانا چاہا تو آپ نے اشارہ سے مجھے روک دیا۔ جب آپ آگے بڑھے تو لوگوں نے خود ہی جگہ خالی کردی۔ اس طرح آپ نے حجر اسود کو بآسانی چوم لیا۔ اور پھر میں نے بھی۔ اسی طرح ہر چکر میں موقعہ ملتا رہا۔ بعدہٗ آپ نے فرمایا اس سے قبل میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے طواف کررہا تھا تو مجھے ہر چکر میں حجر اسود کو چومنے کا موقع ملتا رہا، اور اب تو یہ طواف حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی طرف سے تھا اور مجھے پورا یقین تھا کہ اب کیوں رکاوٹ ہوگی۔ آپ کا اشارہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی حلیمی طبع اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے رعب وجلال کی طرف تھا۔

سبحان اللہ! اس کے بعد تو میں بھی آپ کے پیچھے پیچھے طواف میں شامل رہتا۔ اور حجر اسود کے بوسہ سے محظوظ ہوتا۔ یہ یقیناً آپ کی کرامت ظاہرہ تھی۔" (۳۷)

ایک اور شریک سفر مولانا محمد معین الدین شافعی بیان کرتے ہیں۔

"۱۹۵۶ء میں جب آپ دوبارہ زیارت حرمین طیبین تشریف لے گئے، تو حج سے فارغ ہونے کے بعد مکہ مکرمہ میں حضرت سید جمل اللیل کے صاحبزادہ نے مختلف ممالک کے علماء ومشائخ کے اعزاز میں جعرانہ میں دعوت کی اور وہاں صبح سے شام تک علماء ومشائخ کا قیام رہا اور تمام دن حسن قرأت ونعت خوانی کی محفلیں سجی رہیں۔ اس محفل میں حضرت محدث حرم، جو مذہباً مالکی تھے اور حرم شریف میں روزانہ صبح طلباء کو درس حدیث دیا کرتے تھے، بھی موجود تھے۔ یہاں پر بھی آپ نے تاریخ جعرانہ پر مختصر نفیس انداز میں تقریر فرمائی۔ آپ نے دوران گفتگو کئی مرتبہ حضرت کو محدث پاکستان

(۳۷) روزنامہ سعادت، فیصل آباد۔ ۱۹ جون ۱۹۸۳ء

کے خطاب سے یاد فرمایا۔ اسی طرح دوسرے ممالک مثلاً شام، عراق، مصر، وغیرہ کے علماء ومشائخ نے بھی آپ کو اسی خطاب سے یاد فرمایا۔ نیز ان علماء ومشائخ نے آپ سے سند حدیث وسند خلافت بھی حاصل کی۔" (۳۸)

اس مرتبہ بہت سے علماء وفضلاء نے آپ سے سند حدیث اور سند خلافت حاصل کی۔ اجازت پانے والوں میں سے، درج ذیل اسماء گرامی دستیاب ہو سکے۔

☆ مولانا محمد علی حموی، حماہ، شام

☆ مولانا محمد تیسیر دمشقی مدرس جامع مسجد دمشق۔ (۳۹)

☆ مولانا محمد منیر لطفی، امام جامع المسعو دحماہ، سوریا

☆ مولانا محمد بدرالدین الحسنی الشہیر بالفلاینی مدرس وحضور رابطۃ العلماء دمشق

☆ مولانا حسین فہمی الترکی، شارع عینیہ الحر جی، المدینۃ المنورہ۔ (۴۰)

مناسک حج کی ادائیگی کے چند روز بعد ۲۲ ذی الحجہ ۱۳۷۵ھ/۳۱ جولائی ۱۹۵۶ء کو دوبارہ مدینہ طیبہ میں حاضر ہوئے۔ حج کے بعد مدینہ طیبہ کی یہ دوسری حاضری وحضوری تینتالیس (۴۳) روز رہی۔ گویا حج سے پہلے کے گیارہ روز ملا کر اس مرتبہ مدینہ طیبہ کی مجموعی حاضری چون (۵۴) دن رہی۔ دوبارہ حاضری میں مدینہ منورہ میں کافی میلاد پاک کی محفلیں ہوئیں۔ جس میں دیگر ممالک کے علماء سے ملاقاتیں ہوئیں۔ ان ملاقاتوں میں علمی مباحث اور دینی مسائل پر تبصرہ رہتا۔ علماء کرام نے آپ کی علمی وسعت وثقاہت کی داد دی۔" (۴۱)

(۳۸) قلمی یادداشت مولانا محمد معین الدین شافعی، فیصل آباد، مملوکہ فقیر قادری عفی عنہ
(۳۹) قلمی یادداشت مولانا محمد معین الدین، فیصل آباد
(۴۰) بیاض حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ
(۴۱) قلمی یادداشت مولانا محمد معین الدین شافعی، فیصل آباد

مدینہ طیبہ میں ایک مہینے کی حاضری کی سعادت نصیب ہو چکی تھی۔ حضرت محدث اعظم قدس سرہ کو جامعہ رضویہ لائل پور کے دورۂ حدیث کے طلباء کی فکر تھی کہ ان کی تعلیم میں حرج نہ ہو۔ آپ نے ارادہ فرمایا کہ جدہ پہنچ کر بذریعہ ہوائی جہاز واپسی ہو۔ اس وقت وہاں کا معمول یہ تھا کہ ہوائی جہاز کے اڈا پر معلم کا ایک وکیل ہوتا تھا۔ اس کا کام یہ ہوتا تھا کہ جہاز آنے پر معلوم کرتا کہ اس میں کوئی جگہ ہے یا نہیں۔ اگر کوئی سیٹ خالی ہوتی تو معلم کو بذریعہ ٹیلی فون اطلاع دیتا۔ لیکن اس کے لئے ٹکٹ پہلے سے خریدنا پڑتے۔ آپ نے اسی غرض کے لئے اپنے اور مولانا معین الدین کے لئے دو ٹکٹ خرید لئے۔ (۴۱۔ا)

حضرت مولانا ابراہیم سمان، حضرت محدث اعظم علیہ الرحمۃ سے ملاقات کے لئے اکثر دوپہر دو بجے آیا کرتے تھے۔ ایک روز تشریف لائے۔ دیر تک محفل رہی۔ سیدی سمان نے حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ سے فرمایا۔

''یا مولانا! ہمارے ہاں دستور ہے کہ جب مہمان اپنے میزبان سے رخصت چاہتا ہے تو میزبان اپنے مہمان سے کہتا ہے۔ ''اِجلِس شوَیا'' یعنی تھوڑی دیر اور تشریف رکھئے۔ مولانا، آپ سرکار دو عالم نور مجسم ﷺ کے مہمان ہیں، ہوسکتا ہے کہ حضور فرمائیں، اِجلِس شوَیا یعنی اے میرے مہمان کچھ دیر اور رکئے، لائل پور سے آئے ہو۔ واپسی کی اتنی جلدی بھی کیا ہے۔ کچھ وقت بعد چلے جانا۔''

حضرت سیدی ابراہیم سمان کی اس بات میں جو سوز و گداز تھا اس نے عجیب کیف و سرور طاری کر دیا۔ حضرت محدث اعظم علیہ الرحمۃ کی آنکھوں سے بے ساختہ آنسو جاری ہو گئے اور دیر تک یہ کیف و سرور کی حالت طاری رہی۔ (۴۱۔ب)

مولانا محمد معین الدین اپنے بیان میں فرماتے ہیں کہ ہم معلم حضرت حیدر الحیدری کی طرف سے اطلاع کے منتظر

(۴۱۔ا) مکتوب مولانا محمد افضل کوٹلوی فیصل آباد بنام فقیر قادری عفی عنہ۔ محررہ ۲۴ مارچ ۱۹۸۶ء

(۴۱۔ب) مکتوب مولانا محمد افضل کوٹلوی فیصل آباد بنام فقیر قادری عفی عنہ۔ محررہ ۲۴ مارچ ۱۹۸۶ء

تھے، ایک روز مغرب کی نماز کے بعد حضرت محدث اعظم پاکستان علیہ الرحمۃ نے مجھے حضرت حیدر الحیدری کی خدمت میں معلومات حاصل کرنے کے لئے بھیجا۔ فقیر نے جب حیدر الحیدری کی خدمت میں حاضر ہو کر سلام عرض کیا تو وہ سلام کا جواب دے کر خوب مسکرائے اور فرمایا۔

''مولوی معین صاحب! ہم دوپہر کو ایک جگہ دعوت پر گئے تھے۔ ہمارا ٹیلی فون میرے کمرے میں بند تھا۔ ٹیلی فون کی گھنٹی بجتی رہی، ہم موجود نہ تھے۔ جہاز آیا بھی اور چلا بھی گیا، اب کل جانا ہوگا۔''

فقیر نے واپس حضرت محدث اعظم پاکستان علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حاضر ہو کر تمام واقعہ معلم کے انداز میں عرض کیا۔ جب میں عرض کرنے لگا کہ حضور اب کل .... تو آپ نے فوراً فرمایا۔

''مولوی معین! اب ہمارا یہ کل بے کل ہے اور اس کے بعد آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ فرمایا جاؤ ٹکٹ واپس کرا آؤ۔ جب حکم ہوگا تو چلیں گے۔''

فقیر ٹکٹ واپس کرا آیا۔ اس کے بعد پندرہ دن مدینہ طیبہ کی حاضری کا شرف حاصل رہا۔ اس طرح حضرت سمان کے ارشاد ''اِجلِس شوَیا'' کا عملی ظہور ہوا۔

اس موقعہ پر حضرت محدث اعظم علیہ الرحمۃ نے فرمایا۔

''بندۂ خدا! فقیر نے ساری عمر حدیث پڑھی بھی ہے اور پڑھائی بھی ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ کے قبضہ و اختیار میں امتیوں کے قلوب ہیں۔ جب چاہتے ہیں اجازت دیتے ہیں اور جب تک چاہتے ہیں روکے رکھتے ہیں۔ آج تو اس کا عملی مشاہدہ ہو گیا ہے۔'' (۴۱۔ج)

مدینہ طیبہ میں دوبارہ حاضری ۵ صفر المظفر ۱۳۷۶ھ / ۱۱ ستمبر ۱۹۵۶ء تک رہی۔

۶ صفر / ۱۲ ستمبر کو آپ بذریعہ بس جدہ پہنچے۔ پروگرام کے مطابق حرمین شریفین میں آپ کے قیام کی یہ آخری تاریخ

(۴۱۔ج) مکتوب مولانا محمد افضل کوٹلوی مشتمل بر بیان مولانا معین الدین، فیصل آباد بنام فقیر قادری عفی عنہ۔ محررہ ۲۴ مارچ ۱۹۸۶ء

تھی۔مگر سرکار مدینہ کی طرف سے ابھی اور چندروز قیام کا موقعہ مل گیا۔جدہ پہنچ کر معلوم ہوا کہ جہاز کی روانگی میں ابھی چندروز کی تاخیر ہے۔چنانچہ باقاعدہ اجازت حاصل کر کے آپ دوبارہ مکہ مکرمہ حاضر ہوئے۔جدہ میں آپ کا قیام جناب شاہد علی ملک کے مکان پر رہا۔مکہ شریف کی دوبارہ حاضری کا بیان آپ کے ہم سفر سے سنئے۔

"۵صفر المظفر مدینہ منورہ سے دوشنبہ مبارکہ کو بعد عصر تیار ہوئے اور بعد مغرب جدہ کے لئے روانہ ہوئے اور منگل کی صبح نماز فجر کے وقت جدہ پہنچے۔بس نے بہت جلد پہنچایا۔گویا ٹیکسی کی طرح جلدی آئی اور جو بسیں اس سے پہلے روانہ ہوئی تھیں ان سے پہلے یہ بس جدہ پہنچی۔

پھر اس دن مغرب تک جدہ رہے۔مکہ معظمہ کے لئے ورقہ (اجازت نامہ) حاصل کیا اور بعد مغرب مکہ مکرمہ کو روانگی ہوئی۔تقریباً ڈیڑھ گھنٹے کے بعد کعبہ معظمہ حاضر ہوئے۔مطاف میں چند آدمی تھے۔باب السلام سے مسجد حرام میں داخل ہو کر پہلے حجر اسود کو بوسہ دیا۔پھر نماز عشاء مقام مستجاب کے پاس،رکن یمانی اور رکن اسود کے درمیان ادا کی اور اطمینان سے کعبہ معظمہ کا طواف کیا۔ہر پھیرے میں حجر اسود کو بوسہ دینے کا موقعہ ملا۔پھر مقام ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر دو رکعت ادا کی۔ملتزم اور باب کعبہ پر آ کر دعا کی،پھر حطیم میں میزاب رحمت کے نیچے نفل پڑھے،اس کے بعد حجر اسود کو بوسہ دیا اور باب الصفا سے سعی کے لئے نکلے۔صفا مروہ میں صرف دو تین آدمی سعی کر رہے تھے نہایت اطمینان سے صفا مروہ میں سعی کی۔

حضرت صاحب نے جدہ سے وضو کیا تھا۔بحمدہ مولا تعالیٰ اس وضو سے نماز عشاء ادا فرمائی،طواف کیا ،صفا ومروہ کی سعی فرمائی اور رات بھر کلام پاک کی تلاوت فرمائی۔صبح کی اذان تک سوا آٹھ پارے پڑھے اور اسی وضو سے صبح کی نماز پڑھی اور دوبارہ پونے دو پارے پڑھے،اشراق ادا فرمائی۔اشراق کے نوافل ادا فرمانے کے بعد تک وضو رہا۔سرکار دو عالم نور مجسم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حاضری کی برکت ہے۔مدینہ طیبہ کی حاضری سے پہلے کی نسبت اب صحت بہت اچھی ہے۔" (۴۲)

(۴۲) بیاض حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ

مکہ مکرمہ کی دوبارہ حاضری چار روز رہی۔۹صفر ۱۳۷۵ھ/۱۴ستمبر ۱۹۵۶ء جمعہ کا دن گذار کر بعد نماز عشاء آپ نے طواف وداع کیا اور عربی ٹائم کے حساب سے رات پانچ بجے مکہ معظمہ سے چل کر رات سات بجے جدہ واپس پہنچے۔ تین روز جہاز کی انتظار میں جدہ قیام فرمایا۔

۱۲صفر المظفر ۱۳۷۵ھ/۱۷ستمبر ۱۹۵۶ء پیر کو شام کے وقت جہاز پر سوار ہوئے۔منگل کی صبح جہاز روانہ ہوا۔جہاز کا سفر بحمدہ تعالیٰ نہایت خیر خوبی سے گذرا۔۱۹صفر/۲۴ستمبر دوشنبہ مبارکہ جہاز کراچی پہنچا۔۲ بجے کا وقت ہوگا۔تقریباً مغرب کے وقت آرام باغ کراچی کی جامع مسجد میں پہنچے۔احباب کی پر اصرار فرمائش پر ۲۲صفر/۲۹ستمبر تک کراچی قیام رہا۔۲۳صفر/۳۰ستمبر بروز یکشنبہ صبح سات بج کر چالیس منٹ پر پاکستان ایکسپریس سے عازم لائل پور ہوئے۔۲۴صفر المظفر ۱۳۷۵ھ/یکم اکتوبر ۱۹۵۶ء بروز دوشنبہ ایک بجے کے قریب گاڑی لائل پور پہنچی۔اسٹیشن پر زائر مدینہ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے مشتاق دید ہزاروں کی تعداد میں بے قراری سے آپ کا انتظار کر رہے تھے۔زائر مدینہ کو دیکھ کر استقبالی مجمع نے نعرہ ہائے تکبیر،نعرہ رسالت،نعرہ غوثیہ،زائر مدینہ زندہ باد قبلہ شیخ الحدیث زندہ باد کے پر جوش نعروں سے آپ کا استقبال کیا۔(۴۳)

مخالفین اہل سنت نے انتظامیہ سے مل کر لائل پور میں دفعہ ایک سو چوالیس نافذ کروادی تھی،تا کہ آپ کے جانثار آپ کے جلوس میں شریک نہ ہو سکیں،مگر اس کے باوجود زائر مدینہ کا استقبالی جلوس فقید المثال تھا۔یہ جلوس جب گھنٹہ گھر کے قریب پہنچا تو اصرار ہونے لگا کہ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ زیارت حرمین طیبین کے چند واقعات بیان کریں۔ چنانچہ آپ نے وہاں کے حالات اور آپ سے متعلق پھیلائے گئے بے سروپا پروپیگنڈا کی حقیقت بیان کی۔حرمین طیبین میں اہل سنت کی موقف کی برتری سے احباب اہل سنت مسرت سے شاداں وفرحاں ہو رہے تھے۔گھنٹہ گھر خطاب کے دوران آپ نے گنبد خضراء کے سامنے حاضر ہو کر پنجاب کی دیہات کی ایک بوڑھی عورت کا واقعہ بھی بیان فرمایا۔

آپ نے فرمایا کہ جب اس بوڑھی عورت نے روضہ انور کے بوسہ دیا۔نجدی حکومت کی طرف سے متعین

(۴۳) جدہ سے لائل پور واپسی کے تمام احوال بیاض حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ سے ماخوذ ہیں۔

سپاہی (شرطہ) نے اسے منع کیا۔ بوڑھی عورت چونکہ عربی زبان سے ناواقف تھی، اس نے اپنے جذبات کا اظہار جس انداز میں کیا اس نے حاضرین کو اپنی طرف متوجہ کیا۔ بوڑھی عورت اس سپاہی سے مخاطب ہوئی اور پنجابی زبان میں کہنے لگی۔ ''تینوں پیڑ ہوندی اے'' (۴۴)

یعنی اے شرطہ! میں نے محبت رسول کا اظہار کیا ہے۔ ہماری تو زندگی کا ماحاصل ہی یہی ہے۔ تو ہمیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر نثار ہونے سے کیوں منع کرتا ہے۔ تجھے کیا تکلیف ہے؟

یہ بات قابل ذکر ہے کہ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ نے بغیر تصویر بنوائے دونوں حج کئے۔ تصویر بنانا، بنوانا خواہ عکسی ہو یا دستی ناجائز ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تصویر کی پابندی کی وجہ سے آپ حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار پاک اور دوبارہ بریلی شریف نہ جاسکے۔

محدث اعظم پاکستان علیہ الرحمۃ نے مسلک اہل سنت و جماعت کی جس طرح پاکستان میں پاسبانی فرمائی اور مخالفین اہل سنت کے بہروپ سے پردہ اٹھایا اس کی مثال کم ہی ملتی ہے۔ جن لوگوں نے اہل سنت کے مقدس نام کو اپنے مذموم مقاصد کے لئے استعمال کر رکھا تھا، اب پاکستان میں ان کی پہچان مشکل نہ رہی۔ یہ حضرات اب بڑی مشکل میں تھے اور علمی سطح پر آپ کا مقابلہ کرنے کی طاقت نہ رکھتے تھے۔ پاکستان میں آپ کے خلاف ان کی تمام تدابیر ناکام ہوگئیں۔ ۱۳۷۵ھ/۱۹۵۶ء کے دوسرے حج کو ان لوگوں نے اپنے لئے بہترین موقعہ سمجھا، کہ نجدی وہابی حکومت کی حمایت میں اپنا بدلہ لے سکیں گے۔ چونکہ آپ کا مسلک یہ تھا کہ کسی بدمذہب کی اقتداء جائز نہیں، آپ وہاں حرمین شریفین میں نجدی امام کے پیچھے نماز نہیں پڑھیں گے۔ لہٰذا ہم آپ کو وہاں پریشان کریں گے۔ مگر انہیں کیا معلوم کہ

مٹانا چاہتا ہے جو میرے نقش تمنا کو
مجھے اس کا نشان مٹتا ہوا معلوم ہوتا ہے

لائل پور کے مخالف عناصر کو پتہ چلا کہ مولانا محمد سردار احمد حج پر جانے والے ہیں، وہ بڑی تیزی اور منصوبہ بندی

(۴۴) روایت مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری، مدرس جامعہ، نظامیہ رضویہ، لاہور

کے ساتھ حرکت میں آگئے اور آپ سے پہلے وہاں پہنچ گئے۔ مخالفین اہل سنت نے اپنی شرانگیزی کا کھل کر مظاہرہ کیا۔ اور مکہ معظمہ میں آپ پر مقدمہ اور گرفتاری کی بے سروپا خبریں یہاں شائع کیں۔ اور دل کھول کر اس جھوٹ کی ایسی تشہیر کی کہ شیطان بھی کان پکڑ کر رہ گیا۔ مخالفت نے ان لوگوں کو یہاں تک اندھا کر دیا کہ عین حرمین شریفین میں اس جھوٹ کو پھیلانے میں کسر نہ رکھی۔

میاں محمد محبوب الٰہی انجینئر چونیاں ضلع لاہور نے اسی سال حج کیا۔ وہ ایک واقعہ بیان کرتے ہیں۔

''ایک دن قبل دو پہر حرم شریف میں دو شخص علاقہ لائل پور (فیصل آباد) کے کھڑے آپس میں بات کر رہے تھے۔ ایک نے دوسرے کو بڑی خوشی کے لہجہ میں کہا کہ ''تمہیں پتہ چلا ہے کہ مولوی سردار کو حکومت نے گرفتار کرلیا ہے؟

میں یہ سن رہا تھا اور مجھے یہ علم تھا کہ ان کی شرارت ناکام ہو چکی ہے اور حضرت صاحب اس وقت طواف کر رہے ہیں۔ میں نے ان سے پوچھا کہ آپ کس کی بات کر رہے ہیں۔ وہ کہنے لگے کہ لائل پور کے مولوی کی بات کر رہے ہیں۔ حکومت نے اس کے خلاف مقدمہ قائم کیا تھا اور گرفتاری عمل میں آچکی ہے۔ ادھر میری نگاہ خانہ کعبہ کی طرف تھی کہ حضرت صاحب مجھے نظر آگئے۔ میں نے ان کو کہا کیا وہ شخص سامنے طواف کرنے والا ہی مولانا سردار احمد نہیں ہے؟ اب دو ہی صورتیں ہیں کہ یا تم غلط بیانی کر رہے ہو یا دوسری صورت میں مولانا کی کرامت ہے، ہر دو شخص بڑے کھسیانے ہوگئے۔'' (۴۵)

محدث اعظم پاکستان علیہ الرحمۃ نے حرمین طیبین میں بھی ہمیشہ اپنی الگ جماعت کرائی۔ مخالفین نے محکمہ امور شریعہ میں درخواست دی کہ لائل پور کے مولانا محمد سردار احمد، امام حرم کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے۔ اس پر قاضی نے آپ کو بلا کر دریافت کیا کہ آپ کیوں ان کے مقرر کردہ امام کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے۔ اس پر آپ نے نہایت مضبوط دلائل

(۴۵) روزنامہ سعادت فیصل آباد۔ ۱۹ جون ۱۹۸۳ء

سے ثابت کیا کہ مذہبی نظریات کے اختلاف کی بنا پر ان کی قتداء کرنا درست نہیں۔ قاضی نے آپ کو نہایت عزت سے رخصت کردیا۔ قاضی کے طلب کرنے کو یار لوگوں نے مقدمہ اور گرفتاری کا رنگ دیا جو حقیقت سے قطعاً مختلف ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ محدث اعظم پاکستان علیہ الرحمۃ کی ہمراہی میں حج کرنے والے اور قاضی کی موجودگی میں دلائل سننے کے منظر کے چشم دید گواہ مولانا محمد معین الدین شافعی، مہتمم دارالعلوم جامعہ قادریہ رضویہ فیصل آباد کا ایک طویل بیان پیش کردیا جائے جس میں انہوں نے نہایت وضاحت سے واقعات کا احاطہ کیا ہے۔ مولانا بیان کرتے ہیں۔

''ایک دن معمول کے مطابق نماز فجر کے بعد حنفی مصلی کے پاس بیٹھ کر وظائف پڑھنے اور طواف کعبہ سے فارغ ہونے کے بعد فقیر زم زم شریف لینے گیا۔ جب زم زم شریف لے کر حاضر ہوا تو نجدیوں وہابیوں کا ایجنٹ محمد شریف جودسوہا (ضلع فیصل آباد) کا رہنے ولا تھا، وہاں پہنچا، یہ شخص بڑا مکار وعیار تھا، اس نے پروگرام بنا رکھا تھا کہ صبح کے وقت لوگ چونکہ کم ہوتے ہیں، اس لئے محدث اعظم پاکستان علیہ رحمۃ المنان سے صبح کے وقت گفتگو کر کے انہیں گرفتار کرادیا جائے۔ اسی منصوبہ کے تحت اس نے اس انداز سے گفتگو کا آغاز کیا گویا وہ حضرت صاحب قبلہ کی زیارت کا بہت مشتاق تھا۔ اور تلاش بسیار کے بعد اسے آج زیارت کا موقعہ نصیب ہوا ہے۔ کہنے لگا، حضور آپ کہاں رہتے ہیں۔ کئی مرتبہ ملاقات کی کوشش کی لیکن ملاقات نہ ہوسکی۔ آپ نے فرمایا۔ فقیر تو اکثر حرم شریف میں ہی رہتا ہے۔ اور کبھی اپنے معلم جعفر اکبر کے ہاں بھی ہوتا ہوں۔ بظاہر عقیدت ومحبت کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔ حضور آپ نجدیوں کے پیچھے نماز کیوں نہیں پڑھتے۔ حضرت صاحب اس مکاری وعیاری کو بھانپ چکے تھے۔ لیکن حرم میں بحث سے گریز کرتے ہوئے فرمایا۔ میں حنفی ہوں۔ حنفی مذہب کے مطابق مستحب وقت میں ظہر ادا کرتا ہوں، نماز فجر بھی غلس میں نہیں پڑھتا بلکہ خوب سفیدی پھیلنے کے بعد پڑھتا ہوں، اسی طرح مغرب اور عشاء بھی حنفی مذہب کے مطابق نماز عصر کا ابھی وقت ہوتا ہی نہیں جس وقت نجدی نماز عصر ادا کرتے ہیں اس لئے نماز عصر بھی بعد میں پڑھتا ہوں۔ نجدی عصر مثل اول کے بعد ہی پڑھتے ہیں۔ جب کہ حنفی مذہب کے

تذکرہ محدثِ اعظم پاکستان

مطابق نماز عصر کا وقت دوشلوں کے بعد شروع ہوتا ہے۔ جب عصر کا وقت ہی ہمارے نزدیک شروع نہیں ہوتا تو میں اس وقت کیسے نماز عصر ادا کرسکتا ہوں؟۔ حضرت صاحب کا یہ جواب انتہائی طور پر واضح اور مبنی برحق تھا۔ لیکن نجدیوں کے اس نام نہاد محمد شریف کے دل میں چونکہ کھوٹ تھا۔ اس لئے پھر گربہء مسکین بن کر کہنے لگا۔ حضور کوئی نہ کوئی تو اور ہوگی کہ آپ ان کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے۔ وہ وجہ ضرور بتایئے۔ محدث اعظم پاکستان علیہ الرحمۃ المنان نے نہایت متانت کے ساتھ دوسری وجہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ چونکہ یہاں لاؤڈ سپیکر پر نماز پڑھائی جاتی ہے۔ اور فقیر نے نہ کبھی ہندوستان میں لاؤڈ سپیکر میں نماز ادا کی نہ پاکستان میں لاؤڈ سپیکر میں نماز ادا کی۔ اس لئے یہاں بھی لاؤڈ سپیکر میں نماز نہیں پڑھتا۔ اس کے باوجود وہ اصرار کرتا رہا کہ نجدیوں کے پیچھے نماز نہ پڑھنے کی وجہ کچھ اور ہے۔ وہ وجہ ضرور بتائی جائے۔ اس کے بار بار اصرار پر محدث اعظم پاکستان علیہ الرحمۃ نے فرمایا۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ یہ نجدی خود کو امام المومنین اور امام المسلمین کہلاتے ہیں اور ان کے نزدیک جو مسلمان یارسول اللہ ﷺ کہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مدد طلب کرے یا کوئی سوال کرے وہ مشرک ہے۔ اور ہم الحمدللہ یارسول اللہ ﷺ بھی کہتے ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے استعانت کے بھی قائل ہیں۔ اس طرح ہم نجدیوں کے غلط عقیدہ کے مطابق مشرک ٹھہرتے ہیں۔ لہٰذا وہ اس بنا پر ہمارے امام کس طرح ہوسکتے ہیں۔ جبکہ وہ خود کو امام المسلمین کہتے ہیں۔ وہ بزعم خویش امام المسلمین اور ہم ان کے نزدیک مشرک۔ تو پھر ہمارا ان کے پیچھے نماز ادا کرنا کیا معنی رکھتا ہے۔ لہٰذا ہم ان کے پیچھے نماز نہیں پڑھ سکتے۔

حضرت محدث اعظم پاکستان علیہ رحمۃ المنان کا یہ جواب سن کر وہ نام نہاد محمد شریف بہت جھنجھلایا اور چلا چلا کر کہنے لگا۔ آپ ان کو مشرک کہتے ہیں۔ یقیناً یارسول اللہ کہنا شرک اور آپ سے سوال کرنا بھی شرک ہے۔ اس پر حضرت صاحب نے اسے مسلم شریف کی ایک حدیث سنائی جس میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک صحابی حضور کو وضو کے لئے پانی دیا کرتے تھے ایک دن

دریائے رحمت جوش پر آیا تو حضور نے اس صحابی سے فرمایا۔ "سَلْ" مانگ کیا چاہتا ہے۔ صحابی نے جن کا نام ربیعہ تھا عرض کیا۔ "اَسْئَلُکَ مُرَافَقَتَکَ فِی الْجَنَّۃِ" حضور جنت میں آپ کی خدمت میں حاضر رہنے کا سوال کرتا ہوں۔ حضرت محدث اعظم پاکستان علیہ الرحمۃ نے یہ حدیث سنا کر فرمایا۔ دیکھو میاں لفظ "اَسْئَلُکَ" ہے۔ میں سوال کرتا ہوں آپ سے۔ اس پر اس نے خبث باطنی کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ حدیث میں یہاں لفظ "اَسْئَلُکَ" نہیں ہے بلکہ دعا کا لفظ ہے کہ صحابی نے کہا یا رسول اللہ ﷺ آپ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے جنت میں بھی آپ کے ساتھ رکھے۔ اس پر حضرت صاحب نے فرمایا۔ حدیث کی کتاب لاؤ۔ سوال کا لفظ میں دکھا دیتا ہوں۔ دعا کا لفظ تم دکھا دو۔

اس پر اس نے چلانا شروع کر دیا کہ تم ان کو مشرک کہتے ہو۔ اس کے چلانے کا مقصد یہ تھا شور سن کر پولیس آجائے تو میں ان کو گرفتار کرا دوں۔ لیکن اس کا یہ ناپاک ارادہ خاک میں مل گیا۔

اس دوران میں ہمارے حج کے شریک سفر حاجی احمد میمن بیرسٹر تشریف لائے۔ انہیں حضرت برہان الحق والدین شاہ برہان الحق جبل پوری علیہ الرحمۃ نے ہمیں اپنے ہاں لانے کے لئے بھیجا تھا۔ اس دن ہمارے ناشتہ کا انتظام انہیں کے ہاں تھا۔ حضرت شاہ برہان الحق صاحب کا قیام باب السلام کے سامنے ایک دومنزلہ مکان میں تھا۔ ان کے ہمراہ جبل پور سے بے شمار افراد حج کے لئے آئے ہوئے تھے۔ انہوں نے اپنے مکان پر ایک بہت بڑے کپڑے پر یہ شعر لکھوا کر آویزاں کر رکھا تھا۔

حاجیو آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو
کعبہ تو دیکھ چکے کعبے کا کعبہ دیکھو

اس کتبے کے آویزاں کرنے کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ ان کے پاس آنے والے حضرات اس کتبے کو دیکھ کر آسانی سے مکان تک پہنچ سکیں اور راستہ نہ بھولیں۔ جب ہم حاجی احمد دین میمن کے ہمراہ چلے تو یہ بدباطن بھی ہمارے پیچھے پیچھے چل پڑا۔ مکان پر پہنچ کر ہم تو بالائی منزل میں چلے گئے

اور یہ نیچے کھڑا ہو کر غور سے اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شعر پڑھتا رہا۔ وہ یہ سمجھا کہ اس مکان میں حضرت محدث اعظم پاکستان علیہ الرحمۃ قیام پذیر ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ دل کی طرح اس کی نظریں بھی ٹیڑھی تھیں۔ اس نے بورڈ پر لکھے ہوئے الفاظ محلہ دارالسلام جبل پور کو مولانا سردار احمد لائل پور پڑھا۔ فوراً نجدی حکام کے دفتر گیا اور رپورٹ دی کہ معلم جعفر اکبر کا حاجی مولانا سردار احمد جو لائل پور سے آئے ہیں۔ اور باب السلام کے پاس رہتے ہیں انہوں نے مکان پر مشرکانہ شعر لکھوا رکھا ہے۔ اس پر وہاں کے جج نے معلم جعفر اکبر کو بلوایا اور سپاہیوں سے کہا کہ کتبہ بھی لے آئیں۔ اور ساتھ ہی محدث اعظم پاکستان علیہ الرحمۃ کو بھی طلب کیا۔ اتفاق سے اسی دن جعفر اکبر کے کچھ حاجی ہوائی جہاز سے جا رہے تھے۔ انہوں نے بہت کہا کہ حضرت مولانا سردار احمد صاحب میرے حاجی ضرور ہیں لیکن وہ باب السلام کے سامنے نہیں رہتے، بلکہ میرے پاس ہی رہتے ہیں، لیکن وہ جج نہ مانا اور مجبور کیا کہ وہ ضرور حضرت صاحب کو لائیں، جب جعفر اکبر حضرت مولانا شاہ برہان الحق صاحب علیہ الرحمۃ کے مکان پر آئے تو اوپر جانے کے سلسلہ میں پریشان کھڑے رہے۔ اتفاقاً میں (محمد معین الدین) وہاں پہنچ گیا۔ مجھے حضرت محدث اعظم پاکستان نے کسی کام کے لئے حضرت شاہ برہان الحق کے پاس بھیجا تھا۔

مجھے دیکھ کر معلم جعفر اکبر نے فرمایا۔ مولوی معین صاحب یہ کتبہ حضرت سے لے کر مجھے دیجئے۔ مجھے دفتر "اَلْاٰمِرُ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهِیْ عَنِ الْمُنْکَرِ" میں دکھانا ہے۔ میں نے وہ کتبہ معلم صاحب کو حضرت شاہ برہان الحق علیہ الرحمۃ سے لے کر دے دیا۔ معلم جعفر اکبر نے جج کو دکھاتے ہوئے غصہ سے کہا۔

"اَیْنَ سَرْدَارُ اَحْمَدُ اَیْنَ لَائِلْ فُوْرُ" کہاں ہے سردار احمد اور کہاں ہے لائل پور۔

جج نے جب سردار احمد کی بجائے محلہ دارالسلام اور لائل پور کی بجائے جبل پور پڑھا تو بڑا نادم ہوا اور معلم سے معافی چاہی۔

دوسرے دن حضرت محدث اعظم پاکستان علیہ الرحمۃ کے ساتھ دوسرے علماء ومشائخ اور فقیر بھی جعرانہ گئے ۔شام کو وہاں سے عمرہ کا احرام باندھ کر مکہ مکرمہ آ کر طواف کیا۔صفا ومروہ کی سعی کی اور محلل ہوئے ۔اس دن نجدی جج نے حضرت مولانا شاہ برہان الحق صاحب علیہ الرحمۃ کو ان کے معلم کے ہمراہ بلا کر گفتگو کی ۔حضرت نے بڑے فاضلانہ اور عالمانہ انداز میں گفتگو فرمائی ۔آپ کی گفتگو سے نجدی مبہوت رہ گئے ۔نجدی جج اتنا متاثر ہوا کہ اس نے آپ کو تحائف بھی پیش کئے اور بڑی عزت واحترام کے ساتھ رخصت کیا۔

نجدیوں کے ایجنٹ محمد شریف نے انتہائی ڈھٹائی کے ساتھ ناکامی کے باوجود اپنی کوشش جاری رکھی اور حضرت محدث اعظم کے خلاف ریشہ دوانیاں کرتا رہا۔نجدی حکومت کو بھڑکانے میں اس نے کوئی کسر نہ اٹھا رکھی ۔ہم جب جعرانہ سے واپس آئے تو معلم جعفر اکبر آئے اور دفتر چلنے کے لئے کہا۔تقریباً چالیس پچاس علماء کرام اور پاک وہند کے احباب حضرت محدث اعظم کے ساتھ جلوس کی شکل میں دفتر پہنچے۔

وہ وقت بھی عجیب تھا۔حضرت کے چہرے پر ایک خاص قسم کی نورانیت ظاہر تھی ۔آپ کی باوقار شخصیت اور دلکش حسن وجمال کو دیکھ کر قاضی صاحب اتنے متاثر ہوئے کہ گفتگو کا اسلوب ہی بھول گئے ۔اور بولے ۔فرمائیے آپ کس لئے عدالت میں تشریف لائے ہیں ۔آپ نے فرمایا مجھے آنے کی ضرورت نہیں ،آپ نے ہی بلایا ہے۔آپ ہی بتائیں ۔قاضی کو اپنی غلطی کا احساس ہوا۔

دفتر بہت بڑا تھا،ہم سے پہلے نجدی ایجنٹ محمد شریف بھی وہاں پہنچ چکا تھا۔جج کے ساتھ بیٹھا تھا۔ جیسے ہی حضرت کے ساتھ آنے والے علماء وخدام واحباب بھی جب کمرے میں داخل ہوئے تو کمرہ کھچا کھچ بھر گیا۔جج یہ دیکھ کر پریشان ہوا اور معلم سے کہنے لگا کہ اتنے آدمی کیوں لائے ہو۔معلم نے کہا میں نہیں لایا۔ بلکہ یہ تو حضرت کے شاگرد،مرید،اور پاک وہند کے عقیدت مند ہیں ، جو خود بخود ساتھ آ گئے ہیں ۔جج نے دفتر کے بغلی چھوٹے کمرہ میں جو غالباً اس کے پی ۔اے کا تھا، بیٹھ کر

گفتگو کرنا مناسب سمجھی ۔حضرت محدث اعظم پاکستان کے ساتھ میں ،معلم اور حاجی احمد میمن بیرسٹر اور معلم کا لڑکا یوسف تھے ۔وہابی ایجنٹ محمد شریف کے ساتھ لائل پور،گوجرانوالہ کے دو تین نجدی مولوی تھے۔

جج نے محدث اعظم پاکستان سے سوال کیا کہ یارسول اللہ ﷺ کہنا اور رسول اللہ ﷺ سے استعانت کرنا شرک ہے ۔اس بارے میں آپ کیا کہتے ہیں؟

حضرت محدث اعظم نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کو اللہ کا بندہ اور رسول سمجھ کر یارسول اللہ کہنا اور مدد طلب کرنا بالکل جائز ہے۔جج نے پوچھا کس طرح۔اس پر آپ نے حدیث پاک سے واقعہ سنایا کہ جب غزوہ ھوازن میں مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی اور مال غنیمت بھی ملا تو وہ مال غنیمت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تقسیم فرمایا۔ابھی یہ لشکر وہیں موجود تھا کہ قبیلہ ھوازن کے لوگ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر ایمان لے آئے ۔حضور کے دست اقدس پر بیعت کی اور درخواست کی کہ اب وہ ایمان لا چکے ہیں ،اب ان کا مال اور قیدی واپس کر دیئے جائیں۔ تمام مال چونکہ غنیمت کے طور پر تقسیم ہو چکا تھا۔اور ایمان والوں کی تالیف قلوب بھی مقصود تھی اور آپ سامان واپس کرنا چاہتے تھے۔

آپ نے قبیلہ ھوازن سے فرمایا کہ جب نماز عصر پڑھ چکیں تو آپ لوگ کھڑے ہو کر ہماری خدمت میں عرض کریں ۔یارسول اللہ ہم آپ سے استعانت کرتے ہیں اور سوال کرتے ہیں کہ آپ ہمارے اموال واپس عطا فرمائیں۔ چنانچہ نماز عصر سے فراغت کے بعد صحابہ کرام کی موجودگی میں قبیلہ ھوازن والوں نے حضور کے سکھائے ہوئے کلمات بارگاہ رسالت میں عرض کئے کہ یارسول اللہ ﷺ ہم آپ سے سوال کرتے ہیں کہ آپ ہمارا مال وغیرہ واپس عنایت فرما دیں ۔ان کی اس درخواست پر حضور اکرم ﷺ نے اپنے حصہ میں آیا ہوا مال اور کچھ اپنی طرف سے بھی عطا فرما دیا۔اس کے بعد صحابہ کرام نے بھی ان کے مال کے ساتھ اپنی طرف سے بھی عطیات دیئے۔اہل ھوازن

خوش ہوکر واپس چلے گئے۔

یہ واقعہ سن کرنجدی جج نے اپنی باطنی بدعقیدگی کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ یہ واقعہ تو اس وقت کا ہے جب رسول اللہ ﷺ حیات تھے۔اب تو وہ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ مر چکے ہیں۔اس پر حضرت محدث اعظم علیہ الرحمۃ نے تڑپ کر جواب دیا۔

"اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اَلْاٰنَ نَبِیُّنَا حَیٌّ" اور برجستہ یہ حدیث سنائی جس کے آخری الفاظ ہیں "فَنَبِیُّ اللّٰہِ حَیٌّ یُرْزَقُ" اللہ کے نبی زندہ ہیں اور انہیں رزق دیا جاتا ہے۔پھر فرمایا اللہ کے نبی کی شان تو بہت ارفع ہے ان کے غلام جو اللہ کی راہ میں شہید ہوتے ہیں ان کے متعلق میرا رب فرماتا ہے۔

"وَلَاتَقُوْلُوْالِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْیَاءٌ وَّلٰکِنْ لَّاتَشْعُرُوْنَ"

اور دوسری جگہ فرماتا ہے۔

"وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْافِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتًابَلْ اَحْیَاءٌعِنْدَرَبِّھِمْ یُرْزَقُوْنَ"

جج یہ سن کر خاموش ہوگیا۔

یہ تمام گفتگو تحریر کرلی گئی تھی۔گفتگو ختم ہونے پر جج نے کہا کہ اس تحریر پر دستخط فرمادیں۔آپ نے فرمایا۔دستخط اس شرط پر کروں گا کہ اس کی ایک نقل مجھے بھی دی جائے اور اس پر آپ کی مہر بھی ہو۔ اس نے کہا کہ ہم مجبور ہیں،اس کی نقل نہیں دے سکتے۔آپ نے فرمایا کہ اس کی نقل کی ہمیں اس لئے ضرورت ہے کہ پاکستان کے نجدی وہابی دیوبندی وہاں دبے ہوئے ہیں لیکن یہاں آپ لوگوں کی وجہ سے دلیر ہیں۔اگرچہ یہاں بھی انہیں شکست اٹھانا پڑی ہے لیکن میں جانتا ہوں جھوٹ بولنا ان کے نزدیک جائز ہے جو شخص حرم پاک میں بھی جھوٹ بولنے سے باز نہیں آیا اور میرے متعلق جھوٹی باتیں پھیلاتا رہا۔یہاں تک کہ اس نے یہ افواہ بھی پھیلادی کہ مولانا سردار احمد کو گرفتار کرلیا گیا ہے،جب میرے احباب نے یہ افواہ سنی تو سخت پریشان ہوئے۔مناسک حج ادا ہو چکے ہیں۔اب یہ لوگ ہوائی جہاز سے پاکستان جائیں گے۔خصوصاً لائل پور اور دوسرے

علاقوں میں پروپیگنڈے کریں گے۔اخبارات میں بیان دیں گے کہ سردار احمد کو سعودی حکومت نے گرفتار کرلیا ہے۔اس طرح پاکستان کے عوام کو پریشان کریں گے۔تحریر کی نقل حاصل کرنے کا مقصد یہی ہے کہ اس کی نقل پاکستان کے اخبارات میں شائع کرا کے عوام کو پریشانی سے بچایا جائے،اور انہیں بتایا جائے کہ یہ دیوبندی وہابی جھوٹے ہیں۔الحمد للہ اب یہ لوگ خائب وخاسر ہو چکے ہیں۔اب کے جھوٹ کا پول کھلنے پر عوام کو تسلی ہوگی۔

حضرت محدث اعظم علیہ الرحمۃ کے اس ارشاد کے باوجود جج نے معذرت کی۔اور یقین دلایا کہ یہ لوگ کچھ نہیں کریں گے۔اس پر حضرت نے تحریر پر دستخط کردیئے۔

اس کامیابی وکامرانی پر احباب اہل سنت وجماعت کو بڑی خوشی ہوئی۔اسی خوشی میں گیارہویں شریف کی نیاز بھی دلائی گئی۔جج نے جو گفتگو قلم بند کرائی تھی اور جس پر محدث اعظم کے دستخط لئے تھے، جب یہ تحریر قاضی القضاۃ کے پاس پہنچی تو اس نے پڑھ کر داد دی اور معلم جعفر اکبر کو بلا کر کہا کہ محدث اعظم پاکستان بہت ذہین وفطین ہیں، میں ان کی دعوت کرنا چاہتا ہوں۔انہیں اپنے گھر پر بلاؤں گا۔لانے کے لئے اپنی کار بھیجوں گا،اور نذرانہ بھی پیش کروں گا۔اس کی عقیدت ومحبت کا باعث یہی گفتگو بنی،معلم جعفر اکبر نے جب یہ پیغام حضرت صاحب کو سنایا تو آپ نے فرمایا،فقیر یہاں نجدیوں کی دعوت کھانے اور تحائف وصول کرنے نہیں آیا،فقیر تو حرمین طیبین کی حاضری وزیارت کی نیت سے یہاں حاضر ہوا ہے۔آپ کی خواہش جلد ہی مدینہ طیبہ حاضری کی تھی۔چنانچہ حسب خواہش اسی رات کو مدینہ طیبہ روانگی کا انتظام ہوگیا۔"

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ زیارت مدینہ منورہ اور مناسک حج کی ادائیگی کے بعد جب بخیر وخوبی ۲۴ صفر المظفر ۱۳۷۵ھ/یکم اکتوبر ۱۹۵۶ء کو لائل پور جلوہ افروز ہوئے تو آپ کی عدم موجودگی میں یہاں کے دیوبندیوں کے بے سروپا پروپیگنڈے سے آپ کے خلاف چند اخبارات میں کچھ ایسے بیان شائع ہوئے جس سے عوام اہل سنت میں بددلی اور بے چینی پھیلی۔آپ نے لائل پور پہنچ کر حرمین شریفین میں ہونے والے واقعات خود بیان فرمائے جس سے

جھوٹے پروپیگنڈے کرنے والے اب منہ چھپا رہے تھے۔

۲۹ صفر المظفر ۱۳۷۵ھ/۱۷ اکتوبر ۱۹۵۶ء کو آپ کا ایک طویل بیان اخبارات میں شائع ہوا۔ روزنامہ سعادت لائل پور کے صفحہ اول پر سہ کالمی تین سطری جلی عنوان سے آپ کے بیان سے چند اقتباس ملاحظہ ہوں۔

''نہ تو میری کسی غیر مقلد سے ذاتی دشمنی ہے اور نہ ہی کسی غیر مقلد نے میری ذات کو کچھ نقصان پہنچایا ہے، جس کی وجہ سے میرے اور ان کے درمیان اختلافات ہیں، میرے اختلافات کی نوعیت خالص دینی ہے۔ میری تمام دوستی اور دشمنی سب کچھ خداوند کریم اور سرکار دو عالم ﷺ کے لئے ہے جو ان کا دوست ہے میں اس کا دوست ہوں اور جو ان کا دشمن ہے، اس کے لئے میرے دل میں کوئی جگہ نہیں۔'' (۴۶)

''بھارت سے کانگرسی مولویوں کا ایک وفد جس کی قیادت جمعیت العلماء ہند کے سیکرٹری کر رہے تھے، وہاں آیا ہوا تھا۔ اس وفد نے شاہ سعود کو یقین دلایا کہ بھارت کے مسلمان بڑے امن وسکون سے اپنی زندگیاں گذار رہے ہیں۔ پنڈت نہرو کی حکومت ان کے ساتھ بڑا اچھا سلوک کر رہی ہے۔ اسی وفد نے عرب میں بھی اسی قسم کا پراپیگنڈا کیا۔ حالانکہ اس وقت تمام بھارت میں مسلمانوں پر ظلم وتشدد کی انتہا کی جا رہی تھی، ان کو قتل کیا جا رہا تھا ان کے خون سے ہولی کھیلی جا رہی تھی۔ ہزاروں مسلمانوں کو توہین رسالت کے خلاف احتجاج کے جرم میں جیل میں ڈال دیا گیا، اور مساجد کو مندروں میں تبدیل کیا جا رہا تھا اور پچاس ہزار مسلمانوں کو شدھی کرنے کا اعلان ہو چکا تھا۔'' (۴۷)

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کے حج کے رفیق وخادم مولانا معین الدین شافعی سابق نائب ناظم جامعہ رضویہ

(۴۶) روزنامہ سعادت لائل پور ۱۷ اکتوبر ۱۹۵۶ء ص ۱

(۴۷) روزنامہ سعادت لائل پور ۱۷ اکتوبر ۱۹۵۶ء ص ۴

لائل پور نے حرم مکی میں ہوئے واقعات تفصیل سے بتائے۔ اخبار مذکور نے مولانا معین الدین کے حوالہ سے وہی واقعات لکھے ہیں، جو آپ گذشتہ صفحات میں پڑھ چکے ہیں اخبار مذکور کے چند مزید اقتباس ملاحظہ ہوں۔

''اس کی آواز پر صرف اس کے ساتھی آئے جن کو پہلے ہی تیار کیا جا چکا تھا، اس واقعہ میں سب سے بڑے محرک محمد شریف جس کا ذکر آپ پڑھ چکے ہیں کہ بارے میں مزید معلوم ہوا کہ اس کی آواز سنتے ہی جمع ہو جائیں۔ گوجرانوالہ، ڈیرہ غازی خاں، لاہور، لائل پور اور پاکستان کے دوسرے اضلاع کے غیر مقلد اور دیوبندی حضرات بھی آئے ہوئے تھے، ان میں ایک شخص نے کہا کہ محمد شریف کا کام ہی شرارت ہے۔ یہ پہلے بھی شرارت کرتا رہا ہے۔ چھوڑو اس جھگڑے کو۔'' (۴۸)

''مکہ مکرمہ کے واقعات سناتے ہوئے کہا کہ کہ مخالفین نے یہ افواہ بھی پھیلا دی کہ حضرت مولانا کو گرفتار کر لیا گیا ہے۔ ان کا پاسپورٹ اور سامان ضبط کر لیا گیا ہے۔ پاسپورٹ ضبط کرنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ کیونکہ پاسپورٹ تو جدہ ہی میں جمع کر لیا جاتا ہے۔'' (۴۹)

''انہوں نے ایک دلچسپ واقعہ سناتے ہوئے کہا کہ لائل پور کے ایک سُنار نے یہاں کے ایک شخص فقیر محمد سے کہا کہ مولانا سردار احمد صاحب کو گرفتار کر لیا گیا ہے۔ اور ان کا سامان ضبط کر لیا گیا ہے۔ حالانکہ وہ بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے۔ اس نے سنار کو اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ دیکھو وہ سامنے مولانا طواف کر رہے ہیں۔'' (۵۰)

''قیام مکہ کے دوران دمشق کی جامع مسجد کے ایک مدرس مولانا محمد طیب دمشقی نے حضرت مولانا سردار احمد صاحب سے سند حدیث حاصل کی۔ ایک اور عالم مولانا محمد علی صاحب حموی نے بھی

(۴۸) روزنامہ سعادت لائل پور ۱۷ اکتوبر ۱۹۴۵ء۔ ص ۴

(۴۹) روزنامہ سعادت لائل پور ۱۷ اکتوبر ۱۹۴۵ء۔ ص ۴

نوٹ: آج کل آفاقی حاجی کا پاسپورٹ مکہ معظمہ میں معلم کے پاس جمع ہوتا ہے۔ فقیر قادری عفی عنہ

(۵۰) روزنامہ سعادت لائل پور ۱۷ اکتوبر ۱۹۴۵ء۔ ص ۴

جناب محدث پاکستان سے سند حدیث حاصل کی۔'' (۵۱)

''حضرت مولانا قبلہ محدث پاکستان نے مدینہ منورہ میں ۵۴ دن قیام فرمایا۔ حالانکہ وہاں گیارہ دن سے زیادہ ٹھہرنے کی اجازت نہیں۔ وہاں کے حکام نے حضرت مولانا کی قابلیت اور عظمت وتقدس کا خیال کرتے ہوئے انہیں مقررہ معیاد سے زیادہ ٹھہرنے کی اجازت دے دی۔'' (۵۲)

(۵۱) روزنامہ سعادت لائل پور ۷ اکتوبر ۱۹۴۵ء۔ ص ۴

(۵۲) روزنامہ سعادت لائل پور ۷ اکتوبر ۱۹۴۵ء۔ ص ۴

سوئے فردوس

امام احمد رضا کے نشاں، سراپا برکت نشاں، محدث اعظم پاکستان علیہ الرحمۃ والرضوان نے تن تنہا اور کمال بے سروسامانی کے عالم میں، سلف صالحین کی اتباع میں اجنبی مقام پر مقیم ہو کر مختصر سی مدت میں دین متین کی اس طرح خدمت کی، اور جس کے نتیجے میں مسلمانان برصغیر کے دل ودماغ اور قلب ونظر کو گرویدہ بنا کر مخدوم الخادیم بنے، وہ اپنی مثال آپ ہے۔

مقتدر علماء ومشائخ کا احترام ووقار ہمارے دلوں میں ہے، اور ہم ان مقتدایان ملت کی خدمات جلیلہ پر بجا طور پر ناز کر سکتے ہیں۔ .... لیکن یہ حقیقت ہے کہ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ نے قلیل مدت میں دین کی جتنی خدمات انجام دیں اور جو کارہائے نمایاں سرانجام دیئے ان کی مثال تاریخ میں کم ہی ملتی ہے۔ آپ نے قلیل مدت میں علماء، مدرسین، مبلغین خدام اہل سنت کا لشکر جرار تیار فرمایا، دور افتادہ علاقوں میں بھی حق وہدایت کی آواز پہنچائی۔ مذہب حق وصداقت اہل سنت کو متعارف کرایا۔ گستاخان شان رسالت وولایت کے مضبوط قلعوں کو توڑا، دعوت وارشاد کا مقدس فریضہ اس شان سے ادا کیا کہ علم وفضل اور ہدایت ومعرفت سے ایک جہاں آباد ہو گیا۔

جامعہ رضویہ کی قلعہ نما اور سنی رضوی جامع مسجد کی فلک بوس عمارات آپ کی شبانہ روز مساعی کے نتیجہ میں تیار ہوئیں۔ اس بے مثال اور وسیع کام کی انجام دہی اور کمال ومسلسل جدوجہد سے آپ کی صحت پر اثر پڑنا فطری امر تھا۔ مسلسل محنت، دن رات کی متواتر تدریس وتبلیغ سے آپ کی طبیعت کمزور ہوتی چلی گئی۔

پہلے پہل تو آپ نے چنداں پرواہ نہ کی اور اسی نقاہت کے عالم میں بھی حسب سابق پہلی طاقت وشوکت سے درس وتدریس، وعظ وتقریر اور دعوت وارشاد کا سلسلہ جاری رکھا اور اپنے معمولات ومشاغل کو ادا فرماتے رہے۔ صبح سے ظہر اور ظہر سے عصر تک کی معمول کی تدریس کے علاوہ بعد عشاء تدریس کا سلسلہ اکثر رات گئے تک جاری رہتا۔ بالآخر بلڈ پریشر اور ذیابیطس کی وجہ سے آپ کا ضعف بڑھ گیا۔

۲۵ صفر المظفر ۱۳۸۱ھ/(۱) ۸ اگست ۱۹۶۱ء عرس امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ کے موقعہ پر آپ جلسہ گاہ تک بڑی مشکل سے تشریف لائے۔

اس وقت ملک کے طول وعرض سے آئے ہوئے ہزاروں تلامذہ ومریدین اور اکابر علماء ومشائخ آپ کی ناسازئ طبع سے بہت مغموم اور سخت متفکر ہوئے۔ آپ کو سہارا دے کر دولت کدہ تک لایا گیا۔ مگر آپ نے سہار الینا پسند نہ فرمایا اور خود آہستہ آہستہ تشریف لائے۔ معالجین اطباء اور ڈاکٹروں کے منع کرنے کے باوجود آپ احباب سے ملاقات فرما کر مسرت محسوس فرماتے رہے۔

اس قادری رضوی عرس کے مبارک موقعہ پر احباب وخدام نے حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کی علالت ونقاہت کے پیش نظر مشورہ کیا کہ آپ اپنے بڑے صاحبزادہ جناب محمد فضل رسول کو اپنا خلیفہ وجانشین مقرر فرمائیں۔ تاکہ آپ کے وصال کے بعد بھی آپ کا یہ فیضان جاری وساری رہے۔ چنانچہ آپ نے احباب ومخلصین کے مشورہ اور پرزور تقاضا پر جناب صاحبزادہ محمد فضل رسول مدظلہ کو ۲۵ صفر ۱۳۸۱ھ/ ۸ اگست ۱۹۶۱ء عرس امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کے حاضرین کی موجودگی میں سنی رضوی جامع مسجد میں اپنا خلیفہ اور جانشین مقرر فرمایا۔

مولانا حافظ مفتی نواب الدین علیہ الرحمۃ مدرس جامعہ رضویہ فیصل آباد بیان فرماتے ہیں کہ حضرت قبلہ شیخ الحدیث قدس سرہ کی بیماری کی حالت میں صفر المظفر کے مہینے میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ کا سالانہ عرس قریب آرہا تھا، صاحبزادہ محمد فضل رسول صاحب اس وقت جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں زیر تعلیم تھے۔ عرس کا مبارک وقت آیا۔ حضرت مولانا عنایت اللہ سانگلہ ہل والوں نے خدمت عالیہ میں عرض کیا کہ صاحبزادہ محمد فضل رسول کو دستار سجادگی عطا فرمائیں اور انہیں اپنا خلیفہ وقائم مقام مقرر فرمائیں۔ میں نے اس تجویز کی تائید کی، فرمایا اچھا پگڑی لاؤ۔ یہ کام بھی ہوجائے۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند کردے گا۔ جس طرح حضرت صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی کے صاحبزادے کی دستار بندی پہلے ہوگئی وہ بھی درجات حاصل کر گئے۔ چنانچہ بطور خلیفہ وسجادہ نشین

(۱) محدث اعظم پاکستان مرتبہ مولانا محمد حسن علی رضوی، میلسی کے ص ۲۴ پر ۱۳۸۱ھ کی بجائے ۱۳۸۰ھ درج ہے جو تسامح پر مبنی ہے یا سہو کتابت ہے۔
فقیر قادری عفی عنہ

حضرت صاحبزادہ محمد فضل رسول کی دستار بندی تمام احباب کی موجودگی میں سنی رضوی جامع مسجد میں کی گئی۔ اس وقت یہ عالم تھا کہ تمام احباب کی آنکھوں میں آنسو رواں تھے۔ (۲)

مولانا صاحبزادہ قاضی محمد فضل رسول مدظلہ نے بیان فرمایا۔

"جس وقت دیگر فضلاء جامعہ رضویہ کے ہمراہ میری دستار بندی کا مشورہ ہوا تو میں نے اباجی کے حضور عرض کیا کہ حضور! میں ابھی اپنی تعلیم جاری رکھنا چاہتا ہوں۔ فرمایا۔ مولا کریم آپ کے درجات بلند فرمادے گا، وہ سب کچھ دے گا اور آپ کو علم وفضل سے بھی سرفراز فرمادے گا۔" (۳)

عرس قادری رضوی کے بعد احباب خدام اور اطباء کا مشورہ ہوا کہ آب وہوا کی تبدیلی کی غرض سے آپ کو مری، ایبٹ آباد وغیرہ سرد علاقوں میں لے جایا جائے۔ آپ سے عرض کیا گیا۔ تدریس حدیث کے ناغہ کے پیش نظر آپ بڑی مشکل سے رضامند ہوئے۔ چنانچہ ربیع الاول اور ربیع الاخر ۱۳۸۱ھ/اگست ستمبر ۱۹۶۱ء کو آپ مری، ایبٹ آباد اور ہری پور تشریف لے گئے۔ چند روز مری تشریف فرما رہے۔ انتیس روز ہری پور میں قیام رہا۔ (۴)

مری میں آپ کا قیام جناب امان اللہ خاں، سنی بنک کے مکان پر رہا۔ (۵)

صوفی اللہ رکھا اور حافظ محمد ایوب اس سفر میں بطور خادم ساتھ تھے۔ لائل پور میں ہر سال میلاد النبی ﷺ کے جلوس

(۲) قلمی یادداشت مولانا مفتی نواب الدین، محررہ ۲۲ جون ۱۹۷۸ء

نوٹ: یاد رہے کہ اہل سنت کے مرکزی دار العلوم جامعہ رضویہ مظہر اسلام کے انتظامی امور کے لئے حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے ارشاد کے مطابق ۱۳۷۹ھ/ ۱۹۶۰ء میں جمعیت رضویہ کا قیام عمل میں لایا گیا۔ جس کے صدر ومہتمم صاحبزادہ محمد فضل رسول منتخب ہوئے۔ اس طرح دار العلوم جامعہ رضویہ کے انتظامی امور کی ذمہ داری حضرت صاحبزادہ پر ڈال دی گئی، جس کو انہوں نے آپ کی حیات ظاہری میں اور بعد وصال بڑی خوش اسلوبی سے سرانجام دیا۔ آپ کی نگرانی میں دار العلوم نے ترقی کی اعلی منازل حاصل کرلیں۔ دار العلوم کے انتظامی امور کے علاوہ اب حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کی مسند دعوت وارشاد کی نیابت ان کے سپرد کی گئی، فقیر قادری عفی عنہ

(۳) روایت صاحبزادہ محمد فضل رسول، فیصل آباد۔ ۹ ربیع الاول ۱۴۰۵ھ

(۴) روایت مولانا سید محمد زبیر شاہ، چکوال ۲۹ رجب المرجب ۱۴۰۶ھ

(۵) بیاض حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے مطابق ۹ ربیع الاول ۱۳۸۱ھ بروز پیر آپ مری تھے۔ فقیر قادری عفی عنہ

کی آپ قیادت فرماتے تھے۔ مگر اس سال بوجہ علالت آپ چونکہ مری میں جلوہ فرما تھے۔ اس لئے اس سال جلوس میلاد کی قیادت صاحبزادہ محمد فضل رسول خلف اکبر حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ نے کی۔ (۶)

لائل پور میں عرصہ قیام کے دوران (وصال تک) خطبہ جمعہ، نماز عیدین کی امامت میلاد النبی ﷺ کے جلوس کی قیادت اور خطاب اور گیارہویں شریف کی تقریب سعید میں حاضری کا التزام فرمایا۔ ۱۹۵۶ء میں حج کے موقعہ پر نماز عید الاضحیٰ کی امامت کے فرائض، آپ کے حکم کے مطابق مولانا حافظ مفتی نواب الدین مدرس جامعہ رضویہ نے ادا فرمائے۔ (۷)

چونکہ مولانا معین الدین شافعی اس سے قبل ہی اپنے رشتہ داروں سے ملنے بمبئی (بھارت) چلے گئے تھے۔ وہ لائل پور ربیع الاول کے مہینہ میں پہنچے، چنانچہ دیگر حضرات کے علاوہ مولانا معین الدین اور مولانا عبدالقادر احمد آبادی لائل پور میں جلوس میلاد میں شامل ہوئے۔ جلوس کے دوسرے روز مولانا معین الدین آپ کی عیادت کے لئے ہری پور پہنچ گئے۔ (۸)

۱۳۸۱ھ/۱۹۶۱ء میں مولانا عبدالقادر ناظم جامعہ رضویہ، سیلون میں ایک سال تک بغرض تبلیغ مقیم رہے۔ (۹)

ہری پور میں آپ کا قیام جامعہ رحمانیہ میں مولانا سید محمد زبیر شاہ، صدر مدرس مدرسہ رحمانیہ کے ہاں رہا۔ مولانا محمد ریاض الدین مدرس مدرسہ مذکور (جو آپ کے تلمیذ بھی ہیں) نے اس عرصہ میں بھر پور خدمات انجام دیں۔ ہری پور کے قیام کے اخراجات آپ نے خود برداشت کئے۔ البتہ سید محمد زبیر شاہ (جو آپ کے تلمیذ بھی ہیں) بھی اپنی طرف سے کبھی کبھی حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کی اجازت سے کچھ خرچ کر لیتے۔ (۱۰)

(۶) قلمی یادداشت مولانا معین الدین فیصل آباد مخزونہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور۔

(۷) قلمی یادداشت مولانا مفتی نواب الدین، محررہ ۲۲ جون ۱۹۷۸ء

(۸) قلمی یادداشت مولانا معین الدین۔ فیصل آباد۔ مخزونہ جامعہ رضویہ لاہور

(۹) تذکرہ شہید اہل سنت، مرتبہ ابن اسحاق بی۔ اے۔ ص ۸

(۱۰) روایت مولانا سید محمد زبیر چکوال۔ ۲۹ رجب المرجب ۱۴۰۶ھ

۲۸، ۲۹ ربیع الاول ۱۳۸۱ھ/ستمبر ۱۹۶۱ء اور ۱۱ ربیع الثانی ۱۳۸۱ھ/ستمبر ۱۹۶۱ء کو جامعہ رحمانیہ ہری پور کے اجلاس اور حضرت پیر عبدالرحمٰن چھوہروی علیہ الرحمۃ کے عرس میں آپ نے شمولیت فرمائی۔

ہری پور کے قیام میں آپ کا معمول یہ تھا کہ ناشتہ کے بعد نعت خوانان حضرات سے نعت شریف سنتے اور انہیں انعامات سے نوازتے۔ بقیہ وقت مطالعہ کتب میں صرف فرماتے۔ تفاسیر اور احادیث طیبہ کی شروح اکثر زیر مطالعہ رہتیں۔ بعض مفید عبارات کی نشاندہی فرمادیتے۔ بعد نماز عصر مولانا سید محمد زبیر شاہ اور دیگر علماء مدرسین، اسباق سے فارغ ہوکر، جب حاضر ہوتے تو ان سے فرماتے۔

''مولانا! فقیر نے آج فلاں فلاں کتاب کی فلاں فلاں عبارات پر نشان لگا دیا ہے۔ وہ نوٹ فرمالیں، کبھی کام آئیں گی۔'' (۱۱)

ہری پور کے قیام کے دوران ایک دو روز کے لئے آپ ایبٹ آباد میں خاندان رضویہ کے بعض افراد کی ملاقات کے لئے تشریف لے گئے۔

ہری پور کے قیام کے دوران آپ کی صحت اچھی رہی۔ آپ بالکل تندرست نظر آنے لگے۔ نقاہت کے آثار غائب ہوگئے۔ واپسی پر راولپنڈی کے ارادت مندوں کی درخواست پر آپ نے سیٹلائٹ ٹاؤن راولپنڈی میں جناب حاجی محمد صالحین دہلوی کے مکان پر ہفتہ ڈیڑھ ہفتہ قیام فرمایا۔ (۱۳)

راولپنڈی میں آپ نے پینے کے لئے چشمہ کا پانی پسند فرمایا۔ چشمہ آپ کی قیام گاہ سے چار پانچ میل کے فاصلہ پر فوجی فاؤنڈیشن کے ہسپتال کے قریب واقع تھا۔ جناب محمد سلیم اختر، لال کڑتی، راولپنڈی اور صوفی عبدالرحمٰن لال کڑتی حال مقیم کراچی روزانہ چشمے سے پانی لاتے اور خدمت میں پیش کر کے سعادت حاصل کرتے۔ (۱۴)

(۱۱) روایت مولانا سید محمد زبیر شاہ، چکوال۔ ۲۹ رجب المرجب ۱۴۰۶ھ

(۱۲) روایت مولانا سید محمد زبیر شاہ، چکوال۔ ۲۹ رجب المرجب ۱۴۰۶ھ

(۱۳) روایت حاجی منظور احمد۔ لال کڑتی، راولپنڈی، ۱۳ رجب ۱۴۰۵ھ

(۱۴) روایت حاجی منظور احمد۔ لال کڑتی، راولپنڈی، ۱۳ رجب ۱۴۰۵ھ

راولپنڈی کے قیام کے دوران ایک مرتبہ منگل (گوشت کے ناغہ کے روز) کھانے میں گوشت دیکھ کر فرمایا۔

"آپ کو آج گوشت نہیں لانا چاہئے تھا۔ اس میں خواہ مخواہ ملکی قوانین کی خلاف ورزی پائی جاتی ہے۔ یہ مسئلہ یاد رہے کہ حکومت کے وہ احکام، جن میں شریعت مطہرہ کے احکام کی مخالفت نہ ہو، پر عمل کرنا ضروری ہوتا ہے۔" (۱۵)

واپسی پر جناب محمد صالحین دہلوی نے ازراہ عقیدت ریلوے کا اعلیٰ درجہ کا ایک ڈبہ آپ کے لئے مخصوص کروالیا، تاکہ سفر میں آسانی رہے۔ راولپنڈی اسٹیشن پر آپ کو الوداع کرنے کے لئے احباب اہل سنت کثیر تعداد میں حاضر ہوئے۔ (۱۶)

لائل پور واپس پہنچ کر آپ نے حسب سابق دورہ حدیث کے طلباء کو پڑھانا شروع کردیا، اسی عرصہ میں غیر مقلدین نے دھوبی گھاٹ، لائل پور میں اہل حدیث کانفرنس منعقد کرکے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام، اولیاء کرام علیہم الرضوان بالخصوص حضرت سیدنا امام الائمہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان رفیع میں اپنے بغض باطنی کا اظہار کیا۔ چنانچہ آپ نے اس کے جواب میں "عرس امام اعظم" رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عدیم المثال جلسہ اسی دھوبی گھاٹ میں ۹۔۱۱ جمادی الاخریٰ ۱۳۸۱ھ/۲۴۔۲۶ نومبر ۱۹۶۱ء کو منعقد کروایا۔ جس میں ملک کے طول وعرض سے ہزاروں مشائخ وعلماء نے شرکت فرمائی، لائل پور کی تاریخ میں اس سے پیشتر ایسا عظیم اجتماع دیکھنے میں نہیں آیا۔

اس اجتماع کو "امام اعظم کانفرنس" کے بجائے "عرس امام اعظم" سے موسوم فرمایا۔

فرمایا۔

"نام بھی ایسا ہونا چاہئے کہ مخالفین نام سے بھی جلیں اور کام سے بھی"

چنانچہ عرس کا نام تجویز ہوا۔ (۱۷)

(۱۵) روایت حاجی منظور احمد۔ لال کڑتی، راولپنڈی، ۱۳؍رجب ۱۴۰۵ھ

(۱۶) روایت حاجی منظور احمد۔ لال کڑتی، راولپنڈی ۱۳؍رجب ۱۴۰۵ھ

(۱۷) روایت مولانا قاضی محمد فضل رسول، فیصل آباد، ۹؍ربیع الاول ۱۴۰۵ھ

چونکہ وہ دارالحدیث جس میں آپ درس حدیث دے رہے تھے باوجود فراخی کے طلباء کی کثرت کے باعث ناکافی تھا۔ اس لئے مرکزی سنی رضوی جامع مسجد کے تالاب کے اوپر ایک وسیع خوبصورت دارالحدیث تیار کروایا گیا تھا۔ عرس امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دوسرے روز اس نئے تعمیر شدہ دارالحدیث کا افتتاح ہوا، جس میں حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے علاوہ

☆ حضرت علامہ ابوالبرکات سید احمد قادری شیخ الحدیث حزب الاحناف لاہور،

☆ حضرت مولانا مفتی عبدالسلام باندوی کراچی،

☆ حضرت مفتی محمد عمر نعیمی، کراچی،

☆ حضرت مولانا قاری مطیع الرضا، قادری۔ راولپنڈی،

☆ حضرت علامہ عبدالمصطفیٰ ازہری، کراچی،

☆ حضرت مولانا محمود احمد رضوی، مدیر رضوان۔ لاہور،

☆ حضرت مولانا عارف اللہ قادری میرٹھی، مدیر سالک راولپنڈی،

☆ حضرت مولانا غلام علی اشرفی اوکاڑوی،

اور کثیر علماء ومشائخ نے شرکت فرمائی۔ (۱۸)

اس موقعہ پر آپ کی صحت وقوت کے لئے خصوصی طور پر دعائیں کی گئیں۔ اکابر علماء ومشائخ کرام نے آپ کو کچھ وقت آرام کرنے کے لئے عرض کی اور التجا کی کہ آپ کی جان کے صرف آپ مالک نہیں، بلکہ آپ کا وجود مسعود جمہور اہل سنت کی ملک ہے۔ آپ کے اس وقتی آرام میں ملت اسلامیہ کا عظیم فائدہ ہے۔ آپ کی صحت وقوت ہمارے

(۱۸) محدث اعظم پاکستان، مرتبہ مولانا محمد حسن علی رضوی میلسی، ص ۲۴

نوٹ: نئے دارالحدیث کے افتتاح کے بعد علالت کے باعث آپ اس میں درس حدیث کا کوئی سبق نہ پڑھا سکے۔ فقیر قادری غفی عنہ

لئے قوت وسعادت کا باعث ہے۔ چند ماہ مسلسل آرام فرمائیے، اس پر آپ نے تقریباً ڈیڑھ دو ماہ آرام کیا۔ اس آرام کے دوران بھی درجہ حدیث کے طلباء کو وقتاً فوقتاً درس دیتے رہے۔ اس عرصہ میں لائل پور کے ممتاز اطباء اور ماہر ڈاکٹروں، حکیم عمر دین، حکیم ملک محمد شریف، ڈاکٹر کرنل محمد یوسف شملہ پہاڑی والے لاہور، ڈاکٹر محمد نواز ماڈل ٹاؤن لائل پوری وغیرہ۔ کا علاج جاری رہا۔ معالجین سے واضح طور پر فرما دیتے کہ کوئی غیر مشروع یا مشکوک دوا میرے استعمال میں ہرگز نہ لائیں۔

مولانا مفتی نواب الدین مدرس وناظم تعلیمات جامعہ رضویہ لائل پور فرماتے ہیں کہ جن دنوں مولانا معین الدین شافعی اپنے اقارب کو ملنے بمبئی تشریف لے گئے تھے اور مولانا عبدالقادر احمد آبادی، سیلون بغرض تبلیغ تشریف لے گئے تھے، مجھے حضرت قبلہ شیخ الحدیث قدس سرہ نے علاج کے لئے فرمایا اور ہدایت فرمائی کہ ڈاکٹروں سے تاکیداً کہہ دیں کہ ہرگز کوئی ایسی دوائی استعمال نہ کرائیں جو شریعت کے خلاف ہو۔ (۱۹)

شعبان ۱۳۸۱ھ/جنوری ۱۹۶۲ء کے سالانہ جلسہ دستار فضیلت کے موقعہ پر آپ کی صحت بہت کمزور تھی۔ سنی رضوی جامع مسجد میں فارغ التحصیل علماء کی دستار بندی اور جبہ پوشی ہو رہی تھی۔ باوجود نقاہت کے آپ کے چہرے پر بشاشت تھی۔

جامعہ رضویہ کے اس سال کے جلسہ میں جو مشائخ کرام اور علماء عظام تشریف لائے، ان میں سے بعض کے اسماء گرامی یہ ہیں۔

☆ شمس العلماء حضرت علامہ عبدالمصطفیٰ ازہری، کراچی

☆ مفسر قرآن حضرت علامہ مفتی احمد یار خاں بدایونی، گجرات

☆ ممتاز الفقہاء حضرت علامہ مفتی اعجاز ولی خاں، بریلوی

☆ زینت القراء حضرت مولانا قاری محبوب رضا، کراچی

(۱۹) قلمی یادداشت مولانا مفتی نواب الدین، محررہ ۲۲ جون ۱۹۷۸ء

اس موقعہ پر آپ کی کمزوری اور بیماری کے پیش نظر خدام، احباب اہل سنت اور کراچی کے ارادت مندوں نے اصرار کیا کہ آپ علاج کے لئے کراچی تشریف لے چلیں، تاکہ ماہر اور تجربہ کار ڈاکٹروں سے علاج کروایا جاسکے، چنانچہ احباب و ارادت مندوں کے اصرار پر علاج کے لئے آپ پہلی مرتبہ کراچی تشریف لے گئے۔ کراچی میں آپ کا علاج نوید کلینک فریئر روڈ میں ہوا۔ ڈاکٹروں نے پوری توجہ سے علاج کیا۔ اللہ تعالیٰ نے جلد ہی آپ کو صحت عطا فرمائی۔ شوال، ذی قعدہ ۱۳۸۱ھ مارچ اپریل ۱۹۶۲ء کے دوران تقریباً ڈیڑھ دو ماہ کے علاج کے بعد جب آپ صحت یاب ہو کر جلوہ آرائے لائل پور ہوئے تو دنیا سنیت میں بہار آئی۔

ملک بھر میں ہر طرف فرحت ومسرت محسوس ہونے لگی۔ ۲۷ ذی قعدہ ۱۳۸۱ھ/۳ مئی ۱۹۶۲ء بروز جمعرات کو آپ بذریعہ شاہین ایکسپریس لائل پور جلوہ افروز ہوئے تو آپ کی صحت یابی کی خوشی میں سنی رضوی جامع مسجد میں عظیم الشان محفل میلاد اور جلسہ تہنیت منعقد کیا گیا۔ جس میں

☆ حضرت مولانا علامہ عبدالمصطفیٰ ازہری، کراچی

☆ حضرت مولانا قاری محبوب رضا خاں، کراچی

☆ حضرت مولانا مفتی ظفر علی نعمانی، کراچی

☆ حضرت مولانا ابوداؤد محمد صادق، گوجرانوالہ

☆ حضرت مولانا سید عباس علی شاہ، منڈی چوہڑکانہ ضلع شیخوپورہ

اور دیگر علماء نے آپ کی صحت یابی پر اظہار مسرت کرتے ہوئے، مولا کریم جل وعلا کے فضل وکرم، اس کے پیارے حبیب کریم ﷺ اور محبوبان حق رضوان اللہ علیہم کی عنایات وبرکات کا ذکر فرمایا۔ (۲۰)

طالبانِ حدیث نے آپ کی صحت یابی کو خصوصی طور پر اللہ تعالیٰ کا احسانِ عظیم شمار کیا۔ ہر طرف سے درجہ حدیث

(۲۰) اشتہار جلسہ تہنیت منعقدہ ۳ مئی ۱۹۶۲ء

کے طلباء جوق در جوق جامعہ رضویہ مظہر اسلام میں داخل ہونے لگے، تاکہ آپ کے فیوضات سے بہرہ ور ہوسکیں، تدریس حدیث چونکہ آپ کی روحانی غذا تھی۔ اس لئے درس حدیث کے دوران آپ بالکل تندرست حالت میں معلوم ہوتے تھے۔ نقاہت اور ڈاکٹروں کے منع کرنے کے باوجود آپ نے پھر چند ماہ درس حدیث دیا۔

علالت ونقاہت کے باعث یہ سلسلہ درس وتدریس زیادہ دیر تک جاری نہ رہ سکا، گرمی کے ایام میں طبیعت اور زیادہ کمزور ہوگئی۔ آپ سے عرض کیا گیا کہ موسم گرما میں ملک کے صحت افزا اور ٹھنڈے مقامات مری، ایبٹ آباد، ہری پور میں تشریف لے چلیں تاکہ وہاں علاج کے ساتھ ساتھ خوشگوار موسم بھی باعث فرحت وسکوں ہوگا۔ اس پر آپ نے ارشاد فرمایا۔

''اللہ تعالیٰ نے گرمی کیا ایسے ہی پیدا کردی ہے؟ گرمی سردی حکمت سے خالی نہیں۔''

پھر فرمایا۔

''وہاں چل کر جاؤں گا، واپس چل کر نہیں آؤں گا۔'' (۲۱)

لیکن خدام واحباب اور اکابر علماء کے پرزور اصرار پر آپ چند ہفتوں کے لئے دارالعلوم رحمانیہ ہری پور اور ایبٹ آباد تشریف لے گئے۔

یہ ربیع الثانی ۱۳۸۲ھ/ستمبر ۱۹۶۲ء کے دن تھے۔ (۲۲)

لیکن صحت یابی کی صورت نظر نہ آئی۔ نقاہت بدستور باقی تھی۔ اوائل جمادی الاولیٰ ۱۳۸۲ھ/اکتوبر ۱۹۶۲ء میں آپ واپس لائل پور تشریف لائے، اس مرتبہ چند روز کے لئے راولپنڈی میں حاجی عبدالحق امرتسری (دال گراں بازار) کے مکان واقع محلہ موہن پورہ میں قیام فرمایا۔ چونکہ حاجی صاحب مذکور کا مکان کئی منزلہ تھا۔ اس لئے ملاقاتیوں کو

(۲۱) روایت مولانا قاضی محمد فضل رسول، فیصل آباد، ۹ ربیع الاول ۱۴۰۵ھ

(۲۲) روایت مولانا سید محمد زبیر شاہ، چکوال۔ ۲۹ رجب ۱۴۰۶ھ

ملاقات میں دقت ہوتی۔ احباب نے جناب عاشق حسین، وکیل انکم ٹیکس کی نئی تعمیر شدہ کوٹھی میں قیام کے لئے تحریک کی۔ آپ نے فرمایا کہ حاجی صاحب کی رضامندی اور وکیل صاحب کی اجازت ضروری ہے۔

جناب عاشق حسین نے کوٹھی کی جملہ ضروری اشیاء خدمت میں پیش کردیں۔ حاجی صاحب نے بادل نخواستہ رضامندی ظاہر کی، لیکن نئی رہائش گاہ پر بھی روزانہ گائے کی لسی اور مکھن پیش کرتے۔ دن بھر آپ کی قیام گاہ محفل نعت خوانی بنی رہتی، ایک روز جب محفل نعت خوانی کے بعد صلوٰۃ وسلام پڑھا جارہا تھا، آپ نے بھی قیام فرمایا، حالانکہ اس وقت آپ کو ایک سو چار درجہ کا تیز بخار تھا۔ خدام نے کوشش کی کہ آپ کو سہارا دیں، مگر آپ نے ناپسند فرمایا، اور بغیر سہارا کے سلام کے دوران قیام فرمایا۔ (۲۳)

راولپنڈی، ہری پور سے دوسری مرتبہ کی واپسی کے بعد لائل پور ہی میں چند روز علاج ہوتا رہا۔ ان ایام میں آپ کی آنکھ کا جلال اور بڑھ گیا۔ کسی میں تاب نہ تھی کہ آپ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر گفتگو کرسکے۔

انہی ایام میں آپ سے بعض عجیب واقعات کا ظہور ہوا۔ حضرت صاحبزادہ قاضی محمد فضل رسول خلف اکبر حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ فرماتے ہیں کہ ایک روز میں گھر کے اندر موجود نہ تھا۔ آپ کو پیشاب کی حاجت محسوس ہوئی۔ علالت کے باعث بغیر سہارا کے آپ کا اٹھ کر پیشاب کے لئے بیت الخلاء تک جانا مشکل تھا۔ رجال الغیب سے کوئی آیا، اس نے آپ کو اٹھایا اور وہ آپ کو بیت الخلاء لے گیا۔ (۲۴)

انہی ایام میں آپ نے دربار حضرت داتا گنج بخش رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضری دی۔ علالت ونقاہت کے باعث سال بھر تک آپ دربار شریف کے اندر نہ جاسکے۔ جب بھی حاضری دیتے باہر سڑک پر ہی موٹر پر بیٹھے بیٹھے فاتحہ پڑھ لیتے۔ سیڑھیاں چڑھنا مشکل تھا۔ آخری مرتبہ جب حاضری دی تو اصرار فرمایا کہ اندر جاکر فاتحہ خوانی کروں گا۔ حضرت سید محمد معصوم شاہ نوری علیہ الرحمۃ مالک نوری کتب خانہ لاہور کے عرض کرنے کے باوجود آپ سیڑھیاں چڑھ کر اندر مزار پر حاضر ہوئے۔ اس حاضری کے وقت ایک خاص کیف طاری تھا۔ جسے الفاظ میں بیان کرنا مشکل ہے۔ (۲۵)

(۲۳) روایت حاجی منظور احمد، لال کرتی، راولپنڈی، ۱۳ رجب ۱۴۰۵ھ

(۲۴) روایت مولانا قاضی محمد فضل رسول، فیصل آباد، ۹ ربیع الاول ۱۴۰۵ھ

(۲۵) روایت مولانا قاضی محمد فضل رسول، فیصل آباد، ۹ ربیع الاول ۱۴۰۵ھ

لائل پور میں چندروز کے قیام اور علاج کے باوجود طبیعت بحال نہ ہوئی۔ کمزوری بڑھتی جارہی تھی۔ مولانا مفتی ظفر علی نعمانی، دیگر علماء کراچی اور احباب اہل سنت نے پرزور التجا کی کہ علاج کے لئے دوبارہ کراچی چلنے کے لئے آپ رضامند ہوجائیں۔ آپ نے احباب کی دلجوئی کی خاطر فرمایا۔

''اچھا دن مقرر کرلو۔''

چنانچہ ۱۹ جمادی الاخری ۱۳۷۲ھ/۱۹ اکتوبر ۱۹۶۲ء بعد جمعہ کراچی کے لئے بذریعہ شاہین ایکسپریس روانگی ہوئی۔ دوسرے روز کراچی پہنچ گئے۔

عالمگیر روڈ پر جناب ڈاکٹر کیپٹن عبدالغنی صدیقی کے عالم گیر کلینک میں قیام فرمایا۔ اور انہی کی زیر نگرانی ڈاکٹر کرنل شاہ کا علاج شروع ہوا۔ ڈاکٹر صدیقی نے انتہائی حسن اخلاق اور محبت سے علاج اور خدمت کی۔

ڈاکٹر کرنل شاہ کے علاج سے طبیعت قدرے بحال ہوئی۔ چندروز کے بعد طبیعت دوبارہ کمزور ہونے لگی۔ آپ نے مولانا معین الدین شافعی سے ارشاد فرمایا۔

''مولوی معین! ہمیں لائل پور لے چلو۔ میں نہیں چاہتا کہ تمہیں بعد میں لے جانے میں دشواری ہو۔ اور اس وقت لے جانے سے کیا فائدہ؟ جب احباب کہیں، اب ان کو پہنچانا چاہئے۔''

اکابر علماء ومشائخ عظام، احباب اہل سنت اور عقیدت کیشوں نے آپ کی تیمارداری اور علاج میں جو مساعی فرمائیں، اس کی مثال بہت کم ملتی ہے۔ ان حضرات نے اپنے آرام کو آپ کے آرام وسکون کی خاطر ختم کردیا۔ دن رات ہمہ وقت تیمارداروں کا تانتا بندھا رہتا، جو حضرات کراچی میں آپ کی تیمارداری فرماتے اور علاج میں ہر ممکنہ کوشش فرماتے، ان میں سے بعض کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

☆ پیرزادہ سید عبدالقادر گیلانی سفیر عراق متعینہ پاکستان (نبیرہ حضور غوث اعظم)

☆ علامہ عبدالمصطفیٰ ازہری، شیخ الحدیث دارالعلوم امجدیہ کراچی (خلف الرشید حضرت صدرالشریعہ مولانا محمد امجد علی اعظمی)

☆ مولانا مفتی ظفر علی نعمانی، کراچی

☆ مولانا قاری محبوب رضا خاں، کراچی

☆ مولانا عبدالحامد بدایونی، سابق صدر جمعیت علماء پاکستان

☆ مولانا محمد عمر نعیمی، مرادآبادی۔ کراچی

☆ مولانا محمد یعقوب حسین ضیاء القادری، کراچی

☆ مولانا عبدالسلام باندوی کراچی

☆ جناب سیٹھ حاجی عبدالعزیز، کراچی

☆ جناب مولانا محمد شفیع قادری، کراچی

☆ مولانا محمد محسن فقیہ شافعی، کراچی وغیرہ

مولانا مفتی ظفر علی نعمانی اور جناب سیٹھ حاجی عبدالعزیز علاج کے سلسلہ میں خصوصی ذکر کے مستحق ہیں۔ جناب سیٹھ حاجی عبدالعزیز نے کراچی میں آپ کے علاج کے جملہ مصارف خود برداشت کئے۔ مولا کریم جل وعلا نے انہیں اس محبت وعقیدت کی بدولت اس دنیا میں اپنے انعامات سے نوازا، اور جب ۶۸۔ ۱۳۶۷ھ میں ان کا وصال ہوا تو اس وقت ان کا سر سجدہ میں تھا۔ شاید شجرہ مبارکہ کے اس دعائیہ شعر نے اپنا اثر دکھایا۔

یا الٰہی سردر احمد پہ ہو وقت اجل
مرشدی سردار احمد بارضا کے واسطے (۲۶)

حضرات علماء کرام آپ پر نثار ہو ہو جاتے۔ آپ کی صحت وقوت کے لئے دعاؤں کا وسیع سلسلہ جاری تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ عملی طور پر علاج معالجہ میں تگ ودو میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کررہے تھے۔ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ بھی ان کی دل جوئی میں حتی المقدور کوشش فرماتے۔ علماء کرام جب بھی حاضر ہوتے آپ انہیں فرماتے۔

''مجھے اب لائل پور جانے کی اجازت دیجئے۔ میری طبیعت لائل پور جانے کو چاہتی ہے۔''

(۲۶) روایت مولانا قاضی محمد فضل رسول، فیصل آباد۔ ۹ ربیع الاول ۱۴۰۵ھ

ایک روز مولانا معین الدین سے ارشاد فرمایا۔

''مولوی معین! میری ظاہری حالت کو نہ دیکھو۔ دل کی حالت بیان نہیں کرسکتا، مجھے لائل پور لے چلو۔''

پھر فرمایا۔

''علامہ ازہری صاحب کو بلاؤ''

علامہ ازہری صاحب تشریف لائے۔ ارشاد فرمایا۔

''حضرت میں آپ سے ایک درخواست کرتا ہوں، میں آپ سے کہنا یہ چاہتا ہوں کہ میری طبیعت اچھی ہے یا نہیں لیکن میری ظاہری حالت پر نہ جائیے۔ دلی کیفیت بیان سے باہر ہے۔ مجھے لائل پور جانے دیجئے۔''

علماء ومحبین سے ایسے کلمات کہنا دراصل ان کی عزت افزائی کے طور پر تھا۔ علاوہ ازیں ان کلمات کے پیش منظر جو واقعہ ہونے والا تھا اس کا صاف صاف بیان تھا۔

اب حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کے پیہم اصرار اور تقاضا پر احباب کا یہی مشورہ ہوا کہ آپ کو لائل پور واپس لے جایا جائے۔ چنانچہ ایک دو روز میں روانگی ہونے والی تھی کہ جناب ڈاکٹر مشتاق حسین تشریف لائے اور اچھی طرح معائنہ کے بعد کہنے لگے۔

''چند روز مجھے بھی موقعہ ملنا چاہئے۔''

چنانچہ انہوں نے علاج شروع کیا۔ چند روز میں ہی افاقہ معلوم ہوا۔ تازہ علاج سے آپ کی طبیعت بحال ہونے لگی۔ اب خود بخود اٹھنے بیٹھنے لگے۔ چلنا پھرنا شروع ہوگیا۔ احباب ملاقات کو آتے تو فرماتے۔

''اب میری طبیعت اچھی ہے۔ اب ہم اچھے ہو رہے ہیں۔''

ڈاکٹر مشتاق حسین کے علاج سے فوری صحت یابی دیکھ کر احباب بہت خوش ہوئے۔ دنیائے سنیت کی دعائیں پوری ہونے لگیں۔ مرادیں برآئیں۔ ہر طرف مسرت کی لہر دوڑ گئی۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا گیا۔ حضرت شیخ الحدیث قدس

سرہ جب بھی کراچی تشریف لے جاتے آپ حضرت جیلانی میاں بریلوی قدس سرہ کے داماد جناب شوکت میاں کے گھر ضرور تشریف لے جاتے۔ وصال سے چند روز قبل انتہائی نقاہت کے دنوں جناب شوکت میاں آپ کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کی حضور! اس مرتبہ آپ میرے غریب خانہ پر تشریف نہیں لائے۔

فرمایا ان شاء اللہ حاضر ہوں گا۔ نقاہت کے پیش نظر اس وعدہ کا پورا ہونا مشکل نظر آتا تھا۔ مگر جناب شوکت میاں دوسرے روز انتہائی حیران ہوئے کہ جب آپ ان کے ہاں تشریف فرما ہوئے۔ درحقیقت خاندان رضویت سے آپ کا گہرا روحانی تعلق ہی اس کا باعث ہوا۔ (۲۶۔۱)

۲۵ رجب المرجب ۱۳۸۲ھ/ ۲۳ دسمبر ۱۹۶۲ء بروز اتوار تک طبیعت بہت اچھی رہی۔ نماز عصر کے لئے وضو فرمایا، کہ طبیعت گرنے لگی۔ ۲۷ رجب کو کمزوری بڑھ گئی۔ ۲۹ رجب کو استغراقی کیفیت ہوگئی۔ دونوں ہاتھ بندھ گئے، اللہ ہو، اللہ ہو، سانس کے ساتھ جاری ہوگیا۔ بعد جمعہ احباب اس تشویش ناک کیفیت کو سن کر جمع ہوگئے۔ پیر فاروقی صاحب کراچی تشریف لائے۔ آپ نے آنکھیں کھولیں اور پیر صاحب کو دیکھا۔ زبان پر اللہ ھُو، اللہ ھُو جاری تھا۔ پیرزادہ سید عبدالقادر سفیر عراق تشریف لائے۔

جب تک جناب پیرزادہ صاحب موجود رہے آپ انہی کی طرف دیکھتے رہے۔ گویا۔ آنکھیں حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت اور آپ کا جلوہ مشاہدہ کررہی تھیں۔ احباب وخدام آپ کی استغراقی کیفیت سے پریشان تھے۔ مولانا علامہ ازہری صاحب نے فرمایا کہ ''یــا سلامُ'' کثرت سے پڑھو۔ ڈاکٹر صدیقی، ڈاکٹر مشتاق کو لے آئے۔ انہوں نے ناڑ کا انجکشن لگایا۔ قدرے تقویت ہوئی۔ آپ نے اپنا رخ قبلہ رو کرلیا۔ ڈاکٹر مشتاق کی تجویز ہوئی کہ اس حالت میں آپ کو آکسیجن لگائی جائے تاکہ سانس لینے کی دشواری نہ رہے۔ مولانا مفتی ظفر علی رات بارہ کے قریب آکسیجن لے آئے۔ آکسیجن لگانے سے آپ کی آواز صاف ہوگئی۔ اور ہر سانس کے ساتھ اللہ ہو کی آوازیں آرہی تھیں۔

(۲۶۔۱) روایت مولانا مفتی عبدالقیوم ہزاروی لاہور۔ ۱۵ رمضان المبارک ۱۴۰۶ھ

رشد وہدایت کا وہ مہر منیر جس کی نورانی کرنوں نے عالم اسلام کی فضاؤں کو منور کردیا اور جس کی تنویر پر ضیا نے ضلالت وجہالت کی تاریکیوں اور دبیز پردوں کو چاک کردیا، جس کا ایک ایک سانس صراط مستقیم پر چلنے والوں کے لئے خضر راہ تھا، علم وفضل، عرفان وایقان کا وہ بحر بیکراں جس کی فیاض موجوں نے برصغیر پر پھیل کر علم وعمل، رشد وہدایت، اخلاص وللّٰہیت کے دریا بہائے، اس مقدس ہستی نے یکم شعبان ۱۳۸۲ھ/۲۹ دسمبر ۱۹۶۲ء، جمعہ ہفتہ کی درمیانی رات ایک بج کر چالیس منٹ پر اللہ ہو کی آواز سے داعی اجل کو لبیک کہا۔ ''اِنَّالِلّٰہِ وَاِنَّااِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ''

انتقال سے قبل ہی ایک روز صاحبزادہ قاضی محمد فضل رسول، صوفی اللہ رکھا اور دیگر احباب کراچی پہنچے۔ صاحبزادہ صاحب سے جامعہ رضویہ، مسجد اور گھر کے بارے میں پوچھا۔

انتقال سے پیشتر ہی فرمادیا تھا کہ جمعہ کے بعد سفر ہوگا۔ آپ کی زبان سے یہ الفاظ بھی سنے گئے۔

بعد جمعہ جو کچھ کام　　اس کے ضامن شیخ نظام

ایک روز جناب محمد انور، توکلی ٹریڈنگ والے حاضر ہوئے۔ مزاج پرسی کے بعد حضرت نے فرمایا۔

''محمد انور! میں ایک مہینہ کراچی میں مہمان ہوں۔ آپ بھی ہمارے ہمراہ لائل پور ضرور چلنا۔''

محمد انور نے وہ تاریخ نوٹ کرکے رکھی۔ ایک مہینہ پورا ہوا لیکن حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ قبلہ رو بصحت ہوچکے تھے۔ محمد انور کو تعجب ہوا۔ جب حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ سلام عرض کرکے بیٹھے ہی تھے کہ ارشاد فرمایا۔

''محمد انور! ہم نے آپ سے کہا تھا ایک مہینہ ہیں۔ لیکن اب ہم نے علامہ ازہری قبلہ کے اصرار پر پندرہ روز اور بڑھا دیئے ہیں۔''

پورے پندرہویں روز آپ کا وصال ہوا۔

شدت تکلیف کے ایام میں جب بھی پانی پلایا جاتا اور بسم اللہ پڑھی جاتی تو فوراً منہ کھولتے اور پانی نوش فرمالیتے بعض اوقات اگر بغیر بسم اللہ کہے منہ میں پانی ڈالا جاتا تو منہ بند رکھتے۔ اور پانی باہر گر جاتا۔ سبحان اللہ۔ اتباع سنت ہو تو ایسی ہو۔ آپ کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ ہر لقمہ پر بسم اللہ کہتے۔ اسی طرح اس حالت میں اتباع سنت کا پاس رہا۔

وقت وصال جب آپ کے تنفس سے اللہ ہو کی ضربیں لگ رہی تھیں، علماء کرام نے کئی بار سورۃ یٰسین پڑھی۔ آپ کے کان میں اذان دی گئی۔ قصیدہ غوثیہ، درود تاج شجرہ قادریہ رضویہ پڑھا گیا۔

وصال سے پہلے لائل پور میں حضرت سید محمد معصوم نوری (م ۲۹ شوال ۱۳۸۸ھ/۱۸ جنوری ۱۹۶۹ء) سجادہ نشین سادا چک (ضلع گجرات) عیادت کے لئے حاضر ہوئے۔ ان دنوں کمزوری بہت تھی۔ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کو اندر خبر ہوئی کہ شاہ صاحب تشریف لائے ہیں۔ آپ نے انہیں بلالیا۔ خیر وعافیت کے بعد آپ نے فرمایا۔

''شاہ صاحب دو باتوں کا گواہ رہئے۔ ایک یہ کہ فقیر، حضور غوث پاک شہنشاہ بغداد کا غلام ہے۔
دوسرے یہ کہ اس فقیر نے ساری عمر کسی بے دین وبدمذہب سے مصافحہ نہیں کیا۔'' (۲۷)

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے وصال پر حضرت مولانا مفتی احمد یار خاں بدایونی گجراتی (۳ رمضان المبارک ۱۳۹۱ھ/۲۴ اکتوبر ۱۹۷۱ء) اور حضرت مولانا محمد عبدالغفور ہزاروی (۷ شعبان ۱۳۹۰ھ/۹ اکتوبر ۱۹۷۰ء) اور دیگر علماء بذریعہ ریل وزیرآباد سے عازم لائل پور ہوئے تاکہ جنازہ میں شرکت کرسکیں۔ یہ فقیر قادری عفی عنہ الہادی (راقم الحروف) بھی ان حضرات کے ہمراہ تھا۔ راستہ میں حضرت مولانا مفتی احمد یار خاں علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ ایام علالت میں آپ کی عیادت کے لئے حاضر ہوا تھا۔ دوران گفتگو آپ نے مجھے فرمایا کہ

''مفتی صاحب! گواہ رہنا، میں حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا غلام ہوں۔''

حضرت صاحبزادہ قاضی محمد فضل رسول مدظلہ فرماتے ہیں کہ آخری ایام علالت میں احباب وخدام اور رشتہ دار جو بھی آپ کی عیادت کے لئے حاضر ہوتے آپ انہیں فرماتے۔

''مذہب حق، مذہب مہذب اہل سنت وجماعت ہی سچا مذہب ہے۔ اس کے علاوہ جتنے فرقے ہیں
وہ سب باطل ہیں۔ اہل سنت وجماعت ہی کے عقائد پر ہمیشہ مستقیم رہنا۔'' (۲۸)

---

(۲۷) روایت حکیم اہل سنت محمد موسیٰ امرتسری ۔ ۲۲ صفر المظفر ۱۴۰۴ھ

(۲۸) روایت صاحبزادہ قاضی محمد فضل رسول، فیصل آباد ۹ ربیع الاول ۱۴۰۵ھ

وصال سے قریباً چھ ماہ قبل آپ نے ایک خواب دیکھا تھا۔ جس میں آپ نے اکابرامت، مشائخ عظام حضور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا، حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا بریلوی، صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی، صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی اعظمی، مرشد برحق خواجہ شاہ سراج الحق گورداسپوری اور دیگر پاکان امت قدست اسرارھم کی زیارت فرمائی۔

انہی دنوں آپ نے یہ خواب احباب وخدام سے بیان فرما کر ارشاد فرمایا کہ ”

ان مشائخ کرام کی زیارت وملاقات سے یہی محسوس ہوتا ہے کہ وہ وقت قریب ہے کہ یہ فقیر خود ان سے جاملے۔“

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ آپ جلد ہی اپنے ان مشائخ عظام سے ملاء اعلیٰ میں جاملے۔

وصال سے قبل آپ نے متعدد حضرات سے جو آپ کی عیادت کے لئے تشریف لائے فرمایا۔

”شاید فقیر اور آپ کی یہ آخری ملاقات ہو۔“

چنانچہ آپ کے ارشاد کے مطابق ہوا، جن جن حضرات سے آپ نے فرمایا ان سے دوبارہ وصال سے پہلے ملاقات نہ ہوسکی۔ حضرت صاحبزادہ سید فیض الحسن۔ آلومہار نے چہلم کی تقریب پر اپنا واقعہ بیان فرمایا کہ میری آخری ملاقات پر آپ نے یہی فرمایا۔ میں نے عرض کیا حضور! اللہ تعالیٰ آپ کی عمر دراز فرمائے۔ قوت وعافیت سے آپ دوبارہ خدمت دین بجالائیں۔ ہم اہل سنت کو ابھی آپ کی اشد ضرورت ہے۔ فرمایا۔

”شاہ صاحب! اللہ تعالیٰ کے وعدے پورے ہو کر رہتے ہیں۔“ (۲۹)

ایام علالت میں علماء کرام، مشائخ عظام اور احباب وخدام عیادت کے لئے کثیر تعداد میں تشریف لائے۔ باوجود ڈاکٹروں کے منع کرنے کے آپ ان سے ملاقات فرماتے۔ بعض اوقات خدام کے منع کے باوجود کسی طرح آپ کو معلوم

(۲۹) قلمی یادداشت شیخ محمد امین، فیصل آباد، مخزونہ جامعہ رضویہ نظامیہ لاہور

ہوجاتا کہ فلاں فلاں حضرات موجود ہیں اور وہ تیمارداری کے لئے حاضر ہیں ۔ آپ خود انہیں اندر بلا لیتے۔ خدام سے فرماتے کہ یہ حضرات کتنی دور سے کس محبت سے تشریف لائے ہیں۔

تیمارداروں کا یہ سلسلہ روز بروز بڑھ رہا تھا۔ ملک بھر میں شاید ہی کوئی ایسا عالم یا صاحب سجادہ ہوگا جو آپ کی عیادت کے لئے تشریف نہ لایا ہو۔ یہ حضرات آپ کو علیل دیکھ کر غمزدہ ہوجاتے۔ آپ کی صحت وقوت کے لئے دعائیں فرماتے۔

کیوں نہ ہو عالم کی بقا عالم سے ہے۔ عالم کا ذرہ ذرہ عالم کے لئے دعائے مغفرت اور دعائے خیر وبرکت کرتا ہے۔ حدیث پاک میں ہے۔

”وَاِنَّ الْعَالِمَ یَسْتَغْفِرُلَهٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ وَالْحِیْتَانُ فِیْ جَوْفِ السَّمَاءِ“ (۳۰)

ترجمہ۔ عالم کے لئے آسمانی مخلوق اور زمینی مخلوق اور پانی کی مچھلیاں مغفرت طلب کرتی ہیں۔

ایک اور حدیث میں ہے۔

”اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِکَتَهٗ وَاَهْلَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ حَتّٰی النَّمْلَةِ فِیْ جُحْرِهَا وَحَتَّی الْحُوْتَ لَیُصَلُّوْنَ عَلٰی مُعَلِّمِ النَّاسِ الْخَیْرَ“ (۳۱)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ (اپنی شان کے لائق) لوگوں کو نیکی سکھانے والے عالم پر رحمت فرماتا ہے اور اس کے فرشتے، آسمان وزمین والی مخلوق، حتی کہ چیونٹی جو اپنے بل میں ہے اور مچھلی (جو پانی میں ہے) عالم کی بھلائی کے لئے دعائے خیر وبرکت کرتی ہے۔

وصال سے قبل حضرت پیر فاروقی صاحب کراچی تشریف لائے، جب حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کی یہ کیفیت دیکھی تو بے قرار ہوئے۔ پیر صاحب نے فرمایا کہ میں لائل پور حضرت سے ملنے گیا تھا۔ لیکن وہاں جاکر پتہ چلا کہ آپ دو

(۳۰) رواہ احمد، ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ، دارمی عن کثیر بن قیس
(۳۱) رواہ ترمذی عن ابی امامۃ الباہلی ورواہ الدارمی عن مکحول

ماہ سے بغرض علاج کراچی گئے ہوئے ہیں، پیر صاحب نے فرمایا کہ میں نے شب معراج (۲۷ رجب المرجب ۱۳۸۲ھ/۲۶ دسمبر ۱۹۶۲ء میں خواب میں بزرگان دین اور ولیاء کاملین کی زیارت سے مشرف ہوا ہوں، اور یہ دیکھا کہ بزرگان دین حضرت محدث اعظم پاکستان کی طرف تشریف لے جا رہے ہیں۔ یہ خواب دیکھا تو بڑا پریشان ہوا۔ یہاں کا پتہ معلوم کر کر کے حاضر ہوا ہوں۔

جب پیر صاحب تشریف لائے تو حضرت سے عرض کیا گیا کہ پیر فاروقی صاحب تشریف لائے ہیں۔ آپ نے آنکھیں کھولیں اور پیر صاحب کی طرف دیکھا۔ زبان پر اللہ ھو جاری تھا۔ (۳۲)

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کو اپنے اساتذہ کرام سے نہایت گہرا روحانی تعلق تھا۔ آپ کی زندگی اپنے اساتذہ کرام کے طریقہ مرضیہ کے مطابق گذری۔ یہاں تک کہ آپ نے طبعی امور میں بھی ان اولیاء کاملین کی اتباع کی۔ مولانا عبدالمصطفیٰ الازہری (ایم۔این۔اے) شیخ الحدیث دارالعلوم امجدیہ کراچی فرماتے ہیں کہ قیام بریلی کے عرصہ میں پالی (بھارت) میں آپ اپنے استاد مکرم حضرت صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی رضوی قدس سرہ کے ساتھ بغرض مناظرہ تشریف لے گئے۔ پالی میں جن حضرات نے علماء کو دعوت دی تھی، انہوں نے کھانے میں گوشت کے علاوہ مچھلی کا اہتمام بھی فرمایا تھا۔ پنجابی ہونے کے ناطے سے آپ کو مچھلی کی نسبت گوشت مرغوب تھا۔

اور آپ کے استاد محترم کو حضرت صدر الشریعہ قدس سرہ مچھلی سے رغبت رکھتے تھے۔ کھانے کے دوران آپ نے اپنی مرغوب غذا گوشت سے کھانا شروع فرمایا۔ حضرت صدر الشریعہ قدس سرہ نے فرمایا۔

''مولانا! کیا آپ مچھلی پسند نہیں کرتے؟''

اس کے بعد آپ نے اپنے استاد مکرم کی طبعی مرغوب شے (مچھلی) سے بھی رغبت فرمایا کرتے تھے۔ (۳۳)

---

(۳۲) ا روایت مولانا عبدالمصطفیٰ الازہری۔ ختم قل شریف کے موقعہ پر

ب روایت مولانا محمد معین الدین شافعی، ماہنامہ نوری کرن بریلی۔ مارچ اپریل ۱۹۶۳ء ص ۴۷

(۳۳) روایت مولانا عبدالمصطفیٰ الازہری۔ ختم قل شریف کے موقعہ پر

نوٹ: حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے ختم قل شریف پر علماء کی تقاریر کے ٹیپ، حضرت صاحبزادہ قاضی محمد فضل رسول، فیصل آباد کے پاس محفوظ ہیں، یہ معلومات انہی تقاریر سے اخذ کی ہیں۔ فقیر قادری عفی عنہ۔

اساتذہ کرام کے طریقے پر چلنے سے آدمی ولی بن جاتا ہے۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس کے لئے دلائل کی ضرورت نہیں۔ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ نے اپنے استاد مکرم صدر الشریعہ حضرت مولانا امجد علی قدس سرہ کے طریقوں پر زندگی بھر عمل کیا۔ آپ کے اتباع اساتذہ کرام کی کمال معراج ملاحظہ ہو کہ آپ نے وصال اور بعد وصال کی کیفیات میں بھی اپنے اساتذہ کرام جو اولیاء کاملین میں سے تھے، کی سنت پر عمل کر کے دکھا دیا۔

آپ کے استاد گرامی حضرت صدر الشریعہ بغرض حج براستہ بریل عازم بمبئی ہوئے۔ راستہ میں بعارضہ بخار بیمار ہو گئے۔ ساحل سمندر بمبئی میں آپ کا وصال (۲ ذی قعدہ ۱۳۶۷ھ/ ۷ ستمبر ۱۹۴۸ء) نصف رات کے بعد ہوا۔ ان کا جنازہ بذریعہ ریل گھوسی (بھارت) لایا گیا۔ جہاں آپ کی تدفین عمل میں آئی۔ (۳۴)

☆ اِدھر حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کا وصال ساحل سمندر کراچی میں ہوا۔

☆ وطن سے دور ساحل سمند بمبئی میں اپنے استاد گرامی کی سنت وصال پر آپ نے عمل کر کے ان سے روحانی تعلق کو واضح کر دیا۔

☆ استاد گرامی کی اتباع میں آپ کا جنازہ بھی بذریعہ ریل اپنے وطن مالوف لایا گیا۔ جہاں تدفین عمل میں آئی۔

اولیاء کاملین، اساتذہ کرام سے ایسا گہرا تعلق کہ زندگی بھر اور وقت وصال بھی ان ہی کے طریقہ پر عمل، اتباع اسلاف کی ایسی مثالیں بہت کم ملتی ہیں۔

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے وصال پر ملال کی قلب وجگر کو پاش پاش کر دینے والی خبر وحشت اثر تار، ٹیلی فون، ریڈیو، اور اخبارات کے ذریعہ سارے ملک میں پھیل گئی۔ جہاں کسی نے سنا دل گرفتہ ہو کر رہ گیا۔ اور یقین نہ آتا تھا کہ یہ خبر مفارقت درست ہے۔ بہر حال وعدہ الٰہیہ ہو کر رہتا ہے، اس سے کسی کو مفر نہیں۔

سب سے پہلے مرکز اہل سنت لائل پور کو خبر دی گئی۔ رات کے اس آخری حصہ میں ملنے والی المناک خبر نے ہر کسی کو دم بخود کر دیا۔ لیکن تھوڑی دیر بعد یہاں کے متوسلین حضرات نے آنے والے وقت کے بارے میں سوچا۔ احباب،

---

(۳۴) روایت مولانا عبدالمصطفیٰ الازہری، ختم قل شریف حضرت شیخ الحدیث کے موقعہ پر

عقیدت مند، خدام ومتوسلین نے جوش اور ولولہ کے ساتھ آئندہ پروگرام کے لئے اپنے آپ کو تیار کیا۔ دوبارہ کراچی بذریعہ ٹیلی فون رابطہ قائم کر کے پروگرام دریافت کیا گیا۔ وہاں سے یہ بتایا گیا کہ میت مبارکہ اتوار کو بذریعہ ہوائی جہاز یا ریل لائل پور لے کر پہنچ جائیں گے۔ آپ اعلان کر دیں کہ جنازہ کی نماز بروز اتوار دو بجے ادا کی جائے گی۔

لائل پور کی طرح کراچی میں بھی عاشق مصطفیٰ ﷺ کے وصال کی خبر نے کہرام مچادیا۔ درودیوار سوگوار تھے، اور متوسلین غمناک۔ مخلص کارکنوں نے بڑی جلدی تمام انتظام مکمل کر لئے۔ اس مبارک انتظام واہتمام کرنے والوں کا بیان ہے کہ ابتداً ہمیں بڑی ذہنی الجھن تھی کہ اتنا وسیع انتظام کیسے ہوگا۔

اول تو صدمہ سے ہمارے حواس ہی بجانہ تھے۔ پھر عالم اسلام کی مقتدر شخصیت کے وصال پر عظیم تیاریوں کے لئے ہم اپنے کو اہل ہی نہ سمجھتے تھے۔ ہم بساط بھر کوشش تو کر رہے تھے۔ لیکن مطمئن نہ تھے۔ لیکن ہم نے محسوس کیا کہ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کی عظیم وجلیل قوت نے تمام بڑے بڑوں کو ہمارا ہمدرد بنادیا۔ ہمارے تمام معاملات بالکل آسان ہو گئے۔ چنانچہ ہمیں پتہ بھی نہ چلا کہ یہ سارے عظیم انتظامات کب مکمل ہو گئے ہیں۔

میت مبارکہ کو لائل پور پہنچانے کے لئے ہوائی سروس سے رابطہ کیا گیا اور انہیں بتایا گیا کہ اندازاً اتنے افراد جنازہ کے ساتھ لائل پور جانے کے لئے تیار ہیں۔ انہوں نے نہایت ہمدردی اور خلوص سے مشورہ دیا اور اتنی کثیر تعداد میں بیک وقت نشستیں مہیا کرنے سے معذوری کی۔ اس لئے مناسب یہ ہے کہ آپ بذریعہ شاہین ایکسپریس میت کو لائل پور لے جائیں۔ اس میں سہولت رہے گی۔

ازاں بعد محکمہ ریلوے سے رجوع کیا گیا۔ ریل کی ایک خصوصی بوگی کا انتظام اس خوبصورتی کے ساتھ ہو گیا کہ وہ بیان وگمان سے باہر تھا۔ اس پر لطف یہ کہ اس پر خرچ بھی بہت کم آیا۔

ہوائی جہاز کی بجائے ریل سے آخری سفر کا انتخاب بھی آپ کی طرف سے درحقیقت اتباع اساتذہ کرام کی خاطر تھا۔ ورنہ محبوبان بارگاہ الٰہی کے لئے مخلوقات مسخر کر دی جاتی ہیں۔ ان کی رضا کے مطابق کائنات میں تصرف ہوتا ہے۔ ان کے روحانی مقامات اتنے بلند وبالا ہوتے ہیں کہ خود ان کا خالق اپنے عظیم لطف وکرم سے ان کی منشا کو پورا فرماتا ہے۔

کراچی میں آپ کے وصال کی صبح ہوتے ہی عشاق کی آمد شروع ہو گئی۔ ہر ایک غم میں ڈوبا ہوا تھا۔ آنکھوں میں آنسو جاری تھے۔ حضرت صاحبزادہ والاشان قاضی محمد فضل رسول بذریعہ ہوائی جہاز لائل پور روانہ ہو گئے، تاکہ لائل پور میں آپ کی تجہیز وتکفین اور آخری سفر کے تمام مراحل کی خود نگرانی کر سکیں۔ ادھر کراچی میں آپ کو غسل دیا گیا۔ غسل دینے والوں میں جلیل القدر علماء ومشائخ کرام کے علاوہ خدام بھی شامل تھے۔

آپ کے غسل میں درج ذیل حضرات شریک تھے۔

☆ زینت العلماء حضرت علامہ مولانا عبدالمصطفیٰ الازہری، شیخ الحدیث دارالعلوم امجدیہ کراچی

☆ تاج العلماء حضرت علامہ مولانا محمد عمر نعیمی، مہتمم دارالعلوم مخزن علوم عربیہ کراچی

☆ فخر العلماء حضرت علامہ مولانا مفتی ظفر علی مہتمم دارالعلوم امجدیہ کراچی

☆ فقیہ شوافع حضرت مولانا قاضی محمد محسن فقیہ شافعی، کراچی۔

☆ حضرت مولانا محمد معین الدین شافعی، فیصل آباد

☆ حضرت مولانا عبدالحمید شاہ، کراچی

☆ جناب سیٹھ حاجی اسمٰعیل جمال کراچی

☆ جناب حاجی اللہ رکھا، فیصل آباد

بعد غسل آپ کو کفن پہنایا گیا۔ کفن پر علامہ محمد ظفر علی نے کلمہ طیبہ لکھا۔ علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری نے ''یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیأللہ'' لکھا اور حضرت مولانا معین الدین نے ''یاغوث اعظم دستگیر ما'' لکھا۔ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کی وصیت تھی کہ میرے کفن پر حضور سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام مبارک لکھنا۔ ایک مرتبہ حضور پرنور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی منقبت ہو رہی تھی۔ صوفی جمیل الرحمٰن قادری رضوی کا یہ شعر پڑھا گیا۔

عزیز کر چکو تیار جب میرے جنازہ کو
تو لکھ دینا کفن پر نام والا غوث اعظم کا

ارشاد فرمایا۔

''مولوی معین! یاد رکھنا میرے کفن پر حضور آقائے اکرام سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اسم گرامی ضرور لکھنا۔''

جنازہ تیار کر کے آرام باغ لایا گیا۔ نماز جنازہ میں امامت کے فرائض جگر گوشہ صدر الشریعہ حضرت علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری نے انجام دیئے۔ ہزاروں افراد جنازہ میں شریک تھے۔ مقامی طور پر جن علماء واحباب نے جنازہ میں شرکت فرمائی ان میں سے بعض کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

☆ حضرت پیرزادہ سید عبدالقادر گیلانی، سفیر عراق متعینہ پاکستان

☆ حضرت علامہ عبدالحامد بدایونی سابق مرکزی صدر جمعیت علماء پاکستان

☆ حضرت علامہ محمد عمر نعیمی کراچی

☆ حضرت مولانا مفتی ظفر علی کراچی

☆ حضرت مولانا شاہ ضیاء القادری کراچی

☆ حضرت مولانا قاری محبوب رضا خاں بریلوی

☆ حضرت مولانا عبدالسلام باندوی کراچی

نماز جنازہ کے بعد چہرۂ انور کی زیارت کرائی گئی۔ بعدۂ تابوت میں رکھا گیا۔ اب ''رضوی دولھا'' کو ہزاروں ''براتی'' بڑی شان وشوکت اور عظمت ومحبت سے اپنے کندھوں پر اٹھائے کراچی سٹیشن تک لائے، جہاں ہزاروں اشکبار آنکھوں نے اپنے محبوب کو رخصت کیا۔ راستہ میں نعت خوانی ہوتی رہی۔ اسٹیشن پر صلوٰۃ وسلام ہوا۔ بغیر کسی تکلف اور پریشانی کے گاڑی میں جگہ مل گئی۔ تابوت کے لئے تو ڈبہ مخصوص تھا۔ دیگر علماء کے لئے بھی ڈبہ مخصوص کروالیا گیا تھا۔

کراچی سے حضرت کے تابوت کے ہمراہ علماء اور خدام

حضرت علامہ مولانا ازہری	حضرت مفتی ظفر علی
حضرت مولانا قاری محبوب رضا خاں	مولانا عبدالودود

مولانا ظہیر الحسن	مولانا اسرار المصطفیٰ
جناب محمد شفیع قادری	جناب محمد انور
جناب حاجی فقیر محمد	جناب صوفی بابا احمد بھائی
جناب عبدالغنی عثمان بھائی	جناب صوفی عبدالرحمٰن
جناب عبدالمجید	جناب صوفی اللہ رکھا

اور مولانا محمد معین الدین وغیرہ حضرات ہمراہ تھے۔ جب گاڑی کوٹری پہنچی تو عشاق کا اجتماع عظیم زیارت کے لئے سٹیشن پر موجود تھا۔ اسی طرح حیدرآباد، شہداد پور، نواب شاہ، خیرپور اسٹیشن پر بھی احباب موجود تھے۔ جب روہڑی پر پہنچے تو زیارت کرنے والوں نے گاڑی کو گھیر لیا۔ اور ''مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام'' پڑھنا شروع کیا۔ جب تک گاڑی سٹیشن پر ٹھہری رہی، تابوت کے پاس یہی پڑھتے رہے۔

رحیم یار خاں، خانپور وغیرہ اسٹیشنوں پر بھی احباب وخدام کا اجتماع تھا۔ ہر سٹیشن پر احباب حاضر ہوئے اور تابوت کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ ہر سٹیشن سے احباب تابوت کے ہمراہ ہوتے۔ حیدرآباد سے مولانا صدیق احمد شاہ، مولانا پیر محمد شفیع اور دیگر احباب ہمراہ ہوئے۔ روہڑی سے مولانا منیر زمان اور دیگر احباب ہمراہ ہوئے۔ خیرپور سے مولانا غلام فرید، مولانا عبدالرشید اور دیگر احباب، نواب شاہ سے حاجی عبدالرحیم، مولانا حاجی علی احمد اور دیگر احباب ساتھ ہوئے۔ ملتان سے حضرت علامہ احمد سعید کاظمی کی معیت میں کافی احباب اور طلباء ہمراہ ہوئے۔ خانیوال سٹیشن پر احباب کا عظیم اجتماع تھا۔ اسی طرح عبدالحکیم، شورکورٹ ٹوبہ، گوجرہ وغیرہ سٹیشنوں پر احباب وعلماء کے عظیم اجتماع موجود تھے۔

تابوت شریف کے ہمراہ آنے والوں کا بیان ہے کہ جن سٹیشنوں پر گاڑی کھڑی ہوتی ہے، وہاں تو مشتاقان دید بڑے احترام سے ہجوم کر آتے، لیکن ہم نے گاڑی کے اندر سے دیکھا کہ جن سٹیشنوں پر شاہین ایکسپریس نہیں رکتی تھی، وہاں بھی ہمیں عاشق رسول ولیٔ کامل حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے تابوت کو اپنے آغوش میں لے کر جانے والی

بوگی کو ایک نظر دیکھنے والے عاشقوں کی جماعتیں اپنے ہاتھوں میں پھولوں کے ہار لئے پروانہ وار کھڑی نظر آتی تھیں۔

یہ لوگ جونہی ہماری بوگی کو دیکھتے، پروانوں کی طرح لپکتے، پھولوں کے ہار بوگی کی طرف پھینکنا شروع کر دیتے۔ اور پھر ان کی آنکھیں آنسوؤں سے تر ہو جاتیں کہ ان کا محبوب اپنا آخری سفر اس بوگی میں کر رہا ہے۔ یہ عاشقانہ نظارہ ہم ہر سٹیشن پر کر کے محظوظ ہوتے اور حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے فراق میں آنسو بہانے والوں کے ساتھ ہم بھی آنسو بہاتے۔

جوں جوں لائل پور قریب آ رہا تھا، سٹیشنوں کے علاوہ دیہات سے آئے ہوئے بے شمار لوگ ریلوے لائنوں کے دونوں طرف صرف اس لئے کھڑے تھے کہ جس گاڑی میں ان کے محبوب قائد کا آخری سفر ہو رہا ہے، اس کی زیارت کی سعادت سے بہرہ اندوز ہوں۔

لائل پور میں شاہین ایکسپریس کے پہنچنے کا وقت تقریباً سوا نو بجے تھا۔ لیکن ''عاشقان زار'' صبح سے ہی ریلوے سٹیشن پر پہنچنا شروع ہو گئے۔ دیوانگان عشق نے پلیٹ فارم کو بھر دیا۔ لوہے کے جنگلے، دیواریں، قریبی درخت اور ریل کے خالی ڈبے عقیدت مندوں سے پر ہو گئے۔ دور دور تک تل دھرنے کو جگہ نہ رہی۔

چونکہ ہر سٹیشن پر مشتاقان دید کا ہجوم گاڑی کو گھیر لیتا۔ اس لئے باوجود تیز روی کے گاڑی بیس منٹ لیٹ ہو گئی۔ جوں ہی گاڑی سٹیشن پر پہنچی، فضا تکبیر و رسالت شیخ الحدیث زندہ باد اور محدث اعظم زندہ باد کے مقدس اور فلک شگاف نعروں سے گونج اٹھی۔ جوں ہی وہ ڈبہ نظر آیا جس میں حضرت کا تابوت مبارک تھا، بے اختیار ہزاروں کی چیخیں نکل گئیں، تابوت کو بڑی احتیاط سے اتارا گیا۔ اور میت اٹھانے والی چارپائی پر رکھ دیا گیا۔ اس چارپائی کے ساتھ بڑے بڑے لمبے اور مظبوط بانس باندھ دیئے گئے۔ ہزاروں اشکبار آنکھوں کے ساتھ کندھا دینے کے لئے بانسوں پر ٹوٹ پڑے۔ کمزور جسم والے اس عظیم اجتماع کے باعث بانسوں کو ہاتھ بھی نہ لگا سکے۔ تاہم وہ بھی ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔ اور پھولوں کے ہار جنازہ مبارکہ پر نچھاور کر رہے تھے۔

عاشق رسول ﷺ کو سچے اور مضبوط عشق کی بدولت جو لازوال اور بے مثال انعام ملا۔ عام نگاہیں اسے دیکھ کر

حیرت زدہ ہو گئیں۔ اپنے اور بیگانے سبھی کہہ رہے تھے کہ ماضی قریب کی تاریخ ایسی بلند شان مثال اور قبولیت عامہ پیش کرنے سے قاصر ہے۔ اس نوعیت کے گذشتہ واقعات اس محبوب و مقبول، عاشق رسول کے جنازہ کے اجتماع کے سامنے کچھ حقیقت نہیں رکھتے۔ لائل پور اپنی تاریخ بنیاد سے اس وقت تک (قریباً ستر سالہ تاریخ) اس قسم کے عظیم اجتماع سے ناآشنا تھی۔ کوئی سیاسی، مذہبی، عوامی جلسہ یا کسی طبقہ کے قائد کے جنازہ کا اجتماع آج کے عظیم روحانی اجتماع کے مقابل پیش نہیں کیا جا سکتا۔

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے جناز کا جلوس مرکز اہل سنت جامعہ رضویہ کی طرف روانہ ہوا۔ پیچھے چلنے والوں میں علماء بھی تھے اور مشائخ بھی، مدرسین بھی تھے اور محققین بھی، متوسلین بھی تھی اور خدام بھی، ہم سبق رفیق بھی تھے اور شاگرد بھی، خواص بھی تھے اور عوام بھی، اپنے بھی اور کل تک آپ کو بے جا گالیاں دینے والے بیگانے بھی، غرض قائد اہل سنت، نائب اعلیٰ حضرت کا یہ جلوس عقیدت و محبت سے سرکلر روڈ سے ہوتا ہوا کچہری بازار کے اندر داخل ہو گیا۔ کچہری بازار کی اب یہ حالت تھی کہ گذرنا مشکل ہو گیا۔ عورتیں اور بچے مکانوں کی چھتوں پر اس نورانی جلوس کے قائد کا نظارہ کر رہے تھے۔ چشم ظاہر میں بھی آپ کی مقبولیت کا اندازہ کر رہی تھی۔

عاشق رسول ﷺ کا یہ مبارک جلوس پورے جاہ و جلال کے ساتھ خراماں خراماں گذر رہا تھا۔ عقیدت سے چلنے والوں کی نگاہیں اچانک بلند ہوئیں، سب نے تابوت کو دھیان سے دیکھنا شروع کیا۔ دن کے اجالے میں، سورج کی روشنی میں سب نے دیکھا کہ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے تابوت مبارک پر ''محسوس نور'' کی چھما چھم بارش ہو رہی ہے۔ سب اس نور کی پھوہار کو سر کی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے، اور سب ہی متاثر ہو رہے تھے۔ ایک دوسرے سے کہہ رہا تھا۔

''سبحان اللہ! کیا نور برس رہا ہے۔''

جواب دینے والے نے حقیقت افروز جواب دیا۔

''اوپر سے نور برس رہا ہے تو اس میں حیرت کی کیا بات ہے، اندر بھی تو نور ہی نور ہے۔''

اس ''محسوس نور'' کی بارش دیکھنے والوں میں عقیدت مند بھی تھے اور آپ کے مسلک سے اختلاف کرنے والے بھی، یہ ہزاروں مشاہدہ کرنے والے سرورشاد بھی تھے اور محوِ حیرت بھی۔ مشہور شاعر جناب عزیز حاصل پوری نے کیا خوب منظر کشی کی ہے۔

جارہا ہے سوئے جنت کون رخشندہ مقام
کررہے ہیں آج کس کو آسماں والے سلام
عازمِ ایوان رحمت کون ہے مست ازل
کیوں لنڈھائے جارہے ہیں خلد میں کوثر کے جام
محوِ آرائش ہیں قدسی کس کے استقبال کو
کس کی خاطر محفل فردوس میں ہیں دھوم دھام
ایستادہ ہے فرشتوں کی جماعت کس لئے
کس خداوالے سے ہونا چاہتی ہے ہم کلام
مرکزِ انوارِ رحمت آج کس کی ذات ہے
پھول بخشش کے بچھائے جارہے ہیں گام گام
ہے یقیناً یہ کوئی عالی نظر، بطل جلیل
خیر مقدم کے لئے جس کے ہے اتنا اہتمام
قوم کے سردار ،لائل پور کے شیخ الحدیث
تھی تری ذات گرامی لائق صداحترام

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے جنازہ مبارکہ پر ''محسوس نور کی بارش'' کے حوالہ سے گفتگو کرتے ہوئے مولانا محمد عبدالرشید رضوی خطیب سنی رضوی جامع مسجد فیصل آباد نے بیان فرمایا کہ

''ہم مظہر اسلام بریلی شریف میں آپ سے درس حدیث لیا کرتے تھے۔ چونکہ مظہر اسلام بریلی

شریف کی کوئی مستقل عمارت نہ تھی۔ مسجد بی بی جی مرحومہ کے صحن میں ایک ٹین کا چھپر تھا۔ جس کے سایہ میں آپ بیٹھ کر درس حدیث دیا کرتے تھے۔ تدریس حدیث کے دوران بار ہا ایسا موقعہ آیا کہ دن کے اجالے میں ایسا محسوس ہوتا تھا کہ بارش ہورہی ہے، جو درحقیقت احادیث طیبہ کے انوار ہوتے اور حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے حضور انور ﷺ کے ساتھ انتہائی والہانہ محبت کے باعث اترتے ہمیں بھی محسوس ہوتے تھے۔ ان انوار کی ضیا میں سورج کی روشنی ماند پڑ جاتی تھی۔ (۳۵)

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے جنازہ مبارکہ پر انوار وتجلیات کی بارش کا واقعہ ایسا متواتر اور شہرت یافتہ ہے کہ اس سے انکار کی کوئی راہ نہیں۔ ہاں بعض افراد کے ذہنوں میں سوال پیدا ہوا کہ ''جنازہ پر محسوس نور کی بارش'' کا وقوع اس سے پہلے بھی کبھی ہوا ہے؟ اسی نوعیت کا ایک سوال جامعہ رضویہ مظہر اسلام لائل پور کے مفتی حضرت مولانا ابوسعید محمد امین کی خدمت میں پیدا ہوا۔ آپ نے نہایت تفصیلی دلائل سے ثابت کیا کہ اس قسم کے امور حسنہ کا وقوعہ حضور اکرم انور ﷺ کے غلاموں سے ہوتا آیا ہے۔ جواب کا ایک اقتباس ملاحظہ ہو۔

''الحاصل عشاق مصطفیٰ ﷺ کے ساتھ اس قسم کا معمال ہوتا رہتا ہے۔ چنانچہ حضرت امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ نے روض الریاحین میں حضرت سیدنا سہل بن عبداللہ تستری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق تحریر فرمایا ہے کہ جب آپ کا جنازہ مبارکہ جارہا تھا تو ہجوم اُمڈ کر آ گیا، اور شہر میں ایک یہودی ستر سالہ اپنے گھر میں تھا کہ اس نے اچانک شور سنا تو وہ بھی نکلا تا کہ پتہ کرے کہ کیا ہے اور جب اس کی جنازہ پر نظر پڑی تو کہنے لگا ''اے لوگو! اَتَرَوْنَ مَا اَرَیٰ ''، یعنی جو کچھ میں دیکھ رہا ہوں کیا تم بھی دیکھتے ہو؟ لوگوں نے پوچھا تجھے کیا نظر آتا ہے۔ تو یہودی نے جواب دیا۔

''اَرَیٰ اَقْوَامًا یَنْزِلُوْنَ مِنَ السَّمَآءِ یَتَبَرَّکُوْنَ بِالْجَنَازَۃِ ''صفحہ نمبر 211

یعنی میں دیکھ رہا ہوں کہ آسمان سے فوجیں اتر رہی ہیں اور وہ جنازہ سے برکت حاصل کررہی ہیں۔

وہ یہودی مسلمان ہوگیا، اور بڑا نیاز مند اور پرہیز گار مسلمان بن گیا۔ مشکوٰۃ شریف میں حضرت ام المومنین صدیقہ بنت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے۔

(۳۵) روایت مولانا محمد عبدالرشید رضوی جھنگوی۔ ۱۴ ربیع الاخر ۱۴۰۶ھ

"قَالَتْ لَمَّامَاتَ النَّجَاشِیُّ کُنَّانَتَحَدَّثُ اَنَّهٗ لَا یَزَالُ علٰی قَبْرِهٖ نُوْرٌ" (رواہ ابوداؤد)

یعنی جب حضرت نجاشی کا انتقال ہوا تو صحابہ کرام میں اس بات کا چرچا ہوتا تھا کہ ہمیشہ حضرت نجاشی کی قبر پر نور دکھائی دیتا تھا۔" (۳۶)

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کا جنازہ شیخ الحدیث بازار (جھنگ بازار) میں داخل ہونے سے پہلے جب گھنٹہ گھر پہنچا تو یکا یک اسی نور نے دبیر چادر کی صورت اختیار کرلی اور سارا تابوت اسی میں چھپ گیا۔ چمکیلے تانبے کے باریک پتروں کی طرح نور کی سنہری کرنیں اسی طرح تابوت پر گر رہی تھیں کہ ہزاروں نے تعجب سے اس آسمانی رحمت کو دیکھا، نور کی اس لطیف اور محسوس دھند میں جب جنازہ چھپ گیا۔ تو جنازہ اٹھانے والوں کو پکار کر ایک دوسرے سے پوچھنا پڑا کہ تابوت کہاں ہے؟

چند لمحات یہی کیفیت رہی۔ پھر تابوت کے پاؤں کی طرف سے کمان کی طرح نور بلند ہوا اور لوگوں کو دوبارہ سب کچھ نظر آیا۔ اس واقعہ کے عینی شاہد آج بھی ہزاروں کی تعداد میں موجود ہیں۔ یہ حقیقت تھی۔ نہ کہ اظہار عقیدت۔

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کی تدفین کے اگلے روز مقامی اخبارات نے نور محسوس کی بارش کے واقعہ کو جلی کالموں میں لکھا۔ جناب خلیق قریشی مدیر مسئول روزنامہ عوام، لائل پور لکھتے ہیں۔

یہ امر واقعہ ہے کہ ایک نوجوان نے بہت سے لوگوں کو توجہ دلائی۔ جن میں میں خود شامل تھا، مولانا الحاج محمد سردار احمد مرحوم ومغفور کا تابوت جب کچہری بازار میں پہنچا تو تابوت کے اوپر باقاعدہ نور کی چمک اور نورانی لہریں نظر آتی تھیں۔ یہ روشنی اور اس کا عکس پر نور ایک خاص حیطہ کے اندر تمام راستہ موجود رہا ہے۔ ؎ خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را (۳۷)

(۳۶) ہفت روزہ محبوب حق، لائل پور۔ ۳ جنوری ۱۹۶۴ء۔ ص ۵

نوٹ: تفصیلی فتویٰ مذکورہ شمارہ میں ملاحظہ ہو۔ علاوہ ازیں اسی شمارہ میں حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے جنازہ مبارکہ میں اولیاء کاملین مثل حضرت سیدنا داتا گنج بخش علی ہجویری قدس سرہم کی شمولیت کی خبر مسرت اثر کے بارے میں بھی فتویٰ موجود ہے، جس میں حضرت مولانا مفتی محمد امین مدظلہ نے ثابت کیا ہے کہ اللہ کے نیک بندوں کے جنازوں میں اولیاء کاملین شمولیت فرماتے ہیں۔

(۳۷) روزنامہ عوام، لائل پور، ۳۱ دسمبر ۱۹۶۲ء

روزنامہ سعادت لائل پور کی خبر کا اقتباس ملاحظہ ہو۔

"سرکلر روڈ اور کچہری بازار کی ابتدا میں چند عقیدت مندوں نے جنازہ کے اوپر انوار وتجلیات کا ظہور دیکھا اور اپنے قریب چلنے والوں کو مطلع کیا۔ دیکھنے والے متحیر بھی ہوئے اور مسرور بھی۔ اس واقعہ کا آپ کے عقیدت مندوں میں بہت چرچا ہے۔" (۳۸)

نورانیت مصطفیٰ ﷺ کا چرچا عام کرنے والے محدث اعظم حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کی زندگی میں نور کو ایک خاص مناسبت رہی۔ آپ کے قلب صافی پر انوار الاحادیث کا مشاہدہ تو خاصان امت کا حصہ تھا۔ البتہ چہرہ مبارکہ کی نورانیت ہر دیکھنے والے کو متاثر کرتی رہی۔ ایک مرتبہ دیکھنے والا تمنا کرتا کہ ہمیشہ آپ کے نورانی چہرہ کو دیکھتا رہوں۔ بریلی شریف میں تدریس حدیث کے دوران انوار وتجلیات کے نزول کی کیفیت شریک درس حضرت مولانا محمد عبدالرشید رضوی جھنگوی کی زبانی آپ گذشتہ سطور میں پڑھ چکے۔ جنازہ مبارکہ پر انوار وتجلیات کا ترشح آپ ملاحظہ فرما چکے۔ بعد وصال آپ کے مزار مقدس سے بطور اظہار کرامت، انوار تجلیات کا ظہور ہوتا رہا ہے۔

چنانچہ آپ کے خلف اوسط حضرت مولانا غازی محمد فضل احمد، صدر جامعہ رضویہ فیصل آباد بیان فرماتے ہیں کہ حضور محدث اعظم علیہ الرحمۃ کے وصال سے ایک سال بعد کا واقعہ ہے، سردیوں کا موسم تھا۔ ہمشیرہ صاحبہ (اہلیہ محترمہ حضرت مولانا مفتی نواب الدین علیہ الرحمۃ) فرمانے لگیں کہ مجھے ابا جان کے مزار پر حاضری دلوائیں۔ چونکہ مزار شریف پر لوگوں کی آمد ورفت کا سلسلہ جاری رہتا ہے، اس لئے ہمشیرہ صاحبہ کو ساتھ لے جانا مناسب نہ سمجھا اور اسی مصلحت کے تحت ہمشیرہ صاحبہ کو ساتھ لے جانے کی بجائے اکیلا ہی مزار شریف پر حاضری کے لئے پہنچا۔ تو کیا دیکھتا ہوں کہ روشنی کی ایک لکیر ہے جو لحد شریف کے گرد چکر لگا رہی ہے۔ میں حیران ہوا اور دوسروں کو دکھانے کے لئے مڑا تو دیکھا کہ ہمشیرہ صاحبہ بھی تشریف لا چکی تھیں۔ انہوں نے بھی روشنی دیکھی۔ علاوہ ازیں اور بھی کافی لوگ آگئے۔ سبھی نے نظارہ کیا۔ سوچا کہ مزار شریف کی چادر اٹھا کر کیوں نہ دیکھا جائے۔ لہٰذا مزار شریف کی چادر اٹھائی تو روشنی غائب ہوگئی۔ اور جب چادر کو چھوڑا تو روشنی پھر گردش میں آجاتی۔ یہ سلسلہ اس روز چھ سات گھنٹے تک جاری رہا اور اس کے بعد بھی مزید دو دن تک جاری رہا۔ (۳۹)

(۳۸) روزنامہ سعادت، لائل پور، ۳۱ دسمبر ۱۹۶۲ء (۳۹) مکتوب حضرت غازی محمد فضل احمد بنام فقیر قادری عفی عنہ۔ محررہ ۱۷ اپریل ۱۹۸۶ء

قدوۃ الواصلین حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کا تابوت جھنگ بازار سے ہوتا ہوا اپنے مکان ملحقہ جامعہ رضویہ پر لایا گیا۔ زیارت کے لئے جب تابوت کھولا گیا تو کمرہ معطر ہوگیا۔ ایک عجیب بات دیکھنے میں یہ آئی کہ جس وقت کراچی میں جسد اقدس کو تابوت میں رکھا گیا تھا اس وقت چشمان منور بند تھیں۔ جب یہاں تابوت کھولا گیا، آنکھیں بند تھیں لیکن جس وقت جسد اطہر کو جب چارپائی پر رکھا گیا تو آپ نے دائیں آنکھ کھولی اور تقریباً پانچ منٹ تک کھلی رہی۔ اس کے بعد آپ نے آنکھ بند کرلی۔ یہ منظر گھر میں موجود سب افراد نے دیکھا۔ گویا جس طرح یہ افراد آپ کا دیدار کررہے تھے۔ آپ نے بھی بچشم سران کو ملاحظہ فرمایا۔ (۴۰)

وقت وصال سے لے کر تدفین تک عینی شاہد کی حیثیت سے مولانا عبدالمصطفیٰ الازہری نے بتایا کہ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کا چہرہ پرنور متواتر متبسم رہا۔ یہاں تک کہ ان تین دنوں میں ایک لحہ کے لئے بھی جسد مبارک کے متعلق رسمی اور روایتی آرائش کی ضرورت محسوس نہ کی گئی۔ (۴۱)

۱۹۵۶ء میں جب آپ دوبارہ زیارت مدینہ منورہ اور حاضری کعبہ معظّمہ کے لئے حرمین شریفین حاضر ہوئے تو آپ واپسی پر اپنے لئے کفن بھی لائے تھے۔ آپ نے یہ تمنا کی تھی کہ مجھے یہی کفن پہنایا جائے۔ لیکن وصال کے وقت یہ کفن کراچی میں موجود نہ تھا، لائل پور میں اپنے مکان پر تھا۔ مولانا محمد حسین فقیہ نے مدینہ منورہ سے لایا ہوا کفن پیش کیا۔ لیکن اس وقت مولانا محمد معین الدین کے پاس بھی مدینہ منورہ کا لایا ہوا کفن موجود تھا۔ یہی کفن پہنایا گیا۔ لائل پور پہنچ کر صاحبزادہ قاضی محمد فضل رسول خلف اکبر حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کی خواہش تھی کہ وہی کفن پہنایا جائے جو حضرت خود اپنے ساتھ مدینہ منورہ سے لائے تھے۔

مولانا معین الدین کی تمنا تھی کہ میرا پیش کردہ کفن بھی رہے۔ چنانچہ ان کی پیش کردہ کفنی رہنے دی گئی اور دوسرا کفن بھی پہنا دیا گیا۔

(۴۰) روایت صاحبزادہ قاضی محمد فضل رسول حیدر رضوی۔ ۹ ربیع الاول ۱۴۰۵ھ

(۴۱) روزنامہ غریب لائل پور۔ ۳۱ دسمبر ۱۹۶۲ء

مکان سے جنازہ مبارکہ دوبارہ اٹھایا گیا اور پروگرام کے مطابق دھوبی گھاٹ کے وسیع میدان میں لے جایا گیا۔ چونکہ کراچی میں آپ کی نماز جنازہ شرعی وارث حقیقی کی اجازت کے بغیر پڑھی گئی تھی۔ اب لائل پور میں آپ کی نماز جنازہ حضرت صاحبزادہ قاضی محمد فضل رسول خلف اکبر حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کی اجازت سے مولانا عبدالقادر احمد آبادی ناظم جامعہ رضویہ نے بعد ظہر اڑھائی بجے پڑھائی۔

آپ کے جنازہ میں ملک بھر کے علماء و مشائخ، تلامذہ و مریدین، متوسلین، اعزا و اقارب اور ارادت مندوں کے علاوہ وہ بھی شامل تھے جو کل تک آپ کے مسلک سے اختلاف رکھتے تھے۔ نماز جنازہ میں ان کی شمولیت درحقیقت حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے مسلک کی صداقت کا اظہار ہے۔ روزنامہ ''غریب'' لائل پور نے اخبار تعزیت اور نماز جنازہ کی کیفیت بیان کرتے ہوئے لکھا کہ لائل پور کے جن دیوبندی علماء نے آپ کے جنازہ میں شرکت فرمائی ان میں مولوی تاج محمود، مولوی محمد یعقوب اور دیوبندی مجلس تحفظ ختم نبوت کے کارکنوں کا نام سرفہرست ہے۔ (۴۳)

مولانا محمد یعقوب (فاضل مظہر اسلام بریلی) بٹالہ کالونی فیصل آباد اپنے ایک بیان میں فرماتے ہیں کہ حاجی ابراہیم دیوبندی نے ایک مرتبہ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کو گورنمنٹ کالج لائل پور کے قریب سیر کرتے ہوئے دیکھا۔ حضرت کی شخصیت سے اتنا متاثر ہوا کہ اس نے اپنے لڑکوں کو وصیت کی کہ جب حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کا وصال ہو تو ان کے جنازہ میں ضرور شرکت کرنا۔ (۴۴)

آپ کے وصال پر ملال پر رائے پوری کے خلیفہ مولوی محمد (دیوبندی) نے اپنے تاثرات کا اظہار ان الفاظ میں کیا۔

''قول و فعل میں یکتا، آج دنیا سے رخصت ہوا۔'' (۴۵)

(۴۳) تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو۔ روزنامہ غریب، لائل پور۔ ۳۱ دسمبر ۱۹۶۲ء

(۴۴) روایت مولانا محمد یعقوب، فیصل آباد۔ ۲۲ صفر ۱۴۰۴ھ

(۴۵) روایت مولانا محمد یعقوب، فیصل آباد۔ ۲۲ صفر ۱۴۰۴ھ

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے نماز جنازہ میں کراچی سے لے کر پشاور تک علماء ومشائخ اور عوام اہل سنت نے شرکت فرمائی۔ جنازہ میں حاضرین کی تعداد کا اندازہ تین لاکھ کے قریب تھا۔ (۴۶)

دور دراز کے وہ احباب جو نماز جنازہ کی ادائیگی کے بعد لائل پور پہنچے اور انہوں نے آپ کے چہرۂ انور کی زیارت کا شرف حاصل کیا وہ اس تعداد میں شامل نہیں۔ ان کی تعداد بھی ہزاروں سے متجاوز تھی۔

نماز جنازہ میں شرکت کرنے والوں کا بے پناہ ہجوم دیکھ کر ہر مکتب فکر کے لوگوں نے اعتراف کیا کہ لائل پور کی ستر سالہ تاریخ میں کبھی اس قدر زیادہ اجتماع نہیں ہوا۔ حاضرین محسوس کر رہے تھے اور اس کا اظہار بھی کر رہے تھے کہ آپ واقعی عاشق رسول تھے۔ اللہ کے ولی تھے اور ہم نے آپ کے جنازہ میں شرکت کر کے سعادت حاصل کی ہے۔

دھوبی گھاٹ میں نماز جنازادا کرنے کے بعد آپ کے جسد مبارک کو سنی رضوی جامع مسجد سے ملحقہ انجمن فدایان رسول ﷺ (رجسٹرڈ) کے دفتر میں رکھا گیا، تاکہ زیارت کرنے والے آسانی سے زیارت کر سکیں۔ زیارت کرنے والے ایک دروازہ سے داخل ہوتے اور دوسرے دروازہ سے نکل جاتے۔ لیکن زیارت کرنے والوں کا ہجوم اس قدر زیادہ تھا کہ پولیس اور رضا کار بھی ہجوم پر قابو نہ پا سکے۔

آپ کا مسکراتا ہوا مقدس چہرہ دیکھ کر محسوس ہوتا کہ ابھی آپ حسب عادت طیب طیب کے مبارک کلمات ارشاد فرمائیں گے۔ چہرہ اقدس کا رنگ گلابی تھا جو پھولوں میں گھرا ہوا تھا۔ بلکہ یوں معلوم ہوتا تھا کہ جیسے پھولوں کے گلدستہ میں ایک گلاب کا بڑا پھول رکھا ہوا ہے۔ اس حسین و دل نواز اور ایمان افروز منظر کو جو ایک بار دیکھ لیتا اسے دیکھتے ہی رہنے کی آرزو ہوتی۔ وہاں سے ہٹنے کا نام نہ لیتا۔ مجبوراً اسے ہٹا کر دوسروں کو زیارت کا موقعہ دیا جاتا۔ لیکن اس وسیع انتظام کے باوجود ہجوم کی وجہ سے ہزاروں عقیدت مند زیارت کا شرف حاصل نہ کر سکے۔

(۴۶) تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو۔

(ا) روزنامہ سعادت لائل پور ۳۱ دسمبر ۱۹۶۲ء (ب) روزنامہ سعادت لائل پور ۸ مارچ ۱۹۶۳ء

(ج) روزنامہ عوام لائل پور ۸ مارچ ۱۹۶۳ء

اس روحانی کیف آور منظر کو دیکھ کر امام احمد رضا قدس سرہ کا ارشاد بار بار یاد آتا ہے۔

واسطہ پیارے کا ایسا ہو کہ جو سنی مرے
یوں نہ فرمائیں ترے شاہد کہ وہ فاجر گیا
عرش پر دھومیں مچیں وہ مومن صالح ملا
فرش سے ماتم اٹھا وہ طیب وطاہر گیا

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے جنازہ پر لاکھوں کا اجتماع دیکھ کر آپ کی بارگاہ ذوالجلال میں آپ کی مقبولیت عامہ کا اظہار ہو رہا تھا اور ارشاد ربانی "سَیَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا" کا کرشمہ دکھائی دے رہا تھا۔ ایسے ہی حضرات موت العالم اور موت العالم ثلمۃ فی الدین کے مصداق ہوتے ہیں۔

موت عالم موت عالم ثلمۂ دین نبی
جان تو جانِ جہاں، جانِ جہاں بر تو نثار

جنازہ مبارکہ کی زیارت کرنے والے ہجوم کا یہ حال تھا کہ اگر یہ سلسلہ صبح تک جاری رکھا جاتا تو بھی ختم نہ ہوتا۔ ناچار سوا سات بجے تک چہرہ مبارکہ دکھایا گیا۔ اس کے بعد تدفین عمل میں لائی گئی۔

کراچی سے جب آپ کے وصال کی خبر لائل پور پہنچی تو آپ کی وصیت کے مطابق سنی رضوی جامعہ مسجد کے صحن اور اس کے تالاب کے درمیان عارضی کمرہ کو جس سے درجہ حفظ کے طلباء کی درس گاہ کا کام لیا جاتا تھا، آپ کی آخری آرام گاہ بنایا گیا۔

صاحبزادہ قاضی محمد فضل رسول کی ہدایت کے مطابق اس پروگرام کو چند مخلصین تک ہی محدود رکھا گیا۔ کمرہ کے اندر ہی آپ کی قبر تیار ہوئی۔ قبر کی تیاری مستری فیض احمد کی نگرانی میں ہوئی۔ مٹی کی بھر بھراہٹ کے پیش نظر قبر معمول سے گہری کھودنی پڑی۔ (۴۷)

(۴۷) روایت صاحبزادہ محمد فضل رسول حیدر رضوی، فیصل آباد۔ ۹ ربیع الاول ۱۴۰۶ھ

نوٹ: حضرت صاحبزادہ صاحب نے فرمایا اکثر اولیا، کاملین کی قبریں قد آدم سے بھی گہری تیار ہوئیں۔ مثلاً حضور داتا گنج ہجویری، حضور غوث پاک، حضور اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہم۔

تدفین سے پہلے تک عام لوگوں کو یہ معلوم نہ ہوسکا کہ آپ کا مزار کہاں بنے گا؟ رات سواسات بجے آپ کا جنازہ مبارکہ اٹھایا گیا۔ سنی رضوی جامع مسجد کی مغربی سمت سے گذر کر آپ کو تالاب کے قریب حفظ کے کمرہ میں لایا گیا۔ جہاں اندر آپ کی قبر تیار تھی۔ ہزاروں عقیدت منداشک بار آنکھوں سے آخری زیارت کر رہے تھے۔ زباں پر ذکر اور درود وسلام کی صدائیں تھیں۔ مولانا عبدالقادر، مولانا محمد معین الدین اور صوفی اللہ رکھا قبر شریف کے اندر اترے۔ آپ کے جسد اطہر کو لحد شریف میں اتارا گیا۔ یہ منظر بڑا رقت انگیز تھا۔ (۴۸)

آپ کے مزار کے ایک طرف سنی رضوی جامع مسجد کی فلک بوس اور روح پرور عمارت ہے، جس سے اذان، تکبیر، تلاوت قرآن مجید، نعت خوانی اور وعظ کی صدائیں آتی ہیں۔ دوسری طرف دارالحدیث ہے، جو حضور اکرم ﷺ کے پاکیزہ اقوال وافعال واحوال کے تذکرہ کا مظہر ہے۔ درمیان میں آپ کا مزار قدس ہے۔ اس منظر میں عارف جامی علیہ الرحمہ کا قول کتنا سچا معلوم ہوتا ہے۔

خوشا مسجد ومدرسہ، خانقاہے
کہ در وے بود قیل وقال محمد ﷺ

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے وصال پر ملال پر شہر کے اکثر تجارتی ادارے بند رہے۔ قریباً ہر مکتب فکر کی جماعت نے تعزیتی اجلاس منعقد کر کے آپ کی خدمات کو خراج تحسین پیش کیا۔ ریڈیو پاکستان نے متعدد مرتبہ آپ کی رحلت کی خبر کو نشر کیا۔ ملک بھر کے قومی اخبارات کے علاوہ مقامی اخبارات نے وصال کی خبر کو نمایاں طور پر شائع کیا۔ قل شریف اور عرس چہلم پر اخبارات نے خصوصی ایڈیشن شائع کئے۔ اور آپ کی شان میں یادگار نمبر شائع کئے۔

آپ کا مزار مرجع خلائق بن چکا ہے۔ رات دن زائرین کا ہجوم ختم نہیں ہوتا۔

رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَيْهِ رَحْمَةً كَامِلَةً

فَجَزَاهُ اللّٰهُ عَنَّا وَعَنِ الْمُسْلِمِيْنَ خَيْرَ الْجَزَاءِ اِلٰى يَوْمِ الْجَزَاءِ

(۴۸) نوٹ: کراچی میں آپ کے ایام علالت وصال اور جنازہ مبارکہ کو لائل پور میں لانے کے واقعات کے ماخذ لکھ دیئے گئے ہیں۔ بقیہ معلومات کا ماخذ یہ ہیں۔

(ا) مولانا محمد معین الدین کا مضمون، کراچی میں حضرت شیخ الحدیث کے آخری ایام مندرجہ روزنامہ سعادت لائل پور ۸ مارچ ۱۹۶۳ء

(ب) عاشق رسول کا جنازہ از مولانا معراج الاسلام روزنامہ سعادت لائل پور ۳ جنوری ۱۹۶۳ء

لوحِ تاریخِ وصال

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است برجریدۂ عالم دوامِ ما

قدوۃ العلماء العارفین، زبدۃ الاصفیاء الکاملین، شیخ العلماء والمحدثین، حضرت شیخ الحدیث قدس اللہ سرہ العزیز کے وصال پر ملال (۱۳۸۲ھ/۱۹۶۲ء) پر جلیل القدر علماء ومشائخ اور نامور شعراء نے قطعاتِ وصال نثر ونظم میں اس کثرت سے لکھے کہ آپ کے معاصرین مرحوم علماء ومشائخ میں اس کی مثال مشکل سے ملے گی۔ قطعاتِ تاریخ وصال کی کثرت یہ ظاہر کرتی ہے کہ ملت اسلامیہ کے اکابر کی نظر میں آپ کی بے حد قدر ومنزلت اور مقبولیت تھی۔

اس موقعہ پر چند قطعات کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔ آپ کے وصالِ پُر ملال پر نظم ونثر کی صورت میں مقتدایانِ ملت کے تاثرات کہیں اور ذکر ہوں گے۔ ان شاءاللہ

مفتی اعظم حضرت مولانا محمد مصطفٰی رضا نوری خلف اصغر وخلیفہ امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرھما نے ''میرا چاند'' کے عنوان سے نثر کی صورت میں اپنے تاثرات کا اظہار فرمایا۔ ابتدائے مضمون میں دو قطعات کو زینت عنوان بنایا۔

آہ میرا روشن چاند جاتا رہا = ۱۳۸۲ھ   غروب مہِ صلحا = ۱۳۸۲ھ

علاوہ ازیں حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے اوصافِ جمیلہ اور مقاماتِ رفیعہ سے جو قطعاتِ وصال تخریج کئے وہ حسبِ ذیل ہیں۔

لوح تاریخ وصال	فیضان تام	فیضان اتم
۱۳۸۲ھ	۱۳۸۲ھ	۱۳۸۲ھ

منبع کرم، مقبول عصر، امیر العلماء ۱۳۸۲ھ

آئینہ اسرار، مقصود آفاق، زین دانش ۱۳۸۲ھ

مشہور انام، پیشوا چارہ ساز بیکساں ۱۳۸۲ھ

ہادی بستان، رہبر اسلام، نور الہدیٰ ۱۳۸۲ھ

مَوْلٰنَا الْاَوْحَدُ، اَلْاَسَدُ الْاَسَدُّ الْاَسْعَدُ الْاَرْشَدُ بَحْرِ عِلْم ۱۳۸۲ھ

نکتہ سنج، حق گو، نام آور، سراج زمان ۱۳۸۲ھ

دقیقہ فہم ۱۳۸۲ھ

رفیع المرتبت ۱۳۸۲ھ

نَاصِرُ السُّنَّةِ كَاسِرُ الْبِدْعَةِ عَالِيُ مَقَامُ ۱۳۸۲ھ

زبدۂ عالم، عالم نبیل وفاضل جلیل ۱۳۸۲ھ

متوکل سراپا برکت ۱۳۸۲ھ

فہیم عصر مدرس بے مثال ۱۳۸۲ھ

حاوی فروع واصول، محقق معقول ومنقول، عزیز اولیاء ۱۳۸۲ھ

حقائق آگاہ ومعارف ودستگار، علامۂ زمانہ ۱۳۸۲ھ

سعادت مآب مولوی محمد سردار احمد صاحب ۱۳۸۲ھ

ذکی ومحدث باکمال ۱۳۸۲ھ

رَضِيَ عَنْهُ مَوْلَاهُ الصَّمَدُ ۱۳۸۲ھ (۱)

مفتی اعظم علیہ الرحمۃ نے اپنے تلمیذ رشید وخلیفۂ سعید کے وصال کے موقع پر نظم کی صورت میں جن احساسات کا ذکر فرمایا اس سے چند اشعار آپ بھی پڑھیں۔

(۱) ماہنامہ نوری کرن بریلی، شمارہ مارچ اپریل ۱۹۶۳ء۔ ص ۵ تا ۷

وہ محدث وہ محقق وہ فقیہ
عالمِ علمِ ہدیٰ جاتا رہا

رہبرِ راہِ ہدیٰ تھا لاکلام
سنیوں کا مقتدا، جاتا رہا

غوثِ اعظم، قطبِ عالم کا غلام
نائبِ شاہِ رضا، جاتا رہا

فیض سے داتا کے مالا مال تھا
گنج بخشِ علم تھا، جاتا رہا

پیکرِ رشد وہدیٰ تھا بالیقیں
مظہرِ احمد رضا جاتا رہا

مرگیا فیضان جس کی موت سے
ہائے وہ ''فیض انتما'' جاتا رہا
۱۳۸۲ھ

''یا مجیب اغفرلہ'' تاریخ ہے
۱۳۸۲ھ

کس برس وہ رہنما جاتا رہا
دیو کا سرکاٹ کر نوری کہو

''چاند روشن علم کا جاتا رہا''
۱۳۸۲ھ (۲)

(۲) ماہنامہ نوری کرن بریلی، شمارہ مارچ اپریل ۱۹۶۳ء۔ ص ۸

مولانا مفتی ابوالخیر محمد مظفر احمد صدیقی بدایونی سرپرست جامعہ مظفریہ قصبہ داتا گنج ضلع بدایوں کے نثری مضمون کا عنوان

''علامہ وقت سیدی مولانا سردار احمد''

۱۳۸۲ھ

سے تاریخ وصال کا پتہ چلتا ہے۔ مضمون میں چند اور تاریخیں تخریج کی ہیں۔

رضی اللہ جلا وعلا عنہم	رحمت حق تعالیٰ علیہ	آہ آہ ہادم ضلالت جہاں (۳)
۱۳۸۲ھ	۱۳۸۲ھ	۱۳۸۲ھ

لسان الحسان مولانا یعقوب حسین ضیاء القادری بدایونی صدر جمعیت المشائخ وصدر مجلس شیدایان نبی کراچی نے نظم ونثر میں آپ کے وصال پر اپنے احساسات کا اظہار فرمایا ہے۔ نظم کی صورت میں قطعہ وصال ملاحظہ ہو۔

محوِ عشقِ ایزدِ غفار تھے شیخ الحدیث
عالمِ دینِ شہِ ابرار تھے شیخ الحدیث
آپ کے سردار، احمد مجتبیٰ تھے ہر نفس
آپ اہل علم کے سردار تھے شیخ الحدیث
تھے مبلغ آپ تکریمِ شہِ لولاک کے
واصف اصحاب و انصار تھے شیخ الحدیث
صدرِ بزمِ علم وعرفاں دورِ حاضر کے تھے آپ
حاصل ہر علم وفن سرکار تھے شیخ الحدیث
نظم لکھتے لکھتے دل میں فکرِ تاریخ آگئی
ہاتف بولا ''عالم مختار'' تھے شیخ الحدیث
۱۳۸۲ھ

(۳) ماہنامہ نوری کرن بریلی، شمارہ مارچ اپریل ۱۹۶۳ء۔ ص ۱۶،۱۵

فرش سے ماتم اٹھا وہ طیب وطاہر گیا

(ا) وصال باکرامت پر اکابر علماء ومشائخ کے تاثرات

(ب) وصال باکرامت پر منثور احساسات

(ج) وصال باکرامت پر اخبارات ورسائل کے بیانات

(د) وصال باکرامت پر انجمنوں، مدارس اور مساجد کے خصوصی وہنگامی اجلاس

(ہ) وصال باکرامت پر شعراء کا نذرانہ عقیدت

(ز) قطعہ ہائے تاریخ وصال

وصال باکرامت پراکابر علماء ومشائخ کے تاثرات

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا۔

"حَیَاتِیْ خَیْرٌ لَّکُمْ وَمَمَاتِیْ خَیْرٌ لَّکُمْ" (۱)

میری حیات ظاہری بھی تمہارے لئے بہتر ہے اور میرے وصال کے بعد حیات ابدی بھی تمہارے لئے بہتر ہے۔

اس حدیث پاک کی وضاحت میں علماء ومحدثین نے مختلف کلمات ارشاد فرمائے۔ یہ ان کی تفصیل کا موقعہ نہیں۔

نبی اکرم نور مجسم ﷺ کی کامل اتباع میں حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کو اسی منصب کا جمال عطا ہوا۔ آپ کی حیات ظاہری حضور ﷺ کے اقوال واحوال وافعال کی خدمت میں گذری۔ آپ کا وصال اگرچہ عالم اسلام میں ایک وہ خلا تھا جس کا پورا ہونا قرنوں تک متصور نہیں۔ لاکھوں عقیدت مند آپ کے فراق میں ہچکیاں لیتے رہے۔ تاہم آپ کا وصال بھی دین اسلام کی حقانیت، اہل سنت وجماعت کے مسلک کی صداقت اور متعدد کرامات پر مبنی تھا۔

(ا) حکومتی اور پریس کی حمایت اور بے جا پراپیگنڈا کے بغیر لاکھوں مسلمانوں کا جنازہ میں اجتماع لائل پور کی تاریخ نے کبھی مشاہدہ نہ کیا۔ بلکہ ایسے عظیم اجتماع کی نظیر تاریخ عالم میں بہت کم ملتی ہے۔

(ب) کسی عالم شریعت یا رہبر طریقت کے جنازہ میں ہزاروں علماء ومشائخ کا اجتماع بھی آپ کی کرامت ہے۔

(ج) جنازہ مبارکہ کے جلوس پر انوارِ الٰہیہ کی محسوس بارش نے حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے مسلک کی صداقت اور عنداللہ وعندالرسول مقبول ومحبوب ہونے پر مہر تصدیق ثبت کر دی ہے۔

(۱) الحرث عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ جامع صغیر ج۱ ص ۲۵۶ میں ابن سعد کی روایت سے اس حدیث کو ذرا تفصیل سے بیان کیا ہے۔ فقیر قادری عفی عنہ

(د) وصال کے تین روز بعد تک چہرہ انور کی بہجت اور نضرت نے واضح کر دیا کہ آپ جس نبی اکرم ﷺ کی نورانیت کے مبلغ رہے یہ اسی کا فیض ہے، اور بعد وصال بھی وہ نبی اپنے غلاموں کی نہ صرف خبر رکھتا ہے۔ بلکہ انہیں امتیازی انعامات سے نوازتا ہے۔

(ہ) جو لوگ زندگی بھر آپ کے مسلک کے مخالف رہے اور اس سلسلہ میں انہوں نے مخالفت کی تمام سرحدیں عبور کر لیں تھیں، وصال کے بعد وہ آپ کے جنازہ میں گریاں ونالاں شریک ہوئے۔ گویا انہوں نے زبان قال کے علاوہ زبانِ حال سے آپ کی صداقت، عظمت اور کرامت کا اعتراف کیا۔

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے وصال پر پورا برصغیر غمگین ہوا۔ اکابر علماء مقتدر مشائخ نے جنازہ میں حاضری دی، بعد ازاں ختم قل شریف اور عرس چہلم میں حاضر ہو کر آپ کی خدمات اور عظمت کا اعتراف کیا۔ تعزیت ناموں کے انبار لگ گئے۔ قومی اور علاقائی اخبارات اور رسائل وجرائد نے اخبار وصال کو نمایاں طور پر شائع کیا۔ اظہار تعزیت کے طور پر مضامین اور اداریئے شائع کئے۔ وسیع برصغیر کا شاید ہی کوئی اخبار یا رسالہ ہو جس نے اس موضوع پر اظہار خیال نہ کیا۔ متعدد انجمنوں نے مجالس تعزیت منعقد کیں اہل سنت کی کوئی ایسی مسجد نہ تھی جس میں خطبا نے آپ کی خدمات کو نہ سراہا۔

آج ربع صدی گذر جانے کے بعد یہ ممکن نہیں رہا کہ مجالس تعزیت کا یہ تمام ریکارڈ یک جا محفوظ کر لیا جائے۔

بہر حال اکابر علماء ومشائخ کے بیانات تاثرات، اخبارات ورسائل کے بیانات، انجمنوں ومدارس کے خصوصی وہنگامی اجلاسِ تعزیت تاریخ گو حضرات کے قطعات تاریخ اور چند شعراء کا نذرانہ عقیدت پیش خدمت ہے۔

منثور احساسات

بقیۃ السلف حجۃ الخلف مفتی اعظم مولانا محمد مصطفیٰ رضا نوری علیہ الرحمۃ

زیب آستانہ قادریہ رضویہ بریلی

امام احمد رضا بریلوی کے خلف اصغر وخلیفہ، حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے استاد ومرشد گرامی، حضرت مفتی اعظم مولانا محمد مصطفیٰ رضا بریلوی قدس سرھم نے ''میرا چاند'' کے عنوان سے نثر کی صورت میں اپنے جن تاثرات کا اظہار فرمایا، اس سے حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کی زندگی اور وصال کا حال معلوم ہوتا ہے۔

''میرا چاند''

آہ میرا روشن چاند جاتا رہا ، غروب مہ صلحاء

۱۳۷۲ھ ۱۳۷۲ھ

وہ میرا چاند تھا۔ جو بڑھتا ہی رہا، کبھی نہ گھٹا، جو اپنی گفتار، اپنی رفتار، اپنے کردار سے فتنوں، فسادوں، کفر وگمراہی کی ہر گھٹا کو دفع کرتا رہا، کبھی گھٹاؤں میں نہ چھپا، کتنی ہی دھولیں اڑیں، کتنا ہی ٹوپ چھایا، وہ چمکتا جگمگاتا ہی رہا۔

وہ میرا چاند تھا، جو اوج پر چڑھتا ہی گیا، کبھی نہ اترا، وہ اوج پر پہنچا، جہاں تک اس کے رب جل جلالہ عم نوالہ نے اسے بلند فرمایا۔

وہ میرے دین کا چاند تھا، دین کا چاند بڑھتا ہی رہتا ہے، آسمان دنیا کے چاند کی طرح بار بار گھٹتا اور اترتا اور اتر کر غائب نہیں ہوتا۔

وہ میرا چاند تھا، جو بہت قلیل عرصہ میں حیرت انگیز ترقی منازل کرتا کرتا منزل غُفر کو پہنچا ''غَفَرَ المُولٰی تَعَالٰی لَهٗ وَلِوَالِدَیْهِ وَلِجَمِیْعِ اُسَاتَذَتِهٖ اٰمِیْن''

وہ میرا چاند، صدر شریعہ کا چاند، اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے مسلک کا چاند، علم قرآن وحدیث وفقہ وغیرہ کا چاند، اس محبوب سبحانی غوث صمدانی کا چاند تھا، جس نے فرمایا تھا آسمان دنیا کے چاند کے لئے ؎

اب ایسے ہزار چاند آئیں
گم ہم میں ہوں اور پتہ نہ پائیں

وہ میرا چاند تھا، جس نے قلیل عرصہ میں ہندوستان وپاکستان کے گوشہ گوشہ میں اپنا نور پھیلایا

وہ میرا چاند تھا، جس کا چاند آسمان دنیا کے چاند کی چاندنی کی طرح محض سطحی نہ تھا بلکہ دلوں کی گہرائیوں میں پہنچا۔

وہ میرا چاند تھا، جس نے ملک میں بہت سے چاند روشن کئے۔

وہ میرا چاند تھا، جس نے ہندوستان وپاکستان میں بنام مظہر اسلام دو مدرسے قائم کئے، جس سے دینی چاند تاقیام قیامت ان شاء اللہ تعالیٰ پیدا ہوتے اور دنیا کو جگمگاتے رہیں گے۔

وہ میرا چاند تھا، جس کی چاندنی رہتی دنیا تک دنیا میں دائم وقائم رہے گی۔ ان شاء اللہ تبارک وتعالیٰ

میری دعا ہے کہ مولائے کریم جل جلالہ وعم نوالہ اس کی قبر کو اپنے چاند علیہ السلام کے نور سے معمور فرمائے، اس پر اپنی رحمت کے پھول برسائے۔ اسے ریاض جنت کی طرح کرے۔ اس کی اولاد کو دارین کی برکتوں سے نوازے، خصوصاً ولد عزیز مولوی فضل رسول سلمہ کو اس کا صحیح جانشین بنائے بِفَضْلِ اللّٰہِ تَعَالٰی ثُمَّ بِفَضْلِ الرَّسُوْلِ۔ اس کے چاند کو اس سے بھی زیادہ جگمگائے، اس سے زیادہ بافیض فرمائے۔ آمین

ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد (۱)

---

(۱) ماہنامہ نوری کرن، بریلی۔ مارچ واپریل ۱۹۶۳ء ۔ ص ۵

نوٹ: حضرت صاحبزادہ قاضی محمد فضل رسول زیب سجادہ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ نے ۲۹ رجب ۱۴۰۶ھ کو بتایا کہ گذشتہ برس میں بریلی شریف میں حاضر ہوا۔ حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمۃ کی اہلیہ محترمہ، بی امی نے بتایا کہ جس روز حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کی خبر وصال بریلی شریف پہنچی حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمۃ غم کے مارے خمیدہ کمر ہو گئے۔ فرمایا۔ ''آج میری کمر ٹوٹ گئی'' چنانچہ اس روز سے لے کر تا وصال آپ کی کمر سیدھی نہ ہو سکی۔ رحمۃ اللہ علیہم۔ فقیر قادری عفی عنہ

حضرت پیر طریقت نبیرہ افخم سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

پیر سید طاہر علاؤ الدین گیلانی مدظلہ العالی (کوئٹہ)

یَدُاللّٰهِ عَلَى الْجَمَاعَةِ

كَانَ الْمَغْفُوْرُلَهُ الْعَلَّامَةُ اَهْلُ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ الْمَوْلَوِی سَرْدَارْاَحْمَدْرَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى مِنْ خِيَرَةِ عُلَمَاءِ الْبَاكِسْتَانِ وَلَهُ يَدٌ طُوْلٰى فِىْ نَشْرِالْعُلُوْمِ الْاِسْلَامِيَّةِ وَكَمَااَنَّهُ كَانَ مِنْ عُشَّاقِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَكَمَااَنَّه كَانَ مِنْ عُشَّاقِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ كَانَ مِنْ مُحِبِّي وَمُرِيْدِيِّ سَيِّدِنَاالْغَوْثُ الصَّمَدَانِيِّ وَالْهَيْكَلِ النُّوْرَانِيِّ سَيِّدِىْ عَبْدُالْقَادِرْمُحْيِ السُّنَّةِ وَالدِّيْنِ الْجِيْلَانِيِّ قَدَّسَ اللّٰهُ رُوْحَهُ وَكَمَااَنَّهُ الْمَغْفُوْرُلَهُ قَدْقَامَ لِخِدْمَةٍ جَلِيْلَةٍ لِتَعْمِيْرِبُيُوْتِ اللّٰهِ وَاِنْشَاءِ الْمَدْرَسَةِ الرِّضْوِيَّةِ فِى لَائِلْ فُوْرْ وَتَخْرُجُ مِنْهَاعُلَمَاءُ اَفَاضِلُ وَاجْتَهِدُوْالتَّبْلِيْغَ فِى الدِّيَارِالْبَاكِسْتَانِيَّةِ وَكَانَ عَوْنًا لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَعْذُوْرِيْنَ وَنَرْجُواللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ اَنْ يَّجْمَعَ شَمَلَ الطُّلَّابِ وَذُرِّيَّتَهُ وَاَنْ يَّتَّفِقُوْاعَلٰى خِدْمَةِ الْمُسْلِمِيْنَ وَالسَّيْرِعَلٰى سِيْرَةِ شَيْخِهِمْ الْاُسْتَاذِالْعَلَّامَةِ الْمَغْفُوْرِمَوْلَانَا سَرْدَارِاَحْمَدَ الْقَادِرِى رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى وَاللّٰهُ يُعِيْنُ اَوْلَادَهُ وَمُحِبِّيْهِ عَلٰى نَهْجِ الْاِسْلَامِ الدِّيْنِ الْقَوِيْمِ وَاِتِّبَاعِ سُنَّةِ سَيِّدِالْمُرْسَلِيْنَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ وَفِى الْخَتَامِ عَلٰى سَيِّدِنَامُحَمَّدٍاَفْضَلُ الصَّلٰوةِ وَاَزْكَى السَّلَامِ.

هفت روزه محبوب حق لائل پور . ۱۳ دسمبر ۱۹۶۳ء . ص ۳۵

یَدُاللّٰهِ عَلَى الْجَمَاعَةِ

مولانا العلامہ مولوی سردار احمد مغفور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اہل سنت وجماعت کے علماء پاکستان سے بہترین تھے اور حضرت موصوف علوم اسلامیہ کی ترویج واشاعت میں یدطولی رکھتے تھے، اور جیسے کہ علامہ موصوف رسول اللہ ﷺ کے عاشق صادق تھے، اسی طرح وہ سیدنا غوث صمدانی ہیکل نورانی سید عبدالقادر محی السنۃ والدین قدس اللہ روحہ کے محبّ

ومرید تھے۔ علامہ مغفور نے مساجد ومدارس دینیہ رضویہ کی تعمیر وترویج میں بڑی خدمت انجام دی اور سعی بلیغ فرمائی۔ طلباء ان مدارس دینیہ سے فاضل علماء بن کر نکلتے ہیں اور پاکستان کے شہروں میں تبلیغ دین کے لئے خوب کوشش کرتے ہیں۔ نیز محدث پاکستان رحمتہ اللہ علیہ فقیروں اور معذوروں کے مددگار تھے۔

ہم اللہ تعالیٰ عزوجل سے امید کرتے ہیں کہ علامہ موصوف کی اولاد اور طالب علموں کو مسلمانوں کی خدمت کے لئے توفیق دے گا۔ اوران کو اپنے شیخ استاذ علامہ مولانا سردار احمد رحمۃ اللہ علیہ کی سیرت پر چلنے کی توفیق عنایت فرمائے گا۔ خداوند قدوس جل وعلا آپ کی اولاد اور محبت کرنے والوں کو اسلام اور دین متین کے طریقے پر چلنے میں مدد فرمائے اور سید المرسلین ﷺ کی سنت سنیہ کی اتباع نصیب فرمائے، اور میں اس پر ختم کرتا ہوں کہ ہمارے سردار محمد مصطفیٰ پر افضل ترین درود اور پاکیزہ ترین سلام ہو۔ (۱)

مخدوم العلماء شیخ الاسلام خواجہ محمد قمر الدین سیالوی

(م ۱۷ رمضان ۱۴۰۱ھ/۲۰ مئی ۱۹۸۱ء)

بِاِسْمِهٖ سُبْحَانَهٗ عَمَّ اِحْسَانُهٗ وَامْتِنَانُهٗ

مِنْ سِيَالْ شَرِيْفُ

۲۲ جُمَادَى الْاُخْرٰى سَنَةَ ۱۳۸۳ھ

حَضْرَةُ الْفَاضِلِ الْعَلَّامَةِ مَوْلَانَامُحَمَّدْاِحْسَانُ الْحَقُ عَمَّتْ مَيَامِنُكُمْ وَعَلَيْكُمُ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ وَبَعْدُ فَقَدْ وَصَلَ اِلَيَّ نَمِيْقَتُكُمُ الْغَالَةُ وَانْكَشَفَ لِىْ مَافِيْهَا سَيِّدِىْ اِنَّ هٰذَا الْفَقِيْرَاِلَى اللهِ الْغَنِيِّ يَعْرِفُ حَضْرَةَ الْمُحَدِّثِ الْاَعْظَمِ مُنْذُ ثَلَاثِيْنَ سَنَةً وَحَضَرَفِىْ نَيِّفٍ مِّنْ مُنَاظَرَاتِهٖ وَخُطُبَاتِهٖ وَعَثُرَتُ عَلَيَّ مِنْ سِيَادَتِهٖ الْفَوَائِدُ الْخَطِيْرَةُ

(۱) ہفت روزہ محبوب حق لائل پور۔ ۱۳ دسمبر ۱۹۶۳ء۔ ص ۳۵

نوٹ: نبیرہ غوث الوریٰ سید طاہر علاؤ الدین مدظلہ کے مکتوب گرامی کا اردو ترجمہ مولانا مفتی محمد امین سابق مدرس جامعہ رضویہ لائل پور نے کیا ہے۔

الْعَظِيْمَةُ الْعِلْمِيَّةُ وَقَدْتَشَرَّفْتُ مِنْ مَحْفَلِهِ مِرَارًا. وَمَااَظُنُّ اَنْ اُبَالِغَ فِي الْقَوْلِ اِذَاقُلْتُ اِنَّ الشَّيْخَ الْمُعَظَّمَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى كَانَ وَحِيْدًامُّتَفَرِّدًاعَلٰى اَقْصَى السَّطْحِ الْفَضِيْلَةِ فِيْ زَمَانِهِ وَوَقَفَ عُمْرَهُ الشَّرِيْفَ لِاِعْلَاءِ كَلِمَةِ الْحَقِّ وَحِمَايَةِ الدِّيْنِ الْقَوِيْمِ وَاِمَامَةِ الْبِدْعَاتِ السَّيِّاٰتِ وَاِمْحَائِهَامَعَ عَدَمِ الْمُسَاعَدَةِ لِمَايُوْجِبُ الطَّمَائِنُ. وَقَدْتَوَكَّلَ عَلَى اللّٰهِ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى فِيْ تِلْكَ الْمُجَاهَدَاتِ اِلٰى اَنْ اَرَاهُ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى ثَمَرَاتِ اَعْمَالِهِ الصَّالِحَاتِ وَبَرَّدَ مَضْجَعَهٗ.

خَادِمُكُمْ. مُحَمَّدُقَمَرُالدِّيْنِ السِّيَالَوِيُّ (خَادِمُ السَّجَادَةِ الْجِشْتِيَّةِ بِسِيَالُ شَرِيْفُ) (۱)

ازسیال شریف۔۲۲ جمادی الاخریٰ ۱۳۸۳ھ

حضرت فاضل علامہ مولانا محمد احسان الحق صاحب اللہ تعالیٰ آپ کی برکتیں عام کرے۔ وعلیکم سلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ حمد وصلوٰۃ کے بعد۔ آپ کا نوازش نامہ موصول ہوکر کاشف احوال ہوا۔

محترما! حضرت محدث اعظم (رحمۃ اللہ علیہ) کوفقیر تیس سال سے جانتا ہے، اور فقیر محدث اعظم پاکستان کے چند مناظروں اور تقریروں میں بھی حاضر ہوا، اور آپ کی بزرگی سے مجھ پر بہت بڑے عالی شان فوائد علمیہ ظاہر ہوئے اور فقیر کو آپ کی مجلس میں شریک ہونے کا شرف کئی بار حاصل ہوا۔ میرے اس کہنے میں مبالغہ نہ ہوگا کہ شیخ معظم (محدث اعظم پاکستان) رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانہ میں یکتا اور یگانہ تھے، اور وہ فضیلت کے اونچے درجے پر فائز تھے۔ آپ (محدث اعظم پاکستان) رحمۃ اللہ علیہ نے اعلاء کلمۃ الحق اور دین متین کی حمایت اور بدرسموں، غلط مذہبوں کے مٹانے میں اپنی عمر شریف وقف کردی باوجود اس کے کہ فضا سازگار نہ تھی کہ جس سے اطمینان حاصل ہوتا لیکن آپ نے ان مجاہدوں میں اللہ تعالیٰ وسبحانہ پر توکل کیا اور آپ نے ان مجاہدوں کو یہاں تک جاری رکھا کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے آپ کے اعمال حسنہ کا پھل آپ کو دکھایا۔ اللہ تعالیٰ آپ کی آرام گاہ کو ٹھنڈا کرے۔

خادم محمد قمرالدین سیالوی، خادم سجادہ چشتیہ سیال شریف (۱)

(۱) ہفت روزہ محبوب حق لائل پور۔۱۳ دسمبر ۱۹۶۳ء (۱) ہفت روزہ محبوب حق لائل پور ۔۱۳ دسمبر ۱۹۶۳ء

نوٹ: حضرت شیخ الاسلام کے عربی مکتوب کا اردو ترجمہ مولانا مفتی محمد امین سابق مدرس جامعہ رضویہ لائل پور نے کیا۔

مجاہدِ ملت حضرت علامہ مولانا شاہ حبیب الرحمٰن دھام نگری

سابق صدرالمدرسین مدرسہ سبحانیہ الٰہ آباد (بھارت)

مجاہدِ ملت مولانا حبیب الرحمٰن، صدرالشریعہ مولانا امجد علی اور صدرالافاضل سید محمد نعیم الدین مرادآبادی کے اجلہ تلامذہ سے ہیں۔ حضرت سید شاہ علی حسین اشرفی سے بیعت واجازت تھی۔ ان کے مجاہدہ اور فقر وعرفان کو دیکھ کر متقدمین اولیاءاللہ کی یاد تازہ ہوجاتی ہے۔

مناظرہ بریلی ۱۳۵۴ھ میں اہل سنت کی طرف سے صدر تھے۔ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے وصال پر اپنے تاثرات کا اظہار بہ عنوان ''آفتاب علم ومعرفت'' کیا چند اقتباسات ملاحظہ ہوں۔

''..........ان کی سلامت روی، دینداری اور ذوق وشوق کا یہ عالم تھا کہ چند لمحات کے لئے بھی اپنا کوئی وقت بے کار جانے دینا نہیں چاہتے تھے۔ چند منٹ اگر کوئی کسی اور بات میں مشغول کرلیتا تو پریشان ہوجاتے۔ فرماتے۔ ''بھئی! بہت وقت ضائع ہوگیا'' ایک دفعہ ایسے موقعہ پر کسی نے کہا تھا کہ آپ کے یہاں تھوڑی دیر جو بہت وقت قرار پاتا ہے تو گھنٹہ کتنی دیر کا ہوتا ہے؟ تو آپ نے مسکرا کر فرمایا کہ ۱۵ منٹ کا گھنٹہ سمجھ لیجئے۔ یہ بہت ہے۔..............اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضی عنہا کے دونوں صاحبزادگان کے حضرت محدث پاکستان علیہ الرحمۃ والرضوان سراپا برکت نشان تھے، ایک تن تنہا اور بے سروسامان کا سلف صالحین کے پیروی میں اجنبی جگہ جاکر مقیم ہوجانا اور مختصر عرصہ میں دین متین کو اس طرح عروج دینا کہ ایک زبردست دارالعلوم کا قیام ہوجائے۔ اور ہزاروں ان سے مستفیض ہوں، ایک امر غریب ہے۔..............آخر میں اظہار مقبولیت کا ایک زبردست کرشمہ دیکھئے کہ جنازہ میں لاکھوں کا اژدہام رہا۔ ایسے ہی لوگ موت العالم اور موت العالم ثلمۃ فی الدین کے مصداق ہوتے ہیں۔ جی چاہتا ہے کہ اپنے حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ شعر آخر میں درج کروں۔

موتِ عالم موتِ عالَم ثلمہءِ دینِ نبی

جانِ تو جانِ جہاں ، جانِ جہاں پر تو نثار ''(۱)

حافظ الحدیث حضرت مولانا عبدالعزیز مبارک پوری

شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ مبارک پور (بھارت)

حضرت حافظ الحدیث مولانا عبدالعزیز ہندوستان کے ان اعاظم علماء سے ہیں جن کے دم قدم سے عظمتِ دین قائم ہے۔ آپ حضرت صدر الشریعہ مولانا امجد علی کے تلمیذ رشید اور قطب المشائخ سید شاہ علی حسین اشرفی کے مرید وخلیفہ ہیں۔ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے وصال پر آپ نے ''حادثہءِ جانکاہ'' کے عنوان سے اپنے خیالات کا اظہار فرمایا۔ اسی مضمون کی چند سطور ملاحظہ ہوں۔

''...............ابھی ہماری نظروں کے سامنے الحاج حضرت علامہ شاہ محمد سردار احمد صاحب قبلہ محدث اعظم پاکستان کے علم وفضل کا آفتاب اپنی تابانی کے ساتھ روشن ودرخشاں تھا، عالم کو منور کر رہا تھا، آپ کے فیوض وبرکات سے عالم فیضیاب تھا، مگر دیکھتے ہی دیکھتے آن کی آن میں وہ ہم سب سے رخصت ہوگئے۔ داغ مفارقت دے گئے۔ آپ کی رحلت وہ حادثہ جانکاہ ہے جس نے شہر سونے کر دیئے، بستیاں سنسان کر دیں، ہر جگہ سناٹا معلوم ہوتا ہے۔ علم وفضل کا یہ آفتاب کیا غروب ہوا، دنیائے اسلام میں صف ماتم بچھ گئی، کہرام مچ گیا، سکتہ کا عالم طاری ہوگیا۔ اَلْعَیْنُ تَدْمَعُ وَالْقَلْبُ یَحْزُنُ وَمَانَقُوْلُ اِلَّامَایَرْضٰی بِہٖ رَبُّنَا۔ آنکھیں اشکبار ہیں دل غمگین ہیں۔ زبانوں پر اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ جاری ہے۔

رحلت کی خبر سے دار العلوم اشرفیہ میں تعطیل کر دی گئی، تعزیتی جلسہ منعقد ہوا۔ ہر شخص غم واندوہ کا مجسمہ نظر آتا تھا۔ آنکھیں اشکبار، چہرے اداس، تھے اور کیوں نہ ہو حضرت موصوف علم فضل کے

(۱) ماہنامہ نوری کرن بریلی، مارچ، اپریل ۱۹۶۳ء، ص ۱۹، ۲۰

آفتاب تھے، زہد وتقویٰ کے ماہتاب تھے، امانت ودیانت کے خورشید درخشاں تھے، ہر کمال کے جامع تھے، عالم دین تھے، علامہء زمان تھے، استاد محترم حضرت صدر الشریعہ قبلہ علیہ الرحمۃ کے صحیح جانشین تھے، جامع معقول ومنقول تھے، ہر علم میں آپ کو کمال حاصل تھا۔ بالخصوص فن حدیث میں آپ کو ید طولیٰ حاصل تھا۔ بلا مبالغہ آپ بخاری زماں تھے۔ آپ کے درس وسیع میں درس حدیث کو امتیاز خصوصی حاصل تھا، عالم حدیث تھے اس کے ساتھ عامل حدیث تھے۔ جو حدیث پڑھی اس پر پورا عمل کیا...............خوف الٰہی وخشیت ربانی، زہد وتقویٰ، اتباع سنت آپ کی طبیعت ثانیہ تھی۔ ہر قول وفعل، تمام حرکات وسکنات، نشست وبرخاست میں اتباع سنت ملحوظ رکھتے تھے۔ زمانہ طالب علمی میں آپ اس قدر پابند سنت اور متبع شریعت تھے کہ آپ کے لیل ونہار، خلوت وجلوت، کے تمام حالات، سنت کریمہ کے مطابق ہوتے...............بلاشبہ حضرت موصوف مجمع البحرین تھے، جامع منقول ومعقول تھے علم وعمل کے جامع تھے،، کمالات ظاہری وباطنی سے آراستہ تھے۔ بزرگان دین سلف صالحین کے نمونہ تھے، باقیات الصالحات سے تھے..........'' (۱)

مجاہد ملت حضرت علامہ مولانا عبدالحامد بدایونی علیہ الرحمۃ

صدر مرکزی جمعیت علماء پاکستان ومشیر مشاورتی کونسل حکومت پاکستان

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے ایام علالت میں مجاہد ملت علامہ عبدالحامد بدایونی (م ۱۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۰ھ/ ۲۰ جولائی ۱۹۷۰ء) کراچی میں متعدد بار عیادت کو تشریف لائے۔ کراچی میں آپ کے جنازہ اور دیگر انتظامات میں شرکت فرمائی۔ بوجہ علالت ونقاہت لائل پور میں جنازہ شرکت نہ کر سکے۔ لیکن برقی پیغام کے ذریعے اپنے دلی جذبات کا اظہار فرمادیا۔ (۲)

(۱) ماہنامہ نوری کرن بریلی، مارچ، اپریل ۱۹۶۳ء، ص ۲۷، ۲۸

(۲) روز نامہ سعادت لائل پور۔ یکم جنوری ۱۹۶۳ء، ص ۶

حضرت شیخ الحدیث کے عرس چہلم منعقدہ ۷،۸ مارچ ۱۹۶۳ء کے موقعہ پر حضرت علامہ بدایونی تشریف لائے اور حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کی خدمات جلیلہ کو خراج تحسین پیش کیا۔ آپ کی تقریر کے چند اقتباس ملاحظہ فرمائیں۔

''لائل پور پر مختلف ادوار گذرے ہیں۔ اس لائل پور کو دیکھ کر یہ سمجھتا ہوں کہ لائل پور، بریلی ہے، پھر خیال کرتا ہوں کہ یہ زمین بغداد کی سرزمین ہے۔ لائل پور کی اس زمین کو یہ رتبہ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے وجود سے ملا۔ آپ کا وصال کراچی میں ہوا، مگر آپ کے جسم نے لائل پور والی زمین کو نوازا۔ اس کی قسمت جاگ اٹھی۔''

آپ نے فرمایا۔

''اولیاء اللہ مرتے نہیں وہ ہمیشہ زندہ رہتے ہیں۔ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ زندہ ہیں۔ وہ ہمارے اس مقدس جلسہ کو دیکھ رہے ہیں۔ آپ کیا مری تقریر کی داد دیں گے؟ داد تو وہ قبر والا اللہ کا مقبول بندہ دے گا۔ جو رتبہ بوریا نشین فقیروں کا ہوتا ہے، وہ شہنشاہوں کو حاصل نہیں ہوتا۔ ان اللہ والوں کی بڑی شان ہوتی ہے۔''

آپ نے حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا۔

''آپ سچے عاشق رسول تھے۔ آپ کی وفات کے بعد آپ کا چہرہ مبارک دیکھ کر یقین ہوتا کہ آپ زندہ ہیں اور مسکرا رہے ہیں۔''

حاضرین سے مخاطب ہوتے ہوئے مجاہد ملت نے فرمایا۔

''اگر تم حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کو خوش کرنا چاہتے ہو تو دامن مصطفیٰ کو مضبوطی سے تھام لو۔ اسی میں خوشنودی خدا اور اسی سے خدا کا حبیب صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہوتا ہے۔''(۱)

(۱) ہفت روزہ سواد اعظم لاہور، ۲۲ مارچ ۱۹۶۳ء۔ ص ۴ نوٹ: فقیر قادری عفی عنہ نے عرس چہلم پر مجاہد ملت علیہ الرحمۃ کی یہ تقریر خود بھی سنی تھی۔

حکیم الامت حضرت مولانا مفتی احمد یار خاں علیہ الرحمۃ

مفسر قرآن، حکیم الامت حضرت مولانا مفتی احمد یار خاں نعیمی بدایونی علیہ الرحمۃ (م ۳ رمضان المبارک ۱۳۹۱ھ/۲۴ اکتوبر ۱۹۷۱ء) حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے جنازہ مبارکہ پر لائل پور میں حاضر ہوئے۔

بعد ازاں عرس چہلم حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ (۱۰، ۱۱ شوال المکرم ۱۳۸۲ھ/۷، ۸ مارچ ۱۹۶۳ء) پر شرکت فرمائی۔ مقام ولایت پر تقریر کرتے ہوئے آپ نے حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے بارے میں اپنے جذبات کا اظہار فرمایا۔ چند اقتباس ملاحظہ ہوں۔

''جس درخت کی جڑ زندہ ہو، اس کی شاخیں سرسبز ہوتی ہیں اور پھل بھی لگتا ہے۔ اسی طرح اہل سنت و جماعت کی جڑ نبی اکرم ﷺ زندہ ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس فرقہ حقہ میں اولیاء اللہ موجود ہیں، جو پھل کی صورت میں ہیں۔ جو فرقہ نبی کو زندہ نہیں مانتا ان میں ولایت کا پھل نہیں لگتا۔''

آپ نے فرمایا۔

''حقانیت دین کا علم اولیاء اللہ سے ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بنی اسرائیل میں بھی اولیاء اللہ پیدا ہوئے۔ اب بنی اسرائیل میں ولی پیدا نہیں ہوتے۔ اس لئے کہ اس کی حقانیت ختم ہو چکی ہے۔ اسلام میں آج بھی ولی موجود ہیں۔ اس لئے کہ اسلام کی حقانیت قائم ہے۔''

آپ نے فرمایا۔

''اولیاء اللہ کے وسیلہ سے مرادیں مانگنے سے اللہ مراد دیتا ہے۔ اس کا ثبوت قرآن پاک نے دیا اور بتایا کہ حضرت مریم علیہ السلام کے پاس جب غیب سے کھانا آنے لگا تو حضرت زکریا علیہ السلام نے ان کے محراب میں حضرت مریم کے وسیلہ سے بیٹے کے لئے دعا فرمائی جو قبول ہوئی۔ اس واقعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ وسیلہ سے دعا کرنا سنت انبیاء ہے۔''

نیز آپ نے فرمایا۔

"حضرت مریم نے کھجور کے سوکھے درخت کو ہاتھ لگایا تو وہ ہرا ہو گیا اور اس میں اسی وقت پھل بھی لگ گیا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ولی کا ہاتھ لگنے سے تقدیر بدل جاتی ہے۔"

حضرت حکیم الامت علیہ الرحمۃ نے فرمایا۔

"اللہ کے مقبول بندوں کا ہاتھ وہاں پہنچتا ہے جہاں عام انسانوں کا ہاتھ نہیں پہنچ سکتا ایک مرتبہ حضور اکرم ﷺ نے نماز کسوف کے عالم میں اچانک ہاتھ بڑھایا۔ پھر کھینچ لیا۔ نماز کے بعد صحابہ کرام نے عرض کیا۔ یارسول اللہ ﷺ! آپ نے ہاتھ بڑھا کر کیا پکڑا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ جنت میرے سامنے تھی۔ میں نے انگور کا ایک خوشہ توڑنا چاہا۔ لیکن نہ توڑا" (۱)

(۱) ہفت روزہ سواد اعظم لاہور۔ ۲۲ مارچ ۱۹۶۳ء۔ ص ۴

"ہم میں سے وہ اٹھ گیا جس کا بدل ہماری جماعت میں نہیں ہے۔ برأت کا دولھا غائب ہو گیا ہے۔ مجمع ہے مگر رونق نہیں۔

چل دیئے باغ سے چمن پیرا
گل وگلزار کا خدا حافظ" (۲)

ابوالکلام صاحبزادہ سید فیض الحسن شاہ علیہ الرحمۃ

سابق صدر جمعیت علماء مغربی پاکستان، زیب آستانہ آلومہار ضلع سیالکوٹ

حضرت مولانا صاحبزادہ سید فیض الحسن شاہ نے حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے جنازہ مبارکہ میں شرکت فرمائی۔ ان کی جنازہ میں حاضری کا واقعہ خاصا دلچسپ ہے، جسے انہوں نے خود عرس چہلم پر بیان فرمایا۔ آپ نے حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے فرمایا۔

(۲) ہفت روزہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ۔ ۲۱ شعبان ۱۳۷۲ھ۔ ص ۶

"جب میں جنازہ کے لئے لائل پور آیا تو مجھے معلوم نہیں تھا کہ جنازہ کی نماز کہاں ادا کی جائے گی۔ لیکن جب میں لائل پور میں داخل ہوا تو ایک نور کی شعاع میری رہنمائی کر رہی تھی۔ میں اس شعاع کی طرف بڑھتا رہا۔ یہاں تک کہ دھوبی گھاٹ پہنچ گیا۔

ابھی اس راہ سے کوئی گیا ہے
کہے دیتی ہے شوخی خلش پا، کی

یہ آپ کی کرامت ہے کہ آپ پر تجلیات کی بارش ہو رہی تھی۔"

نیز فرمایا۔

"ایک بزرگ نے مجھے بتایا کہ انہوں نے حضرت داتا صاحب کو جنازہ میں شریک دیکھا۔"

"آپ نے فرمایا کہ میں یقین رکھتا ہوں کہ داتا صاحب نے ضرور نماز جنازہ میں شرکت فرمائی۔ ان کی شرکت صرف اہل نظر ہی اپنی آنکھوں سے دیکھ سکتے ہیں۔" (۱)

صاحبزادہ ابوالکلام سید فیض الحسن زیب آستانہ آلومہار، ضلع سیالکوٹ نے اپنی تقریر کے دوران حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کی سیرت بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

"بعض لوگ ماہ وسال سے منسوب ہو کر معروف ہوتے ہیں اور بعض اشخاص وہ ہیں کہ ماہ سال ان سے منسوب ہو کر مشہور ہوتے ہیں، وہ حالات وواقعات کی پیداوار نہیں ہوتے، بلکہ حالات وواقعات کو پیدا کرتے ہیں، حضرت محدث اعظم پاکستان علامہ سردار احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایسے ہی عہد آفرین بزرگ تھے، وہ ایسے عالم تھے کہ ان پر علم نازاں تھا، وہ ایسے مدرس تھے کہ فن تدریس کو ان پر فخر تھا، وہ شعلہ نوا خطیب اور نکتہ آفرین محقق تھے، جب عمومی اخلاق کے ظہور کا وقت ہوتا تو وہ برگ گل سے بھی نرم تر تھے، لیکن جب عقائد حقہ کے تحفظ کا معاملہ آتا تو کوہ وقار تھے، ان

(۱) ہفت روزہ سواد اعظم لاہور ۲۲ مارچ ۱۹۶۳ء۔ ص ۵

کے دل کا خلوص ان کے چہرہ سے ظاہر اور عشق رسول اکرم ﷺ کی لطافتیں اُن کے بشرہ سے واضح تھیں، ان کی زبان پر قالِ رسول اللہ اور دل میں حالِ رسول علیہ السلام تھا۔

غرضیکہ مرحوم ایک ایسی جامع شخصیت تھے جو بقول اقبال نرگس بے نور کے برسوں کے گریہ طلب کے بعد نمودار ہوتی ہے اور بدعقیدگی کی ظلمت میں ان کا وجود حق وصداقت کی روشنی کا مینار تھا، وہ ایسے سنی تھے کہ جن کی سنیت اور شخصیت مترادف بن گئیں تھیں، وہ صرف عالم نہ تھے بلکہ عالم گر تھے، ان کے حلقۂ درس سے ہزاروں تہی دامنوں نے علم وعرفان کے موتی سمیٹے اور اتنے سمیٹے کہ ان کے خوشہ چین بھی علم وعرفان کے بادشاہ بن گئے۔ حضرت مرحوم کی معنوی اولاد ان کے شاگردان رشید ہزاروں کی تعداد میں مسند درس وارشاد کی زینت ہیں۔ وہ اپنے ارادت مندوں کو اخلاص واستقلال کا ایسا خوگر بنا گئے ہیں کہ باطل کی بڑی سے بڑی یورش ان پر ان شاء اللہ اثر انداز نہیں ہوسکتی۔ وہ دل ودماغ کو عشق وعلم کی نعمتوں سے یکساں طور پر فیضیاب کر گئے ہیں۔ ان کا علم، ادب خوردۂ عشق تھا۔ علم وعشق کے اس حسین امتزاج سے حضرت مرحوم، سنیت کا معتدل مزاج تیار کرتے رہے۔ اور الحمدللہ وہ اس میں بہمہ وجوہ کامیاب ہوئے۔ وہ ایک بھرپور اور کامیاب زندگی گذار کر دار البقا کو سدھارے۔ ان کی فرقت سے ہماری آنکھیں اشکبار اور دل سوگوار ہیں۔ لیکن ان کے کردار کی عظمت پر ہمارے سر فخر سے بلند ہیں۔ ان کا جسم ہم سے اوجھل ہوگیا۔ لیکن ان کا اسوہ ہمارے سامنے موجود ہے۔ جامعہ رضویہ لائل پور حضرت کی زندہ اور پائندہ یادگار ہمارے پاس ہے۔ جامعہ رضویہ کی خدمت، مرحوم سے عقیدت کا بہترین ذریعہ ہے۔ وہ عمر عزیز کے آخری دور میں جامعہ کی تعمیر وتکمیل میں منہمک رہے۔ جامعہ کا فروغ وارتقا ان کی روحانی مسرت کا باعث ہوگا۔

اللہ والے زندہ جاوید ہوتے ہیں، ان کی برکات ان کی وفات کے بعد اور بھی بڑھ جاتی ہیں۔ آیئے ہم عہد کریں کہ حضرت مرحوم کے پروگرام کو پہلے سے زیادہ مستعدی سے تکمیل پذیر کرکے ہم ان سے دلی عقیدت کا عملی ثبوت دیں گے۔'' (۲)

(۲) ہفت روزہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ۔ ۲۱ شعبان المعظم ۱۳۸۲ھ۔ ص ۶

فاضل شہیر مولانا ابوالنور محمد بشیر مدظلہ

مدیر ماہنامہ طیبہ کوٹلی لوہاراں ضلع سیالکوٹ

حضرت مولانا ابوالنور محمد بشیر، حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے جنازہ مبارکہ میں شریک ہوئے، عرس چہلم میں بھی آپ کے کمالات اور خدمات کا بیان فرمایا۔ (۱)

بعد میں ایک طویل مضمون میں حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کی سیرت اور کردار پر روشنی ڈالی۔ اس مضمون کا ایک اقتباس ملاحظہ ہو۔

''حضرت شیخ الحدیث محدث اعظم پاکستان حضرت مولانا ابوالفضل محمد سردار احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ علم فضل کے بادشاہ اور ورع وتقویٰ کے پیکر تھے۔ مسلک اہل سنت کے مبلغ اعظم اور عقائد حقہ کے عظیم ناشر تھے، ایثار وخلوص کے جو مناظر میں نے حضرت موصوف علیہ الرحمۃ کے ہاں دیکھے وہ دوسری جگہ کم ہی نظر آئے۔ علم وفضل کے تاجدار ہونے کے باوجود میرے جیسے نیاز مندوں کو بھی دیکھ کر اس قدر مسرت کا اظہار فرماتے کہ ان کے سامنے اپنی ادنیٰ سی حیثیت کے پیش نظر مجھے بیحد ندامت لاحق ہوتی۔ مجھے یہ فخر حاصل ہے کہ حضرت موصوف علیہ الرحمۃ مجھ پر بہت ہی شفقت فرمایا کرتے تھے۔ اور جب بھی کبھی مجھے حاضری کا شرف حاصل ہوتا تو مجھے دیکھ کر بڑی مسرت کا اظہار فرمایا کرتے اور حاضرین مجلس میں بڑے بڑے تعریفی کلمات کے ساتھ میرا تعارف کرایا کرتے تھے۔

ایک بار مجھ سے فرمایا کہ مولانا میں آپ سے اس قدر خوش ہوں کہ آپ اگر کبھی مجھ سے ناراض بھی ہو جائیں تو میں آپ سے خوش ہی رہوں گا۔ سبحان اللہ! کیا تواضع اور کیا ہی شفقت ہے۔''

(۱) (ا) ہفت روزہ سواد اعظم لاہور، ۲۲ مارچ ۱۹۶۳ء۔ ص ۵ (ب) ہفت روزہ رضائے مصطفیٰ ۲۵ شوال المکرم ۱۳۸۲ھ۔ ص ۶

(۲) ہفت روزہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ۔ ۱۳ شعبان، ۱۳۷۵ھ۔ ص ۳

نوٹ: علاوہ ازیں مولانا بشیر کی تقریر کا ایک اقتباس ہفت روزہ رضائے مصطفیٰ کی ۲۱ شعبان ۱۳۸۲ھ کی اشاعت میں شامل ہے۔

مجاہد ملت حضرت مولانا شاہ محمد عارف اللہ میرٹھی علیہ الرحمۃ

سابق خطیب مرکزی جامع مسجد راولپنڈی

خلیفہ امام احمد رضا بریلوی، مولانا شاہ محمد حبیب اللہ قادری قدس سرھما کے خلف رشید مولانا شاہ محمد عارف اللہ قادری میرٹھی، حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ سے گہرا تعلق رکھتے تھے۔ بارہا حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کو دہلی، بمبئی، مرادآباد، مین پوری اور میرٹھ کے جلسوں میں ان کی درخواست پر شامل ہوئے۔ عرس قادری رضوی بریلی اور دارالعلوم مظہر اسلام مسجد بی بی جی مرحومہ بریلی کے جلسوں میں وہ آپ کی دعوت پر شرکت فرماتے تھے۔

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے جنازہ میں لائل پور حاضر ہوئے اور ختم قل اور چہلم شریف میں شریک ہوئے۔ وہاں اپنے تاثرات اور آپ کی خدمات کا بیان فرمایا۔ بعد میں مدیر ماہنامہ نوری کرن بریلی کے اصرار پر اپنے ایک مضمون میں حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کی سیرت اور سوانح کو بیان کیا۔ مضمون مذکور بنام ''بارگاہ رضویت کا مجاہد'' کا ایک اقتباس ملاحظہ ہو۔

''حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ نے پاکستان پہنچ کر مسلک اہل سنت کی تبلیغ اور اعلیٰ حضرت کے علمی وتجدیدی کارناموں کی نشر واشاعت میں جو جدوجہد فرمائی اس کا نمایاں اثر پورے ملک کے گوشہ گوشہ میں نظر آرہا ہے۔

اس راہ میں انہوں نے اپنوں کی بے التفاتی بھی دیکھی اور بیگانوں کی سختیاں بھی سہیں۔ مخالفت کے تیز وتند طوفانوں میں اس پیکر علم وفضل کا روشن کیا ہوا چراغ کبھی اتنا دھیما نظر آیا کہ بجھنے کا خطرہ پیدا ہوگیا، اور کبھی ایسا جگمگایا کہ آنکھیں خیرہ ہوکر رہ گئیں۔

حالات کے نشیب وفراز نے بارہا جھنجوڑا، لیکن بارگاہ رضویت کا تربیت یافتہ مجاہد اپنے موقف پر جما رہا۔ تقریباً ایک سال سے حضرت موصوف پر مختلف عوارض کے مسلسل حملے ہوتے رہے اور جو وجود گرامی علم وفضل کی دولت تقسیم کرنے میں پیش پیش تھا، وہ بستر علالت پر دراز ہوگیا، اور بالآخر وہ

وقت نامسعود آپہنچا جس کے تصور سے دل لرز رہا تھا۔ کانوں نے وہ خبر سنی جس کے سنتے ہی آنکھیں اشکبار ہوگئیں اور پورے ملک میں کہرام مچ گیا۔

میں نے پاکستان میں اتنا عظیم اجتماع نہ کسی پیر طریقت کے جنازہ میں دیکھا اور نہ اتنی کثیر تعداد میں علماء کے کاندھوں پر کسی عالم کا تابوت نظر آیا۔

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کی صداقت کا جیتا جاگتا ثبوت دیکھا کہ جن لوگوں کی زبانیں حضرتِ مبرور کو مشرکِ اعظم کہتے نہ تھکتی تھیں وہ جنازہ میں سوگوار نظر آرہے تھے اور جن کے قلم مسلک اہل سنت کے خلاف زہر اگلا کرتے تھے وہ نماز جنازہ میں دست بستہ کھڑے تھے۔

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ بظاہر آنکھوں سے اوجھل ہوگئے لیکن ان کی تعلیمی وتبلیغی خدمات رہتی دنیا تک ان کا نام روشن کرتی رہیں گی۔ میں تدفین کے دوسرے دن مجلس میں شرکت کرکے واپس آگیا۔

اشکوں کا ایک سیل رواں لے گیا تھا میں
اشکوں کا ایک سیل رواں لے کے آگیا''(۱)

فاضل اجل حضرت مولانا عبدالمصطفیٰ الازہری (ایم۔این۔اے)

شیخ الحدیث دارالعلوم امجدیہ کراچی

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے استاذ گرامی اور امام احمد رضا بریلوی کے خلیفہ صدر الشریعہ حضرت مولانا محمد امجد علی اعظمی قدس سرھم کے خلفِ رشید حضرت مولانا عبدالمصطفیٰ ازہری سے آپ کے روحانی تعلقات ابتداء عمر سے ہی تھے۔ مظہر اسلام بریلی کی تدریس میں دو حضرات شریک رہے۔ قیام پاکستان کے بعد دونوں بزرگوں کے روابط انتہائی گہرے رہے۔ اکثر ایک دوسرے کے ہاں جلوہ گری فرماتے۔

(۱) ماہنامہ نوری کرن بریلی، مارچ اپریل ۱۹۶۳ء، ص ۸۸،۹

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے ایام علالت میں حضرت مولانا ازہری مدظلہ نے بڑی مستعدی اور لگن کے ساتھ علاج معالجہ میں سرگرمی دکھائی۔ وصال مبارک پر کراچی میں انہوں نے نماز جنازہ پڑھائی۔ لائل پور میں جنازہ میں انہوں نے شرکت فرمائی۔ فاتحہ قل شریف میں قیام کراچی اور وصال کے حالات بیان فرمائے، عرس چہلم (۷،۸ مارچ ۱۹۶۳ء) میں آپ نے جن خیالات کا اظہار فرمایا اس کا ایک حصہ ملاحظہ ہو۔

''اللہ تعالیٰ جسے عزت وعظمت عطا فرماتا ہے اسے علم دیتا ہے............اللہ تعالیٰ نے حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کو علم وفضل سے نوازا اور آپ کا رتبہ بڑھایا۔ حضرت محدث اعظم ولی کامل تھے۔''

دوران تقریر آپ نے فرمایا۔

''حضور کا ارشاد ہے جس نے میری حدیث پھیلائی اللہ تعالیٰ اس کے چہرے کو پرنور اور جمال افروز بنا دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے چہرہ مبارکہ پرنور برستا ہے۔ جب آپ کا وصال ہوا تو اس وقت بھی چہرہ مبارک پر جمال برس رہا تھا، حضرت کے وصال کے فوراً بعد آپ کی چشمان مبارک کو بند کر دیا گیا تھا۔ کوئی پندرہ منٹ کے بعد قاری محبوب رضا صاحب نے یہ دیکھنے کے لئے کہ کہیں آنکھ نہ کھل گئی ہو۔ رخ سے چادر ہٹائی تو قاری صاحب نے بے ساختہ حضرت صاحب کی پیشانی مبارک کو چوم لیا اور کہا کہ خدا کی قسم! میں نے ایسا خوبصورت اور حسین وجمیل چہرہ کبھی نہیں دیکھا۔''

حضرت مولانا ازہری نے فرمایا۔

''وصال کے تیسرے دن لاکھوں افراد نے آپ کے چہرے کی زیارت کی اور گواہی دی کہ حضرت کا چہرہ پاک متبسم ہے۔ اور یوں معلوم ہوتا ہے جیسے ابھی سو کر اٹھے ہیں اور تبسم فرما رہے ہیں۔''

آپ نے حضرت سے پیش آنے والا ایک واقعہ پیش کر کے آپ کی صداقت اور ولایت کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا۔

''ایک مرتبہ مخالفین نے آپ کو چائے میں زہر دے دیا۔ لیکن اللہ نے آپ کو زندہ رہنے دیا۔

زہر کے اثر باقی رہے، اور آپ کی بیماری کا باعث شاید یہی زہر کے اثرات تھے۔ آپ کی دوسری نوعیت یہ بھی ہے کہ آپ نے علم دین اور مذہب حق کی تبلیغ کرتے ہوئے جان دی۔''(۱)

اشرف العلماء مولانا محمد شریف الحق امجدی

مفتی دارالافتاء بریلی

مولانا محمد شریف الحق امجدی، صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی اور حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے تلامذہ میں سے ہیں۔ اپنے علم وفضل اور مرکز علم وعرفان بریلی کے دارالافتا کے ممتاز مفتی ہیں۔ آپ نے نثر میں جن تاثرات کا اظہار فرمایا اور حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے وصال پر جو کیفیات بیان فرمائے، وہ قابل مطالعہ ہیں۔ مذکورہ مضمون سے چند سطور بطور اقتباس ملاحظہ ہوں۔

حبر امت، سرّ دار دین وملت، عارف برسول اللہ، فانی فی رسول اللہ، باقی برسول اللہ، استاذ العلماء الکاملین شیخ الفقہائے والمحدثین، سیدی وسندی، استاذی مولانا الحاج شاہ سردار احمد قدس سرہ محدث اعظم پاکستان بانی مظہر اسلام بریلی شریف ولائل پور کی علالت کی خبریں برابر یہاں آتی تھیں۔ جب کبھی زیادہ ناسازی کی خبر ملتے تو دل دھڑکنے لگے اور جب روبصحت ہونے کی اطلاع آئے تو دل مسرت سے لبریز ہو جائے............سنی جرائد ورسائل کے ایڈیٹر صاحبان مجھ سے میرے تاثرات پوچھتے ہیں یہ لوگ میرے احباب اور دیکھنے والوں سے پوچھتے تو وہ بتاتے کہ میرا اس وقت کیا حال تھا۔ آنسو بہے جا رہے تھے مگر سوزش نہانی تھی کہ کم نہیں ہوتی تھی۔

لاکھ برس گئی گھٹا ، سوز دروں نہ کم ہوا
آگ سی لگی ہوئی دیدۂ اشکبار میں

............ہچکیوں سے اس پر قادر نہ ہوا کہ کچھ کہہ سکوں۔ ایصال ثواب ہو جانے کے بعد قیام گاہ

(۱) ہفت روزہ سواد اعظم لاہور۔ ۲۲ مارچ ۱۹۶۳ء۔ ص ۵

پر آیا، لیکن قرار نہ ملا۔ احباب آئے، تسلی دی، مگر دل بے قرار کو احباب کی تسلی دینے سے کب تسلی ہونے والی تھی، نہ ہونا تھا، نہ ہوئی اور آج بھی یہ حال ہے کہ جب کہیں ذکر آیا، زخم ہرے ہوگئے۔

وہ کیا گئے ہماری خوشی لے گئے ....

حضرت محدث اعظم پاکستان کی رحلت انجمنِ سیارگاں کا ماند پڑنا نہیں، مہ کامل کا خسوف ہے، ذروں کا بے نور ہونا نہیں، آفتاب عالمتاب کا غروب ہے۔ صرف لائل پور بے نور نہیں، صرف پاکستان بے نور نہیں، سارا عالم دھندلا دھندلا نظر آرہا ہے۔ آفتاب غروب ہوتا ہے، فنا نہیں ہوتا۔ آفتاب کے غروب ہونے پر زمین کی سطح، درختوں کی شاخیں، پہاڑوں کی چوٹیاں بے نور ہو جاتی ہیں لیکن مہ وانجم آفتاب ہی سے اکتساب نور کر کے عالم کو روشنی ودلکشی بخشتے ہیں۔

حضرت محدث اعظم پاکستان آفتاب علم وفضل تھے۔ افق دنیا سے روپوش ہونے کے بعد، فنا نہیں ہوئے۔ وہ زندہ ہیں۔ وہ زندہ ہیں۔ وہ زندہ ہیں۔ اعلیٰ یقین کی بلندیوں سے فیض بانٹ رہے ہیں، مگر حصہ لینے کے لئے مہ وانجم کی سی بلندی اور عالی ظرفی چاہئے۔ ہم سطح زمین پر رہنے والے اگر محروم ہیں تو یہ اپنی پستی وظرف کی عدم صلاحیت ہے، جو لوگ مہ انجم کی بلندیاں رکھتے ہیں ان کا ظرف رکھتے ہیں، وہ ان کی ضیاباریوں سے خود بھی چمک رہے ہیں اور دوسروں کو بھی چمکا رہے ہیں اور چمکتے چمکاتے رہیں گے۔

تو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے واللہ
میرے چشم عالم سے چھپ جانے والے

وہ لائل پور میں رہتے تھے، ہزاروں میل کے فاصلہ پر رہتے ہوئے بھی ایسا معلوم ہتا تھا جیسے بریلی شریف میں ہیں۔ وہ وہاں سپرد خاک ہوئے تو ایسا محسوس ہو رہا ہے کہ بریلی سونی ہوگئی۔

تم کیا گئے کہ سارا زمانہ چلا گیا

آج صرف صاحبزادگان مولانا فضل رسول، فضل کریم، فضل رحیم (فضل احمد) ہی نہیں یتیم ہوئے،

بلکہ ساری دنیائے سنیت یتیم ہوگئی، صرف وہی غمزدہ واشکبار نہیں، بلکہ عوام اہل سنت سے لے کر خواص تک، علماء سے لے کر مشائخ تک، حد یہ کہ حضرت مفتی اعظم ہند مدظلہ العالی بھی اشکبار ہیں۔ جامعہ رضویہ مظہر اسلام کے در و دیوار، مسند تدریس، اس کی مسجد کے محراب و منبر مرثیہ خواں ہیں۔

حَتَّی الْمَحَارِیْبِ تَبْتَکِیْ وَھِیَ جَامِدَۃٌ
حَتَّی الْمَنَابِرِ تَرْثِیْ وَ ھِیَ عِیْدَانٌ

محراب روتی ہے حالانکہ وہ جمادات میں سے ہے۔ منبر مرثیہ خواں ہیں حالانکہ وہ خشک لکڑی ہیں۔

مولیٰ عزوجل انہیں اسلام و مسلمین کی طرف سے بہترین جزا عطا فرمائے۔ جنت کا دولھا بنائے۔ ان کے پس مندگان کو اجر جزیل و صبر جمیل عطا فرمائے۔ ان کا صحیح جانشین بنائے۔

تیری نسل پاک سے پیدا کرے
کوئی ہم رتبہ ترا میرے شہا''(۱)

لسان الحسان حضرت مولانا شاہ محمد یعقوب حسین ضیاء القادری بدایونی

صدر جمعیت المشائخ کراچی وصدر مجلس شیدایان نبی کراچی

شاہ ضیاء القادری بدایونی نے نظم اور نثر میں حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے وصال پر ملال پر اپنے تاثرات کا اظہار فرمایا۔ نثری تاثرات ''موت العالم موت العالم'' سے چند سطور ملاحظہ ہوں۔

''.................مولانا کے علم وفضل اور دینی معلومات کے متعلق کچھ عرض کرنا تحصیل حاصل ہے۔ آپ علمائے اہل سنت میں ایک عظیم المنزلت عالم اور پاکستان وہندوستان کے بہترین مدرس، مفسر، محدث، فقیہ اور خطیب تھے ....آپ کا وعظ علمی معلومات کا بہترین ذخیرہ ہوتا تھا۔ متکلمانہ حیثیت سے مولانا کے وعظ میں فرقہ ءِ باطلہ کا نہایت مدلل اور مستند رد ہوتا تھا۔ دلائل میں

(۱) ماہنامہ نوری کرن، بریلی، مارچ اپریل ۱۹۶۳ء۔ ص ۱۱،۱۲، ۸۸

مولانا قرآن عظیم اوراحادیث شریفہ برجستہ ارشاد فرماتے تھے اوراقوال فریقین کو پیش کرتے ہوئے جو محاکمہ آپ کرتے وہ ہر اہل فہم کے لئے درس معلومات ہوتا تھا۔.......... آپ کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد جو خلا پیدا ہو گیا ہے۔اس کا پر ہونا امر دشوار ہے.........۔'' (۱)

مناظر اسلام مولانا محمد عمر اچھروی، لاہور

''آپ کا وجود دین ودنیا کے لئے باعظ برکت تھا۔آپ محبوب خداﷺ کے عاشق تھے، انہوں نے تھوڑے عرصہ میں اتنا کام کیا ہے، جو اوروں سے ایک مدت دراز میں ہونا ناممکن ہے۔آپ کے داغ مفارقت سے دنیائے سنیت میں جو خلا پیدا ہوا ہے، اس کے پورے ہونے کے لئے ایک زمانہ درکار ہے۔'' (۲)

مولانا ساجد علی خاں، مہتمم دارالعلوم مظہر اسلام، بریلی شریف

''حضرت مولانا مولوی سردار احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ذات گرامی اس دور قحط الرجال میں بہت غنیمت تھی۔مولانا مرحوم کے انتقال پر ملال سے ایک ایسا خلا پیدا ہو گیا ہے، جس کا پر ہونا اس دور میں بہت دشوار ہے۔مولا تعالیٰ پاکستان پر اپنا فضل فرمائے اور مولانا صاحب مرحوم کا نعم البدل عطا فرمائے۔یہاں پر جملہ متعلقین کو، بالخصوص حضرت مفتی اعظم مدظلہ العالی کو ان کی وفات کا عظیم صدمہ ہے۔اکثر ان کا تذکرہ فرماتے رہتے ہیں۔'' (۳)

(۱) ماہنامہ نوری کرن بریلی، مارچ اپریل ۱۹۶۳ء ص ۱۰
(۲) ہفت روزہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ۔۱۱شوال المکرم ۱۳۸۲ھ۔ص ۳
(۳) ہفت روزہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ ۱۱شوال المکرم ۱۳۸۲ھ ص ۳

مولانا غلام رسول صاحب گوہر جماعتی

مدیر ماہنامہ انوار الصوفیہ، قصور

گلشن علم وعرفان کا مہکتا ہوا پھول، آسمان سنیت کا چمکتا ہوا کوکب، استاذ العلماء، فخر حنفیت، شیخ الحدیث حضرت العلام مولانا محمد سردار احمد بانی دارالعلوم جامعہ رضویہ مظہر اسلام لائل پور کی وفات حسرت آیات پر ادارۂ انوار الصوفیہ دلی قلق واضطراب کا اظہار کرتا ہے۔آپ کی وفات عالم سنیت کے لئے ناقابل تلافی نقصان تصور ہوگا۔

؎ بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا'' (۱)

جناب ڈاکٹر پروفیسر محمد اسحٰق قریشی (گولڈ میڈلسٹ)

صدر شعبہ عربی، گورنمنٹ کالج فیصل آباد

جناب پروفیسر محمد اسحٰق قریشی، حضرت مولانا بشیر الحق صدیقی خطیب جامعہ حنفیہ مدن پورہ، فیصل آباد کے فرزند ارجمند ہیں، ملک بھر کے نامور اساتذہ میں شمار ہوتے ہیں، حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ سے گہرا تعلق رہا۔آپ کے وصال پر آپ نے ان کی شخصیت کے چند پہلوؤں پر اظہار خیال کیا۔ان کے طویل مضمون ''حضرت شیخ الحدیث کی شخصیت کے چند پہلو'' سے چند اقتباس حاضر ہیں۔

''..............حضرت مولانا مرحوم کا قلب ودماغ عشق نبوی سے اس قدر سرشار تھا کہ نعت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اوڑھنا اور بچھونا تھی، اور یہی محبت کاملہ ان کے لئے شہرت عام اور بقائے دوام کی ضامن ہے۔

(۱) ہفت روزہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ ۱۱شوال المکرم ۱۳۸۲ھ ص ۳

ہر گزنہ میرد آنکہ زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

حضرت مولانا مرحوم سے میرے شناسائی اس وقت ہوئی جب کہ میں ابھی ابتدائی جماعتوں کا طالب علم تھا۔.........(آپ نے میرے لئے) بارگاہ ایزدی میں ہاتھ اٹھائے اور ایسی رقت سے دعا مانگی کہ وہ نقشہ آج بھی میرے قلب پر مرتسم ہے۔ان کے دعائیہ کلمات کبھی دنیاوی نقطہ نظر کے حامل نہ ہوئے تھے۔ ہمیشہ عقیدہ کی پختگی ،علم عمل میں ترقی اور خدمت دین ہی دعا کے موضوع تھے۔ میں نے دیکھا کہ اکثر لوگ حاضر خدمت ہوکر دعا کے خواہاں ہوتے ہیں مگر دعا کے کلمات اکثر وبیشتر یہی ہیں کہ اے اللہ !انہیں سینوں کا شیر بنادے۔ کتنی سچی تڑپ اور کتنا خلوص تھا۔

.........مولانا مرحوم صرف ایک عالم دین ہی نہ تھے بلکہ بہت بڑے صوفی بھی تھے۔ان کے الفاظ تصوف کی چاشنی سے مزین ہوتے تھے۔موجودہ ماحول میں جبکہ اکثر صوفی شریعت مطہرہ کی لفظی پابندیوں کے قائل نہیں ہوتے ،مولانا کی شخصیت علم وعمل اور قول وفعل میں ایک حسین امتزاج تھی.........

.........مولانا مرحوم بیدار مغز، بے باک اور انتہائی مستقل مزاج انسان تھے۔ کسی دھمکی، کسی لالچ سے انہیں دبایا نہ جاسکتا تھا۔وہ صبر وسکون کا پہاڑ اور عزم واستقلال کی چٹان تھے.........

......آپ اخلاق حسنہ کا پیکر لاثانی تھے۔گفتگو کیا تھی ؟تواضع وانکساری سے بھری ہوئی تھی اور شخصیت اس قدر بلند تھی کہ مخالفین بھی آپ پر کوئی اعتراض نہ کرپاتے تھے۔دوست ودشمن سب شرافت وکرامت کے قائل تھے۔

.........مولانا مرحوم کی شخصیت ایک گہر نایاب تھی۔قوم کو ان کی کتنی ضرورت تھی ؟اس کا اندازہ ان کی وفات کے وقت لگایا جاسکتا تھا۔کہ تمام اہالیان برصغیر کس طرح گریہ کناں، آخری زیارت کے لئے تڑپ رہے تھے۔.........ان کی وفات امت مسلمہ کے لئے ایک صدمہ جانکاہ ہے۔موت

نے بیک وقت ایک عالم باعمل، باذوق صوفی ،صاحب شریعت وطریقت،خاندان قادریہ کا گل سرسبز، معروف محدث شیخ الحدیث والتفسیر اور سب بڑھ کر یہ کہ قول نبوی کی صحیح تفسیر اور فعل نبوی کی کامل تصویر ہم سے چھین لی۔عشق رسول ﷺ کا مجسمہ اور اطاعت دین کا ایک کامیاب پیکر ہماری نظروں سے اوجھل ہوگیا ہے۔اللہ تعالیٰ اپنے نور وانعامات کی بے پناہ بارشیں ان کی قبر انور پر ہمیشہ ہمیشہ نازل فرماتا رہے اور آپ کو جنت الفردوس میں بلند مقام عطا فرمائے۔آمین''(۱)

ممتاز سیاسی راہنما چوہدری عزیز الدین ممبر نیشنل اسمبلی کے تاثرات

''ضلع لائل پور کے عوامی راہنما چوہدری عزیز الدین ممبر نیشنل اسمبلی نے اپنے ایک بیان میں حضرت شیخ الحدیث کی وفات کو مملکت اسلامیہ کے لئے ناقابل تلافی نقصان قرار دیا ہے۔آپ نے دین اسلام کے لئے جو خدمات سرانجام دیں اور جن مقاصد کے لئے سرگرم عمل رہے،ان مقاصد کی تکمیل اور کامیابی کا مظہر آپ کے جلوس اور نماز جنازہ سے عیاں ہے۔ایسا عظیم بابرکت اجتماع لائل پور کی تاریخ میں پہلے کبھی نہیں دیکھا گیا۔''(۲)

نبراس المحدثین حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے ختم قل شریف

مورخہ ۳ شعبان ۱۳۷۲ھ/۳۱ دسمبر ۱۹۶۲ء کے موقعہ پر

شیخ القرآن مولانا ابوالحقائق محمد عبدالغفور ہزاروی

کی تقریر کے چند اقتباس

''اگر میں یہ کہوں کہ برصغیر میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کے نائب اور صحیح جانشین حضرت محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد رحمۃ اللہ علیہ تھے ،تو بالکل بجا ہوگا ،آپ نے اعلیٰ

(۱) روزنامہ سعادت لائل پور، لاہور (محدث اعظم پاکستان نمبر)۔۸ مارچ ۱۹۶۳ء
(۲) روزنامہ سعادت لائل پور، لاہور (محدث اعظم پاکستان نمبر)۔۸ مارچ ۱۹۶۳ء، ص ۶

حضرت کے مسلک کے مطابق کام کیا اور کمال یہ ہے کہ قلیل مدت میں انقلاب برپا کر دیا۔ اگر دس برس کام کرنے کے لئے آپ کو مل جاتے تو پاکستان کے چپے چپے پر سنی عالم ہوتے۔ اب بھی ہر خطے میں جامعہ رضویہ کے فضلاء موجود ہیں۔''

''حضرت محدث اعظم کی زندگی طہارت، علم، اپنوں سے رواداری، غیروں سے کلی انقطاع سے عبارت تھی۔ آپ کا تقویٰ دیکھ کر تقویٰ کا مفہوم سمجھ میں آجاتا۔ رُحَمَاءُ بَیْنَھُمْ کی تصویر تھے۔ ایک مرتبہ منٹگمری (ساہیوال) میں مولانا خوشتر کے مکان پر ان سے ملاقات ہوئی۔ مجھ سے بغل گیر ہوئے اور گذشتہ زندگی کے واقعات بیان فرمانے لگے۔''

''میں حدیث پڑھنے کے لئے صدر مدرس مدرسہ فتح پوری، دہلی مولوی سلطان محمود دیوبندی کے پاس پہنچا۔ چونکہ میں فطری پیدائشی طور پر سنی ہوں، اس لئے دیوبندیوں سے حدیث پڑھنے میں تامل محسوس کر رہا تھا۔ مولانا مفتی محمد مظہر اللہ دہلوی کے دو صاحبزادے مفتی مظفر احمد اور دوسرے صاحبزادہ کافیہ اور شرح تہذیب کے میرے شاگرد تھے۔ ان دنوں حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ حدیث پڑھنے کے لئے دلّی کے راستہ اجمیر شریف جا رہے تھے۔ مفتی مظفر احمد اور دوسرے صاحبزادے نے حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کو بتایا کہ ہمارا ایک استاد ہے (میری طرف اشارہ تھا)۔ ہے پکا سنی، حدیث پڑھنے کے لئے بے تاب ہے۔ حضرت شیخ الحدیث نے ان دونوں صاحبزادوں سے فرمایا کہ اسے مجھ سے ملاؤ۔ صاحبزادوں نے مجھ سے انہیں ملنے کو کہا۔ میں نے پوچھا وہ کہاں کا رہنے والا ہے، انہوں نے بتایا۔ گورداسپور کا رہنے والا ہے۔ میں نے کہا میں ہزارہ کا رہنے والا ہوں اور وہ گورداسپور کا، میرا اس سے کیا واسطہ۔ بہرحال صاحبزادوں کے اصرار پر میں مولانا سردار احمد سے ملا۔ علیک سلیک کے بعد آپ نے مجھ سے پوچھا کہ کیا آپ دیوبندیوں کی تعلیم سے مطمئن ہیں؟ میں نے حقیقت بیان کی۔ آپ نے فرمایا، میرے ساتھ اجمیر شریف چلو، میں نے پس و پیش کیا۔ پھر انہوں نے مجھے بریلی شریف پڑھنے پر آمادہ کر لیا۔ اور ساتھ ہی مولانا

تقدس علی خان (مدرس جامعہ منظر اسلام بریلی) کے نام ایک رقعہ دیا۔ بریلی شریف میں، میں نے دورہ حدیث حضرت حجۃ الاسلام سے پڑھا، جب حضرت حجۃ الاسلام (مولانا حامد رضا بریلوی) امتحان لینے کے لئے اجمیر شریف تشریف لے گئے۔ واپس آکر اساتذہ کو جمع فرما کر مجھے بلایا اور فرمایا کہ ''اجمیر شریف کا سردار احمد اور یہاں کا ہزاروی ان شاء اللہ بڑے کام کے ہوں گے۔ میں بصیرت سے کہتا ہوں کہ ان سے مخلوق خدا کو عظیم فیض پہنچے گا۔''

میں زندگی بھر سوچتا رہا کہ حضرت حجۃ الاسلام کا ارشاد کہیں ثابت بھی ہوگا؟

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ نے تو زندگی بھر حدیث پڑھائی۔ میں اپنے متعلق سوچا کرتا تھا۔ تا آنکہ خدا نے میرے ذہن میں ڈالا کہ تو قرآن مجید کی تفسیر پڑھا۔ جب میں نے دورۂ تفسیر قرآن کا اعلان کیا، اس کے بعد میری ملاقات آپ سے ڈنگہ ضلع گجرات کے مدرسہ ضیاء القرآن کے سالانہ جلسہ میں ہوئی۔ آپ نے مجھے سینے سے لگایا۔ اور مسرت کا اظہار فرمایا۔ ''اب میں آپ سے خوش ہوں۔ لائل پور سے طلباء دورہ حدیث پڑھ کر آپ کے پاس وزیر آباد میں دورہ قرآن پڑھیں گے اور آپ سے دورۂ قرآن پڑھ کر میرے پاس دورۂ حدیث پڑھیں گے۔ اب حضرت حجۃ الاسلام کا فرمان پورا ہوا گا۔''

عالم کو محض واعظ ہونا کافی نہیں، بلکہ اسے تدریسی کام بھی کرنا چاہئے۔ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ نے حضور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ کے کام کی تکمیل کر دی۔

ہماری جماعت میں بزرگ اور بھی ہیں ...... فاضل اور بھی ہیں ...... محدث اور بھی ہیں ...... مگر اس محدث کی شان ہی کچھ اور ہے ...... یہ ایسا مقناطیس ہیں کہ طالب علم کھچے چلے آتے ہیں۔ حدیث پڑھانے میں کمال یہ ہوا کہ حضور ﷺ کی اتباع میں تیسری شب کو دفن ہوئے۔

پرسوں سحری کو مفتی احمد یار خاں بدایونی، گجراتی میرے پاس وزیر آباد آئے۔ بے ساختہ ان کی چیخ نکل گئی اور فرمانے لگے۔ ''ہم سے وہ اٹھ گیا جس کا بدل سنی جماعت میں نہیں۔ اب دنیا تلاش

کرے گی کہ ابوالفضل جیسا کوئی شخص آئے۔"

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ نبی اکرم ﷺ کے ایسے غلام تھے کہ شاید صدیوں تک امت محمدیہ اس کی مثل پیدا نہ کر سکے۔

میں نے اپنی زندگی میں کسی ایک جنازہ پر اتنے علماء ومشائخ جمع ہوتے نہیں دیکھے جتنے آپ کے جنازہ میں شریک ہوئے۔

کل جنازہ کے موقعہ پر نبی اکرم ﷺ کے سچے غلام کی شان دیکھی گئی۔ جنازہ آرہا تھا، اور انوار وتجلیات کی بارش ہورہی تھی۔ لوگوں نے اس محسوس انوار کی بارش کو سر کی آنکھوں سے دیکھا۔ لیکن ہم نے اندر جا کر انوار والے کو دیکھا چہرہ متبسم تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ابھی بات کریں گے۔ میرا ایمان ہے کہ آپ یقیناً ایمان کا اعلیٰ درجہ لے کر گئے ہیں۔"

لوگ تو کہتے ہیں کہ قبر میں لوگ زندہ نہیں ہوتے۔ مگر ہم نے تو قبر کے باہر بھی زندہ دیکھا، جسے لوگ مردہ کہتے ہیں۔" (جنازہ پر انوار وتجلیات کے حوالہ سے شیخ القرآن مولانا عبدالغفور ہزاروی نے مثنوی معنوی سے حضور علیہ السلام کا مشہور واقعہ بیان کیا۔)

ایک مرتبہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے ایک صحابی کے جنازہ پر تشریف لے گئے۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے نبی اکرم ﷺ کی ردائے مبارک اوڑھ رکھی تھی۔ انہیں جنازہ پر بارش ہوتی محسوس ہوئی۔ واپسی پر انہوں نے نبی اکرم ﷺ کے کپڑوں کو چھوا کہ شاید بارش سے تر ہو گئے ہوں گے۔ مگر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔ "اے عائشہ! وہ آسمانی بارش نہ تھی۔ انوار کی بارش تھی۔"

مصطفیٰ روزے بگورستان برفت
باجنازہ یار از یاراں برفت
خاک را درنوراو آگندہ کرد
زیر خاک آں دانہ اش را زندہ کرد

چشم صدیقہ چو دررویش فتاد
پیش آمد دست بردے می نہاد
نیست ایں باراں ازیں ابروسما
ہست ابرے دیگراں ودیگر سما
غیب را ابرے وآبے دیگرست
آسماں وآفتاب دیگر ست

حضرت محدث اعظم پاکستان رحمۃ اللہ علیہ سنت کے خوشہ کا ایک دانہ ہیں۔ جس طرح دانہ مٹی میں جا کر زندہ ہوتا ہے اسی طراح آپ بھی زیر زمیں زندہ ہیں۔ محدث اعظم جہاں جارہے تھے ان کو لینے کے لئے ارواح اولیاء آئے تھے۔ اس طرح مصطفیٰ ﷺ کے غلام پر انوار کی بارش تھی۔

وہ امتحان میں پاس ہو گئے۔ ایسے پاس ہوئے کہ ہر طبقے اور ہر مکتبہ فکر کے لوگوں نے ان کے جنازہ میں شرکت فرمائی۔ یہ اس امر کی دلیل ہے کہ اس کا مذہب سچا تھا۔

شب کو میرا جنازہ جائے گا جب نکل کر
دشمن بھی ساتھ روئیں گے ہوں گے ہاتھ مل کر

مخالفین نے جنازہ میں شرکت کر کے آپ کی حقانیت پر مہر تصدیق لگا دی ہے۔

مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

اللہ تعالیٰ کے انعامات غیر متناہی ہیں، اس نے اپنے انعامات میں سے ہر ایک کو کچھ نہ کچھ حصہ عطا فرمایا ہے۔ مگر ہم میں ایک وہ تھا جس کو للہ تعالیٰ نے بہت سی خوبیوں سے نوازا تھا۔ وہ تھے شیخ الحدیث۔

ایک مرتبہ میں نے سنیوں کے کچھ فروعی اختلاف کا ذکر کیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ "مولانا! میں سنیوں سے الجھ کر وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا، میں اتنا وقت مخالفین اور بدمذہبوں کی تردید میں صرف کروں گا۔"

ایک مرتبہ جھال خانوآنہ (فیصل آباد) کے جلسہ میں میں نے ایک سنی عالم پر اشارۃً تنقید کر دی۔ مجھے علیحدہ کر کے فرمایا۔ ''مولانا! ایسا مناسب نہیں''

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کا ایک وصف یہ تھا کہ وہ تمام سنیوں سے محبت کرتے تھے۔ اور تمام سنی ان سے ایک دوسرے سے بڑھ کر محبت کرتے تھے، ہر ایک یہی سمجھتا تھا کہ جو تعلق آپ کو مجھ سے ہے کسی اور کو سے ایسا نہیں ہوگا۔ دراصل یہ ولی اللہ کی علامت ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اولیاء کی محبت کو دلوں میں ڈال دیتا ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔

سَیَجْعَلُ لَھُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا

میں نے کل دیکھا کہ جنازہ میں دیوانے بھی تھے...... اور فرزانے بھی ...... غم کے دریا میں ڈوبے ہوئے بھی ...... اور غم کے دریا میں تیرنے والے بھی ...... یہ سارا بے نظیر اجتماع کسی پراپیگنڈے یا حکومت کی امداد کے بغیر تھا...... محبت مصطفیٰ سب کو کھینچ لائی ہے...... اس بے سروسامانی میں یہ عظیم اجتماع...... اللہ اللہ

ہر آدمی شیخ الحدیث نہیں۔ ہم میں سے اکثر اپنے مدارس کے لئے چندہ مانگتے ہیں۔ مجھ جیسا بھی چندہ مانگنے پر مجبور ہے۔ مگر شیخ الحدیث گھر بیٹھے رہے۔ لوگ خود آ کر مدرسہ و مسجد کی امداد کرتے۔

یاد رکھنا، جس مستی اور سکر سے حضرت محدث اعظم نے تمہیں آشنا کیا ہے وہ مستی سستی میں نہ بدل دینا۔

اب چونکہ محدث اعظم کا وصال ہو چکا ہے اس لئے ہمارا فرض ہے کہ ہم اس عظیم مرکز کو مضبوط رکھنے میں پوری کوشش کریں۔ مدارس کو ترقی دیں۔ ہم نے تہیہ کرنا ہے کہ ہم حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے نقش قدم پر چلیں اور پکے سنی بنیں۔

میری تقریر کا آخری جملہ یہ ہے کہ حضرت محدث اعظم کے چلے جانے سے ہمارے اندر وہ خلا پیدا ہو گیا ہے جس کو پر کرنے کے لئے صدیاں درکار ہیں۔''

فخر العلماء مولانا سید احمد سعید کاظمی

مدرسہ انوار العلوم ملتان، سابق ناظم اعلیٰ مرکز جمعیت العلمائے پاکستان

آفتاب علم

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کا نظروں سے اوجھل ہو جانا ایک آفتاب علم وادب کا غروب ہو جانا ہے۔ آفتاب بھی ایسا ہے جس نے اپنی کرنوں سے بدعقیدوں کے ظلمت کدوں میں تنویر ایمانی پھیلائی، اور مسلمانوں کو عقائد صحیحہ کی طرف راغب کر کے انہیں نجات کا راستہ دکھایا۔ حضرت ایسی شخصیت اب مدتوں پیدا نہیں ہوگی۔ علم قرآن اور فقہ اور حدیث اب ایسے مجتہد کے لئے ایک طویل عرصہ تک اپنی آغوش وا رکھے گا۔ بیشک آپ کی موت ایک پورے دور کی موت ہے۔ (۱)

فخر المشائخ پیر سید غلام محی الدین، زیب آستانہ چشتیہ گولڑہ شریف، اسلام آباد

یکتائے روزگار شخصیت

حضرت شیخ الحدیث کے وصال سے اہل اللہ اور محبان رسول کے دلوں پر بے شک ایک انمٹ داغ جدائی ثبت ہو گیا۔ آپ کی اس جدائی کا غم ہمیشہ دل و دماغ میں قائم رہے گا۔ اس لئے کہ آپ ایسی یکتائے روزگار شخصیت شائد ہی میسر آئے گی، جو دین محمدی کی پورے درد کے ساتھ خدمات سرانجام دے سکے، اور سنت رسول کے احیا کے لئے اپنی زندگی تک قربان کر دے۔

خدا آپ کو ہمیشہ بلند مقامات پر رکھے۔ آمین (۲)

(۱) عاشق رسول، مولفہ عتیق الرحمٰن سیفی، مطبوعہ سعادت پریس فیصل آباد (فروری ۱۹۶۳ء) ص ۷۵، ۷۶

(۲) عاشق رسول، مولفہ عتیق الرحمٰن سیفی، مطبوعہ سعادت پریس لاہور (فروری ۱۹۶۳ء) ص ۷۹

حضرت پیر محمد خادم حسین، زیب آستانہ نوریہ، چورہ شریف ضلع کیمبل پور

حضرت شیخ الحدیث کی وفات سے دنیائے اسلام کو دین حقہ کی ترویج کے سلسلہ میں ناقابل تلافی نقصان پہنچا ہے۔ فقیر عمر بھر حضرت شیخ الحدیث کے درجات عالیہ کے لئے دعا کرتا رہے گا۔ (۱)

حضرت مولانا محمد شریف الحق امجدی، مفتی دارالافتاء بریلی

امام وقت

۳۱ دسمبر (۱۹۶۲ء) کو رضوی دارالافتاء بریلی (بھارت) میں چاروں جانب وحشت طاری ہوگئی۔ اس لئے کہ آج سرزمین پاکستان میں اس مرکز کا آفتاب غروب ہو چکا تھا۔ کاش آپ کی موت سے ہمارے قلب وجگر پاش پاش ہوجاتے۔ آج سے ۱۹ سال پہلے کا وہ روح افزا منظر آنکھوں کے سامنے پھر گیا۔ جب حضرت الاستاذی سیدی، احرار ملت سرادار دین وملت حضرت محدث اعظم پاکستان ہم جیسے حقیر ذروں کے ہالہ میں شب چہار دہم کے ماہ کامل کی طرح ضوپاشی فرماتے تھے۔ دل پر جو گذری وہ خدا جانتا ہے۔ غم نہانی آنسو بن کر بہہ نکلے۔ لیکن

لاکھ برس گئی گھٹا سوز دروں نہ کم ہوا
آگ سی ہے لگی ہوئی دیدہ اشکبار میں

بے شک اس حادثہ جاں گسل سے پاک وہند کے علماء اسلام اور اہل سنت وجماعت یتیم ہوگئے ہیں۔ خدا امام وقت اور شیخ طریقت کے مزار پر انوار پر انہی رحمتوں کی بارش مسلسل جاری رکھے۔ آمین (۲)

(۱) عاشق رسول، مولفہ عتیق الرحمٰن سیفی، مطبوعہ سعادت پریس لاہور (فروری ۱۹۶۳ء) ص ۷۹-۷۸
(۲) عاشق رسول، مولفہ عتیق الرحمٰن سیفی، مطبوعہ لائل پور (۱۹۶۳ء) ص ۷۴

تذکرہ محدث اعظم پاکستان

کشتئ سنیت کے ناخدا

حضرت مولانا سردار احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ شیخ الحدیث جامعہ رضویہ لائل پور کی وفات حسرت آیات، اہل سنت کے لئے بہت بڑا قومی حادثہ اور مذہبی سانحہ ہے۔

آہ کل تک ہم جنہیں ''دامت برکاتہم العالیہ'' لکھتے تھے۔ آج انہیں ''رحمۃ اللہ علیہ'' لکھتے ہوئے ہمارا قلم تھرا رہا ہے۔ ہمارا دل عقل کا ساتھ دیتے ہوئے لرز رہا ہے۔

مرحوم نے جس قدر مذہب اہل سنت کی خدمت کی ہے وہ محتاج بیان نہیں، آپ نے لائل پور جیسی سنگلاخ زمین میں، جہاں کمالات مصطفوی کا بیان کرنا صرف جرم ہی نہیں بلکہ ناقابل معافی سمجھا جاتا تھا، وہاں کے در و دیوار کو ذکر مصطفیٰ سے روشناس کرایا۔ لائل پور کے کوچے کوچے میں مذہب کی تبلیغ کی تکلیفیں اٹھائیں۔ مصیبتیں جھیلیں۔ لیکن اس مرد آہنی کے پائے ثبات کو کوئی باطل قوت متزلزل نہ کر سکی۔

حضرت ممدوح گنتی کے ان اکابرین میں سے تھے جن کا وجود کشتئ سنیت کے لئے ناخدا سمجھا جاتا ہے۔ جن کے دم قدم سے گلشن سنیت سرسبز وشاداب ہے۔

آپ نے نہایت دشوار گزار وادیوں سے گذر کر لائل پور میں جامعہ رضویہ کی بنیاد رکھی۔ یہ دارالعلوم اہل سنت کے مرکزی مدارس میں سے ایک ہے۔ جہاں سے تشنگان علم ومعرفت نے اس سرچشمہء فیوض وبرکات سے استفادہ کیا اور آج ہزاروں کی تعداد میں آپ کے مریدین اور تلامذہ ملک کے طول وعرض میں پھیلے ہوئے ہیں اور دین متین کی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

حضرت ممدوح کا جنازہ جس شان وشوکت سے ہوا اور جس قدر مجمع کثیر تھا، شاید ہی تاریخ اس کی مثال پیش کر سکے۔ ایک محتاط اندازہ کے مطابق جنازہ میں شرکت کرنے والے افراد اڑھائی تین لاکھ سے کم نہ ہوں گے۔ دنیائے اسلام کی اس عظیم ترین محبوب شخصیت کو سنی رضوی جامع مسجد لائل پور کے ملحقہ حجرہ میں مدفون کیا گیا ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ

اللہ تعالیٰ اپنے حبیب ﷺ کا صدقہ حضرت ممدوح کو جنت الفردوس میں بلند مقام عطا فرمائے۔

اراکین ''مدرسہ انوار العلوم ملتان'' ادارہ ''السعید'' کے کارکن پس ماندگان کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔''

ماہنامہ ''السعید'' ملتان۔ فروری ۱۹۶۳ء۔ ص ۳۵

زیر سرپرستی غزالی دوران علامہ احمد سعید کاظمی

حکیم ڈاکٹر حبیب الرحمٰن برقؔ فاضل دیوبند، فاضل فرنگی محل، فاضل جامعہ ازہر

ایم۔اے۔ (عربی، اردو، فارسی، انگریزی) پی۔ایچ۔ڈی۔ ڈگری یافتہ رومن کیتھولک

مرید سلطان الاولیاء حضرت صوفی سید محمد حسین مرادآبادی علیہ الرحمۃ

کے تاثرات حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کے بارے میں

نوٹ: ڈاکٹر صاحب موصوف الذکر کے تاثرات، مولانا عبدالغفار ظفر صابری مقیم فیصل آباد نے ۱۴ ربیع الاخر ۱۴۰۶ھ/ ۲۷ دسمبر ۱۹۸۵ء کو بیان کئے۔

رانا حبیب خاں ٹھیکیدار سنت پورہ فیصل آباد نے ایک موقعہ پر ڈاکٹر صاحب سے پوچھا کہ آپ کا حضرت شیخ الحدیث (علیہ الرحمۃ) کے بارے میں کیا خیال ہے۔ جواب میں فرمایا۔

''سردار وہ کام کر گیا جو ہم سے نہ ہو سکا۔''

اس نے عرض کیا ''وہ کون سا کام؟''

فرمایا۔ ''سردار شریعت و طریقت دونوں کی بیک وقت خدمت کر گیا۔'' پھر فرمایا۔

بر کفے جام شریعت بر کفے سندان عشق

ہر ہوسناکے نہ داند جام و سنداں باختن''

ایک موقعہ پر حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ اور دیگر علماء کا تذکرہ چھڑ گیا۔ ڈاکٹر صاحب نے فرمایا۔

''سردار میں ہو ہو تھی یہاں انا، انت پڑا ہوا ہے۔''

ایک دفعہ ڈاکٹر صاحب آپ کی ملاقات کے لئے تشریف لائے۔ دوران گفتگو آپ نے فرمایا۔

''دیوبندی امکان کذب کے قائل ہیں۔''

ڈاکٹر صاحب نے جواب میں فرمایا۔

''ان سے پوچھا جائے کہ ذات باری واجب ہے یا ممکن؟ تو جواب ہوگا۔ واجب''

پھر زوردار لہجے میں فرمایا۔

''ان سے کہنا چاہئے کہ ہوش سے بات کرو۔ واجب میں ممکن مانتے ہو۔''

اس پر دونوں حضرات محظوظ ہوئے تھے۔

ڈاکٹر صاحب نے فرمایا۔

''حضرت محدث اعظم نے بے سروسامانی کے عالم میں حضرت خواجہ غریب نواز اجمیری قدس سرہ کی اتباع میں تبلیغ کا کام کیا، اور باقی کام آپ کے جنازہ نے پورا کر دیا۔''

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کے وصال پر مولانا عبدالغفار ظفر صابری نے ڈاکٹر صاحب کو بذریعہ خط اطلاع دی۔ اس کے جواب میں ڈاکٹر صاحب نے انہیں خط لکھا۔ وہ خط یہ ہے۔

اللہ

حق حق حق

برادر طریقت سلمہ

سلام مسنون۔ دعاء ترقی درجات موصول باد۔ محدث صاحب کی خبر پڑھ کر پریشانی سی ہوئی۔ مگر زندہ جاوید کا ماتم کیسا؟ ہاں دعائے مدارج و مغفرت ضرور ہونا چاہئے۔ کیونکہ قبر شریف میں بھی ان

حضرات کے مدارج بڑھتے رہتے ہیں۔ غفر اللہ لہ

غ اف ر ال ل ھ ل ھ یا آشام غم

۱۰۰۰ ۱ ۸۰ ۲۰۰ ۱ ۳۰ ۳۰ ۵ ۳۰ ۵ ۳۴۱

یہ تاریخ کا مادہ اگر ہو تو بہت۔۔۔ ۱۰۴۰ =۱۳۸۲

حاضرین جلسہ کی خدمت میں سلام دعا دعا خواہ

ڈاکٹر حبیب الرحمٰن برق

(موصولہ ۲ جنوری ۱۹۶۳ء)

مولانا محمد فضل احمد رضوی

ضلعی خطیب، محکمہ اوقاف، فیصل آباد

حضور قبلہ عالم محدث اعظم پاکستان قدس سرہ کی پیاری پیاری باتیں اور ناصحانہ ارشادات کی افادیت احاطہ تحریر سے بالاتر ہے۔ آپ کا زہد، تقویٰ اور اتباع سنت ختم المرسلین ﷺ کی مثال موجودہ دور میں مشکل ہے۔ بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ کی حضوری اور مقبولیت کسی سے پوشیدہ نہیں۔

مکتوب محررہ ۶ رجب المرجب ۱۴۰۵ھ۔ بنام فقیر قادری عفی عنہ

وکیل اہل سنت چوہدری مختار احمد انور ایڈووکیٹ ہائی کورٹ فیصل آباد

حال مقیم 8/2 F شالیمار 26/25 اسلام آباد

مجھے ان کی صحبت و مجلس مسلسل پندرہ برس نصیب ہوئی۔ مجلس خاص و عام دونوں سے بہرہ ور ہوا۔ میں حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کو ہر لحاظ سے یکتا پایا۔ یعنی موجودہ دور کے اکثر علماء و مشائخ سے

ملاقات کا موقع ملا اور زیادہ حضرت صاحب ہی کی وجہ سے۔ تو ان میں آپ کے پایہ کا بلحاظ تقویٰ، علم، حمیت دینی، محبت احباب، شدت اعداء، معاملات کی صفائی، خلوص، طریق اصلاح، ملک وملت سے وفا اور تحریک حب رسول ﷺ کے سلسلہ میں کسی کو نہ پایا۔ ہوسکتا ہے کوئی ہستی اور بھی ایسی یا اس سے آگے بھی ہو۔ مگر میں تو اپنے ذاتی علم اور تجربہ کی بنا پر عرض کر رہا ہوں۔

اصولاً مرید کے لئے اپنا پیر سب سے افضل ہوتا ہے مگر میرے قبلہ پیر ومرشد مجھے ہمیشہ یہی فرمایا کرتے تھے کہ زیادہ سے زیادہ وقت حضرت صاحب کی صحبت میں گذارا کرو اور خود بھی جب لائل پور تشریف لاتے تو زیادہ وقت حضرت صاحب کے پاس گذارتے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کے حبیب پاک ﷺ کے طفیل اور میرے قبلہ پیرومرشد کے صدقہ سے مجھ پر حضرت صاحب کی خاص نظر کرم تھی اور اب بھی ہے۔

میرے عقیدہ کی پختگی انہی کی نظر کرم اور صحبت کا نتیجہ ہے۔ ان کی نظر کرم کی وجہ سے میں پانچ منٹ میں بڑے سے بڑے عالم وشیخ کے عقیدہ کو بھانپ لیتا ہوں، آپ کی ملاقات سے قبل بھی صحیح العقیدہ اہل سنت تھا۔ لیکن زیادہ باریکیوں سے واقفیت نہ تھی۔ آپ کی صحبت نے عقیدہ میں پختگی اور نکھار پیدا کر دیا۔ جس کا اثر میرے پیشہ وکالت پر گہرا ہوگیا۔ اور خدا کا شکر ہے کہ اسی پیشہ کی وجہ سے حضرت صاحب کی خاص نظر کرم مجھ پر رہی اور چند ایسے واقعات پیش آئے کہ آپ نے مجھے وکیل اہل سنت کا لقب دے دیا۔ ایک ولی اللہ کی طرف سے یہ لقب میرے لئے بیش بہا ہے ورنہ مجھ میں کون سی دینی قابلیت تھی کہ ایک ولی کامل کو منظور نظر بن سکتا۔ حد یہ ہے کہ بعد وصال بھی خواب میں ملاقاتیں ہوتی ہیں اور پر نتیجہ ہوتی ہیں۔

معاف کیجئے میں اپنی کہانی لے بیٹھا۔ اب اختصار کے ساتھ عرض کرتا ہوں۔ آپ کا تقویٰ قابل دید تھا۔ احکام خداوندی اور فرمان رسول ﷺ کا آپ پر اتنا غلبہ اور خوف تھا کہ بیان سے باہر ہے۔ کسی حالت میں اس میں ذرہ برابر انحراف برداشت نہ تھا۔ اور اس کی ہیبت آپ پر طاری رہتی اور آپ

کے چہرۂ انور سے ظاہر ہوتی تھی۔ علم کے آپ سمندر تھے۔ جب درس حدیث دیتے تو عجیب کیفیت ہوتی تھی۔

عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ بڑے بڑے علماء کے پاس جب کوئی افسر یا بڑا دنیادار آجائے تو سب کچھ چھوڑ کر ان کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں۔ مگر آپ کی کیفیت اس کے برعکس تھی۔ کئی دفعہ ہمارے ساتھ مجسٹریٹ اور دیگر زعماء ایسے اوقات میں تشریف لائے جب آپ درس حدیث دے رہے ہوتے تو آپ نے ایک لمحہ کے لئے بھی توقف نہیں کیا۔ بلکہ کسی کی طرف توجہ ہی نہیں دی۔ گویا کہ ان کو پرواہ ہی نہیں کون آتا ہے کون جاتا ہے۔ البتہ بعد فراغت نہایت اخلاق سے ملاقات کرتے اور معذرت نہ کرتے۔ کیونکہ یہ بھی خلاف آداب ہوتا۔ آپ سے کوئی مسئلہ دریافت کریں تو فوراً مدلل شرعی جواب دے کر مطمئن کر دیتے۔ بیشتر اوقات مطالعہ میں صرف کرتے۔ درس وعبادات ہی آپ کا کام تھا۔ دنیاوی امور سے اکثر پہلو تہی فرماتے۔ حمیت دینی کا مخزن تھے۔ دین کے معاملہ میں شمشیر برہنہ تھے۔ کسی کا لحاظ اس معاملہ میں ان کو گوارا نہ تھا۔

اقتباس از مکتوب چوہدری مختار احمد انور ایڈووکیٹ (حال مقیم اسلام آباد)

محررہ ۱۲ مئی ۱۹۸۵ء/ ۲۱ شعبان المعظم ۱۴۰۵ھ۔ بنام فقیر قادری عفی عنہ

حکیم ملک محمد شریف

(سابق صدر مسلم لیگ، لائل پور و معالج خصوصی حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ) کے تاثرات

۷ رجب المرجب ۱۴۰۵ھ/ ۳۰ مارچ ۱۹۸۵ء کو حکیم موصوف کے مطب واقع کچہری بازار فیصل آباد میں ایک ملاقات کے دوران حکیم موصوف نے حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے بارے میں درج ذیل تاثرات کا اظہار کیا۔

"میں بحیثیت طبیب اور سیاسی کارکن کے بہت سے علماء، مشائخ سیاسی کارکنان وقائدین اور ہر طبقہ سے متعلق بے شمار حضرات سے ملا ہوں، مگر حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کو منفرد مقام کے حامل

بزرگ، عالم باعمل، باہوش اور قوم وملت کی فلاح و بہبود میں ہر وقت مستغرق اور سب سے زیادہ حساس پایا تقویٰ اور پرہیز گاری میں آپ کا ثانی نظر سے نہیں گزرا۔

میں نے بہت سے علماء ومشائخ کا وقتاً فوقتاً علاج بھی کیا ہے۔ ان کی بیماریاں مختلف نوعیت کی ہوتی تھیں۔ مگر حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کی بیماری، ان کے دل کی حرکت کی شان کچھ نرالی ہی تھی۔ وہ ہر وقت ذکر وفکر میں منہمک رہتے تھے۔ اور ان کے ذہن پر قوم وملت کی فلاح وصلاح کی فکر غالب رہتی۔ میں نے بذریعہ آلات ان کے بلڈ پریشر (انتشار الدم) کو چیک کرتا۔ مگر ان کے قلب کی ہر حرکت ہی ایسی جدا ہوتی کہ بیان کرنا مشکل ہے۔ میں محسوس کرتا ہوں کہ ان کی بیماری درحقیقت معاشرہ کی اعتقاداً وعملاً اصلاح کی فکر کی وجہ سے تھی۔

فنی اعتبار سے میرا اصول ہے کہ میں کسی مریض کو اس کے گھر جا کر نہیں دیکھتا۔ مگر مجھے فخر ہے کہ میں حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کو خود ان کی قیامگاہ میں حاضر ہو کر دیکھتا۔ اس سے مجھے سکون قلب نصیب ہوتا۔ مجھے وہاں سے فیض بھی ملتا اور خود میں شفا پاتا۔ ان کی دعاؤں پر مجھے فخر وناز ہے۔

چونکہ مسلم لیگ کا نظام خانقاہی نظام سے تیز تر ہوا۔ اس حیثیت سے آپ کا رجحان قلبی مسلم لیگ کے پروگرام کے ساتھ ہوتا۔ سیاسی اعتبار سے آپ کے تلامذہ ومریدین مسلم لیگ کے موید رہے۔

احتیاط فی الدین، تقویٰ وپرہیز گاری، کا یہ عالم تھا کہ دوا کے استعمال سے پہلے اس کے اجزاء کا پوچھ لیتے۔ اگر اس میں کوئی جزو شرعاً مشکوک یا ناجائز ہوتا تو اس دوا کو ہرگز استعمال نہ فرماتے۔

بہر حال آپ فنا فی الرسول اور فنا فی اللہ کے اقوال پر فائز تھے۔ اس لئے آپ کی ہر ادا نرالی تھی۔ اور آپ کی واردات قلب کا اندازہ کرنا ہمارے لئے مشکل ہوتا۔ عام لوگوں کو آپ کی روحانیت کی خبر نہ تھی۔ مجھ جیسے آپ کے سامنے آنے سے خوف محسوس کرتے۔"

شیخ الحدیث حضرت مولانا سردار احمد رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا سردار احمد صاحب ایک صوفی، باصفا، پیر طریقت عالم باشریعت ار مجاہد ملت تھے۔ آپ نے تھوڑی سی مدت میں ایسی حیرت انگیز اور قابل رشک خدمات انجام دیں کہ ہر شخص آپ کے اسلامی جوش وجذبہ کا قائل ہوگیا۔ آپ نے بریلی سے پاکستان ہجرت کی تو بالکل اکیلے تھے۔ لیکن اللہ کے فضل وکرم اور حضور کی نظر عنایت سے آپ نے بہت جلد لوگوں کے دلوں میں گھر کرلیا۔ تاریکی کے بادل چھٹتے چلے گئے۔ علم ومعرفت کے پیاسے آپ کے گرد جمع ہونے لگے، چنانچہ آپ نے جلد ہی جامعہ رضویہ مظہر اسلام لائل پور کی عظیم الشان حسین وجمیل اور پچاس سے زائد کمروں پر مشتمل ایک پختہ عمارت کی تعمیر کرلی اور علوم دینیہ کی تدریس واشاعت کا کام شروع کردیا۔

تیرہ سال کی مختصر سی مدت میں پانچ سو سے زائد علماء مدرسین اور مقررین کو فارغ التحصیل کیا۔ یہ آپ کا عظیم کارنامہ تھا اور اتنی قلیل مدت میں اتنا بڑا کام پایہ تکمیل تک پہنچادیا۔ تائید ایزدی کے بغیر ناممکنات میں سے ہے۔ آپ کے دارالعلوم کے ماحول کو دیکھ کر سلف صالحین کی یاد تازہ ہوجاتی تھی۔ آپ نے دارالعلوم کے علاوہ ملک کے مختلف حصوں میں مساجد تعمیر کرائیں۔ رسائل جاری کئے۔ اسلام کا پیغام گھر گھر پہنچایا اور اپنی علمی ومذہبی عظمت کا لوہا منوایا، اسی دارالعلوم کی برکت سے نوے سے زائد مدارس دینی سرگرم عمل ہے۔ جن میں ساٹھ سے زیادہ مدارس دارالعلوم جامعہ رضویہ مظہر اسلام کے دامن سے وابستہ ہیں۔ آپ کی عقیدت کا حلقہ کس قدر وسیع تھا، اس کا اندزہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ کی عقیدت کا حلقہ کس قدر وسیع تھا، اس کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ کے نماز جنازہ میں شرکت کرنے والوں میں اکابر علماء ومشائخ بھی تھے۔ لائل پور نے اس سے پیشتر نماز جنازہ کا ایسا ایمان پرور منظر نہیں دیکھا تھا۔ کراچی سے لائل پور تک آپ کی میت مبارک کا جو فقید المثال استقبال ہوا اس کی نظیر اردگرد کے علاقہ نے کبھی نہیں دیکھی تھی۔ عقیدت منداور مرید دھاڑیں مار مار کر رو رہے تھے۔ ہر سٹیشن پر عوام کا ہجوم مضطرب آپ کے چہرہ مبارک پر آخری نظر ڈالنے کے لئے منتظر ہوتا۔

حضرت شیخ الحدیث کی سب سے بڑی خصوصیت یہ تھی کہ ان کا ظاہر وباطن یکساں تھا۔ بے خوف وبے نیاز تھے

حق گوئی وبے باکی انہیں ورثہ میں ملی تھی۔ انہوں نے ذاتیات سے بالاتر ہوکر اسلام کی تبلیغ کی۔ تبلیغ دین میں آپ نے دن کو دن اور رات کو رات نہ سمجھا۔ علالت طبع کے باوجود تعلیم دینے میں مصروف رہے۔ کثرت کار سے صحت خراب ہوگئی اور اس خدمت دین میں آپ غرہ شعبان جمعہ وہفتہ کی درمیانی شب کو ڈیڑھ بجے اپنے خالق حقیقی سے جاملے۔ دم آخر آپ کی زبان مبارک پر "اللہ ھو"، "اللہ ھو" کا ورد تھا۔ آپ کی وفات کی خبر نے لاکھوں دلوں کو غمزدہ کردیا۔ اللہ کے برگزیدہ بندوں کی سب سے بڑی پہچان یہی ہے کہ ان کا فیض تاقیامت جاری رہتا ہے۔ جامعہ رضویہ جاری وساری رہے گا، اور ہر سال دین اسلام کے مبلغین مشرف بہ دین ہوکر، دوسروں کی رہبری وہدایت کا باعث بنتے رہیں گے۔

روزنامہ "نئی دنیا" دہلی ۱۲ مارچ ۱۹۶۳ء۔ بحوالہ ماہنامہ نوری کرن، بریلی، مئی ۱۹۶۳ء، ص ۱۵

حضرت شیخ الحدیث کے وصال پر

اخبارات اور رسائل کے بیانات

روزنامہ "امروز" لاہور ۳۰ دسمبر ۱۹۶۲ء

"معروف محدث، مقدر دینی پیشوا مولانا سردار احمد کراچی میں انتقال فرما گئے۔ مولانا صاحب جامعہ رضویہ مظہر اسلام کے بانی اور ممتاز عالم حدیث تھے۔ لائل پور میں ان کے ہزاروں شاگرد اور پیرو ہیں۔ جامعہ رضویہ سے ہر سال سو سے زائد طلبا علم دین کی تحصیل مکمل کرتے ہیں۔ مولانا موضع دیال گڑھ، ضلع گورداسپور میں پیدا ہوئے۔ بریلی اور دوسری جگہوں پر علوم دین کی تکمیل کی۔ وہ مولانا حامد رضا خاں کے مرید تھے۔ انہیں کچھ عرصہ سے ذیابیطس اور بلڈ پریشر کا عارضہ ہوگیا تھا۔ اور علاج کے لئے کراچی گئے ہوئے تھے۔ جہاں جمعہ کی رات کو واصل بحق ہوگئے۔"

روزنامہ امروز لاہور ۳۱ دسمبر ۱۹۶۲ء

"مشہور عالم دین مولانا سردار احمد کو جامعہ رضویہ میں، جس کے مرحوم بانی تھے، پورے احترام کے ساتھ سپرد خاک کردیا گیا، تقریباً دو لاکھ عقیدت مندوں نے مولانا مرحوم کی نماز جنازہ میں شرکت کی۔ مولانا کی میت جب شاہین ایکسپریس کے ذریعہ لائل پور پہنچی تو ان کے تابوت کو پورے احترام کے ساتھ اتارا گیا۔ تابوت کے ساتھ لمبے لمبے بانس باندھ دیئے گئے اور جنازہ جلوس جس میں لاکھوں افراد شریک تھے، ریلوے روڈ سے جامعہ رضویہ کی جانب روانہ ہوا۔ نماز جنازہ میں شرکت کے لئے دیگر اضلاع کے لوگ بھی آئے تھے۔ ایک اطلاع کے مطابق کراچی سے لائل پور تک تقریباً ہر سٹیشن پر جہاں گاڑی ٹھہرتی تھی، لوگ ان کے آخری دیدار کے لئے بے چین دکھائی دیتے تھے۔"

روزنامہ جنگ کراچی یکم جنوری ۱۹۶۳ء

"پاکستان وہند کے ممتاز دینی رہنما اور لائل پور کے دار العلوم جامعہ رضویہ مظہر اسلام کے بانی مولانا محمد سردار احمد کا وصال ہوگیا ہے۔ مرحوم کے مریدوں کی تعداد لاکھوں تک ہے۔ آپ دار العلوم مظہر اسلام بریلی میں دس سال شیخ الحدیث کے فرائض انجام دیتے رہے۔"

روزنامہ نوائے وقت لاہور۔ ۳۰ دسمبر ۱۹۶۲ء

"برصغیر پاک وہند کے ممتاز دینی رہنما اور دار العلوم جامعہ رضویہ مظہر اسلام لائل پور کے بانی مولانا محمد سردار احمد گذشتہ شب ایک بجے کراچی میں انتقال کرگئے۔ آپ دس سال تک دار العلوم مظہر الاسلام بریلی شریف میں شیخ الحدیث کے فرائض انجام دیتے رہے۔ برصغیر کی تقسیم کے بعد آپ پاکستان چلے آئے اور لائل پور میں ایک مرکزی دینی درسگاہ دار العلوم جامعہ رضویہ مظہر الاسلام کی بنیاد رکھی اور وہاں وسیع پیمانہ پر علوم وفنون دینیہ کی تعلیم کا سلسلہ جاری کیا۔ ملک کے گوشہ گوشہ سے طالبان علوم دینیہ آپ سے فیضان حاصل کرتے رہے۔ پاک وہند میں آپ کے ہزاروں تلامذہ دینی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ اس کے علاوہ لاکھوں کی تعداد میں آپ کے مریدین ومعتقدین برصغیر پاک وہند میں موجود ہیں۔"

بحوالہ ہفت روزہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ۔ ۲۱ شعبان ۱۳۸۲ھ ص ۸

نوائے وقت لاہور۔ ۳۱ دسمبر ۱۹۶۲ء

"جامعہ رضویہ مظہر اسلام کے بانی، شیخ الحدیث حضرت مولانا سردار احمد مرحوم کی میت کو آج جامعہ رضویہ کے صحن میں سپرد خاک کردیا گیا۔ آج جب شاہین ایکسپریس سے مولانا مرحوم کی میت لائل پور ریلوے اسٹیشن پر پہنچی تو وہاں چالیس ہزار سے زیادہ عقیدت مند موجود تھے۔ مرحوم کی نماز جنازہ دھوبی گھاٹ کے وسیع میدان میں ناظم جامعہ رضویہ مولانا عبد القادر نے پڑھائی۔ نماز جنازہ میں ڈیڑھ لاکھ سے زائد افراد نے شرکت کی۔ مرحوم کی نماز جنازہ میں شرکت

کے لئے مغربی پاکستان کے دوسرے شہروں کے علماء کرام اور ہزاروں عقیدت مند یہاں پہنچے تھے۔ (۱)

روزنامہ کوہستان، لاہور۔۳۰ دسمبر ۱۹۶۲ء، ۲ جنوری ۱۹۶۳ء

''حضرت مولانا سردار احمد صاحب برصغیر کے ان چند رہنماؤں میں سے ہیں جنہوں نے دین کی تعلیم وتدریس کے سلسلہ میں ناقابل فراموش خدمات انجام دی ہیں۔ لائل پور کا جامعہ رضویہ مظہر اسلام مرحوم کی ان خدمات کی یادگار ہے۔ جہاں سے اب تک ہزاروں کی تعداد میں طلباء علم دین سے فیضیاب ہو چکے ہیں۔ شیخ الحدیث نے روحانی علوم سے بھی طالبان طریقت کو مستفیض فرمایا۔

آپ کے مریدوں کی تعداد ہزاروں ہے۔ حضرت علامہ محمد سردار احمد زندگی بھر درس وتدریس کا کام کرتے رہے ہیں۔ علوم دینیہ کی تعلیم مکمل کرنے کے بعد آپ دس سال تک دارالعلوم مظہر اسلام بریلی میں شیخ الحدیث کے فرائض انجام دیتے رہے۔ ۱۹۴۸ء میں پاکستان آئے اور لائل پور میں جامعہ رضویہ مظہر اسلام کی بنیاد رکھی اور خود شیخ الحدیث کی حیثیت سے چودہ سال تک کام کرتے رہے۔'' (۲)

(انگریزی) روزنامہ پاکستان ٹائمز لاہور۔۳۰ دسمبر ۱۹۶۲ء

(ترجمہ) ایک مشہور عالم مولانا سردار احمد کل رات کراچی میں وفات پا گئے۔ ان کی نعش اتوار کے روز شاہین ایکسپریس سے لائل پور لائی جائے گی۔ ان کی نماز جنازہ تین بجے بعد دوپہر ہوگی۔ جمعیت علماء پاکستان کے بہت سے اراکین اور دیگر لوگ ایک عظیم تعداد میں ان کے جنازہ میں شرکت کے لئے لائل پور گئے ہیں۔

مولانا سردار احمد ایک مشہور محدث اور جامعہ رضویہ لائل پور کے بانی تھے۔ برصغیر پاک وہند ان کا حلقہ ارادت بہت وسیع ہے۔

(۱) بحوالہ ہفت روزہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ ۲۱ شعبان ۱۳۸۲ھ۔ ص ۸ (۲) بحوالہ ہفت روزہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ ۲۱ شعبان ۱۳۸۲ھ۔ ص ۷

روزنامہ سعادت لائل پور۔۳۱ دسمبر ۱۹۶۲ء

روزنامہ سعادت لائل پور نے دیگر مقامی اخبارات کی طرح حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے وصال اور بعد وصال حالات وواقعات کی بھرپور اشاعت کی۔ درج ذیل اقتباس ادارتی نوٹ کا حصہ ہے۔

''حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد سردار احمد رحمۃ اللہ علیہ نے دین اسلام کی اشاعت اور تبلیغ کے لئے جوجدوجہد کی، وہ اب محتاج بیان نہیں۔ بلکہ اسے مشعل راہ بنانے کی ضرورت ہے۔ فنا فی الرسول ہونے کا جو عملاً درس آپ نے دیا ہے، ضرورت اس امر کی ہے کہ علماء اہل سنت وجماعت حضور نبی اکرم ﷺ کے اسوۂ حسنہ کو منظم طریق پر عوام کے سامنے پیش کریں۔ اسوۂ حسنہ پر عمل کئے بغیر اللہ تک رسائی ناممکن ہے۔ نہ صرف دینی طور پر، بلکہ دنیاوی ترقی اور بہبود کے لئے بھی حضور نبی اکرم ﷺ کی سنت اور ارشادات عالیہ کو مشعل راہ بنانا ضروری ہے۔ یہ امر کسی سے بھی مخفی نہیں کہ علمی موشگافیوں کے ذریعہ مسلمانوں کو حضور نبی اکرم ﷺ کی محبت سے بیگانہ اور دور کرنے کی کوششیں جاری ہیں۔ یہ کوششیں پس پردہ اور بظاہر دونوں طرح جاری ہیں۔ ان کا مقابلہ کرنے کے لئے حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ ایسا عزم اور استقلال مطلوب ہے.........'' (۱)

روزنامہ عوام، لائل پور۔۳۰ دسمبر ۱۹۶۲ء

روزنامہ عوام دلی اندوہ کے ساتھ اس المناک خبر کا اعلان کرتا ہے کہ شیخ الحدیث والتفسیر، عاشق رسول مقبول، حضرت مولانا محمد سردار احمد بریلوی کا وصال ہوگیا ہے۔ موت نے ایک جید عالم باعمل ایک صحیح عاشق رسول ﷺ، ایک زبردست مبلغ اسلام اور ایک عظیم انسان کے فیوض ظاہری سے ہمیں محروم کردیا ہے۔ مولانا مغفور، بریلوی مسلک کے بہت بڑے عالم اور فاضل بے بدل تھے۔ آپ نے علماء کی ایک معقول جماعت تیار کی۔ جو آج پاکستان کے اطراف

(۱) روزنامہ سعادت لائل پور۔ ۳۱ دسمبر ۱۹۶۲ء۔ اداریہ

واکناف، بلکہ اقصائے عالم اسلام اور اپنے مسلک کی تبلیغ میں مصروف ہیں۔ مولانا مرحوم کو شدید ترین مشکلات کا سامنا کرنا پڑا، مگر انہوں نے جادۂ حق سے سر موانحراف نہ کیا۔ حضرت مولانا کا استقلال اور عزم وثبات مخالفین کے لئے چیلنج اور جویان حق کے لئے مشعل راہ تھا۔

جس بے کراں عقیدت، بے پنا محبت اور بے مثال حزن وملال کا مظاہرہ لاکھوں لوگوں نے علامہ الحاج محمد سردار احمد صاحب مرحوم ومغفور کے سفر آخرت کے موقع پر کیا ہے، شہر لائل پور کی گذشتہ ستر سالہ زندگی کی تاریخ اس کی نظیر پیش نہیں کرسکتی۔ لائل پور، نواح شہر، اطراف ملک سے ہجوم در ہجوم جمع ہو کر خواص وعوام، مقتدر زعماء دین اور معزز شہریوں نے جس طرح اسلام کے اس بطل جلیل اور رسول پاک کے اس عاشق صادق کو دربار خداوندی میں دعاؤں کے ساتھ روانہ کیا۔ اس کی مثال اس شہر میں آج تک پیدا نہیں ہوئی۔

حضرت مولانا سردار احمد مغفور کی وفات کی خبر یہاں بجلی بن کر گری۔ آج متعدد تجارتی ادارے حضرت مولانا کے وصال پر احتراماً بند رہے۔ قومی اخبارات نے جن میں لاہور اور لائل پور کے تمام مقتدر روزنامے شامل ہیں، حضرت مولانا کی وفات کی خبر نمایاں اہمیت کے ساتھ دی اور سوانح حیات بالتفصیل شائع کئے۔ ریڈیو پاکستان سے حضرت مولانا مرحوم کی وفات کی خبر کو متعدد بار نشر کیا گیا۔ شہر کی حفاظت (مساجد) میں مغفرت کے لئے دعائیں کی گئیں۔

کراچی سے لائل پور تک اور اقصائے ملک ہی نہیں بلکہ بیرون ملک میں بھی حضرت مولانا کی ذات سے جس عقیدت کا اظہار کیا جارہا ہے، وہ غیر متوقع نہیں۔ مولانا مغفور کی زندگی حب رسول اللہ ﷺ کے لئے وقف تھی۔ مولانا مرحوم تمام زندگی اپنی اس روش پر قائم رہے۔ وہ اپنے عقیدے پر سختی سے قائم تھے۔ ان کے فیضان سے آج ہزارہا مساجد آباد ہیں اور محافل ذکر رسول مقبول سے پرنور رہتی ہیں۔ پاکستان آج ایک ایسے فاضل اور عالم سے محروم ہوگیا ہے، جو اس مادیت کے دور میں خیر وبرکت کا پیامی تھے۔ اللہ تعالیٰ حضرت مولانا محمد سردار احمد کو جنت الفردوس میں بلند مقام عطا فرمائے۔" (۱)

(۱) بحوالہ ہفت روزہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ، ۲۱ شعبان ۱۳۸۲ھ۔ ص ۷

روزنامہ غریب، لائل پور۔ ۳۰ دسمبر ۱۹۶۲ء

"شیخ الحدیث مولانا محمد سردار احمد بانی جامعہ رضویہ مظہر اسلام لائل پور کی وفات ایک ایسا اندوہناک سانحہ ہے کہ جس کے گہرے اثرات عرصہ دراز تک محبان رسول علیہ السلام کے دل ودماغ کو سرمایہ صبر وسکون سے محروم رکھیں گے۔ حضرت شیخ الحدیث مرحوم کی یگانہ روزگار شخصیت اور دین ودانش سے ان کی والہانہ عقیدت کی زندہ جاوید یادگار جامعہ رضویہ مظہر اسلام ہے۔ جہاں سے ہزاروں علماء اور طالبان راہ طریقت نے فیض حاصل کیا اور اپنی زندگیاں اسلام اور خلق خدا کی بے لوث خدمت کے لئے وقف کردیں۔

مولانا مرحوم کی ساری زندگی مسحور کن زہد وریاضت کی قابل تقلید مثال ہے۔ جس کی نظیر لادینیت کے موجودہ زمانہ میں ڈھونڈنے سے نہیں ملتی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ مولانا مرحوم کو کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے اور لواحقین کو صبر جمیل کی نعمت عطا کرنے کے ساتھ ساتھ ان کے شاگردوں اور نام لیواؤں کو اس امر کی توفیق بھی دے کہ حضرت شیخ الحدیث دین کی عظمت کے لئے جو چراغ روشن کر گئے ہیں اس پر پروانہ وار نثار ہوتے رہیں۔ آمین" (۱)

روزنامہ ڈیلی بزنس، لائل پور، ۳۱ دسمبر ۱۹۶۲ء

"شیخ الحدیث مولانا محمد سردار احمد بریلوی کی وفات کے باعث لائل پور کی دونوں غلہ منڈیاں اور کئی دوسرے ادارے بند رہے، اور مقامی اخبارات نے سیاہ حاشیہ سے مرحوم کی موت کی خبریں شائع کیں۔ آزادی کے بعد آپ نے جامعہ رضویہ کی بنیاد ڈالی۔ چنانچہ آج لاکھوں روپے کے صرف سے ایک شاندار جامع مسجد اور درس گاہ لائل پور میں موجود ہے۔ جہاں سے ہر سال سینکڑوں طلباء زیور تعلیم سے آراستہ ہوتے ہیں۔ لائل پور کی چوراسی مساجد کا انتظام اس جامعہ رضویہ کے سپرد ہے، اور یہاں کے اس خیال کے علماء کرام، جن کی اس شہر میں اکثریت ہے، جامعہ رضویہ کے فارغ التحصیل ہیں۔

(۱) بحوالہ ہفت روزہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ، ۲۱ شعبان ۱۳۸۲ھ۔ ص ۸

۱۹۲۲ء میں مولانا محمد نظام الدین چشتی صابری کی (مکہ میں حج کے موقع پر وفات کے بعد) یہاں صلوٰۃ وسلام قریب قریب ختم ہو چکا تھا کہ مولانا مرحوم نے اس کو جاری کر کے شہر کی مذہبی زندگی میں ایک نئی روح پھونک دی۔ مولانا کو بزرگان کرام سے بڑی عقیدت تھی۔ چنانچہ آپ ہر ہفتہ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حاضری دیا کرتے اور گاہے گاہے پاک پتن شریف، شرقپور شریف، ملتان اور دوسرے شہروں میں مدفون بزرگان کرام کے مزاروں پر حاضری دیا کرتے تھے۔

خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں۔'' (۱)

روزنامہ سعادت لائل پور۔ ۳ جنوری ۱۹۶۳ء

''امام اہل سنت شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سردار احمد کی موت سے دنیائے اہل سنت کو انتہائی صدمہ پہنچا ہے، جس کی تلافی طویل عرصہ تک ناممکن ہے۔ دین اسلام کی تبلیغ واشاعت کے لئے آپ نے جس قدر خدمات سرانجام دی ہیں وہ محتاج بیان نہیں۔ درس وتدریس کے ذریعے سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں طالبان دین اسلام نے آپ سے فیض حاصل کیا اور اپنے اپنے علاقہ میں جا کر تبلیغ اور درس وتدریس کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں اور اس طرح کروڑوں بندگان خدا آپ سے بالواسطہ اور بلا واسطہ مستفیض ہو رہے ہیں اور ہوتے رہیں گے۔

موجودہ الحاد اور بے دینی کے دور میں محبت رسول اللہ کا جذبہ عوام الناس میں پیدا کرنے کے لئے آپ کی جدوجہد خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ آپ حضور نبی اکرم ﷺ کے سچے عاشق تھے۔ اور آپ کی یہی منشا رہی کہ عوام الناس کے دلوں میں بھی محبت رسول اللہ کی شمع روشن ہو۔..........''

روزنامہ غریب لائل پور۔ ۳ جنوری ۱۹۶۳ء

''حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کی دینی خدمات'' کے عنوان سے روزنامہ غریب لائل پور نے ۳ جنوری

(۱) بحوالہ ہفت روزہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ، ۲۱ شعبان ۱۳۸۲ھ۔ ص ۷، ۸

۱۹۶۳ء کی اشاعت میں جو مضمون شامل اشاعت کیا۔ اس کا اقتباس ملاحظہ ہو۔

''حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے خلوص، محنت، استقلال اور جد جہد کی بدولت آج ملک کے گوشے گوشے میں آپ کے تلامذہ شمع ہائے علوم روشن کئے ہوئے ہیں۔............حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کی یادگار (جامعہ رضویہ) ہمیشہ قائم رہے گی اور ان شاء اللہ طالبان علم دین یہاں سے گوہر مقصد حاصل کرتے رہیں گے۔ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ زندہ ہیں۔ ان کا نام زندہ ہے ان کے کارنامے تاریخ میں درخشاں رہیں گے۔ ان شاء اللہ العزیز

هرگز نمیرد آنکه دلش زنده شد بعشق
ثبت است بر جریده عالم دوامِ ما''

روزنامہ غریب لائل پور۔ ۳ جنوری ۱۹۶۳ء

''حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد سردار احمد صاحب قدس سرہ آج سے چودہ سال پیشتر لائل پور میں تشریف لائے ....آپ کے خلوص وتقویٰ، علم وفضل، حقانیت وصداقت اور تواضع ومہمان نوازی کی بدولت لوگ پروانہ وار آپ کے گرد جمع ہونے لگے ....اس دوران میں آپ کی کامیابی وکامرانی دیکھتے ہوئے بعض لوگوں کے دلوں میں بغض وحسد کی آگ بھڑک اٹھی۔ آپ کے خلاف طرح طرح کی خوفناک سازشیں کی گئیں۔ آپ کے خلاف انتہائی گمراہ کن پروپیگنڈا کیا گیا۔ ظفر اللہ خاں قادیانی سے آپ کی ملاقات کی گمراہ کن جھوٹی خبر اڑائی گئی۔ مگر آپ نے یہ سب کچھ صبر وتحمل کے ساتھ برداشت فرمایا، اور آہستہ آہستہ آپ کی صداقت دنیا پر ظاہر ہوتی چلی گی۔

............حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے خلوص، محنت، استقلال اور جدوجہد کی بدولت .... برصغیر کے گوشے گوشے میں آپ کے تلامذہ شمع ہائے علوم روشن کئے ہوئے ہیں۔ آج تک ہزار ہا طلباء جامعہ رضویہ سے فارغ ہو کر خدمت دین ومذہب کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ اس وقت جامعہ رضویہ میں تقریباً دوسو طالب علم تحصیل علم میں مصروف ہیں، جن کے قیام وطعام کا انتظام جامعہ کے ذمہ ہے۔ تشنگان علم بھارت، افریقہ، سیلون، مشرقی پاکستان

اور مغربی پاکستان کے ہر ضلع وشہر سے تشنگی علم بجھانے کے لئے آتے ہیں۔

اور ہر سال سو کے قریب سند علم حاصل کر کے واپس جاتے ہیں ....''(۱)

روزنامہ سعادت لائل پور، لاہور، ۸ مارچ ۱۹۶۳ء

عرس چہلم حضرت محدث اعظم پاکستان علیہ الرحمۃ پر روزنامہ سعادت لائل پور، لاہور نے ایک ضخیم نمبر بنام ''محدث اعظم پاکستان نمبر'' شائع کئے۔ متعدد اہل قلم کی نگارشات اس میں شامل ہیں۔ خود مدیر جناب ناسخ سیفی نے محدث اعظم پاکستان کے عنوان سے ایک طویل اداریہ لکھا، جس میں محدث کی شان اور حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کی خدمات کا جائزہ لیا۔ ذیل کا اقتباس اس اداریہ سے ہے۔

''..............حضور نبی اکرم ﷺ کے نزدیک محدث کا بہت بلند مقام ہے اور جو محدث سنت اور حدیث بیان کرنے کے علاوہ اس پر عمل پیرا بھی ہو، تو اس کا مقام اور بھی بلند ہوتا ہے اور وہ فنا فی الرسول کے درجہ تک پہنچ جاتا ہے۔ اس کی زندہ مثال حضرت علامہ محمد سردار احمد رحمۃ اللہ علیہ محدث اعظم پاکستان کی شخصیت کو ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے ہیں۔ آپ کی ذات کے متعلق تفصیلی مضامین آج کی اشاعت میں آپ بالتفصیل مطالعہ کر سکتے ہیں۔ جس سے آپ پر بخوبی واضح ہو جائے گا کہ حضرت شیخ الحدیث نے حدیث کی نشر واشاعت میں کس قدر محنت، جد جہد فرمائی اور یہی نہیں بلکہ آپ نے سنت رسول اللہ پر عمل کر کے یہاں کے مسلمانوں کے سامنے خود مثالی حیثیت بھی اختیار کی۔ یہ جد وجہد، محنت اور خلوص آپ کو عشق رسول اللہ کے ایک ایسے مقام پر بھی لے گئی جہاں آپ حضور نبی اکرم ﷺ کی نعت سننے کے علاوہ آپ کا کوئی مقصد باقی نہیں رہا تھا۔

ہر وہ مسلمانوں جو حضور کی شان کو کم کرنے کی گستاخی کا مرتکب ہوتا، آپ کے نزدیک سخت مواخذہ کا

(۱) بحوالہ ہفت روزہ محبوب حق لائل پور، ۶ مارچ ۱۹۶۴ء۔ ص ۴

اہل سمجھا جاتا اور آپ ایسے گستاخوں کے خلاف برسر پیکار ہو جاتے۔ یہی وجہ ہے کہ لائل پور میں آپ کے خلاف مخالفین نے کیا کچھ نہیں کیا۔ آپ کی علالت کے آخری دو سال میں آپ کے خلاف مخالف پریس اور اخبارات نے آپ پر جس قدر حملے کئے اور آپ نے انہیں برداشت کیا، صبر وتحمل کا ثبوت دیا۔ جب کبھی آپ سے اس سلسلہ میں دریافت کیا گیا، تو آپ نے کہا کہ صبر کرنا بھی حضور کی ایک سنت ہے۔ اس لئے صبر وتحمل سے کام لینا چاہئے .... پاکستان میں محدث تو بے شمار ہیں مگر علامہ محمد سردار احمد ایسے محدث کی شان نرالی تھی اور ہے، جس سے آپ کے مخالفین بھی انکار نہیں کر سکتے۔...........''

روزنامہ حالات، لاہور۔ ۸ مارچ ۱۹۶۳ء/۱۱ شوال المکرم ۱۳۸۲ھ

''بانی جامعہ رضویہ، امام اہل سنت فدائے شان نبوت، محدث پاکستان حضرت شیخ الحدیث مولانا ابو الفضل محمد سردار احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ذات گرامی محتاج تعارف نہیں، آپ ضلع گورداسپور کے رہنے والے تھے اور اجمیر شریف جیسے روحانی مرکز میں تحصیل علم کے بعد بریلی شریف جیسے دنیائے اسلام کے مایہ ناز مقام میں اہل سنت و جماعت کی مرکزی درس گاہ میں ''صدر المدرسین وشیخ الحدیث'' کے بلند پایہ منصب پر فائز رہ چکے تھے ....

.... کچھ وقت یوں ہی گذر گیا اور پھر آہستہ آہستہ خلوص وتقویٰ کی برکت اور حق کی آواز پھیلنے لگی۔ لوگوں کی آنکھیں کھلنے لگیں۔ عوام کے آنے جانے کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ مجمع دن بہ دن بڑھنے لگا، لوگ جوق در جوق آپ کی مجلس وعظ میں آنے لگے .... دیکھتے دیکھتے ہی تھوڑے ہی عرصہ میں نہ صرف لائل پور کی کایا پلٹی، بلکہ پورا پاکستان اس بے نظیر پر خلوص مجاہدانہ مسلسل تبلیغی جد جہد سے متاثر ہوا..............''

روزنامہ جمہورستان، منٹگمری۔ ۵ مارچ ۱۹۶۳ء

''شیخ الحدیث مولانا سردار احمد رحمۃ اللہ علیہ کی ذات بابرکات اور خدمات دین اسلام سے ہر پڑھا لکھا پاکستانی

واقف ہے۔ آپ کی وفات سے پاکستان، اسلام کے ایک عالم سے نہیں، ایک مجاہد سے بھی محروم ہوگیا ہے۔ شیخ الحدیث کی ساری زندگی شریعت حقہ پر عمل کرتے گزری ہے اور بھٹکے ہوئے مسلمانوں نے آپ کے چشمہء فیض سے صرف علم کی پیاس ہی نہیں، بلکہ روحانیت کی تربیت بھی حاصل کی۔ آپ کے طالب علم اور عقیدت مند ملک کے کونے کونے میں پھیلے ہیں۔

زمن بر آں گل عارض غزل سرایم وبس

کہ عندلیب تواز ہر طرف ہزار آفنہ

مولانا سردار احمد رحمۃ اللہ علیہ ایک صوفی باصفا، پیر طریقت، عالم باشریعت اور مجاہد ملت تھے۔ آپ نے تھوڑی سی مدت میں ایسی حیرت انگیز اور قابل رشک خدمات انجام دیں کہ ہر شخص آپ کے اسلامی جوش وجذبہ کا قائل ہوگیا۔......

......آپ کے دار العلوم کے ماحول کو دیکھ کر سلف صالحین کی یاد تازہ ہوجاتی ہے۔ آپ نے دار العلوم کے علاوہ ملک کے مختلف حصوں میں مساجد تعمیر کرائیں، رسائل جاری کرائے، اسلام کا پیغام گھر گھر پہنچایا اور اپنی علمی ومذہبی عظمت کا لوہا منوایا۔ اسی دار العلوم کی برکت سے نوے سے زائد مدارس دار العلوم جامعہ رضویہ مظہر اسلام کے دامن سے وابستہ ہیں۔ آپ کی عقیدت کا حلقہ کس قدر وسیع تھا؟ اس کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ کی نماز جنازہ میں شرکت کرنے والوں میں اکابر علماء ومشائخ بھی تھے۔ لائل پور سے اس نے پیشتر نماز جنازہ کا ایسا ایمان افروز منظر نہیں دیکھا تھا............۔

شیخ الحدیث کی سب سے بڑی خصوصیت یہ تھی کہ ان کا ظاہر وباطن یکساں تھا۔ بے خوف وبے نیاز تھے، حق گوئی اور بے باکی انہیں ورثہ میں ملی تھی۔ انہوں نے ذاتیات سے بالاتر ہوکر اسلام کی تبلیغ کی............

پاکستان بھر میں آپ نے ایسے سچے اور پکے مسلمان پھیلا دیئے ہیں جو نسلوں تک گمراہی اور بے دینی کے راستے میں سنگ گراں بن کر حائل رہیں گے۔ دار العلوم رضویہ علم کا وہ سرچشمہ ہے جس کے گرد حق کے پروانے ہمیشہ چکر لگاتے رہیں گے۔ حضرت محدث پاکستان ایک طرف تو عالم بے بدل اور فاضل اجل تھے۔ دوسری طرف وہ ولیٔ کامل اور صوفیٔ اکمل بھی تھے۔ وہ اگر شہسوار میدان شریعت تھے تو خورشید آسمان ولایت بھی تھے۔ آپ پر چونکہ شریعت ظاہری غالب

تھی، اس لئے آپ کی ولایت کا اظہار عام نہ ہوسکا۔ وفات کے فوراً بعد دنیا پر یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ لوگ جسے صرف مظہر شریعت سمجھتے تھے وہ زمانہ کا یکتا ولی بھی تھا۔

آپ کے جنازہ پر انوار الٰہی کی بارش نے آپ کی ولایت اور درگاہ کبریا ومحبوب کبریا ﷺ میں آپ کی مقبولیت عام انسانوں پر ظاہر کردی۔ آپ کی کرامت آپ کی حیات مبارکہ میں بھی اکثر ظہور پذیر ہوئیں اور ارباب نظر نے آپ کی بے شمار کرامات دیکھیں۔"(۱)

ختم قل شریف پر روزنامہ سعادت لائل پور یکم جنوری ۱۹۶۳ء/۴ شعبان ۱۳۷۲ھ کا ایک اقتباس

(روزنامہ سعادت لائل پور نے یکم جنوری ۱۹۶۳ء کی اشاعت میں حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے ختم قل شریف کے موقعہ پر علماء کرام کے بیانات کو درج کیا ہے۔ تین کالم کی چار سطری جلی عنوان کی خبر سے ایک اقتباس ملاحظہ ہو)

"حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ نے دینی مدارس کے قیام کے لئے مثالی خدمات سرانجام دی ہیں۔ دینی مدارس کی سرپرستی اور اعانت کے لئے اہل سنت کو متوجہ ہونا چاہئے۔ ختم قل شریف میں حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کی روح کو سینکڑوں ختم قرآن شریف کا ثواب بخشا گیا۔"(۲)

مزار حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ پر آج پہلی چادر چڑھائی گئی۔

لائل پور: ۳۱ دسمبر آج صبح ۸ بجے شاہی مسجد جھنگ بازار میں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد سردار احمد رحمۃ اللہ علیہ کی روح کے لئے سینکڑوں ختم قرآن مجید کا ثواب بخشا گیا۔ ختم قل شریف کی تقریب کے موقع پر حضرت مولانا علامہ

(۱) روزنامہ جمہورستان منٹگمری بحوالہ ہفت روزہ محبوب حق لائل پور۔ ۲۱ فروری ۱۹۶۴ء۔ ص ۷

(۲) معظم فی الدین شخصیت کو کوئی شے بخشی نہیں بلکہ پیش کی جاتی ہے۔ بخشنا تو اپنے سے چھوٹوں کے حق میں متصور ہوتا ہے۔ ایسے موقعوں پر مناسب یہ ہے کہ یو کہے کہ ایصال ثواب کیا گیا۔ فقیر قادری عفی عنہ

ازہری صاحب بانی دارالعلوم امجدیہ کراچی اور علامہ مولانا عبدالغفور ہزاروی نے حضرت شیخ الحدیث کی خدمات کو خراج عقیدت پیش کیا.....................

حضرت علامہ عبدالغفور ہزاروی کی تقریر کے حوالہ سے اخبار مذکور نے لکھا۔

''اہل سنت میں علماء، محدث، عالم، فاضل، اور بھی ہیں مگر حضرت شیخ الحدیث کی شان کچھ نرالی تھی، اور یہ شان آپ نے جلوس اور نماز جنازہ میں اپنی آنکھوں سے دیکھی اور اس اجتماع کے لئے پریس، گورنمنٹ اور وہ ذرائع حاصل نہیں تھے جو لاہور اور ملتان کے حالیہ اس نوعیت کے اجتماعات کو مہیا تھے۔ مگر اس بے سروسامانی کے باوجود اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک بندوں کی شان کا جلوہ دکھایا۔

حضرت شیخ الحدیث، حضور نبی اکرم ﷺ کے مخلص غلام تھے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی ﷺ کے جنازہ پر انوار و تجلیات کا جو نزول کیا وہ ہزروں لوگوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ یہ اس امر کا ثبوت ہے کہ حضرت شیخ الحدیث کا جو مسلک تھا وہ اس میں حق بجانب تھے۔ پابندی شریعت، اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا آئینہ تھے۔'' ہفت روزہ سعادت لائل پور یکم جنوری ۱۹۶۳ء، ص ا

عرس چہلم شیخ الحدیث قدس سرہ العزیز کی روئداد

''لائل پور: ۱۰، ۱۱ شوال (۱۳۸۲ھ/ ۷، ۸ مارچ ۱۹۶۳ء) بروز جمعرات، جمعہ مرکزی دارالعلوم اہل سنت و جماعت جامعہ رضویہ مظہر اسلام کا چودھواں سالانہ جلسہ دستار فضیلت و محدث اعظم پاکستان شیخ الحدیث مولانا محمد سردار احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا سالانہ عرس چہلم، دھوبی گھاٹ لائل پور کے وسیع میدان میں نہایت تزک واحتشام اور شان وشوکت سے منعقد ہوا۔ جس میں پاکستان کے طول وعرض سے اکابر و مشاہیر علماء کے علاوہ حضرت محدث اعظم علیہ الرحمۃ کے تلامذہ و مریدین واہل عقیدت احباب نے شرکت فرمائی۔

اس موقع پر حضرت محدث اعظم کی جلالت شان و علمی مقام اور عظمت و شخصیت سے متعلق روزنامہ حالات لاہور، روزنامہ سعادت لائل پور و لاہور، نے خصوصی مضامین شائع کر کے حضرت محدث اعظم پاکستان کو خراج تحسین

پیش کیا۔

اس تقریب میں شرکت فرما بکثرت علماء میں سے چند حضرات کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں۔

☆ استاذ العلماء علامہ ابوالبرکات سید احمد صاحب (لاہور)

☆ مولانا الحاج مفتی احمد یار خاں صاحب گجرات

☆ مولانا ابوالکلام صاحبزادہ فیض الحسن صاحب (آلومہار)

☆ میاں محمد جمیل احمد صاحب شرقپور شریف

☆ مولانا عبدالحامد صاحب بدایونی (صدر مرکزی جمیعت علماء پاکستان) کراچی

☆ مولانا علامہ سید احمد سعید کاظمی۔ ناظم مرکزی جمیعت العلمائے پاکستان

☆ مولانا غلام معین الدین نعیمی، نائب صدر مرکزی جمیعت العلمائے پاکستان

☆ مولانا ابوالنور محمد بشیر صاحب مدیر ماہ طیبہ (کوٹلی لوہاراں ضلع سیالکوٹ)

☆ مولانا عبدالمصطفیٰ صاحب ازہری۔ کراچی

☆ مولانا مفتی ظفر علی صاحب۔ کراچی

☆ مولانا قاری محبوب رضا صاحب۔ کراچی

☆ مولانا محمود احمد صاحب مدیر رضوان لاہور

☆ مولانا غلام محی الدین صاحب گیلانی اوکاڑہ

☆ مولانا محمد عنایت اللہ صاحب سانگلہ ہل وغیرھم کثرھم اللہ تعالی

لائل پور میں اہل سنت و جماعت کا یہ عدیم النظیر جشن تبلیغ، علماء اور احباب اہل سنت کی چہل پہل، جلسہ کا عظیم الشان پنڈال اور مزار شریف و جامعہ رضویہ کی رونق و بہار قابل دید تھی۔ علماء کرام بیرونی احباب کے خورد ونوش کا وسیع

انتظام تھا، عوام وخواص میں سے ہر شخص لائل پور میں اہل سنت و جماعت کی تنظیم، وسیع تبلیغ و دینی کارنامے اور ایمان افروز مناظر دیکھ کر شاداں وفرحاں تھا، اور تھوڑے سے عرصہ میں حضرت محدث پاکستان کی تبلیغی جدوجہد اور دینی خدمات کا یہ عظیم ثمرہ دیکھ کر، آپ کی پرخلوص وللّٰہیت اور حشمت وجلالت کا اعتراف اور آپ کو پرخلوص خراج تحسین پیش کرتا ہوا نظر آرہا تھا، اور آپ اپنے ان عظیم دینی کارناموں کی بنا پر زندۂ جاوید معلوم ہو رہے تھے۔

نماز جمعہ سے قبل، تقاریر کے بعد حضرات علماء کرام نے اپنے مبارک ہاتھوں سے جگر گوشہ شیخ الحدیث صاحبزادہ محمد فضل رسول صاحب کو دستار سجادگی اور پچاس فارغ التحصیل علماء وحفاظ وقراء کو دستار فضیلت سے مشرف فرمایا۔ رات کی آخری نشست میں تقاریر وصلوٰۃ وسلام اور دعا خیر کے بعد کثیر التعداد علماء واحباب نے نہایت محبت وعقیدت وخلوص کے ساتھ ڈیڑھ بجے رات حضرت محدث اعظم کے مزار شریف پر چادریں چڑھائیں اور ختم شریف وفاتح خوانی کی بعد اس نورانی تقریب کا بخیر وخوبی اختتام ہوا۔

جلسۂ دستار فضیلت وعرس چہلم کی آخری نشست میں حسب ذیل تین قراردیں بالاتفاق پاس کی گئیں۔

۱۔ عائلی قوانین

مسلمانان اہل سنت و جماعت لائل پور کا یہ عظیم اجتماع حکومت پاکستان سے مطالبہ کرتا ہے کہ حضرات علماء کی نشاندہی کے مطابق کتاب وسنت اور ائمہ امت کی تصریحات کی روشنی میں عائلی قوانین کی خلاف شرع دفعات میں ترمیم کی جائے۔ کیونکہ عائلی قوانین اپنی موجودہ شکل میں اسلامیان پاکستان کے لئے ہرگز قابل قبول نہیں۔

۲۔ ثقافت وکلچر

مسلمانان اہل سنت و جماعت لائل پور کا یہ عظیم اجتماع حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ ثقافت وکلچر کے نام پر ملک میں ناچ گانے، شراب نوشی، اور بے حیائی کے فروغ کا جو سلسلہ شروع ہے اس کو ممنوع وجرم قرار دیا جائے۔ بالخصوص سکولوں کالجوں میں اس کی کلی ممانعت کی جائے اور اس کی بجائے فوجی تربیت کو لازمی قرار دیا جائے۔

۳۔ مسئلہ کشمیر

یہ اجتماع حکومت پر واشگاف الفاظ میں واضح کردینا چاہتا ہے کہ کشمیر کی تقسیم ہمیں کسی صورت میں قبول نہیں ہوگی۔ کشمیر کو بزور بازو حاصل کرنے کے لئے معاشرہ کو اسلام ڈھانچے میں ڈھالا جائے اور اسلامیان پاکستان میں جذبہ جہاد بیدار کیا جائے۔"(۱)

ہفت روزہ رضائے مصطفیٰ۔ گوجرانوالہ

"..................وصال سے دوتین روز قبل آپ نے زیادہ باتیں نہیں کیں اور زبان شریف زیادہ تر اللہ اللہ کے ذکر میں مشغول رہی۔ عالم نزع کے وقت کسی گھبراہٹ اور شدت پریشانی کے آثار ظاہر نہیں ہوئے۔ ذکر کا سلسلہ ختم ہونے پر اور اللہ اللہ کی آواز بند ہونے سے ہی حاضرین کو معلوم ہوا کہ آپ کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی ہے۔ آپ کی رحلت کی خبر ریڈیو، خبارات، تار، ٹیلی فون کے ذریعے آناً فاناً سارے ملک میں پھیل گئی۔..................

بکثرت لوگوں نے مشاہدہ کیا کہ جب آپ کا جنازہ جارہا تھا تو خاص آپ کی میت مبارک پر مسلسل ایک چمک، نورانیت اور باران رحمت کا ترشح ہوتا ہوا نظر آرہا تھا۔ جنازہ مبارکہ کے جلوس میں کلمہ تشہد، ذکر پاک، نعرہ ہائے تکبیر ورسالت اور محدث پاکستان زندہ باد، قبلہ شیخ الحدیث زندہ باد، عاشق رسول زندہ باد کا سلسلہ شروع سے آخر تک جاری رہا اور نماز ظہر کے بعد اڑھائی بجے عید باغ جیسے وسیع وطویل وعریض میدان کی وسعتیں تنگ ہوگئیں۔ اور مجمع کناروں سے چھلک پڑا۔ جناز میں شرکت فرمانے والے حضرات میں کراچی سے لے کر پشاور تک کے احباب تھے، جن میں پاکستان کے مشاہیر، چوٹی کے علماء وسجادہ نشین حضرات شامل تھے۔"(۲)

(۱) (ا) ہفت روزہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ۔ ۲۵شوال المکرم ۱۳۸۲ھ۔ ص۶

(ب) ہفت روزہ سواداعظم لاہور۔ ۲۲مارچ ۱۹۶۳ء۔ ص۴،۵،۶

نوٹ: ہفت روزہ سواداعظم لاہور کے مذکورہ شمارہ میں عرس چہلم میں علماء کرام کی تقاریر کے اقتباسات بھی درج کئے ہیں۔ فقیر قادری عفی عنہ

(۲) ہفت روزہ رضائے مصطفیٰ۔ گوجرانوالہ، ۲۱شعبان ۱۳۷۲ھ۔ بحوالہ نوری کرن بریلی، مارچ واپریل ۱۹۶۳ء

ہفت روزہ سوادِ اعظم لاہور۔ ۷ شعبان المعظم ۱۳۸۲ھ/ ۴ جنوری ۱۹۶۳ء

مَوْتُ الْعَالِمِ مَوْتُ الْعَالَمِ

یہ خبر انتہائی رنج واندوہ سے سنی جائے گی کہ دنیائے سنیت کے ماہ تاب شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا سردار احمد صاحب رضوی محدث پاکستان رحمۃ اللہ علیہ طویل علالت کے بعد مورخہ یکم شعبان شب جمعہ ایک بج کر بیس منٹ (صحیح چالیس منٹ ہے) پر کراچی میں واصل بحق ہوگئے۔ اِنَّالِلّٰهِ وَاِنَّااِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ.

آپ کا جنازہ کراچی سے لائل پور جامعہ رضویہ مظہر اسلام تین شعبان بروز یکشنبہ لایا گیا۔ اور دھوبی تلہ کے وسیع وعریض میدان میں چار لاکھ عقیدت مندوں نے نماز جنازہ ادا کی۔ نماز جنازہ میں اس خادم نے بھی شرکت کی۔ اسی شام کو جامع مسجد اہل سنت میں مدفون کئے گئے۔ وحدت مغربی پاکستان کے ہزار ہا جید واکابر علماء کرام نے شرکت فرمائی۔ تفصیلی حالات آئندہ ملاحظہ فرمائیں۔

ادارہ اس سانحۂ عظیمہ کو ملت حنیف کے لئے ناقابل تلافی نقصان سے تعبیر کرتا ہے۔ افسوس کہ اس قحط الرجال کے زمانہ میں چن چن کر ہمارے اکابر اٹھتے جارہے ہیں، اور میدان علم سونا ہوتا جارہا ہے۔ بجز صبر ورضا کے مشیت الٰہی میں کوئی چارہ نہیں۔ مولا تعالیٰ حضرت شیخ الحدیث کو اعلیٰ درجات پر فائز کرے اور تمام سنیوں کو صبر تحمل کی قوت عطا فرمائے، اور آپ کی جسمانی یادگار فرزند وعیال اور روحانی وعلمی یادگار جامعہ رضویہ مظہر اسلام کو اس نقصان عظیم کے برداشت کرنے کی صلاحیت بخشے اور تاابد دائم وبرقرار رکھے۔ آمین غمزدہ سنی غلام معین الدین نعیمی غفرلہ

ہفت روزہ سوادِ اعظم لاہور۔ ۴ شعبان المعظم ۱۳۸۲ھ/ ۱۱ جنوری ۱۹۶۳ء

قبلہ دارین ابوالفضل محمد سردار احمد (رحمہ اللہ)
۱۹۶۲ء

''اس خدمت دین وتعمیر ملک وملت کے دوران محض اعلاء کلمۃ الحق کے جرم میں مخالفین ودشمنان دین کی طرف سے آپ کے خلاف جو خطرناک سازشیں ہوئیں، حملے ہوئے اور طوفان برپا ہوئے اور بدتمیزی، بے حیائی، حواس باختگی وڈھٹائی کا جو مظاہرہ کیا گیا، وہ ایک الگ داستان ہے۔ کہنا صرف یہ ہے کہ یہ سارے حوصلہ شکن وہوشربا منظم ہنگامے اس مرد مجاہد امام اہل سنت کی خداداد ہمت واستقامت کے سامنے ہیچ ثابت ہوئے۔ اتنے زبردست وہولناک طوفان

دیکھ کر نہ اس کی آواز میں نرمی آئی نہ چال میں کمزوری، نہ پیشانی پر شکن پڑی اور نہ پاؤں میں لغزش واقع ہوئی۔ وہ اسی طرح گرجتا اور برستا رہا۔ اپنے کردار کی مضبوطی اور گفتار کی صداقت کا مظاہرہ اور اپنے عقیدہ ومذہب کی حقانیت کا ڈنکا بجاتا رہا۔

ہوا تھی گو تند وتیز لیکن چراغ اپنا جلا رہا تھا
وہ مرد درویش، جس کو حق نے دیئے تھے انداز خسروانہ

ہفت روزہ سوادِ اعظم لاہور۔ ۴ شعبان المعظم ۱۳۷۲ھ/ ۱۱ جنوری ۱۹۶۳ء

''........آپ کے فیوض وبرکات سے مست فیض اور علم وفضل، حقانیت وصداقت، تحمل وبردباری، اخلاق وانکساری (سے جس) شہر میں ایک محفل میلاد میں بھی منعقد نہیں ہوسکتی تھی اس شہر میں محلوں، گلی کوچوں اور مکانوں میں محافل میلاد ومجالس وعظ کا اہتمام ہونے لگا، اور بلا مبالغہ سارا شہر اللہ کے پیارے حبیب ﷺ کے ذکر پاک ونعرہ ہائے رسالت اور اہل سنت کی حقانیت کے نغمات سے گونجنے لگا۔ دن درس وتدریس اور راتیں وعظ وتقریر میں بسر ہونے لگیں۔ آپ نے نہایت ہمت وجرأت سے علی الاعلان حق کا اظہار فرمایا۔ بھٹکے ہوئے عوام کو مذہب حق اہل سنت سے روشناس کرایا، اور اہل سنت وجماعت کے خلاف پھیلائے (ہوئے) اعتراضات وشبہات کا ازالہ فرمایا۔ اور لوگوں کے دیکھتے دیکھتے تھوڑے ہی عرصہ میں صرف لائل پور کی ہی کایا نہ پلٹی، بلکہ پورا پاکستان اس بے نظیر، پرخلوص مجاہدانہ مسلسل تبلیغی جدوجہد سے متاثر ہوا۔ جامعہ رضویہ مظہر اسلام بھی برابر ترقی کے مراحل طے کرتا رہا، اور اپنی جامعیت، حیرت انگیز وسنہری کارناموں کی بدولت بہت جلد مرکزی حیثیت وبلند پایہ مقام حاصل کرلیا۔ دیندار طبقہ کی توجہات جامعہ رضویہ کی طرف مرکوز ہوگئیں۔ اور پورا ملک اس سے مستفیض ہونے لگا۔ حضرت شیخ الحدیث کے اس بے مثال تاریخی کارنامہ سے بزرگان اسلاف وائمہ اکابر کی یاد تازہ ہوگئی۔ تبلیغ وخدمت دین کا یہ وسیع ترین سلسلہ بلاشبہ آپ کی زندہ کرامت ہے اور تن تنہا اتنی انتھک جدوجہد اور شاندار کامیابی آپ کا لائق تقلید وناقابل فراموش کارنامہ ہے، اور اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ماشاء اللہ آپ پر رب تعالیٰ کا خاص فضل وکرم ہے۔

پیارے مصطفیٰ (علیہ التحیۃ والثناء) کی نظر رحمت اور شاہ بغداد وگنج بخش واعلیٰ حضرت (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کا خصوصی فیض وبرکت ہے۔

دیکھ کر نہ اس کی آواز میں نرمی آئی نہ چال میں کمزوری، نہ پیشانی پر شکن پڑی اور نہ پاؤں میں لغزش واقع ہوئی۔ وہ اسی طرح گرجتا اور برستا رہا۔ اپنے کردار کی مضبوطی اور گفتار کی صداقت کا مظاہرہ اور اپنے عقیدہ و مذہب کی حقانیت کا ڈنکا بجاتا رہا۔

ہوا تھی گو تند و تیز لیکن چراغ اپنا جلا رہا تھا
وہ مرد درویش، جس کو حق نے دیئے تھے انداز خسروانہ

ہفت روزہ سواد اعظم لاہور۔ ۴ شعبان المعظم ۱۳۷۲ھ / ۱۱ جنوری ۱۹۶۳ء

''..........آپ کے فیوض و برکات سے مست فیض اور علم و فضل، حقانیت و صداقت تحمل و بردباری، اخلاق وانکساری (سے جس) شہر میں ایک محفل میلاد میں بھی منعقد نہیں ہوسکتی تھی اس شہر میں محلوں، گلی کوچوں اور مکانوں میں محافل میلاد و مجالس وعظ کا اہتمام ہونے لگا، اور بلا مبالغہ سارا شہر اللہ کے پیارے حبیب ﷺ کے ذکر پاک و نعرہ ہائے رسالت اور اہل سنت کی حقانیت کے نغمات سے گونجنے لگا۔ دن درس و تدریس اور راتیں وعظ و تقریر میں بسر ہونے لگیں۔ آپ نے نہایت ہمت و جرأت سے علی الاعلان حق کا اظہار فرمایا۔ بھٹکے ہوئے عوام کو مذہب حق اہل سنت سے روشناس کرایا، اور اہل سنت و جماعت کے خلاف پھیلائے (ہوئے) اعتراضات و شبہات کا ازالہ فرمایا۔ اور لوگوں کے دیکھتے دیکھتے تھوڑے ہی عرصہ میں صرف لائل پور کی ہی کایا نہ پلٹی، بلکہ پورا پاکستان اس بے نظیر، پرخلوص مجاہدانہ مسلسل تبلیغی جد و جہد سے متاثر ہوا۔ جامعہ رضویہ مظہر اسلام بھی برابر ترقی کے مراحل طے کرتا رہا، اور اپنی جامعیت، حیرت انگیز و سنہری کارناموں کی بدولت بہت جلد مرکزی حیثیت و بلند پایہ مقام حاصل کرلیا۔ دیندار طبقہ کی توجہات جامعہ رضویہ کی طرف مرکوز ہوگئیں۔ اور پورا ملک اس سے مستفیض ہونے لگا۔ حضرت شیخ الحدیث کے اس بے مثال تاریخی کارنامہ سے بزرگان اسلاف وائمہ اکابر کی یاد تازہ ہوگئی۔ تبلیغ و خدمت دین کا یہ وسیع ترین سلسلہ بلاشبہ آپ کی زندہ کرامت ہے اور تن تنہا اتنی انتھک جد و جہد اور شاندار کامیابی آپ کا لائق تقلید و ناقابل فراموش کارنامہ ہے، اور اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ماشاء اللہ آپ پر رب تعالیٰ کا خاص فضل و کرم ہے۔

پیارے مصطفیٰ (علیہ التحیۃ والثناء) کی نظر رحمت اور شاہ بغداد و گنج بخش و اعلیٰ حضرت (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کا خصوصی فیض و برکت ہے۔

ماہنامہ نوری کرن، بریلی۔ رمضان المبارک ۱۳۸۲ھ / فروری ۱۹۶۳ء

حادثۂ عظمیٰ

آسمان راحق بود گر خون ببارد برزمیں

کارساز مدبر السمٰوات والارض جب قوم و ملت کو اپنی رحمت کاملہ سے نوازنا چاہتا ہے تو قوم میں علمائے امت اور حق پسند علماء ملت کی تخلیق ہوتی ہے، اور یہی وہ نفوس قدسیہ ہوتے ہیں جن کی برکات سے قوم و ملت نہ صرف صراط مستقیم پر چلتے ہیں بلکہ انہیں کے فیض کی بدولت قوم و ملت کو دینی و دنیوی کامرانیوں اور کامیابیوں، دنیوی و اخروی فوز و فلاح کی برکتیں بھی حاصل ہوتی ہیں۔..........اور جب یہ نفوس قدسیہ ملت کی صفوں کو خالی کر جاتے ہیں تو صرف قوم و ملت ہی نہیں، زمین و آسمان بھی ان کی حیات ظاہری کا سلسلہ ختم ہونے پر خون کے آنسو بہاتے ہیں۔ قدرت ان مقدس ہستیوں قوم و ملت میں اس وقت تک باقی رکھتی ہے جب تک ان کا فرض منصبی اختتام تک نہ پہنچ جائے اور جب یہ قدسی صفت انسان اپنے فرض کو مکمل کر لیتے ہیں تو پھر قدرت ان کو اپنے جوار رحمت میں طلب فرما لیتی ہے۔..........

..........جس طرح کوئی مجازی افسر اپنے صوبے یا علاقے میں اس وقت تک باقی رہتا ہے جب تک وہ اپنے فرائض کی تکمیل نہ کرلے۔ اس افسر کا کام یا فرض پورا ہونے پر اس کا بالادست حاکم اس کو اس علاقے سے تبدیل کر کے کسی دوسرے بہتر علاقے میں اس کو بھیج دیتا ہے۔.......... بلاتشبیہ یہی کیفیت ان صلحائے امت و علمائے ملت کی ہوتی ہے کہ ان کا وجود مقدس قوم میں اس وقت تک باقی رہتا ہے جب تک وہ قوم کو منشاء قدرت کے تحت زندگی بسر کرتا ہوا نہ دیکھ لیں اور جب وہ یہ فرض خوشگوار انجام تک پہنچا دیتے ہیں تو پھر دست قدرت ان کو اپنی رحمتوں اور نعمتوں سے نوازنے کے لئے اپنے حضور میں طلب کر لیتا ہے۔.......... یہ دوسری بات ہے کہ قوم و ملت اس کو اپنا ایسا ناقابل تلافی حادثہ تصور کرتے ہیں کہ صدیوں تک جس کی تلافی نہیں ہوسکتی اور حقیقۃً ہے بھی ایسا ہی۔..........ان نفوس قدسیہ کی رحلت سے اس خیر و برکت کا بظاہر انقطاع ہوجاتا ہے جس سے پوری قوم کی قوم اور قوم کا ایک ایک فرد فیضیاب ہوتا ہے۔

........یہ کسے علم تھا اور یہ کس کو معلوم تھا کہ ہندوپاک کے تمام سنیوں کو پے در پے حادثات کا شکار ہونا ہے اور........محدث اعظم، ابوالحسنات اور ملک العلماء کی سوگواری اور محفل ماتم سے فرصت بھی نہ ملے گی کہ محدث اعظم پاکستان حضرت مولانا سردار احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے لئے بھی خون کے آنسو رونا پڑیں گے۔........ صف ماتم اٹھنے بھی نہ پائے گی کہ پھر نوحہ وشیون اور نالہ وماتم کی فریادوں سے فضائے آسمانی تک گونج اٹھے گی۔

........آہ! کس کو یقین تھا کہ محدث پاکستان اتنی جلد اور اس قدر عجلت کے ساتھ ہماری صفوں میں اپنی جگہ خالی چھوڑ جائیں گے۔........نگاہیں بے اختیار ان کو تلاش کریں گی۔لیکن ان کا جسد ظاہری آنکھوں سے اوجھل ہی رہے گا۔........کس قدر منحوس تھی وہ رات، کہ جس رات میں علم وفضل کا یہ آفتاب درخشندہ غروب ہوگیا۔........اور کتنی نحس تھیں وہ ساعتیں، کہ وہ سردار احمد، جو آسمان اہل سنت کا بدر کامل تھا، گہن میں آگیا۔........ہاں وہ سردار احمد جس کی زندگی کی ایک ایک ساعت عظمت مصطفیٰ ﷺ کا نشان بلند کرنے میں صرف ہوئی۔........ہاں وہی سردار احمد جس نے لائل پور کی وہابیت خیز سرزمین میں علم عظمت رسالت بلند کیا۔جس نے بے سروسامانی کے عالم میں خدا اور رسول (جل وعلا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے بھروسہ پر تبلیغ سنیت کا آغاز کیا،........اور دیکھنے والی آنکھوں نے دیکھ لیا کہ پندرہ سال (صحیح تیرہ برس ہے، فقیر قادری عفی عنہ) کے قلیل عرصہ میں لائل پور پاکستان کا مرکز سنیت بن گیا۔مظہر اسلام اس وقت ایک معمولی مدرسہ جامعہ اہل سنت میں تبدیل ہوگیا۔........ہاں وہی سردار احمد، جس کی خدمات واشاعت دین تا قیام قیامت زمانے کے لوح پر ثبت رہیں گی۔........ہاں وہی سردار احمد جو سنیوں کا محبوب رہنما تھا۔........ہاں وہی سردار احمد جو دوستوں کی نگاہوں میں پھول اور دشمنان رسالت کی نگاہوں میں کانٹے کی طرح کھٹکتا تھا۔........اور جس کی ذات سے فضائے اسلام سرسبز وشاداب تھی۔وہ نوجوان اور قوی دل، مگر بدنی لحاظ سے کمزور وضعیف سردار احمد، سنیوں کا محبوب راہنما ناموس رسالت کا محافظ، دشمنوں کی کفری وطاغوتی شورشوں کو حرف باطل کی طرح مٹادینے والا۔........اپنی حیات ظاہری کی آخری سانسوں تک محافظ ناموس رسالت وملت بنا ہے۔........ہاں وہی ہاں وہی سردار احمد جس کا نام سن کر ہی وہابیہ دیابنہ کی جماعتوں میں زلزلہ آجاتا تھا........اور جس کے شیرانہ حملوں نے وہابیہ کے مایہ ناز مناظر منظور کو ایسا پردہ نشین بنادیا کہ مناظرہ کے نام ہی سے توبہ کرلی

۔........ہاں وہی مطلوب قدرت ومحبوب رسالت سردار احمد........جس کی خبر وفات نے دنیائے سنیت میں تہلکہ مچادیا۔ہزاروں، ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں، لاکھوں نہیں بلکہ کروڑوں آنکھیں جس کی خبر وفات سن کر اشک بہانے لگیں........اور جس کے آخری دیدار اور جنازہ میں شرکت کے لئے پورا مغربی پاکستان، کراچی سے لے کر پشاور تک لائل پور پہنچ گیا۔یہ حادثہ ایسا معمولی حادثہ نہیں کہ جس کے زخم کو زمانے کا بے درد ہاتھ مندمل کردے۔........یہ تو وہ ناسور ہے کہ جس کی تکلیف قوم وملت، دنوں تک محسوس کرتے رہیں گے۔........جذبات کا تقاضہ ہے کہ اس مرد مجاہد سے ابھی ہماری صفیں خالی نہ ہوتیں۔........لیکن جذبات اس پر قادر نہیں کاش وہ قضا وقدر کے احکام اور مشیت کی مرضی پر حاوی ہوسکیں۔بہرحال قدرت کی مرضی پوری ہوکر رہتی ہے۔ہم اپنی نم آلود آنکھوں اور غم رسیدہ قلب کے ساتھ یہ سطور تحریر کررہے ہیں۔........جذبات قلب سیلاب کی طرح امنڈے چلے آرہے ہیں لیکن پھر بھی ہمیں اپنے جذبات کو کنٹرول کرنا ہے۔صبر وضبط کو ان کی حدوں تک محدود رکھنا ہے۔فریاد وفغان وہیں تک مستحسن ہے کہ اس کا تصادم مشیت الٰہی سے نہ ہونے پائے۔........

ہمارے پاس محدث پاکستان کو خراج عقیدت پیش کرنے کے لئے الفاظ کے سوا اور کچھ نہیں اور الفاظ کی تنگ دامانی کا بھی ہمیں احساس ہے اس لئے اس غم انگیز حادثے پر ہم صرف اتنا ہی کہہ کر صبر کرسکتے ہیں کہ

آسماں راحق بود گر خوں ببارد بر زمین۔" (۱)

ماہنامہ نوری کرن، بریلی۔فروری ۱۹۶۳ء

"حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے وصال پر دیگر اخبارات ورسائل کی طرح ماہ نامہ نوری کرن، بریلی نے آپ کی تعزیت میں ماہ فروری ۱۹۶۳ء کے شمارے میں اداریہ لکھا، جو آپ نے گذشتہ صفحات میں ملاحظہ فرمایا۔اسی شمارہ میں مدیر نوری کرن نے دو مقامات پر جلی طور پر اعلان فرمایا کہ آئندہ شمارہ محدث اعظم پاکستان نمبر ہوگا۔

(۱) ماہنام نوری کرن، بریلی۔فروری ۱۹۶۳ء۔(اداریہ)۔ص ۳،۴

چنانچہ مارچ اور اپریل ۱۹۶۳ء کی اشاعت کو یکجا کر کے ماہ نامہ مذکور نے ایک ضخیم وعظیم نمبر شائع کر کے حضرت محدث اعظم پاکستان علیہ الرحمۃ کے حضور خراج عقیدت پیش کیا۔ یہ نمبر آج بھی یادگار ہے اور حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کی سوانح وسیرت میں بنیادی مآخذ ہے۔

ذیل میں نوری کرن کے خصوصی شمارہ کے اداریے کا ایک اقتباس ملاحظہ ہو۔

’’محدث اعظم پاکستان کی وفات تنہا ایک ذات کی وفات نہیں، پوری ملت اسلامیہ کی وفات اور کل عالم اسلام کا نقصان عظیم ہے۔........ اور ایسا نقصان عظیم کہ بظاہر جس کی تلافی محال نظر آتی ہے۔........ صبح وشام کی گردشیں، خورشید وقمر کا طلوع وغروب، انقلابات عالم کروٹیں بدلتے رہیں گے۔........ باغ ولالہ زار پر بہاریں بھی آتی رہیں گی۔ ہزاروں نرگس بھی اپنی بے نوری کا ماتم کرتی رہے گی، لیکن اب ایسا ’’دیدہ ور صاحب نظر‘‘ آنکھیں مشکل ہی دیکھ سکیں گی۔ ایسا ’’رازدان ورازدار فطرت‘‘ جو اپنی ذات سے اک انجمن تھا۔

اور........ بہت ’’بہت لگتا تھا جی محفل میں جس کی‘‘........ صدیوں کیا قرنوں نظر نہ آئے گا۔........ محفل خالی رہے گی اور صدر نشین محفل کی مسند بھی خالی رہے گی۔........ انجمنیں آباد بھی ہوں گی اور ویران بھی، لیکن ایسا زینت انجمن جو جان انجمن تھا، اب رونق افزائے انجمن نہ ہوگا۔ اقبال نے مرد مومن کا نشان بتاتے ہوئے کہا تھا کہ

’’ چوں مرگ آید تبسم برلب اوست ‘‘

اور سیکڑوں، ہزاروں نے نہیں، لاکھوں آنکھوں نے حواس وہوش اور بیداری کے عالم میں دیکھا کہ یہ وہی مرد مومن تھا، جس نے مسکرا کر موت کا استقبال کیا، اور حیات ظاہری کے آخری انفاس تک اور بظاہر جسم وجاں کا رابطہ منقطع ہونے پر بھی جس کے لبوں پر خوشگوار تبسم کی موجیں تھیں۔........ محدث اعظم پاکستان رخصت ہوگئے، لیکن وہ موت سے ہمکنار ہونے کے بعد بھی قدم قدم پر نشان منزل کا پتہ دے رہے ہیں۔........ اور یہ منزل ہے عظمت مصطفی کی منزل۔........ جانے والے تجھ پر خدا کی رحمتیں ہوں۔........ دربار رسالت میں دائمی شرف باریابی پانے والے! صبح وشام تجھ پر انوار الٰہی کی بارش ہو۔........ تیری زندگی بھی برکت ونعمت تھی اور تیری موت بھی نعمت

وبرکت ہے۔........ ایسی موت پر ہزار ہا زندگیاں قربان۔........ تیرا نقش قدم آج بھی، اور آج ہی نہیں، تا قیام قیامت آنے والی نسلوں کے لئے خضر راہ بن کر رہنمائی کرتا رہے گا اور تیری تعلیمات کی روشنی میں رہزنان دین وایمان سے بچ کر قافلے عظمت مصطفی ﷺ کی بلند وبالا منزل تک پہنچتے رہیں گے۔........ اس دنیائے فانی سے رخصت ہوجانے والے! ہم تیری پاک روح کو شاہد بنا کر عہد کرتے ہیں کہ زندگی کی راہوں میں، راہ حیات کے ہر مشکل پیچ وخم اور سنگلاخ راستوں میں تیرے درس عمل کو نہ صرف یاد رکھیں گے، بلکہ اسے اپنی زندگی کا دستور العمل بلکہ نصب العین بنا کر اپنی منزل تک بڑھتے ہی چلے جائیں گے۔ یہاں تک کہ ناشناسان حقیقت کو عظمت رسالت کی حقیقت سے آشنا کردیں گے۔

ہزاروں رحمتیں ہوں اے امیر کارواں تجھ پر
کہ گمراہوں کو منزل کا بتایا ہے نشاں تو نے‘‘(۱)

ماہنامہ السعید ملتان۔ فروری ۱۹۶۳ء

آسمان قادریت کے آفتاب وماہتاب اور شمع شبستان رضویت کے چراغ دنیائے سنیت کی نگاہوں سے روپوش ہوگئے۔

ملک العلماء حضرت مولانا ظفر الدین احمد صاحب بہاری اور محدث پاکستان حضرت مولانا سردار احمد صاحب لائل پوری کا سانحہ ارتحال۔

رجب المرجب میں حضرت ملک العلماء مولانا ظفر الدین احمد بہاری قادری رضوی قدس سرہ العزیز اور شعبان المعظم میں محدث اعظم پاکستان حضرت مولانا سردار احمد صاحب لائل پوری قادری رضوی رحمۃ اللہ علیہ کا وصال عالم اسلام کے لئے ایک عظیم المیہ ہے۔ حضرت ملک العلماء علیہ الرحمۃ کی جدائی کے تازہ زخم پر حضرت محدث پاکستان علیہ الرحمۃ والرضوان کے وصال کا جو شدید زخم اہل سنت کے قلب وجگر پر لگا ہے اس کا اندمال ممکن نہیں۔

(۱) ماہنامہ نوری کرن، بریلی۔ (محدث اعظم پاکستان نمبر) مارچ اپریل ۱۹۶۳ء اداریہ۔ ص ۳،۴

۲۹ دسمبر تقریباً صبح چار بجے لائل پور سے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سردار احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کی روح فرسا اور جانکاہ خبر بذریعہ فون مدرسہ انوار العلوم میں پہنچی۔ یہ دل اندوہ خبر بجلی کی طرح سارے شہر میں پھیل گئی۔ ہر شخص غم کی تصویر نظر آتا تھا۔ ہر آنکھ اشکبار تھی۔ کاروبار بند کردیئے گئے۔ مدرسہ میں تعطیل کا اعلان کر کے قرآن خوانی کا انتظام کیا گیا۔ اور پھر لائل پور بذریعہ فون تصدیق کی گئی۔ کراچی سے بھی حضرت مولانا عبدالحامد صاحب نے مدرسہ انوار العلوم میں فون کر کے غزالی وقت علامہ احمد سعید صاحب کاظمی دامت برکاتہم کو بتایا کہ حضرت کا تابوت مبارک بذریعہ شاہین ایکسپریس لائل پور روانہ کیا جاچکا ہے۔ یہ دن اہل سنت کے لئے قیامت صغریٰ سے کم نہ تھا۔ ساری رات بے قراری کے عالم میں گزری، ملتان کے مضافات شہروں اور قصبات سے لوگ حضرت غزالیٔ وقت کی خدمت میں اس خبر کی تصدیق کے لئے آتے رہے۔

۳۰ دسمبر کی صبح کو ملتان چھاؤنی اسٹیشن پر حضرت غزالیٔ وقت اپنے خدام کے ہمراہ اسی شاہین ایکسپریس میں سوار ہوئے جس میں حضرت محدث پاکستان رحمۃ اللہ علیہ کا تابوت مبارک آرہا تھا۔ اس خاص ڈبہ میں جاکر فاتحہ پڑھی اور ان کے ہمراہیوں سے حضرت کے وصال کی کیفیات دریافت فرمائیں۔ ہر اسٹیشن پر کافی تعداد میں لوگ گاڑی میں سوار ہوتے چلے گئے۔

شاہین ابھی لائل پور اسٹیشن سے کئی میل دور تھی کہ ریلوے لائن کے دورویہ مردوں، عورتوں اور بچوں کا ہجوم صرف اس گاڑی کو دیکھنے کے لئے جمع تھا کہ جس میں حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ وصال کے بعد آخری سفر فرما رہے تھے۔

جب گاڑی سٹیشن لائل پور پر پہنچی تو پلیٹ فارم، اسٹیشن کی عمارات اور درختوں پر اس قدر ہجوم تھا کہ کہیں تل دھرنے کو جگہ نہ تھی۔ جب حضرت کا تابوت شریف اٹھایا گیا تو عجیب منظر تھا۔ لائل پور کے تمام ایریا میں انسانوں کا ایک سمندر ٹھاٹھیں مارتا ہوا نظر آرہا تھا۔

حضرت مولانا سردار احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ شیخ الحدیث جامعہ رضویہ لائل پور کی وفات حسرت آیات، اہل سنت کے لئے بہت بڑا قومی حادثہ اور مذہبی سانحہ ہے۔ آہ کل تک ہم جنہیں ''دامت برکاتہم العالیہ'' لکھتے تھے۔ آج

انہیں ''رحمۃ اللہ علیہ'' لکھتے ہوئے ہمارا قلم تھرا رہا ہے۔ ہمارا دل عقل کا ساتھ دیتے ہوئے لرز رہا ہے۔

مرحوم نے جس قدر مذہب اہل سنت کی خدمت کی ہے وہ محتاج بیان نہیں، آپ نے لائل پور جیسی سنگلاخ زمین میں، جہاں کمالات مصطفوی کا بیان کرنا صرف جرم ہی نہیں بلکہ ناقابل معافی جرم سمجھا جاتا تھا، وہاں کے درودیوار کو ذکر مصطفیٰ سے شناسا کرایا۔ لائل پور کے کوچے کوچے میں مذہب کی تبلیغ کی تکلیفیں اٹھائیں، مصیبتیں جھیلیں۔ لیکن اس مرد آہنی کے پائے ثبات کو کوئی باطل قوت متزلزل نہ کرسکی۔

حضرت ممدوح گنتی کے ان اکابرین میں سے تھے جن کا وجود کشتی سنیت کے لئے ناخدا سمجھا جاتا ہے۔ جن کے دم قدم سے گلشن سنیت سرسبز وشاداب ہے۔

آپ نے نہایت دشوار گزار وادیوں سے گذر کر لائل پور میں جامعہ رضویہ کی بنیاد رکھی۔ یہ دار العلوم اہل سنت کے مرکزی مدارس میں سے ایک ہے، جہاں تشنگان علم ومعرفت نے اس سرچشمہ فیوض وبرکات سے استفادہ کیا اور آج ہزاروں کی تعداد میں آپ کے مریدین اور تلامذہ ملک کے طول وعرض میں پھیلے ہوئے ہیں اور دین متین کی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

حضرت ممدوح کا جنازہ جس شان وشوکت سے ہوا اور جس قدر مجمع کثیر تھا، شاید ہی تاریخ اس کی مثال پیش کرسکے۔ ایک محتاط اندازہ کے مطابق جنازہ میں شرکت کرنے والے افراد اڑھائی تین لاکھ سے کم نہیں ہوں گے۔

دنیائے اسلام کی اس عظیم ترین محبوب شخصیت کو سنی رضوی جامعہ مسجد لائل پور کے ملحقہ حجرہ میں مدفون کیا گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

اللہ تعالیٰ اپنے حبیب ﷺ کا صدقہ حضرت ممدوح کو جنت الفردوس میں بلند مقام عطا فرمائے۔ اراکین ''مدرسہ انوار العلوم ملتان'' اور ادارہ ''السعید'' کے کارکن پس ماندگان کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔'' (۱)

(۱) ماہنامہ ''السعید'' ملتان۔ فروری ۱۹۶۳ء۔ ص ۳۴، ۳۵

نوٹ: ماہنامہ السعید ملتان کا مذکورہ شمارہ جناب خلیل احمد، منڈی جہانیاں کی وساطت سے دستیاب ہوا۔ جس کے لئے ہم ان کے شکر گزار ہیں۔

ماہنامہ ماہ طیبہ کوٹلی لوہاراں، ضلع سیالکوٹ۔ رمضان المبارک ۱۳۸۲ھ رفروری ۱۹۶۳ء

محدث پاکستان شیخ الحدیث حضرت مولانا ابوالفضل محمد سردار احمد صاحب لائل پوری انتقال فرما گئے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

ہم یہ خبر انتہائی رنج وغم کے ساتھ شائع کررہے ہیں کہ سرتاج اہل سنت شیخ الحدیث حضرت مولانا ابوالفضل محمد سردار احمد صاحب ۲۸، ۲۹ دسمبر ۱۹۶۲ء جمعہ وہفتہ کی درمیانی شب کو اس عالم فانی سے انتقال فرما کر عالم جاودانی کو تشریف لے گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ اس خبر وحشت اثر سے ہر سنی مسلمان دم بخود ہو کر رہ گیا۔ اور سب کی آنکھیں پرنم ہوگئیں۔ حضرت موصوف علیہ الرحمۃ اقلیم اہل سنت کے تاجدار تھے۔ آپ کے تشریف لے جانے سے ایک ایسا خلا پیدا ہوگیا ہے، جس کا پر ہونا بہت ہی مشکل ہے۔

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کئی دنوں سے صاحب فراش تھے اور آپ بغرض علاج کراچی تشریف فرما تھے۔ آپ کا وصال کراچی ہی میں ہوا اور آپ کو کراچی سے بذریعہ شاہین ایکسپریس لائل پور لایا گیا۔ آپ کی رحلت کی خبر ریڈیو، اخبارات، تار، اور ٹیلی فون کے ذریعے آناً فاناً سارے ملک میں پھیل گئی۔ اور اہل محبت وعقیدت، تلامذہ اور مریدین کے قافلے سرزمین لائل پور کی طرف بڑھنے لگے۔ حضرت کی میت مبارک کے استقبال کے لئے اسٹیشن پر ہزاروں کی تعداد میں عقیدت مندوں کا ہجوم تھا۔

پھر جس وقت ریلوے اسٹیشن سے آپ کے جنازہ کا جلوس شہر کی طرف روانہ ہوا تو جس طرف نگاہ اٹھتی تھی بازاروں، سڑکوں، دکانوں اور چھتوں پر انسانوں کے لشکر اور آدمیوں کا سیلاب نظر آتا تھا۔ اور یہ حقیقت ہے جس کے شاہد اس جنازہ میں شرکت کرنے والے اکثر ثقہ مسلمان ہیں کہ آپ کی میت مبارک پر آسمان سے کئی بار روحانی بارش ہوتی نظر آئی۔ اور یوں معلوم ہوتا تھا جیسے کوئی نورانی شعلہ بار بار چمک رہا ہے۔ اتوار کے روز بعد نماز ظہر عید باغ کے وسیع وعریض میدان میں لاکھوں افراد نے حضرت کی نماز جنازہ پڑھی۔ اور یہ واقعہ ہے کہ آپ کے جنازہ میں اس قدر ہجوم تھا کہ عید باغ کے وسیع وعریض میدان کی وسعتیں تنگ ہوگئیں۔ اور مجمع کناروں سے چھلک پڑا، جنازہ میں شرکت

کرنے والے حضرات کراچی سے لے کر پشاور تک کے احباب تھے، جن میں پاکستان کے چوٹی کے علماء وسجادہ نشین حضرات اور دیگر مشاہیر شامل تھے۔ سواد اعظم اہل سنت کے محبوب رہنما کی یہ پرشکوہ نماز جنازہ حضرت موصوف علیہ الرحمۃ کے اس محبت رسول ﷺ کی رہین منت تھی۔ جس کا مظاہرہ، وہ عمر بھر فرماتے رہے اور جس کے صدقہ میں ہر دل میں ان کا احترام وپیار تھا۔ آہ! اتنی جلیل القدر ہستی ہم سے جدا ہوگئی۔

ناظرین ماہ طیبہ اپنے اپنے مقامات پر قرآن خوانی کا انتظام کر کے موصوف علیہ الرحمۃ کو ایصال ثواب کریں۔ کوٹلی لوہاراں میں ۴ جنوری ۶۳ کو جمعہ کے روز قرآن خوانی کی گئی۔ اور حضرت موصوف علیہ الرحمۃ کے مختصر حالات زندگی بیان کئے گئے۔ اور آپ کے علم وفضل کا بیان کرنے کے بعد قرآن پاک کا ایصال ثواب کی گیا۔" (۱)

ماہنامہ رضوان، لاہور۔ جنوری ۱۹۶۳ء

آفتاب علم وفضل غروب ہوگیا۔

شیخ الحدیث علامہ محمد سردار احمد صاحب بانی جامعہ رضویہ لائل پور وفات پاگئے۔

دنیائے اہل سنت میں یہ خبر نہایت ہی غم واندوہ کے ساتھ سنی جائے گی کہ حضرت شیخ الحدیث مولانا الحاج علامہ سردار احمد صاحب بانی جامعہ رضویہ مظہر اسلام لائل پور مورخہ ۲۸ دسمبر بروز جمعرات دو بجے کراچی میں انتقال فرما گئے۔ حضرت موصوف کا انتقال دنیائے اہل سنت کے لئے ایک عظیم حادثہ اور ناقابل تلافی نقصان ہے۔ حضرت محدث پاکستان اہل سنت کے اکابر علماء میں شمار ہوتے تھے۔ ان کی دینی وعلمی خدمات بے حد وغایات ہیں۔

مورخہ ۳۰ دسمبر ۱۹۶۲ء بروز اتوار لائل پور میں نماز جنازہ ادا کی گئی۔ جس میں بلا مبالغہ اڑھائی لاکھ افراد نے شرکت کی۔ لائل پور کی تاریخ میں کسی جنازہ پر اس قدر ہجوم دیکھنے میں نہیں آیا۔ ملک کے تقریباً تمام علماء کرام نے جنازہ میں شرکت کی اور آپ کو آپ کی تعمیر کردہ عظیم وجلیل مسجد کے قریب سپرد خاک کیا گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

(۱) ماہنامہ ماہ طیبہ کوٹلی لوہاراں۔ فروری ۱۹۶۳ء۔ ص ۷ (اداریہ)

ادارہ رضوان دعا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں جنت الفردوس عطا فرمائے اور پس ماندگان کے غم میں پورا پورا شریک ہے۔ اِنَّالِلّٰہِ وَاِنَّااِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

ماہنامہ عارف۔لاہور۔فروری ۱۹۶۳ء

لاہور کے ماہنامہ عارف کے شمارہ مجریہ فروری ۱۹۶۳ء میں جناب رانا محمد اکرم چشتی کا ایک طویل مضمون بنام ''ایک عالم ایک عارف'' شائع ہوا۔ مضمون نگار نے مختلف حوالوں سے حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کی زندگی اور سیرت پر روشنی ڈالی۔ مضمون کا ذیلی عنوان تاریخ وصال کا مشعر ہے۔ مضمون نگار نے آخر میں متعدد تاریخ وصال کے قطعات درج کئے ہیں۔ اس مضمون کے چند اقتباسات ملاحظہ ہوں۔

''بٹالہ اسلامیہ ہائی سکول کے اول مدرس جناب حاجی پیر محمد صاحب، جو مولانا علیہ الرحمۃ کے استاذ ہیں، نے بتایا کہ مولانا مرحوم کو بچپن سے بزرگان کرام رحمہم اللہ اور حضرت رسول کریم ﷺ سے بے حد محبت تھی۔ جس کا ثبوت یہ کہ آپ اکثر فرمایا کرتے۔

''ماسٹر جی! ہمیں بزرگوں کی باتیں سنایئے اور حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ پر توضرور روشنی ڈالا کیجئے۔''

حاجی پیر محمد صاحب کا بیان ہے کہ ہمارے سکول کے طلبہ میں سے صرف آپ ہی ایک ایسے طالب علم تھے جن کی طرف سے اس قسم کی خواہش کا اظہار ہوا کرتا تھا اور میں اس خدمت کو سرانجام دیا کرتا۔ مگر میں اس کے ساتھ یہ بھی سوچا کرتا کہ اس لڑکے کے سوا کوئی دوسرا اس قسم کے خیالات کا حامل کیوں نہیں اور سردار احمد کا یہ جذبہ کتنا قابل قدر اور لائق صد تحسین وآفرین ہے۔

آخر یہی جذبہ یعنی عشق مصطفیٰ ﷺ آپ کو کشاں کشاں وقت کے فضلاء اور اصفیاء کے حضور میں پہنچاتا رہا۔ اور

(۱) ماہنامہ رضوان لاہور۔جنوری ۱۹۶۳ء/رجب المرجب ۱۳۸۲ھ۔ص۱۔ج۱۵ش۱

آپ ان کاملین سے مستفید ومستفیض ہو کر ایک باکمال عالم دین اور باصفا ولی اللہ بن کر مسند رشد وہدایت پر متمکن ہوئے۔ چنانچہ ایک عالم آپ کے فیوض وبرکات سے بہرہ ور ہوا۔..............

آپ چونکہ بے حد ذہین وطباع واقع ہوئے تھے اور اس کے ساتھ آپ میں بے پناہ اخلاص وللّٰہیت پائی جاتی تھی۔ اور وعظ، تقریر، فتویٰ نویسی اور درس وتدریس میں صاحب کمال تھے۔ اس لئے آپ طلبہ میں بڑے مقبول تھے......

حضرت مولانا علیہ الرحمۃ والرضوان فی الحقیقت عالم ربانی وعارف حقانی تھے۔ قال اللہ وقال الرسول صرف ان کی زبان پر ہی نہ تھا بلکہ ان کے قلب کی گہرائیوں سے نکلتا تھا۔ وہ جن باتوں پر خود عمل کرتے وہی لوگوں کو بتاتے۔ حق بات کہنے سے کبھی گریز نہیں کرتے تھے۔ مداہنت، ریا، سمعہ وغیرہ سے آپ بالکل ناآشنا تھے۔ نہایت خلوص اور دیانت داری کے ساتھ دین اسلام کی خدمت کرتے رہے۔

آقائے نامدار، حبیب کردگار ﷺ کا آپ جس درجہ احترام واکرام کرتے تھے اور ان سے جس درجہ کا عشق آپ کے سینہ بے کینہ میں موجود تھا، اس کے بیان سے ہر ایک کی زبان اور قلم یکسر قاصر ہیں۔..............

بعد از وصال کراچی سے میت ریل کے ذریعے لائل پور پہنچائی گئی۔ معتبر ثقہ لوگوں کی روایت ہے قریباً تین لاکھ افراد نے بچشم تر نماز جنازہ میں شمولیت کی۔ لائل پور کے علاوہ ملک کے اطراف واکناف سے قریباً ایک لاکھ آپ کے مریدین ومعتقدین لائل پور پہنچے، تاکہ اپنے محبوب روحانی پیشوا، فاضل اجل عالم اور محدث وقت کا آخری دیدار کر سکیں۔ عوام کے علاوہ کئی ہزار علماء کرام اور مشائخ عظام بیرونجات سے آکر جنازے میں شامل ہوئے۔ سرزمین لائل پور نے اس سے قبل کبھی اتنا بڑا اجتماع دیکھا تھا اور نہ آئندہ دیکھے گی۔..............''(۱)

ماہنامہ ہومیو پیتھک، لائل پور۔جنوری ۱۹۶۳ء

''..............محدث پاکستان الحاج حضرت مولانا سردار احمد صاحب بانی جامعہ رضویہ کا ۲۸ دسمبر (۱۹۶۲ء) کو کراچی میں انتقال ہو گیا۔ اِنَّالِلّٰہِ وَاِنَّااِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

(۱) بحوالہ ہفت روزہ محبوب حق لائل پور۔۳۱ جنوری ۱۹۶۳ء۔ص۶،۷

..............گذشتہ شب آپ کی طبیعت زیادہ خراب ہوگئی اور بالآخر دو بجے رات سرورِ عالم کا یہ عاشق راہی ملک عدم ہوگیا۔

کراچی سے جونہی لائل پور یہ اطلاع پہنچی۔ سارے شہر میں صف ماتم بچھ گئی ....مرحوم نے لائل پور میں جامعہ رضویہ کی بنیاد رکھی اور اس کو کامیابی کی منزل تک لے گئے۔ اس وقت جامعہ رضویہ کے ساتھ ایک بڑی جامع مسجد جہاں ہزاروں افراد بیک وقت نماز ادا کرسکتے ہیں ....مولانا سردار احمد مرحوم کی وفات پر متعدد تعزیتی اجتماعات ہوئے جن میں مولانا کی وفات پر گہری تعزیت کا اظہار کیا گیا۔" (۱)

دیارِ محبوب میں قبولیت

مدینہ منورہ: یہاں پر محدث اعظم پاکستان شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سردار احمد صاحب قادری رضوی بانی جامعہ رضویہ لائل پور کی تعزیت کے سلسلہ میں گل گلزار شریعت، شمع شبستان طریقت حضرت مولانا ضیاء الدین صاحب قادری مدنی دامت برکاتہم کی زیرِ صدارت ایک جلسہ منعقد ہوا۔ جس میں اکابر ومعززین مدینہ منورہ نے شرکت فرمائی۔ جن میں سے حضرت شیخ محمد حسین رمزو، حضرت مولانا علاؤالدین صاحب مدنی، حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب ختنی بخاری، حضرت الحاج مولوی ابوبکر صاحب کے اسماء گرامی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

جلسہ میں قرآن خوانی کے بعد ختم شریف پڑھایا گیا۔ اور صدر موصوف نے حضرت محدث اعظم پاکستان کے حالات مبارکہ پر روشنی ڈالی اور آپ کے صاحبزادگان وپس ماندگان کے لئے دعا فرمائی اور جملہ حاضرین کو کھانا کھلایا۔ آہ!

پا گئے جنت مقام　　قادری رضوی مدام

(مولانا) محمد فضل الرحمٰن (صاحب) مدنی مہتمم جلسہ ہذا از مدینہ منورہ۔ (۱)

(۱) بحوالہ ہفت روزہ محبوب حق لائل پور۔ ۲۱ جنوری ۱۹۶۴ء۔ ص ۷

(۱) پندرہ روزہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ ۱۲ ذی الحجہ ۱۳۸۲ھ/۷ مئی ۱۹۶۳ء۔ ص ۸

مرکزِ علم وعرفان، بریلی (بھارت) سے ایک مکتوب

حضرت محدث اعظم پاکستان کے سانحہ ارتحال پر جلسہ تعزیت وایصال ثواب

پہلے حضرت علامہ عبدالمصطفیٰ ازہری مدظلہ العالی پھر صاحبزادہ مولانا فضل رسول صاحب دام فضلہ کے تار سے اس حادثہ فاجعہ کی اطلاع بریلی شریف پہنچی کہ امام المتکلمین رئیس المحدثین، حبر امت، سردار دین وملت، بحر علوم شریعت وطریقت مولانا الحاج شاہ ابوالمنظور محمد سردار احمد صاحب محدث اعظم پاکستان وبانی دارالعلوم مظہر اسلام بریلی ولائل پور یکم شعبان شب شنبہ ۱۳۸۲ھ مطابق ۲۹ دسمبر ۱۹۶۲ء میں ایک بج کے چالیس منٹ پر طویل علالت کے بعد جوار رحمت میں جا بسے۔ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ رَحْمَةً وَاسِعَةً. اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ. اَللّٰهُمَّ اْجُرْنِىْ فِىْ مُصِيْبَتِىْ هٰذَا وَاخْلُفْ لِىْ خَيْرًا مِّنْهُ

حضرت محدث اعظم پاکستان کا عموماً شہر بریلی شریف خصوصاً آستانہ رضویہ کے ساتھ جو خصوصی تعلق تھا، اس کی بنا پر اس المیہ سے سارے شہر میں غم واندوہ کی لہر پھیل گئی۔ جو سنتا حیرت زدہ ہوتا، افسوس کرتا۔ حضرت موصوف کی ان خدمات جلیلہ کو، جو انہوں نے شہر بریلی شریف برس ہا برس تک انجام دیں، یاد کرتا۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ دارالعلوم مظہر اسلام کی عمارت کے سلسلے میں ایک نہایت ہی اہم کمیٹی، ریلیف کمیٹی مرکزی جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی شریف۔ ۳۰ دسمبر کو ہونے والی بھی ملتوی کردی گئی۔ دارالعلوم ودارالافتاء ودفتر میں تعطیل کردی گئی اور مہتمم دارالعلوم ہذا مولوی ساجد علی خان صاحب مدظلہ کے زیر اہتمام جلسہ تعزیت وایصال ثواب کیا گیا۔ جس میں دارالعلوم کے طلباء ومدرس ومفتی صاحبان نے شرکت کی۔

حضرت مفتی اعظم ہند متع اللہ المسلمین بطول بقائہ شاہجہانپور تشریف لے گئے تھے۔ ساڑھے دس بجے واپس ہوئے اور یہ المناک خبر سنتے ہی اس مجلس میں شرکت کے لئے مسجد بی بی جی میں تشریف لے گئے۔ قل شریف کے بعد مہتمم صاحب نے حضرت موصوف کے فضائل وکمالات پر مختصر سی تقریر فرمائی۔ خود حضرت مفتی اعظم ہند دامت برکاتہم العالیہ بہت دیر تک ان کے تبحر علمی، صلاح وتقویٰ، خلوص، للّٰہیت، آستانہ عالیہ کے ساتھ گہری وابستگی بڑے دردناک

انداز میں بیان فرماتے رہے۔ تقسیم شیرینی پر یہ جلسہ ختم ہوا۔

ریلیف کمیٹی جماعت رضائے مصطفیٰ نے ۳۱ دسمبر کی صبح مسجد رضویہ محلّہ سوداگراں میں جلسہ تعزیت وایصال ثواب کا پروگرام بنایا۔ پورے شہر میں اعلان کرایا۔ ۳۱ دسمبر کو بڑی شان شوکت کے ساتھ یہ جلسہ ہوا۔ جس میں اہالیان شہر کے علاوہ دارالعلوم مظہر اسلام مسجد بی بی جی کے تمام طلبہ، مدرسین، مہتمم ومفتی صاحبان ومدرسہ منظر اسلام کے طلبہ نے شرکت کی۔ گیارہ بجے تک قرآن کریم پڑھا گیا۔ پھر حضرت مولانا مفتی محمد شریف الحق صاحب دامت فیوضہم تلمیذ حضرت مخدوم نے باوجود علالت طبع کے حضرت موصوف کی جلالت شان میں بڑی جامع تقریر کی۔

مفتی صاحب نے فرمایا کہ موت وزیست کوئی غیر معمولی بات نہیں، دنیا میں روز لوگ پیدا ہوتے ہیں اور مرتے ہیں۔ مگر بعض مرنیوالے دنیا سے جاتے ہیں تو دنیا کی مسرتوں کو اپنے ساتھ لے جاتے ہیں۔ حضرت محدث اعظم پاکستان وہ جامع وکامل وفضائل کے مرقع تام تھے جن پر بلا مبالغہ یہ شعر صادق آتا ہے۔

ز فرق تابقدم ہر کجا کہ می نگرم
کرشمہ دامن دل می کشد کہ جاایں جا است

دارالعلوم مظہر اسلام مسجد بی بی جی بریلی شریف جو آج بریلی شریف میں سنیت کا اعلیٰ مرکز ہے۔ انہیں کی یادگار ہے۔ اس کی طرف طالبان علم وفضل کا غیر معمولی کھچاؤ حضرت مخدوم کی روحانیت وللّٰہیت وتدریسی کمال کا رہین منت ہے۔ دورہ حدیث کی کتابیں غیر حنفی محدثین کی ہیں، لیکن حضرت محدث پاکستان کی یہ خصوصیت تھی کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کتب میں مذہب احناف کی بنیادی احادیث درج ہیں۔ درس حدیث کا ادب ووقار، خطابت کی خوبی، مناظرانہ اعلیٰ قابلیت، سب پر روشنی ڈالی۔ خصوصیت کے ساتھ مبارک پور کی پہلی تشریف آوری پر جو وہاں تقریر فرمائی تھی۔ اس کے اقتباس کا ذکر کر کے مجمع کو محوِ حیرت بنادیا۔ مناظرانہ صلاحیت میں بیان کیا کہ منظور نعمانی دیوبندیوں کا وہ مایہ ناز مناظر تھا، جسے اساطین وہابیہ نے بڑی مشق سے تیار کیا تھا۔ اس نے اطراف ہند میں کتنے مناظرے کئے۔ ہر جگہ ہارا اور دیوبندیت کو نقصان پہنچایا، جس پر تھانوی نے اسے منع بھی کیا مگر وہ باز نہ آیا، لیکن جب بریلی شریف میں حفظ الایمان کی عبارت پر حضرت محدث اعظم پاکستان سے مناظرہ ہوا اور حضرت محدث اعظم پاکستان نے اس عبارت کی

دیوبندی تاویلوں کے تعارض در تعارض، تناقض در تناقض کو پیش کیا، جس کے جواب سے یہ مناظر تو مناظر، سارے دیابنہ آج تک عاجز ہیں۔ تو دیوبندیوں کے اس منظور نظر مناظر کو وہ شکست فاش ہوئی کہ آئندہ کے لئے ہمیشہ ہمیشہ کے واسطے توبہ کرلی۔ اس کے بعد آج تک میدان مناظرہ میں آنے کی اسے جرأت نہ ہوسکی۔ دیوبندیوں کے ناک کے بال مناظر کے مقابلہ میں اتنی زبردست کامیابی حضرت مولانا موصوف کے مناظرانہ کمال کے ساتھ ساتھ روحانیت، علمی جلالت کی برہان قاطع ہے۔ مفتی صاحب نے مختصر سے وقت میں حضرت محدث اعظم پاکستان کی وسعت معلومات، ذوق مطالعہ، خدا ترسی، خلوص، للّٰہیت، اکابر ملت کی تعظیم وتکریم، اساتذہ ومشائخ کا احترام، ذہانت وخطابت، حسن کردار، حسن صورت، حسن سیرت، روحانی ارتقاء.........سب پر روشنی ڈالی۔

تقریر کے بعد قل ہو کر ایصال ثواب کیا گیا۔ رفعت درجات وپس ماندگان کے لئے صبر جمیل کی دعا پر جلسہ ختم ہوا، شیرینی تقسیم کی گئی۔ ہم تمام ارکان ریلیف کمیٹی مرکزی جماعت رضائے مصطفیٰ وتمام باشندگان بریلی شریف تمام شہزادگان واخلاف وپس ماندگان کے ساتھ غم میں شریک ہیں۔ اور دعا کرتے ہیں کہ مولا عزوجل حضرت موصوف کی قبر انوار سے معمور فرمائے، پھولوں سے پر کرے، جنت کے ابواب کھول دے، انہیں دولھا بنا کر سلائے اور تمام پس ماندگان کو صبر جمیل واجر جزیل عطا فرمائے۔ سید حمایت رسول قادری رضوی حامدی

صدر ریلیف کمیٹی مرکزی جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی۔'' (ا)

اہل سنت وجماعت کی مذہبی وسیاسی تنظیم جمعیت علماء پاکستان کے تاثرات

''لاہور: ۳۰ دسمبر (۱۹۶۲ء) گذشتہ روز یہاں جمعیت العلماء پاکستان کا ایک ہنگامی اجلاس منعقد ہوا۔ جس میں

(ا) (ا) ماہنامہ نوری کرن، بریلی، مارچ اپریل ۱۹۶۳ء۔ ص ۸۹، ۹۰

(ب) ماہنامہ ماہ طیبہ، کوٹلی لوہاراں ضلع سیالکوٹ، فروری ۱۹۶۳ء۔ ص ۴۰

نوٹ: ماہنامہ طیبہ میں مذکورہ خط کا ابتدائی حصہ درج ہے۔ حضرت مولانا مفتی محمد شریف الحق امجدی کی تقریر کی تفاصیل درج نہیں۔ فقیر قادری عفی عنہ

شیخ الحدیث مولانا محمد سردار احمد لائل پوری کے انتقال پر گہرے رنج و غم کا اظہار کیا گیا۔ اجلاس میں ایک تعزیتی قرارداد منظور کی گئی۔ جس میں قیام پاکستان اور تبلیغ اسلام کے سلسلے میں مولانا کی خدمات کو سراہا گیا۔ اور کہا گیا کہ ان کے انتقال سے جو خلاء پیدا ہو گیا ہے وہ ایک صدی تک بھی پر نہیں ہو سکے گا۔" (۱)

اہل حدیث عقائد کی نمائندہ تنظیم پاک اہل حدیث تنظیم لاہور کا خراج عقیدت

حضرت شیخ الحدیث موجودہ دور کے مفکر اعظم تھے۔

لاہور۔ ۱۸ جنوری (ڈاک سے) پاک اہل حدیث تنظیم لاہور کا ایک تعزیتی اجلاس حضرت علامہ شیخ الحدیث مولانا محمد سردار احمد صاحب لائل پوری کے اچانک رحلت کر جانے پر آج یہاں زیر صدارت مولانا ثناء اللہ صاحب منعقد ہوا۔ اجلاس میں مولانا سردار احمد صاحب کو عصر حاضر کا مفکر اعظم اور محدث پاکستان قرار دیا گیا۔ اجلاس میں تنظیم کے جنرل سیکرٹری جناب احمد علی صاحب نے کہا کہ مولانا صاحب ایک نڈر، بے باک سپاہی تھے۔ جنہوں نے کبھی باطل کے سامنے سر نہیں جھکایا۔ انہوں نے مزید کہا کہ حضرت علامہ مولانا سردار احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ملی و دینی خدمات کو کبھی فراموش نہیں کیا جا سکتا۔

بے شک وہ اہل سنت کے ایک عظیم عالم تھے۔ اعجاز محمود صاحب صدر تنظیم نے کہا کہ حضرت علامہ شیخ الحدیث مولانا محمد سردار احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ علم فقہ و حدیث کے بہتے ہوئے سمندر تھے۔

اجلاس میں ایک قرارداد کے ذریعے حکومت پاکستان سے یہ مطالبہ کیا گیا کہ حضرت علامہ شیخ الحدیث کی ملی و دینی خدمات کے صلے میں جھنگ بازار کا نام بدل کر شیخ الحدیث روڈ رکھا دیا جائے۔

قاری قدرت اللہ سیکرٹری نشر و اشاعت پاک اہل حدیث تنظیم لاہور۔ شاہ عالم مارکیٹ لاہور۔" (۲)

---

(۱) روزنامہ سعادت لائل پور۔ ۳۱ دسمبر ۱۹۶۲ء۔ ص ۶ (۲) روزنامہ ہفت روزہ سعادت لاہور۔ ۱۹ جنوری ۱۹۶۳ء۔ ص ۱

انجمنوں، مدارس اور مساجد کے خصوصی و ہنگامی اجلاس

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کی وفات حسرت آیات سے بزم علم و عرفان افسردہ ہو گئی۔ اہل سنت میں ہر طرف اداسی چھا گئی، برصغیر پاک و ہند کا شاید ہی کوئی قصبہ، دیہات ہو جہاں خصوصی اجتماعات میں آپ کے لئے ایصال ثواب نہ کیا گیا ہو۔ ہنگامی اور خصوصی اجتماعات میں، خطبہ ہائے جمعہ میں اجلاس ہائے تعزیت منعقد ہوئے۔ ان ایصال ثواب کی محافل میں آپ سے عقیدت و محبت کا مظاہرہ ہوا، آپ کی عظیم، بے مثال دینی و ملی خدمات کو خراج تحسین پیش کیا گیا۔ آپ اپنی ظاہری زندگی میں جس بلند مقام پر فائز نظر آتے تھے، بعد وصال، ابدی زندگی میں اس سے کہیں زیادہ بلندی پر جلوہ گر دکھائی دے رہے ہیں۔

ظاہر ہے کہ ان تمام مجالس ایصال ثواب اور محافل خراج عقیدت کی کارروائی اخبارات و رسائل میں شائع نہ ہو سکی۔ بہر حال جن انجمنوں اور مدارس کے زیر اہتمام حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کو خراج عقیدت پیش کیا گیا۔ اختصار کے پیش نظر، صرف ان کے ناموں کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

☆ مدرسہ عربیہ اسلامیہ انوار العلوم ملتان۔ زیر صدارت حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی شیخ الحدیث انوار العلوم ملتان۔ (۱)

☆ مدرسہ اسرار العلوم راولپنڈی۔ زیر صدارت مولانا مطیع الرضا قادری خطیب جامع مسجد لال کڑتی۔ (۲)

☆ حلقہ ادب اسلامی لائل پور۔ زیر صدارت محمد حسین احسن نائب صدر (۳)

☆ دار العلوم مظہر اسلام مسجد بی بی جی مرحومہ، بریلی (بھارت)

زیر صدارت مفتی اعظم حضرت مولانا محمد مصطفیٰ رضا قادری علیہ الرحمۃ (۴)

---

(۱) روزنامہ سعادت لائل پور۔ یکم جنوری۔ ۱۹۶۳ء۔ ص ۲ (۲) روزنامہ سعادت لائل پور۔ یکم جنوری۔ ۱۹۶۳ء۔ ص ۲

(۳) روزنامہ سعادت لائل پور۔ یکم جنوری۔ ۱۹۶۳ء۔ ص ۲

(۴) ماہنامہ نوری کرن بریلی، مارچ اپریل ۱۹۶۳ء، روزنامہ سعادت لائل پر۔ یکم جنوری ۶۳ء

☆ ریلیف کمیٹی مرکزی جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی
زیر صدارت حضرت مولانا مفتی محمد شریف الحق امجدی، مفتی دارالافتا رضویہ بریلی (۵)

☆ جامعہ اسلامیہ عربیہ ناگ پور (بھارت)
زیر صدارت مولانا شاہ مفتی عبدالرشید بانی جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگ پور (۶)

☆ جامعہ مسجد زندہ شاہ، مدرسہ اسحٰقیہ جودھ پور (بھارت)
۲۲ ختم قرآن مجید اور ۱۱ ہزار سے زیادہ کلمہ شریف کا ایصال ثواب ہوا۔ (۷)

☆ مدرسہ غوثیہ اسلامیہ اریانواں، رائے بریلی (بھارت)
زیر اہتمام مولانا عبدالمصطفیٰ محمد اسحٰق خاں قادری وارثی (۸)

☆ جامعہ مظفریہ قصبہ داتا گنج، ضلع بدایوں (بھارت)
زیر اہتمام مولانا محمد مظفر احمد صدیقی قادری سرپرست جامعہ مظفریہ (۹)

☆ انجمن غلامان مصطفیٰ ڈجکوٹ، لائل پور۔ زیر اہتمام مولانا سید دلبر حسین خطیب جامع مسجد ڈجکوٹ (۱۰)

☆ جمعیت علماء پاکستان، لاہور (۱۱)

☆ جامع مسجد حضرت موج دریا بخاری لاہور
زیر اہتمام مولانا قاری ابوغفران محمد عظمت اللہ خطیب جامع مسجد مذکور (۱۲)

☆ پاک اہل حدیث تنظیم لاہور۔ زیر صدارت مولانا ثناء اللہ (۱۳)

☆ جامع مسجد زینت المساجد گوجرانوالہ۔ زیر اہتمام مولانا ابوداؤد محمد صادق، خطیب جامع مسجد مذکور (۱۴)

---

(۵) ایضاً۔ ص ۷۸ (۶) ایضاً۔ ص ۹۱ (۷) ایضاً۔ ص ۹۱ (۸) ایضاً۔ ص ۹۲
(۹) ایضاً۔ ص ۱۵۔۹۱ (۱۰) روزنامہ سعادت لائل پور ۳۱ دسمبر ۱۹۶۲ء
(۱۱) روزنامہ سعادت لائل پور۔ ۳۱ دسمبر ۱۹۶۲ء۔ ص ۶ (۱۲) روزنامہ سعادت لائل پور۔ ۳۱ دسمبر ۱۹۶۲ء۔ ص ۶
(۱۳) روزنامہ سعادت لائل پور۔ ۱۹ جنوری ۱۹۶۳ء۔ ص ۱
(۱۴) ہفت روزہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ۔ ۲۱ شعبان المعظم ۱۳۸۲ھ۔ ص ۱۲

☆ مدرسہ انوار غوثیہ رضویہ اوکاڑہ۔ زیر اہتمام مولانا غلام محی الدین گیلانی خطیب اوکاڑہ (۱۵)

☆ بزم غلامان مصطفیٰ اوکاڑہ۔ زیر اہتمام مولانا علم الدین اوکاڑہ (۱۶)

☆ فیض آباد کالونی، اوکاڑہ۔ زیر اہتمام مولانا ابوالمصباح ضیاء الحق شاہ (۱۷)

☆ تنظیم العلماء اہل سنت کی تحریک پر راولپنڈی کی متعدد مساجد، مسجد صرافہ بازار، مسجد فتح خاں ڈھوک رتہ، مسجد سیداں مری روڈ وغیرہ میں تعزیتی اجلاس منعقد ہوئے۔ (۱۸)

☆ وائرلیس کالونی پہاڑتلی چاٹگام (مشرقی پاکستان)۔ زیر اہتمام مولانا محمد ایوب رضوی (۱۹)

☆ خانیوال میں احباب خانیوال کے زیر اہتمام (۲۰)

☆ ادارہ تعمیر اہل سنت ڈرگ کالونی کراچی
زیر اہتمام شیخ عیسیٰ نائب صدر اور مولانا صابر براری، ناظم اعلیٰ ادارہ مذکورہ (۲۱)

☆ مدرسہ جامعہ سعیدیہ فیض القرآن، ملتان۔ زیر اہتمام علامہ قاری محمد اسمٰعیل سعیدی صدر مدرس مدرسہ ہذا (۲۲)

☆ مسجد گاموموچی باغ مقابل ریلوے اسٹیشن مظفر آباد، اسمٰعیل آباد ملتان۔
زیر صدارت صاحبزادہ محمد فضل رسول لائل پور (۲۳)

☆ جامع مسجد اٹک آئل کمپنی راولپنڈی۔ زیر اہتمام مولانا مفتی محمد صادق خطیب جامع مسجد مذکور (۲۴)

---

(۱۵) ہفت روزہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ۔ ۲۱ شعبان المعظم ۱۳۸۲ھ۔ ص ۱۶
(۱۶) ہفت روزہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ۔ ۲۱ شعبان المعظم ۱۳۸۲ھ۔ ص ۱۲
(۱۷) ہفت روزہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ۔ ۲۱ شعبان المعظم ۱۳۸۲ھ۔ ص ۱۲
(۱۸) ہفت روزہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ۔ ۲۱ شعبان المعظم ۱۳۸۲ھ۔ ص ۱۲
(۱۹) ہفت روزہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ۔ ۲۱ شعبان المعظم ۱۳۸۲ھ۔ ص ۱۲
(۲۰) ماہنامہ نوری کرن بریلی۔ مارچ اپریل ۱۹۶۳ء۔ ص ۹۰
(۲۱) ماہنامہ نوری کرن بریلی۔ مارچ اپریل ۱۹۶۳ء۔ ص ۹۲ (۲۲) ماہنامہ نوری کرن بریلی۔ مارچ اپریل ۱۹۶۳ء۔ ص ۹۲
(۲۳) ماہنامہ نوری کرن بریلی۔ مارچ اپریل ۱۹۶۳ء۔ ص ۹۲ (۲۴) روزنامہ سعادت لائل پور ۲۶ جنوری ۱۹۶۳ء۔ ص ۴

☆ جامعہ مظفریہ رضویہ واں بھچراں، ضلع میانوالی۔ زیر اہتمام مولانا اللہ بخش مدرس مدرسہ مذکور (۲۵)

☆ جامع مسجد غوثیہ، چوک پاکستان۔ گجرات۔ زیر اہتمام مولانا مفتی احمد یار خاں بدایونی۔ گجراتی (۲۶)

☆ انجمن اخبار فروشان، لائل پور۔ زیر اہتمام جناب محمد شریف آزاد (۲۷)

☆ خانقاہ ڈوگراں۔ زیر اہتمام مولانا عبدالکریم چشتی رضوی خطیب خانقاہ ڈوگراں (۲۸)

☆ جامع مسجد اکبری، ٹوبہ ٹیک سنگھ۔ زیر اہتمام مولانا مختار الحق صدیقی خطیب مسجد مذکور (۲۹)

☆ چک ۳۰۱ مضافات لائل پور (۳۰)

درج ذیل محافل تعزیت رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ ۲۱ شعبان المعظم ۱۳۸۲ھ کے شمارے سے منقول ہیں۔

☆ مدرسہ برکات العلوم مغل پورہ، لاہور

☆ ادارہ جمہور اہل سنت، لاہور

☆ جامعہ غوثیہ رضویہ، لدھے والا ضلع گوجرانوالہ

☆ بزم غوثیہ کلاس والا، ضلع سیالکوٹ

☆ مدرسہ نقشبندیہ رضویہ سانگلہ ہل

☆ انجمن فدایان رسول۔ نواب شاہ

☆ جامعہ غوثیہ رضویہ۔ کوٹلی بہرام سیالکوٹ

☆ جمعیت تبلیغ اہل سنت، لاہور

☆ جامعہ حنفیہ چوہا سیدن شاہ

☆ مدرسہ حنفیہ رضویہ مصباح العلوم، میلسی

☆ جامع مسجد غوثیہ نوری محلہ، ملتان

---

(۲۵) روزنامہ سعادت لائل پور ۳ جنوری ۱۹۶۳ء
(۲۶) روزنامہ سعادت لائل پور ۳ جنوری ۱۹۶۳ء
(۲۷) روزنامہ سعادت لائل پور ۳ جنوری ۱۹۶۳ء۔ ص ۱
(۲۸) روزنامہ سعادت لائل پور ۳ جنوری ۱۹۶۳ء۔ ص ۱
(۲۹) روزنامہ سعادت لائل پور ۳ جنوری ۱۹۶۳ء۔ ص ۳
(۳۰) روزنامہ سعادت لائل پور ۳ جنوری ۱۹۶۳ء۔ ص ۳

☆ جامع مسجد غلہ منڈی، کامونکی

☆ جمعیت شباب اہل سنت، لاہور

☆ مدرسہ چشتیہ رضویہ۔ قلعہ دیدار سنگھ

☆ مدرسہ اسلامیہ رحمانیہ، ہری پور، ہزارہ

☆ انجمن رضائے مصطفیٰ چنیوٹ

☆ ادارہ تعمیر اہل سنت، منٹگمری (ساہیوال)

☆ مجلس تحفظ ناموس اسلام، سیالکوٹ

☆ جامع مسجد الفاروق حافظ آباد

☆ مدرسہ توکلیہ رضویہ، خوشاب

☆ مدرسہ عربیہ غوثیہ لالہ موسیٰ ضلع گجرات

☆ بزم اہل سنت کھوڑ ضلع اٹک

☆ مدرسہ منبع الفیوض، حامد آباد

☆ جامع مسجد حنفیہ شورکوٹ روڈ ضلع جھنگ

☆ جامع مسجد سیٹلائٹ ٹاؤن راولپنڈی

☆ مجلس یادگار رضا راولپنڈی

☆ بزم رضا حیدرآباد

☆ مدرسہ احسن البرکات حیدرآباد

☆ غوثیہ مسلم مجلس کمیٹی حیدرآباد

☆ جامع مسجد بکرا منڈی، حیدرآباد

☆ جامعہ مجددیہ رکن الاسلام حیدرآباد

☆ سلطانی مسجد حیدرآباد

☆ امریکن کوارٹرز، حیدرآباد

منظوم احساسات بروصال حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ

قدوۃ العلماء العارفین حضرت مولانا محمد مصطفیٰ رضا نوری بریلوی مفتی اعظم ہند، رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م ۱۴۰۲ھ / ۱۹۸۱ء)

کیا کہوں میں ہائے کیا جاتا رہا
آہ دل کا حوصلہ جاتا رہا

سنیوں کا دل نہ بیٹھے کس طرح
زور ان کے قلب کا جاتا رہا

موت عالم کی جہاں کی موت ہے
زندگانی کا مزا جاتارہا

فیض سے معمور جس نے کردیا
چپہ چپہ ملک کا، جاتا رہا

ماحیٔ شر و فساد اہل زیغ
حامئ دین خدا جاتا رہا

اٹھتے اٹھتے چوطرف وہ چھا گیا
خوب برسا، ابر سا جاتا رہا.

دس برس کی تھوڑی سی مدت میں وہ
علم کا دریا بنا، جاتارہا

قوتِ دل، طاقتِ دل، زورِ دل
اس کے جانے سے مرا، جاتا رہا

وہ محدث، وہ محقق، وہ فقیہ
عالم علم ہدیٰ، جاتا رہا

اس زمانہ کا محدث بے مثال
جس کا ثانی ہی نہ تھا، جاتا رہا

چل بسا دنیا سے استاد شفیق
مایۂ لطف وعطا، جاتا رہا

رہبر راہ ہدیٰ تھا لاکلام
سنیوں کا مقتدا، جاتا رہا

پاک باطن، پاک طینت، پاکباز
وہ جمال اصفیاء جاتارہا

جو مرقع تھا جمال وحسن کا
وہ نگار اولیاء جاتا رہا

تھا خشیت میں خدائے پاک کی
وہ مثال اتقیاء جاتارہا

خوش خصال وخوش فعال وخوش ادا
خوش نما وخوش لقا، جاتا رہا

مولوی سردار احمد اٹھ گئے
لطف سارادرس کا جاتا رہا

مسند آرائے سریرِ علم تھا
صدر دین مصطفیٰ جاتا رہا

غوثِ اعظم، قطبِ عالم کا غلام
نائبِ شاہِ رضا، جاتا رہا
غوثِ اعظم، خواجۂ اجمیر کا
وہ مجسم فیض تھا ،جاتا رہا
فیض سے داتا کے مالامال تھا
گنج بخشِ علم تھا، جاتا رہا
پیکرِ رشد وہدیٰ تھا بالیقیں
مظہرِ احمد رضا، جاتا رہا
تھا بہر حالت رضاءِ حق سے کام
آہ فانی فی الرضا ،جا تا رہا
اعظم خلفاء تھا پاکستان میں
جانشین مصطفیٰ جاتا رہا
حضرت صدر الشریعہ کا وہ چاند
میرا مہرِ پُرضیا، جاتا رہا
عبد قادر اور معین الدین کا
دلنواز ودلربا، جاتا رہا
پوچھو خوشتر سے تھا کیسا خوش ادا
کتنا تھا وہ خوش لقا جاتا رہا
خیر اس کی پوچھئے بوالخیر سے
جس سے تھا سب کا بھلا، جاتارہا

سید زاہد ہیں شاہد زُہد کے
مُعرِض از دنیا، ہوا، جاتا رہا
پیارے تحسین الرضا سے پوچھئے
شغل تحسینِ رضا، جاتا رہا
مرگیا فیضان جس کی موت سے
ہائے وہ ''فیض انتما''،جاتا رہا
۱۳۸۲ھ
''یا مجیب اغفر لہٗ'' تاریخ ہے
۱۳۸۲ھ
کس برس وہ رہنما، جاتارہا
دیو کا سرکاٹ کر نوری کہو
''چاند روشن علم کا جاتا رہا''
۱۳۸۲ھ

محمد سردار احمد باصفا شیخ الحدیث

(ازمولانا عبدالرؤف، فاضل جامعہ رضویہ لائل پور)

ہست دُریکدانہ ازبہر رضا شیخ الحدیث
آں امام عاشقانِ مصطفیٰ شیخ الحدیث
ظلمت جہل وضلالت دورکردہ ازجلوہ
کاشفِ اسرارِ حق، شمسِ ہدیٰ شیخ الحدیث
فیض ذاتش تشنگان علم وعرفاں راعَسل
عالم سیراب ازجُو دو عطا شیخ الحدیث

نور پاکش از شرق تاغرب ہم تاقاف قاف
تابکابل افرقہ رفتہ ضیاء شیخ الحدیث

دشمناں وحاسداں گشتند صیدِ خُلقِ او
مظہر سُننِ ہُدیٰ، شیخ الوریٰ شیخ الحدیث

سبعش ہر دم بر ضوان اللہ العالمین
قبلۂ ارباب تسلیم ورضا شیخ الحدیث

عالمے گشتم ولیکن، ہیچ ازعلمائے دیں
درنظر نامد مثیل و ہمنوا شیخ الحدیث

مرکزِ علم شریعت، معدنِ عرفانِ حق
قدوۂ اہل رضا واہتدیٰ شیخ الحدیث

اسم پاکش باسمیٰ خویش اوفق آمدہ
محمد سردار احمد باصفا شیخ الحدیث

استاذ العلماء مولانا فیض احمد فیض صدر المدرسین جامعہ غوثیہ گولڑہ

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے وصال پر استاذ العلماء مولانا فیض احمد چشتی گولڑوی نے عربی میں ایک قصیدہ لکھا۔ جس میں قطعہ تاریخ بھی ہے۔ قصیدہ کا ترجمہ ادارہ ہفت روزہ محبوب حق لائل پور نے کیا۔

۱. اَلْاَرْضُ بَکَتْ وَالْفَلْکُ بَکٰی ‏ مِنْ حَادِثَۃٍ اٰھَا اٰھَا

۲. قَدْوَدَّعَنَاشَمْسُ الْعُلَمَاءِ ‏ بَدْرُ الْفُضَلَا زَیْنُ الْخُطَبَا

۳. اَلْجَامِعُ بَیْنَ شَرِیْعَتِنَا ‏ وَطَرِیْقَتِنَاوَحَقِیْقَتِنَا

۴. اَلدَّافِعُ عَنْ مَثَانِ الصُّلَحَا ‏ سَفَہَ السُّفَھَا جَھْلَ الْجُھَلَا

۵. سَرْاَدَارُاَحْمَدُ رَأسُ الْکُرَمَا ‏ مَاُوَی الْغُرَبَا کَنْزُالْفُقَرَا

۶. قَدْ کَانَ بِمَشْرَبِہٖ بَحْرًا ‏ فِیْ مَسْلَکِہٖ جَبَلًا صَلَبَا

۷. فِیْ مَعْقُوْلٍ شَیْخًافَحْمًا ‏ فِیْ مَنْقُوْلٍ مَطَرًا ھَطِلَا

عَنْ شِدَّتِہٖ فِیْ مَذْھَبِہٖ ‏ سَلْ اَھْلَ النَّجْدِوَمَنْ وَالٰی

تَارِیْخُ وِصَالٍ یَافَیْضُ ‏ قُلْ ”اِنَّ رَضَامِنَّارَحَلَا“ (۱۳۸۲ھ)

ترجمہ قصیدہ عربیہ مشتمل برتاریخ وصال

۱ ایک حادثہ عظیمہ کے سبب زمین بھی روئی اور آسمان بھی۔ افسوس! افسوس!

۲ وہ حادثہ یہ ہے کہ اہل علم کے آفتاب اور اہل فیض کے ماہتاب، جو کہ خطباء دہر کے لئے زیب وزینت تھے، ہمیں دنیائے عالم میں چھوڑ کر دار بقا کو تشریف لے گئے۔

۳ وہ ہماری شریعت، طریقت اور حقیقت کے جامع تھے۔

۴ جاہل لوگ اپنی جہالت اور بے وقوف انسان اپنی سفاہت کے سبب، جو آئے دن اولیاء اللہ پر اعتراضات کرتے رہتے ہیں، ہمارے ممدوح ان تمام اعتراضات کی مدافعت فرماتے تھے۔

۵ ان کا نام مبارک سرادار احمد ہے۔ وہ اہل کرم کے سردار تھے۔ غریبوں کے ماویٰ اور فقیروں کے لئے خیرو صلاح کا خزانہ۔

۶ وہ اپنے پاک مشرب میں معلومات کے لحاظ سے دریا تھے اور اپنے مذہب مہذب میں پہاڑ کی طرح مظبوط۔

۷ علوم عقلیہ میں عظیم المرتبت استاذ تھے۔ اور علوم نقلیہ میں موسلا دھار بارش۔

۸ اے مخاطب! اگر تو یہ معلوم کرنا چاہے کہ وہ اپنے مذہب (مذہب اہل سنت) میں کس قدر مضبوط تھے تو نجدیوں سے اور ان سے ملنے والے دیگر فرق وہابیہ سے دریافت کر۔

(۱) ہفت روزہ محبوب حق لائل پور۔ ۲۷ مارچ ۱۹۶۳ء۔ ص ۳

۹ اے فیض احمد! ان کی تاریخ وصال میں یہ کہ دے کہ "اِنَّ رَضَا مِنَّا رَحَلَا" (بے شک حضرت احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ ہم سے کوچ فرما گئے۔) (۲)

اٹھ گیا پیر طریقت، اہل سنت کا امام

......۱۳۸۲ھ......

(از جناب عزیز حاصل پوری، ملتان)

جا رہا ہے سوئے جنت کو ن رخشندہ مقام
کر رہے ہیں آج کس کو آسماں والے سلام
عازمِ ایوان رحمت ،کون ہے مست ازل
کیوں لنڈھائے جارہے ہیں خلد میں کوثر کے جام
محوِ آرائش ہیں قدسی کس کے استقبال کو
کس کی خاطر محفل فردوس میں ہے دھوم دھام
ایستادہ ہے فرشتوں کی جماعت کس لئے
کس خداوالے سے ہونا چاہتی ہے ہمکلام
مرکزِ انوارِ رحمت آج کس کی ذات ہے
پھول بخشش کے بچھائے جارہے ہیں گام گام
ہے یقیناً یہ کوئی عالی نظر، بطل جلیل
خیرمقدم کے لئے جس کے ہے ،اتنا اہتمام
قوم کے سردار لائل پور کے شیخ الحدیث
تھی تری ذات گرامی لائق صد احترام

(۲) ہفت روزہ محبوب حق لائل پور۔ ۲۷ مارچ ۱۹۶۴ء۔ ص ۳

تھا ترا ذہن رسا ایوانِ انوار العلوم
اوراس کے بام ودر تابندۂ علمِ کلام
اے امامِ اہلِ سنت، فخرِ ملت، فخرِ قوم
کون تیرے بعد اب ہوگا تراقائم مقام
غیرتِ صبح درخشاں ہے تری یہ شام بھی
روز روشن کی طرح روشن رہے گا تیرانام
منقطع ہوتے نہ دیکھا گفتگو کا سلسلہ
تھا منظم تیری تقریرِ مسلسل کا نظام
موت کی دستک پہ تولبیک کہہ کر چل پڑا
موت تھی گویا حیاتِ جاودانی کا پیام
ہوگیا رخصت رضائے حق پہ راضی ہوکے تو
جامعہ رضویہ لائل پور کے بانی، سلام
موت عالم کی یقیناً موت اک عالم کی ہے
یہ مقولہ اہل دانش کا اٹل ہے لاکلام
مصرعِ تاریخ رحلت کہہ دو منقوطہ عزیزؔ
"اٹھ گیا پیر طریقت اہلِ سنت کا امام"

......۱۳۸۲ھ......

توجہ وصال

(ازلسان الحسان مولانا ضیاءالقادری بدایونی، کراچی)

محوِ عشق ایزد غفار تھے شیخ الحدیث
عالمِ دینِ شہِ ابرار تھے شیخ الحدیث

جاںنثارِ احمدِ مختار تھے شیخ الحدیث
دینِ حق کے سرورِ سردار تھے شیخ الحدیث
تھے ابوبکر وعمر، عثمان کے مدحت طراز
مدح خوانِ حیدرکرار تھے شیخ الحدیث
آپ کے سردار ،احمد مجتبیٰ تھے ہر نفس
آپ اہلِ علم کے سردار تھے شیخ الحدیث
آپ کے اخلاق تھے خلق عظیم مصطفیٰ
کیا مبارک آپ کے کردار تھے شیخ الحدیث
تھے مبلغ آپ تکریم شہِ لولاک کے
واصفِ اصحاب اورانصار تھے شیخ الحدیث
تھے فدائی عالموں، ولیوں کے،اہل بیت کے
خاک بوس عترتِ اطہار تھے شیخ الحدیث
غوث اعظم کی محبت آپ کے سینہ میں تھی
اولیاء اللہ کے دلدار تھے شیخ الحدیث
تھے امامِ اعظمِ ذیشان پہ سوجاں سے جاںنثار
آفتابِ مطلعِ انوار تھے شیخ الحدیث
خواجگانِ چشت سے تھی خاص نسبت آپ کو
خواجہء سنجر کے شکرخوار تھے شیخ الحدیث
سہروردی، نقشبندی، قادری، چشتی، غرض
سب سلاسل کے علم بردار تھے شیخ الحدیث

صدرِ بزمِ علم وعرفاں، دورِحاضر کے تھے آپ
حاصل ہر علم وفن سرکار تھے شیخ الحدیث
تم امیر کاروانِ اہلِ سنت تھے حضور!
تم ہمارے قافلہ سالار تھے شیخ الحدیث
دینِ حق کا بول بالا جابجا تم نے کیا
اہل سنت کے سپہ سالار تھے شیخ الحدیث
منظر اسلام کا گلشن شگفتہ تم سے تھا
تم بریلی کے گل وگلزار تھے شیخ الحدیث
اعلیٰ حضرت کی نیابت تم نے پاکستان میں کی
ہند میں منجملہ اخیار تھے شیخ الحدیث
علم تفسیر وحدیث فقہ کے ماہر تھے آپ
علم کاایک قلزم ذخار تھے شیخ الحدیث
آپ لائل پور کے تھے مقتدائے باوقار
یعنی پاکستان کے شہکار تھے شیخ الحدیث
تھے مناظر اہل حق کے ،حق کے منظورِ نظر
گردنِ منظور پر تلوار تھے شیخ الحدیث
بالیقین آغازِ پاکستان سے تاروز وصال
مستقل ایک علم کا دربار تھے شیخ الحدیث
مسجد ذیشاں بنائی خوب لائل پور میں
مدرسہ کے بانی ومعمار تھے شیخ الحدیث

قادری رضوی ونوری اور برکاتی تھے آپ
بادۂ بغداد سے سرشار تھے شیخ الحدیث
میری دعوت پر بدایوں آپ آئے چند بار
میرے محسن تھے مرے غم خوار تھے شیخ الحدیث
دل پکڑ کا رہ گیا میں ناتواں زاروضعیف
جب کراچی میں سنا بیما ر تھے شیخ الحدیث
حیف دنیا سے سدھارے جنت الفردوس کو
مصطفیٰ کے شائق دیدار تھے شیخ الحدیث
آپ دنیا سے گئے دنیا میں ظلمت چھا گئی
آفتابِ مشرق انوار تھے شیخ الحدیث
مچ گیا کہرام ہر جا عالمِ اسلام میں
کتنے عالی مرتبت سرکار تھے شیخ الحدیث
نظم لکھتے لکھتے دل میں فکرِ تاریخ آگئی
بولا ہاتف ''عالم مختار'' تھے شیخ الحدیث
۱۳۸۲ھ
عیسوی سن کا تصور آتے ہی بے ساختہ
''سیدی'' کہہ کر کہا یکبار'' تھے شیخ الحدیث''
۸۴ +۱۸۷۸ = ۱۹۶۲ء
اے ضیاء ان پر ہزاروں نعمتوں کا ہو نزول
مستحقِ رحمتِ ستار تھے شیخ الحدیث

شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کی یاد میں

(ازنتیجۂ فکر علامہ قاری محبوب رضا خاں، خطیب مسجد کھوڑی گارڈن، کراچی)

چل دیا ساقیٔ محفل سوئے گلزار جناں
کون دے گا اب ہمیں جام شراب ارغواں
تشنہ کامی پر ہماری اب ترس کھائے گا کون
اور سنے گا کون میخواروں کی فریاد وفغاں
کون دے اب اچھوتے جام بھر بھر کر ہمیں
میکدے میں کون کھولے گا خم مئے کا دہاں
اب صدائے قلقل ومینا نہیں ہوتی بلند
خشک شاید ہوگئی ہے شیشۂ مئے کی زباں
لگ گئی لب پر سبو کے خامشی کی مہر کیوں
چھا رہا ہے میکدے میں کیوں اداسی کا سماں
نغمہ سنج فصلِ گل خاموش ہے کس واسطے
شاخِ گل پر سر جھکائے بیٹھی ہیں کیوں قمریاں
چشمِ نرگس ٹکٹکی باندھے ہوئے ہے باغ میں
موسمِ گل میں ہے کیوں خاموش سوسن کی زباں
آرزوئیں گدگداتی ہیں دلِ میخوار کو
پھر ہوائے میکشی کرنے لگی اٹھکیلیاں
ساقیا ! آجا خدا کے واسطے پھر بزم میں
جسمِ ٹوٹا جارہا ہے آتی ہیں انگڑائیاں

اک چھلکتا ساغر صہبائے تند وتیز دے
تیرے میخانہ کی خیر اے ساقی!حاتم نشاں
تونظر آئے تو گلشن میں بھی آئے بہار
چل پڑے باد بہاری، مسکرائے گلستاں
ابر برسے، گل کھلیں، سبزہ اگے، مہکے چمن
نونہالانِ چمن کرنے لگیں قوالیاں
نظمِ قدسی گائی جائے گی تیری شانِ پاک میں
وجد میں آجائے جس کوسُن کے ہر پیروجواں
حضرت سردار احمد رہنمائے سالکاں
عالماں را ناوک انداز ادب شد بے گماں
مہر اوجِ چرخِ علم وماہ برجِ عقل وحلم
شاہِ اقلیم فنوں وواعظِ شیوابیاں
اے کہ تجھ پر آشکار ہے حقیقت اورمجاز
اے کہ راہ زندگی میں تو ہے خضرِ سالکاں
اے سریرِ آرائے دانش، خسروِتخت کمال
شاہِ اقلیمِ سخن، اے ذاکرِ شعلہ بیاں
اے امامِ اہل سنت، شمعِ بزمِ معرفت
گوہرِ درجِ شرافت، لعلِ کان عزوشان
بلبلِ باغِ مدینہ، آفریں صد آفریں
یاد آئیں گی ہمیشہ تیری نغمہ سنجیاں

نو رکے پھولوں کی بارش حشرتک ہوقبر پر
اورکرے نیسانِ جود، رب، گہر افشانیاں

اے مجسم اتباع سنت خیرالانام

(ازجناب سیدمحمد مرغوب صاحب اخترالحامدی،حیدرآباد)

ایک بزرگ پاک کی ہے منقبت کا اہتمام
نکھر انکھرا سا ہے اختر اوربھی حُسنِ کلام
جھک گیا اوجِ تخیل با ادب بااحترام
عاشقِ نامِ نبی کا آگیا ہونٹوں پہ نام
اے امیرِ اہلِ سنت ! اے شریعت کے امام!
السلام اے سید ی سردار احمد ،السلام
اے فقیہِ اعظم وشیخ الحدیث بے مثال
واعظِ شیریں مقال ومفتی عالی مقام
اے، مکمل معنئ نورانی ام الکتاب
اے، مجسم اتباعِ سنت خیر الانام
مرتبہ تیرا بھلا تحریرمیں کیا آسکے
عجز سے ہے سربہ سجدہ اسپِ عقل تیزگام
سرحدِ تخیل سے ہے، اس طرف منزل تری
ہر حد ادراکِ شاعر سے ترا اونچا مقام
ہے تری اک اک ادا آئینہ حبِّ رسول
ہے تراہر ہر نفس دیوانہِ شاہِ انام

سر سے پا تک مظہرِ شانِ شہِ احمد رضا
مرشدی حامد رضا کا یعنی آئینہ تمام
آفتابِ نورِ فیضِ مفتی اعظم ہے تو
کیسے پاک وہند میں روشن نہ ہوتا تیرانام
آج پھیلی ہیں تری کرنیں زمین ہند تک
ہے بہ ظاہر سرزمین پاک پر تیر اقیام
سومناتِ نجد توڑا تونے لائل پور میں
اللہ اللہ تیری ضرب الصلوٰۃ والسلام
پنجہ باطل مروڑا تونے شیطان کا
بدزباں ،بے باک گستاخوں کے منہ میں دی لگام
توہے سنی کے لئے پیمانۂ آبِ حیات
اورنجدی کے لئے سرتاپا تیغِ بے نیام
آج لائل پور گویا مظہرِ اسلام ہے
یا بالفاظِ دگرہے ،مرکزِ ہر خاص وعام
خاص عشقِ مصطفیٰ کی بھیک ملتی ہے یہاں
فیض جاری ہے شہِ احمد رضا کا صبح وشام
اے شہیدِ عشق ! اے جاں دادۂ نامِ حبیب
تونے راہ حق میں مٹ کرحق کو دی عمرِ دوام
زندہ باد اے سیدی سرداراحمد ! زندہ باد
اے مجسمِ حق ! مجسمِ سنیت پائندہ باد

اہلِ حق کے سیدوسردار تھے شیخ الحدیث

(از جناب صابر براری رضوی ضیائی)

جاں نثارِ احمدِ مختار تھے شیخ الحدیث
امتِ محبوب کے غم خوار تھے شیخ الحدیث
ساقیِ تسنیم کے میخوار تھے شیخ الحدیث
بادۂ توحید سے سرشار تھے شیخ الحدیث
اہلِ حق کی تیغِ جوہر دار تھے شیخ الحدیث
اوراَشِدَّاءُ عَلَی الْکُفَّارِ تھے شیخ الحدیث
مظہرِ صدرِ شریعت، نائب شاہِ رضا
حجۃ الاسلام کے دلدار تھے شیخ الحدیث
تاجدارِاہلِ سنت ،نازشِ اہلِ شرف
پیشوائے مجلسِ ابرار تھے شیخ الحدیث
شانِ اصحابِ شہِ کون ومکاں کا آئینہ
آپ کے اطوار اورکردار تھے شیخ الحدیث
اہلِ باطل ہوگئے ٹکرا کے جس میں پاش پاش
مرحبا وہ آہنی دیوار تھے شیخ الحدیث
مولوی سرداراحمد بانی، دارالعلوم
مظہرِ اسلام کے معمار تھے شیخ الحدیث
شہرِ لائل پوراُن کے نورسے روشن ہوا
ظلِّ اصحابِ شہِ ابرار تھے شیخ الحدیث

آسماں سے نور افشانی ہوئی تابوت پر
کیا مقدس بندۂ غفار تھے شیخ الحدیث
دیکھ کر منظر جنازہ کا یہ ظاہر ہوگیا
اہلِ حق کے سید وسردار تھے شیخ الحدیث
منقبت صابؔر براری کیوں نہ لکھے آپ کی
ملتِ حق کے علم بردار تھے شیخ الحدیث

محمد سردار احمد سالک صدر دار السلام

............١٣٨٢ھ............

درسال وصال ومدحِ مردِ کمال، علامۂ دہر، کاملِ عصر، سالکِ راہِ حمد، محمد سردار احمد رحمہ اللہ الاحد

(نظم بے نقطہ)

از جناب حافظؔ صاحب چشتی تونسوی، ملتان

آہ وہ سردار احمد سرورِ ملکِ کلام
اہلِ دردواہلِ دل اوراہلِ مسلک کا امام
عالمِ عامل رہا اورصالحِ کامل رہا
گوہرِ سلکِ سلاسل، لمعہ علم اس کا عام
وہ رسول اللہ کا دلدادہ و والہ رہا
گام گام اس کا رہا صالح عمل حمد وسلام
اک مصمم دل کامالک، کاملِ راہ ورع
سالکِ مسلک رہا اسلام کا مائل دوام

مصدرِ علم وعمل اور دہر کامرد کمال
ماہرِ رہِ ہدا اورحاملِ سرِّ ہمام
اک معلم اک مدرس حال کا مہرِ سما
عصر کا اک گوہرِ لامع، مسلَّم، لاکلام
حلم کا اک کوہِ محکم علم کا ماہِ کرم
اورسرِ اہلِ ہوا کا وہ رہا صارم حسام
رحم کر مولا کرم کر ہو عطا اس کو مراد
ہو محل معمور اس کا، گور ہو لامع کلام
لوح دل کا ہوسوال اس طرح حل مولا مرا
اس کا ہر ایک کام محکم ،اس کا ہر اکمل ہر مرام
ہوعُلا اس کا عَلَم اورعِلم اس کاعام ہو
اس کا ہر سو ہوکرم لامع ،ہر دم گام گام
سال حافظؔ کوملا ہمراہ ”عودِ دردِ دل
ہو سدا سردار احمد کا محل دارالسلام“

............١٣٨٢............

درمکارمِ صدرِگروہِ علماء، سالارِعساکرِصلحاً، عمادِطارمِ اسلام، حصارِاوہام

علامہ عصر محمد سردار احمد سلم اللہ ورحم اللہ

(از قلم حکیم صمصام مرحوم)

مالکِ ملکِ کمال علم واعمال ہدا
اسمِ اُو سردار احمد آمدہ صد رِملا

اسمِ او مدحِ رسول اللہ راحامل ہمہ
آمرِامرِ حمد، دلدادۂ اہلِ حِرا
حامل آمدہر کلا مِ او کلام اللہ را
والہء امر رسول اللہ درسحر درہرمسا
صارمِ ادراکِ او حسّاد را درد گلو
سرگروہِ اہلِ علم وحلم درراہِ ہدا
دررہ ِاہلِ سلوک اوآمدہ ہر گام گام
کارِاسلام آمدہ مر اصل اُو رامدعا
گام محکم دررہ ِاسلام محکم دارم او
مصلح اطوارِ ہر مکروہ کارآمدملا
اوامامِ کامل آمد درہمہ ملک علوم
مُہر کردہ مہر اہل اللہ مردر دل ورا
واحد آمد درس علم او ہمہ درملک ما
حارسِ حالِ دلِ اومالک ملک علا
عِلمِ او داد علَم درعرصہ علم وعمل
گمرہ ِراہَ ہدا را درد ہد دم دم صلا
طارمِ اسلام را امرمسلّم آمددرسِ او
گردآلودِ حسدکم دارد او اطہر رِدا
کارِ اواصلاحِ ہر حال ومآل کلمہ گو
داور اوراکرد مرد راد وہم اہلِ عطا
راج علم اودہد ہر عام کس راح راح
گرد اہل حکم گرگردوکسی او را درگرا
کلک او دارد دودم صمصام اسداللہ ہم
کودردِسرہاءِ ہراعداء مملوِ ھوا

عیسوی سن کا تصور آتے ہی بے ساختہ
''سیدی'' کہہ کر کہا یکبار ''تھے شیخ الحدیث''

۸۴ +۱۸۷۸= ۱۹۶۲ء (۴)

استاذ الشعراء ضیاء القادری نے چنداور بھی قطعات تاریخ وصال کہے ہیں۔

وادریغا جناب شیخ الحدیث — از جہاں رُخ نمودسوئے ارم
اے ضیا گفت سال رحلتِ او — ''حامی دین محقق اعظم''(۵)

۱۳۸۲ھ

دیگر

سرداردینِ احمدِ مرسل ہزارحیف — رفت از جہاں بخدابفرمانِ ذوالجلال
از بہرانتقال شہِ باصفاضیاء — ''شیخ الحدیث نازش عالَم'' بگفت سال (۶)

۱۹۶۲ء

دیگر

دریغا زآفاق سرداراحمد
نامِ خدا سوائے فردوس رفتہ
ضیا ہاتف ازسالش آں معظم
''حیاتِ ابد یافت سردارگفتہ''(۷)

۱۳۸۲ھ

(۴) ماہنامہ نوری کرن بریلی، شمارہ مارچ اپریل ۱۹۶۳ء۔ص ۳۳،۳۴ (۵) محدث اعظم پاکستان مرتبہ مولانا حسن علی، میلسی، ص ۳۹
(۶) محدث اعظم پاکستان مرتبہ مولانا حسن علی، میلسی، ص ۳۹ نوٹ: رسالہ مذکورہ میں اس قطعہ تاریخ کا عدد ۱۳۸۲ھ لکھا گیا ہے جو سہو کتابت ہے۔
(۷) محدث اعظم پاکستان مرتبہ مولانا حسن علی، میلسی، ص ۳۹، ماہنامہ سواداعظم لاہور، شعبان ۱۳۸۲ھ۔ص ۳

دیگر

لکھ ضیاء مخزون سال وصال ان کا
''سردار دین احمد مہر مبین جنت''(۸)

۱۳۸۲ھ

مولانا صابر برآری ضیائی کراچی نے ''شاہ رضا کے فیض سے وہ ذی وقار تھے'' کے عنوان سے جو نظم لکھی، اس کا مقطع قطعہ تاریخ ہے۔

صابر سن وصال ابو الفضل لکھ یہی
''مغفور نو'' تھے رحمتِ پرورد گار تھے(۹)

۱۳۸۲ھ

دیگر

عازمِ خلد ہو گئے ہیں آج — حق کے مقبول یعنی اعلیٰ شیخ
سنِ رحلت جنابِ اقدس کا — کہیے صابر ''حضور والا شیخ''

۱۳۸۲ھ

فخرِ سوادِ اعظم = ۱۹۶۲ء (۱۰)

(۸) (ا) محدث اعظم پاکستان مرتبہ مولانا حسن علی میلسی، ص ۳۹، (ب) محدث اعظم پاکستان۔ ص ۵

(۹) (ا) ماہنامہ نوری کرن بریلی، مارچ اپریل ۱۹۶۳ء۔ ص ا

(ب) ہفت روزہ سواد اعظم لاہور۔ ۱۱ جنوری ۱۹۶۳ء۔ ص ا

(ج) محدث اعظم پاکستان مرتبہ مولانا حسن علی رضوی، میلسی، ص ۳۸

نوٹ: رسالہ محدث اعظم پاکستان میں کتابت کی غلطی سے ''رحمت پرور'' کو تاریخ لکھا گیا ہے۔

(۱۰) ہفت روزہ سواد اعظم لاہور۔ ۱۱ جنوری ۱۹۶۳ء۔ ص ا

دیگر

''آہ حامیٔ دین، محدث پاکستان مولانا سردار احمد صاحب''(۱۱)

۱۹۶۲ء

دیگر

صابر سن وصال ابوالفضل لکھ یہی
''سردار احمد قادری عالی تبار تھے''(۱۲)

۱۹۶۲ء

جناب عزیز حاصل پوری نے آپ کے وصال پر جن خیالات کا اظہار کیا اس کا ایک حصہ ملاحظہ ہو۔

جارہا ہے سوئے جنت کون رخشندہ مقام
کررہے ہیں آج کس کو آسماں والے سلام
محو آرائش ہیں قدسی کس کے استقبال کو
کس کی خاطر محفل فردوس میں ہے دھوم دھام
مرکزِ انوارِ رحمت آج کس کی ذات ہے
پھول بخشش کے بچھائے جارہے ہیں گام گام
مصرع تاریخ رحلت کہہ دو منقوطہ عزیزؔ
اٹھ گیا ''پیر طریقت اہل سنت کا امام''(۱۳)

۱۳۸۲ھ

(۱۱) تاریخ رفتگان، مصنفہ صابری برآری، باہتمام ادارہ فکر نو کراچی، ۱۹۸۶ء۔ ص ۲۷

(۱۲) (ا) تاریخ رفتگان، مصنفہ صابری برآری، باہتمام ادارہ فکر نو کراچی، ۱۹۸۶ء۔ ص ۲۷

(ب) رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ۔ جنوری ۱۹۶۳ء

(۱۳) (ا) ہفت روزہ طوفان، ملتان، جنوری ۱۹۶۳ء

(ب) محدث اعظم پاکستان، مطبوعہ ہمدرد پرنٹنگ پریس ملتان (۱۹۶۳ء)۔ ص ۱۰

جناب عزیزؔ حاصل پوری نے دوسری منقبت میں قطعہ کہا۔

آہ! گذشت از عالم امکاں مولانا سرداراحمد
ماحیٔ کفر و محیٔ ایماں مولانا سرداراحمد
کشورِ علم و حلم کے سلطان مولانا سردار احمد
عارفِ کامل صاحبِ عرفاں مولانا سرداراحمد
شیخ وفقیہ محدث اعظم مجتہد ذی فکر منظم
پیر مغاں بادہ عرفاں مولانا سرداراحمد
ہائے کے ساتھ عزیز کہو تم مصرع تاریخ رحلت
"مولینا سردار احمد ہاں مولانا سردار احمد" (۱۴)

۱۳۸۲ھ

مولانا غلام قطب الدین احمد نعیمی اشرفی نائب مدیر ہفت روزہ سوادِ اعظم لاہور نے آپ کی رحلت پر جو قصیدہ لکھا اس کا عنوان قطعہ تاریخ ہے۔ تاریخ رحلت اعلم العلماء

۱۳۸۲ھ

قصیدہ کے چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

آفتاب علم حکمت الوداع والسلام
تابشِ انوارِ رحمت الوداع والسلام
سالکِ راہِ طریقت الوداع والسلام
واقفِ سرِّ حقیقت الوداع والسلام

(۱۴) محدث اعظم پاکستان مرتبہ مولانا حسن علی رضوی، میلسی، ص ۴۱

بیہقی وقت آپ تھے اور تھے غزالیٔ زماں
شمع بزم قادریت الوداع والسلام
مصرعہ تاریخ رحلت احمد مغموم لکھ
"قدوۂ بستان ملت" الوداع والسلام (۱۵)

۱۳۸۲ھ

مولانا غلام قطب الدین احمد نعیمی نے ایک دوسرے قطعہ میں صوری و معنوی تاریخ لکھی۔ صوری اعتبار سے سن ہجری (۱۳۸۲ھ) کی طرف اشارہ ہے اور معنوی طور پر سن عیسوی (۱۹۶۲) کا استخراج ہوتا ہے۔

صوری و معنوی یہ تاریخ لکھ دے احمدؔ
"آہ چاند رات شعبان سن تیرہ سو بیاسی" (۱۶)

۱۹۶۲ء

خطیب پاکستان مولانا حافظ محمد شفیع اوکاڑوی، کراچی نے قطعہ تاریخ یوں کہا۔

سیدو سردارِ ما وارثِ علوم مصطفیٰ
نائبِ احمد رضا اللہ سے واصل ہوا (۱۷)

۱۳۸۲ھ

جناب فدا حسین فدا مدیر ماہنامہ مہر و ماہ لاہور نے قطعہ تاریخ وصال یوں کہا۔

صدمہ مرگِ محدثِ اعظم دیگر آہ فاضل سردار
۱۹۶۲ء ۱۳۸۲ھ

(۱۵) محدث اعظم پاکستان مرتبہ مولانا حسن علی، میلسی، ص ۴۰
(۱۶) محدث اعظم پاکستان مرتبہ مولانا حسن علی، میلسی، ص ۴۰
(۱۷) محدث اعظم پاکستان مرتبہ مولانا حسن علی، میلسی، ص ۳۸

دیگر

چل دیئے دنیائے دوں سے آج آہ
حضرت سرداراحمد ذی حشم
آپ تھے علامہ دیں بے گماں
تھا غنیمت آپ کا بس دم قدم
عشق محبوب خدا میں آپ نے
دین قیم کا کیا اونچا علم
یوں کہی تاریخ ہاتف نے فدا
''انتقال عالی فطرت'' کر رقم (۱۸)

۱۳۸۲ھ

جناب حافظ صاحب چشتی تونسوی ملتان نے بے نقط نظم میں حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے وصال پر اپنے تاثرات کا اظہار خیال کیا ہے اور قطعہ تاریخ کہا ہے۔نظم کا عنوان بھی قطعہ تاریخ ہے۔

''محمد سرداراحمد سالک صدر دارالسلام''

۱۳۸۲ھ

آہ وہ سردار احمد سرورِ ملکِ کلام
اہلِ درد واہلِ دل اوراہلِ مسلک کا امام
مصدرِ علم وعمل اور دہر کا مرد کمال
ماہر راہِ ہدا اور حاملِ سرِّ ہمام

(۱۸) محدث اعظم پاکستان مرتبہ مولانا حسن علی رضوی، میلسی، ص ۳۶

اِک معلم اِک مدرس، حال کا مہرِ سما
عصر کا اک گوہر لامع، مسلّم، لاکلام
حلم کا اک کوہِ محکم علم کا ماہِ کرم
اور سر اہل ہوا کا وہ رہا صارم حسام
سال حافظ کوملا ہمراہ ''عودِ دردِ دل
ہو سدا سردار احمد کا محل دارالسلام'' (۱۹)

۱۳۸۲ھ

جناب حفیظ اللہ خاں حافظ نجیب آبادی لاہور نے یوں تاریخ کہی۔

سال رحلت کے لئے تاریخ کی تھی جستجو ہاتف غیبی پکارا لکھ ''غم عالی گہر'' (۲۰)

۱۳۸۲ھ

مولانا سجاد میاں چشتی مراد آبادی لاہور نے یوں تاریخ کہی۔

ہاتف غیبی پکارا بہر تاریخ وفات ''زاہد پاکیزہ پیکر داخل جنت لکھو'' (۲۱)

۱۳۸۲ھ

مولانا حافظ پیر بخش چشتی بلوچ نے قطعہ تاریخ صنعت معجمہ میں یوں کہی۔قطعہ تاریخ کا عنوان بھی تاریخ ہے۔

''محدث نامدار پاکستان''

۱۳۸۲ھ

(۱۹) ماہ نامہ نوری کرن، مارچ اپریل ۱۹۶۳ء۔ص ۹۳
(۲۰) (ا) محدث اعظم پاکستان۔ص ۴۱ (ب) ہفت روزہ محبوب حق لائل پور۔۱۳ جنوری ۱۹۶۴ء۔ص ۷
(۲۱) (ا) محدث اعظم پاکستان۔ص ۴۱ (ب) ہفت روزہ محبوب حق لائل پور۔۱۳ جنوری ۱۹۶۴ء۔ص ۷

کس قدر اللہ نے رتبہ بڑھایا آپ کا
آج ساری قوم کے دل میں ہے صدمہ آپ کا
حضرت سردار احمد عاشق روئے رسول
خلد میں گل کی طرح ہنستا ہے چہرہ آپ کا
بالیقیں تھے آپ ارض پاک کے یکتا فقیہ
اور سونے پر سہاگہ تھا وہ تقویٰ آپ کا
کوئی مانے یا نہ مانے میری آنکھیں ہیں گواہ
نور کی بارش میں دیکھا ہے جنازہ آپ کا
اے محدث، اے مفسر، اے مناظر، اے فقیہ
نو رکے دربار سے ہے نورسہرا آپ کا
"شغل حب مصطفیٰ "سردار احمد کا رہا

۱۳۸۲ھ

معجمہ میں سال حافظ نے یہ لکھا آپ کا(۲۲)

مولانا قاری محبوب رضا قدسی کراچی نے قطعہ تاریخ یہ کہا۔

قدسی سن وفات ز "شیخ الحدیث گفت"

۱۹۶۲ء

"سردار احمد است بفردوس ہم بجا"(۲۳)

۱۳۸۲ھ

(۲۲) محدث اعظم پاکستان۔ص ۳۷
(۲۳) محدث اعظم پاکستان۔ص ۳۷

مولانا محمد ابراہیم خوشتر نے یہ تاریخ کہی۔ رحمت حق تعالیٰ علیہ

۱۳۸۲ھ

آنکھ میں ان کا جلوہ ہے یاد سے ان کی دل معمور
کل تھی جن کی بخشش عام "آج وہ ہو گئے مغفور" (۲۴)

۱۳۸۲ھ

صوفی صابر اللہ شاہ نعیمی نے فارسی میں قطعہ تاریخ کہا۔

غلبہ عشق نبی برقلب چوں گشتہ فزوں
کرد دنیا ترک یک دم نیز فرزندانِ خود
برزباں صابؔر آمد ارخ ایں بیساختہ
"مولوی سردار احمد عازم فردوس شد"(۲۵)

۱۳۸۲ھ

ہفت روزہ سواد اعظم لاہور کے مدیر جناب غلام معین الدین نے آپ کے سوانح حیات کا عنوان بنایا۔

قبلہ دارین ابوالفضل محمد سردار

۱۹۶۲ء

یہی آپ کا سن وصال ہے۔(۲۶)

(۲۴) (ا) ہفت روزہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ، ۹ رمضان المبارک ۱۳۸۲ھ۔ص ۴
(ب) ماہنامہ نوری کرن بریلی، مئی ۱۹۶۳ء۔ص ۸
(۲۵) ہفت روزہ سواد اعظم لاہور، ۲۱ شعبان ۱۳۸۲۔ص ۱، محدث اعظم پاکستان۔ص ۳۶
(۲۶) ایضاً۔ص ۳

حکیم اہل سنت الحاج حکیم محمد موسیٰ امرتسری بانی مرکزی مجلس رضا نے یہ قطعات تاریخ وصال کہے۔

بحضور محمد رسید — دیگر — مات الشیخ

۱۳۸۲ھ — ۱۳۸۲ھ (۲۷)

جناب رانا محمد اکرم چشتی نے ماہنامہ عارف لاہور، فروری ۱۹۶۳ء میں ''ایک عالم ایک عارف'' کے عنوان سے حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کی سوانح حیات لکھی۔ عنوان تاریخ ہے۔

''مولانا مولوی محمد سردار احمد محدث''

۱۳۸۲ھ

نیز یہ قطعہ تاریخ نکالا۔

''جلیل المراتب مرشد کامل'' (۲۸)

۱۳۸۲ھ

جناب سید خورشید علی مہر نقوی جے پوری نے قطعہ تاریخ موزوں کیا۔

اس جہان رنگ وبو سے مثلِ بوئے گل گئے
حضرت سردار احمد مأمنِ فردوس میں
مہر کیا اچھی کہی رضوان نے تاریخ وصال
''آئے اب سردار احمد گلشن فردوس میں'' (۲۹)

۱۳۸۲ھ

جناب خلیق قریشی مدیر روزنامہ عوام لائل پور نے تاریخ وصال یوں کہی۔

''اے بلبل ریاض رسول'' (۳۰)

۱۳۸۲ھ

(۲۷) ہفت روزہ محبوب حق لائل پور۔ ۳۱ جنوری ۱۹۶۳ء۔ ص ۷، بحوالہ ماہنامہ عارف لاہور۔ فروری ۶۳ء

(۲۸) ہفت روزہ محبوب حق لائل پور۔ ۳۱ جنوری ۱۹۶۳ء۔ ص ۷

(۲۹) ہفت روزہ محبوب حق لائل پور۔ ۳ جنوری ۱۹۶۳ء۔ ص ۳

(۳۰) روزنامہ عوام لائل پور۔ ۸ مارچ ۱۹۶۳ء

ہفت روزہ سواد اعظم لاہور نے چند قطعات کی نسبت مولانا فضل الرحمٰن مدنی خلف ضیاء الملت حضرت مولانا ضیاء الدین مدنی علیہ الرحمۃ کی طرف کی ہے، جو یہ ہیں۔

''سردار بزم فردوس سردار احمد''

۱۳۸۲ھ

دیگر

ہوا از فضل رحمٰن سن ہجری کیسا جید
''شہ فردوس سلطان جہاں سردار احمد''

۱۳۸۲ھ

دیگر

پا گئے جنت مقام — قادری رضوی مدام = ۱۳۸۲ھ (۳۱)

مگر حکیم محمد موسیٰ امرتسری کا کہنا ہے کہ ان قطعات کی نسبت حضرت مولانا فضل الرحمٰن کی طرف درست معلوم نہیں ہوتی۔

مشہور محقق و مورخ جناب شریف احمد شرافت نوشاہی نے قطعہ تاریخ یوں موزوں کیا۔

جناب حضرتِ سردار احمد
بہ گلزارِ شریعت غنچہ بہ شگفت
زہے شیخ الحدیث آں مردِ کامل
کہ در اسرارِ دیں دُر ہائے می سفت
محدِّث ہم مفسّر ہم فقیہے
کہ در تدریس کردہ سعی ہا مفت

(۳۱) ہفت روزہ سواد اعظم لاہور۔ ۱۰ مئی ۱۹۶۳ء۔ ص ۸

زدنیا رخت بستہ سوئے فردوس
بہ بزمِ عاشقان ذاتِ حق خفت
شرافت جست تاریخش زہا تف
''بہ جنت رفت سلطان زمن گفت''(۳۲)
۱۳۸۲ھ

مشہور نعت خواں جناب محمد ابراہیم صائم چشتی نے قطعہ تاریخ یوں موزوں کیا۔

رفت سوئے دارِ جنت مفتی شیریں بیاں — آں امام اہلِ سنت، ارفع شاں عالی نشاں
گفت تاریخ وصالش صائم اندوہگیں — ''او محدثِ اعظم آں، جانِ زمن قطب زماں'' (۳۳)
۱۹۶۲ء

علاوہ ازیں جناب صائم چشتی نے درج ذیل تاریخیں بھی استخراج کیں۔

نائب الاعلیٰ اعلیٰ حضرت بریلوی — ۱۹۶۲ء
امام اصفیا، نائب احمد رضا — ۱۳۸۲ھ
آہ یاد، محمد سردار احمد قادری رضوی — ۱۹۶۲ء
وائے حضرت سردار احمد ہادی — ۱۹۶۲ء (۳۴)

جناب سید خورشید علی مہر نقوی، جے پوری نے قطعہ تاریخ یوں موزوں کیا۔

اس جہان رنگ وبو سے مثل بوئے گل گئے — حضرت سردار احمد ۔ مامن فردوس میں
مہر کیا اچھی کہی رضوان نے تاریخ وصال — آئے اب سردار احمد گلشن فردوس میں (۳۵)
۱۳۸۲ھ

(۳۲) ماہنامہ نوری کرن بریلی۔ جون ۱۹۶۳ء۔ ص ۳۹ (۳۳) روزنامہ سعادت، لائل پور، لاہور۔ ۸ مارچ ۱۹۶۳ء۔ ص ۹

(۳۴) روزنامہ سعادت، لائل پور، لاہور۔ ۸ مارچ ۱۹۶۳ء۔ ص ۹

(۳۵) ہفت روزہ محبوب حق لائل پور۔ ۳ جنوری ۱۹۶۴ء۔ ص ۳

اشرف العلماء مولانا محمد شریف الحق امجدی، مفتی دارالافتاء بریلی نے درج ذیل تاریخ وصال کا استخراج فرمایا۔

بِحَدَائِقِ الْاَنْوَارِ عِنْدَ مَلِیْکٍ مُّقْتَدِرٌ = ۱۳۸۲ھ
فَرَوْحٌ وَّ رِیْحَانٌ وَّجَنّٰتُ نَعِیْمُ اللہِ یَاوَلِیَّ الْوَلِیِّ = ۱۳۸۲ھ (۳۶)

مولانا مفتی محبوب علی صاحب، بمبئی (بھارت) نے تاریخ وصال یوں استخراج فرمائی۔

آہ علامہ لاجواب محدث صاحب پاکستان = ۱۳۸۲ھ (۳۷)

جناب حامد الوارثی، فیصل آباد نے قطعہ تاریخ یوں موزوں کیا۔

افسردہ عندلیب ہے، پژمردہ پھول ہے
پھر باغ زندگی پہ خزاں کا نزول ہے
کی جستجو میں نے تو ہاتف نے دی ندا
تاریخ رحلت ان کی ''غلام رسول ہے''(۳۸)
۱۳۸۲ھ

مولانا مفتی اعجاز ولی خاں رضوی مہتمم مدرسہ حامدیہ رضویہ لاہور (م ۱۳۹۳ھ/۱۹۷۳ء) نے تاریخ رحلت یوں استخراج کی۔

شمس المشائخ، — ۱۳۸۲ھ
رفیع المرتبت — ۱۳۸۲ھ
عاشق العلماء مولانا محمد سردار احمد ، — ۱۳۸۲ھ
رضی عنہ مولاہ الصمد — ۱۳۸۲ھ
رحمت حق تعالیٰ علیہ (۳۹) — ۱۳۸۲ھ

(۳۶) روزنامہ سعادت لائل پور۔ ۸ مارچ ۱۹۶۳ء۔ ص ۷

(۳۷) ہفت روزہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ، ۹ رمضان المبارک ۱۳۸۲ھ۔ ص ۴

(۳۸) ہفت روزہ محبوب حق لائل پور۔ ۱۳ دسمبر ۱۹۶۳ء۔ ص ۱۶ (۳۹) ہفت روزہ محبوب حق لائل پور۔ ۱۳ دسمبر ۱۹۶۳ء۔ ص ۲۶



جامعہ محدث اعظم اسلامک یونیورسٹی کا پہلا زیر تعمیر بلاک



سنی رضوی جامع مسجد اور اس کے ساتھ مزار محدث اعظم



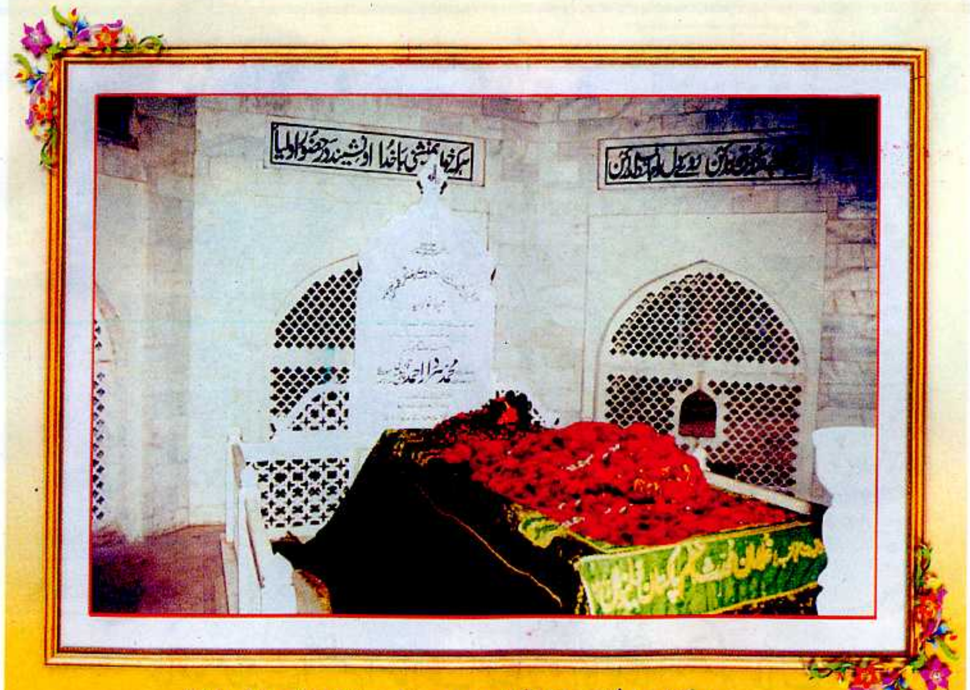
سنی رضوی مسجد کے دفاتر محدث اعظم میڈیکل کمپلیکس اور عملہ کے مکانات۔



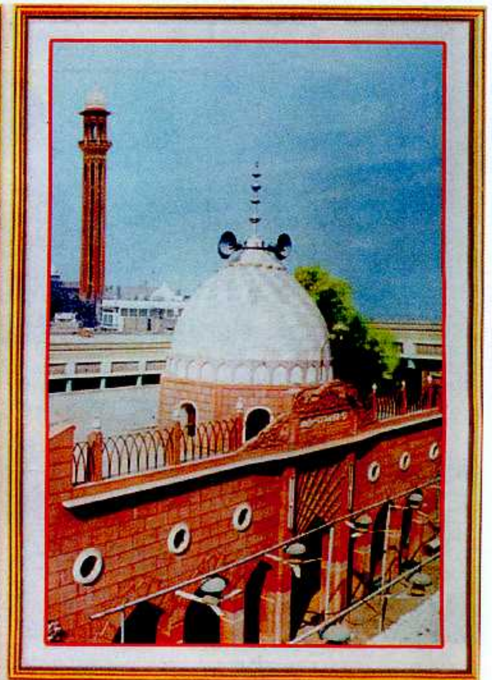
مزار محدث اعظم اور اس کے عقب میں زیر تعمیر مہمان خانہ



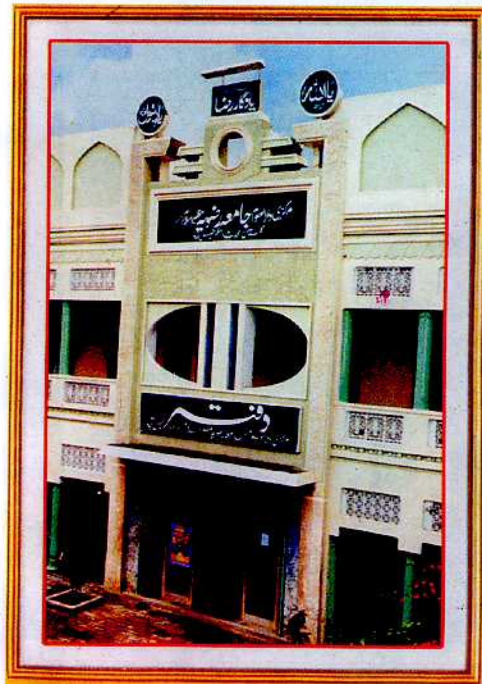
محدث اعظم میڈیکل کمپلیکس کا ایک منظر



مزارِ اقدس محدثِ اعظم پاکستان علیہ الرحمۃ کا اندرونی منظر



جامعہ رضویہ کی قدیم شاہی مسجد کا ایک منظر



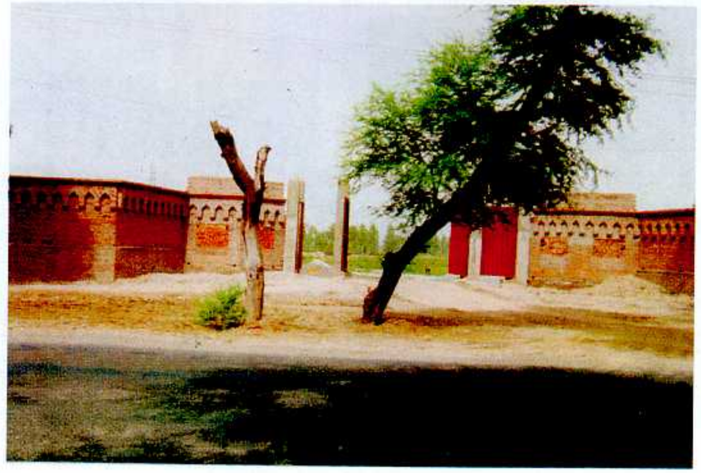
مرکزی دار العلوم جامعہ رضویہ مظہر اسلام کا ایک منظر



محدث اعظم پبلک سکول کی عمارت



سنی رضوی جامع مسجد کا داخلی دروازہ "باب رضا"



جامعہ محدث اعظم اسلامک یونیورسٹی کا بیرونی منظر